شرح صحیح مسلم

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

(عربی عبارت)

جلد سابع

بر، قدر، علم، ذکر، توبہ، صفت المنافقین، فتن، زہد، تفسیر

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد سابع

....

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

افتتاحی کلمات

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں انعام اور احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم کی جلد سابع مکمل ہوگئی اور رجب ۱۴۰۶ھ بمطابق مارچ ۱۹۸۶ء میں جو شرح صحیح مسلم کی تصنیف کی نشأۃ ثانیہ ہوئی تھی اور اس وقت میں نے جلد ثانی کو لکھنا شروع کیا تھا الحمدللہ علی احسانہ وہ کام ۱۵ شعبان ۱۴۱۳ھ بمطابق ۸ فروری ۱۹۹۳ء کو مکمل ہوگیا۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ۱۰۴۷ (ایک ہزار سینتالیس) احادیث کی شرح کی گئی ہے اور ہمارے شمار کے مطابق صحیح مسلم میں کل ۷۴۲۳ (سات ہزار چار سو تیئیس) احادیث ہیں، جن کی میں نے سات ضخیم مجلدات میں شرح کی ہے۔

جس وقت میں نے شرح صحیح مسلم کو لکھنا شروع کیا اور اس میں ممکن حد تک شرح و بسط سے کام لیا تو بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ اس قدر مفصل اور ضخیم نہ لکھو، ہوسکتا ہے کہ عمر ناپائیدار کا رشتہ درمیان میں ہی ٹوٹ جائے اور یہ کام ادھورا رہ جائے، لیکن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر توکل کرتے ہوئے اسی اسلوب پر لکھتا رہا، ذیابیطس، بلند فشار دم اور بعض دیگر امراض کی وجہ سے اس کام میں بعض عارضی وقفے بھی آئے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم، اس کے رسول کی عنایت اور احباب کے تعاون سے اس کام کا تسلسل جاری رہا حتیٰ کہ یہ کتاب مکمل ہوگئی۔ فالحمد للہ رب العالمین۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع میں جن مباحث کو خصوصیت کے ساتھ لکھا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

اولیاء اللہ کی کرامات، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل، ندائے غیر اللہ، جاسوسی کا نظام، غیبت، چغلی، تکبر، تقدیر، عصمت ملائکہ اور عصمت انبیاء، علم کی فضیلت، خواتین کو لکھنا پڑھنا سکھانا، دعاؤں کا بیان، حضرت عائشہ پر تہمت کے واقعہ کا بیان، عبداللہ بن اُبی کی نماز جنازہ پڑھانے کا بیان۔ بدشگونی کا شرعی حکم، روح کی تحقیق، انسان کے جسم میں جن کے حلول اور تصرف کی بحث، عذاب قبر کی تحقیق، زیارت قبور کا شرعی حکم، قبر میں سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تحقیق، روحوں کا زندوں کے احوال پر مطلع ہونا، سماع موتیٰ کی تحقیق، یاجوج و ماجوج کا بیان۔ مسجد سے متعلق مباحث، تعمیر مسجد کی فضیلت، مسجد کو مزین کرنا، مسجد میں کافروں کے دخول کا شرعی حکم، سترہ نہ ہونے کی صورت میں نمازی کے آگے سے گذرنا، مسجد میں سائل کو دینے کی تحقیق، دارالاسلام میں غیر مسلموں کے معابد کا حکم، صدقہ کی فضیلت، ریاکاری کا بیان، مداہنت، مدارات کفار سے موالات اور مجرد معاملت کی تحقیق، کیا تبلیغ کے لیے مبلغ کا خود نیک ہونا ضروری ہے، فرشتوں، جنات اور انسانوں کے مادہ خلقت اور ان کی ایک دوسرے سے افضلیت کا بیان، منہ پر تعریف کرنے کی تحقیق، علم کو تحریر میں لانے کا بیان، خواتین کو

لکھنا سکھانے کا شرعی حکم، یا محمد کہنے کی تحقیق، یتیم کے مال سے ولی کے کھانے کا بیان، امامت، خطابت، تعلیم قرآن و حدیث، تراویح اور قرآن خوانی پر اجرت لینے کی تحقیق اور دیگر بہت سے مسائل۔

شرح صحیح مسلم میں مصنف نے چند مسائل میں دلائل کی بناء پر ادب و احترام کے ساتھ بعض اکابر علماء سے اختلاف کیا ہے، جب کسی فرعی مسئلہ میں حسن نیت سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا جائے تو اس کو ہر دور میں مستحسن قرار دیا گیا ہے، اس سے علمی تحقیق میں وسعت پیدا ہوتی ہے، کثرت دلائل کا اظہار ہوتا ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے غور و فکر کی راہیں کھلتی ہیں، ائمہ اربعہ نے دلائل کی بناء پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء سے اختلاف کیا، اور ائمہ اربعہ کی آراء سے ان کے اصحاب اور تلامذہ نے اختلاف کیا اور ہر دور میں متاخرین، متقدمین سے علمی مسائل میں دلائل کے ساتھ اختلاف کرتے رہے ہیں اور اس کو کبھی بھی معیوب اور بے ادبی یا گستاخی نہیں خیال کیا گیا، لیکن بہت حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض حلقوں کی طرف سے مسلسل مصنف پر یہ طعن کیا جا رہا ہے کہ اس نے بعض مسائل میں متقدمین سے اختلاف کر کے ان کی بے ادبی اور گستاخی کی ہے، ہر چند کہ ہر دور میں حق گو علماء کی مخالفت کی گئی اور مخالفین نے ان سے بغض و عناد کے اظہار میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو مرجئی، خارجی اور زندیق کہا گیا، امام شافعی اور امام نسائی کو رافضی کہا گیا۔ الفاظ قرآن کو مخلوق کہنے کی وجہ سے امام بخاری کے خلاف محاذ بنایا گیا، امام احمد بن حنبل کی مخالفت کی گئی، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تکفیر کی گئی، تو اگر مصنف پر بھی بعض حلقوں کی طرف سے سب و شتم کیا جا رہا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ ان لوگوں نے مصنف کو اس کی حیثیت سے زیادہ مقام سے نوازا اور اس کو ان اکابر اسلاف کے رشتہ میں منسلک کر دیا!

جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے علمی مسائل میں متقدمین کی آراء سے اختلاف کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے اور ہر دور میں ایسا ہوتا رہا ہے۔ ہمارے قریبی دور کی مثال اعلیٰ حضرت احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کی ہے، جنہوں نے اپنے پیش رو علماء میں سے ہر قابل ذکر عالم سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے اور اس چیز کو ان کے فضائل و مناقب میں شمار کیا جاتا ہے سو اگر بعد کا کوئی شخص خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے فرعی مسائل میں اختلاف کرے تو اس کو اعلیٰ حضرت کی اتباع پر محمول کرنا چاہیے۔

حضرت ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف کیا، بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آیا تو یہ ایک بڑی تحقیق ہو گی، مولانا ایک مجتہد کی طرح ہر ذی علم سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس بحث کے اخیر میں علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اختلاف میں ایک اہم بات یہ ہے کہ جب یہ اختلاف کسی کوشش سے رفع ہی نہیں ہوتا تب ایک مجتہد کی طرح آپ فریق مخالف کے غلطی پر ہونے کا ظن غالب کر لیتے ہیں اور اس کے بعد پھر کوئی رعایت اور سہل گیری یا کسی مروت کے قائل نہیں رہتے۔ [1]

---

[1] حضرت ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۴۱۳ھ، مقدمہ فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۳۱-۳۰، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۳۹۲ھ

نیز ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت اہم کارنامہ یہ ہے کہ وہ متقدمین و متاخرین فقہاء و اصولیین پر نہایت فراخدلی سے تنقید فرماتے ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح القدیر کو جگہ جگہ ”محقق علی الاطلاق“ لکھتے ہیں مگر جب یہی محقق علی الاطلاق وضو میں بسم اللہ و ذکر الٰہی کو واجب عملی قرار دیتے ہیں تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اقول لم یات المستدل بشیء حتی سمع ما سمع۔ (فتاوی رضویہ ص ۲/۱)

مستدل (ابن ہمام) نے کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی یہاں تک کہ جو سنا گیا وہ سننا پڑا۔

پھر فرماتے ہیں اور مسئلہ تسمیہ اولاً تنہا محقق کی اپنی بحث ہے کہ نہ ائمہ مذہب سے منقول نہ محققین مابعد میں مقبول۔ خود ان کے تلمیذ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کی جو بحثیں خلاف مذہب ہیں ان کا اعتبار نہ ہوگا۔ علامہ قاسم نے تو یہاں تک کہا مگر مولانا فرماتے ہیں کہ اقول یعنی جب کہ خلاف اختلاف زمانہ سے ناشی نہ ہو۔

کما افتوا بجواز الاجارۃ علی التعلیم والاذان والامامۃ الخ۔ (فتاوی رضویہ ص ۲/۱)

جیسے متاخرین نے فتویٰ دیا کہ تعلیم، اذان اور امامت پر اجرت لینا جائز ہے۔

مذکورہ بالا سطور سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔ اگر کسی عالم کے پاس قوی دلائل ہیں تو وہ اپنے پیش رو سے حق اختلاف رکھتا ہے خواہ وہ کتنا ہی محقق علی الاطلاق کیوں نہ ہو۔

۲۔ ائمہ مذہب (جیسے ابوحنیفہ و ابویوسف و امام محمد) سے بھی اختلافِ زمانہ کے باعث اختلاف جائز ہے۔

۳۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہایت روشن دماغ تھے۔ وہ محققین سے اختلاف کرتے بلکہ ائمہ مذہب سے بھی اختلافِ زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے۔ اس طرح آپ نے بعد والے اہل علم کے لیے یہ گنجائش باقی رکھی ہے کہ اگر اختلافِ زمانہ سے ان کے بیان کردہ کسی مسئلہ پر مزید بحث کی جا سکتی ہو تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر کسی مسئلہ پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کی ہو اور اس کے بارے میں اپنی تحقیق پیش کی ہو تو بعد والے محققین کے لیے راہیں مسدود نہیں ہو جاتیں بلکہ روشن ہو جاتی ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ ایک محقق کا کام انسانی ذہنوں میں گرہیں لگانا نہیں بلکہ ان گرہوں کا کھولنا ہے۔[1]

نوٹ: ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کے اس مقالہ کا عنوان ہے ”الاستاذ احمد رضا خان بین الفقہاء والاصولیین“ یہ مقالہ آپ سے مرکزی مجلس رضا لاہور نے لکھوایا، اس پر انعام دیا گیا اور اس قیمتی مقالہ کو بطور پیش لفظ فتاوی رضویہ جلد پنجم کی ابتداء میں شامل کیا گیا۔[2]

اسی بحث میں ہمارے دور کے نامور محقق علامہ مفتی غلام سرور قادری لکھتے ہیں:

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اہلسنت میں نظریہ پرستی کی جگہ شخصیت پرستی جڑ پکڑ چکی ہے۔ جس سے اہل سنت مسلک محدود ہو کر

۱۔ علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری متوفی ۱۴۱۳ھ، فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۲۵-۲۴، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۳۹۲ھ

۲۔ فتاوی رضویہ ج ۵ ص ۱، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۳۹۲ھ۔

رہ گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بھی تو آپ جیسی بلکہ آپ سے بھی اونچی اور بلند و بالا شخصیتیں ہو کر گزری ہیں وہ کسی بھی میدان میں اعلیٰ حضرت سے پیچھے نہ تھیں بلکہ بڑھ کر تھیں اور انھوں نے اپنے زمانہ میں فتنوں کی سرکوبی فرمائی بلکہ فتنوں کی سرکوبی میں انھوں نے جو اذیتیں، تکلیفیں اور مصائب برداشت کیے اعلیٰ حضرت کے ہاں تو ان کا تصور بھی نہیں ملتا۔ بحمدہٖ تعالیٰ اعلیٰ حضرت تو اپنے پروانوں کے درمیان خیر و عافیت کے ساتھ دینِ متین کی خدمات سرانجام دیتے رہے جبکہ اس کے برعکس اہلسنت کے دیگر اکابر علماء مشکلات و مصائب بھی برداشت کرتے رہے ہیں اور دینِ متین کی خدمت بھی بہت کی ہے کہ اعلیٰ حضرت ان کے خوشہ چینوں میں نظر آتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمات کا کوئی سنی اندازہ کر سکتا ہے؟ پابند سلاسل بھی ہوئے اور حتیٰ کہ ان کو ایک سو بیس کوڑے مارے گئے اور ان کو زہر بھی دیا گیا جس سے ان کی وفات ہوئی۔

امام احمد بن حنبل نے بھی کوڑے کھائے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جیل کاٹی۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی خدمات کا تو حساب ہی نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز اور حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی یہ سب بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اہل سنت کے مشائخ ہیں۔ ان سب بزرگوں نے اپنے اپنے دور میں بڑے کام کیے ہیں۔

لیکن ہم نے ایک ہی شخصیت حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے ساتھ حد سے زیادہ جذباتی وابستگی کرنے اور اپنے مسلک کو ان کی ذات کے حوالہ سے متعارف کرانے کی وجہ سے اپنے آپ کو محدود کر دیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم کوئی بھی بات کریں اور وہ بات کتنی ہی مدلل کیوں نہ ہو دوسرے اہل علم یہ کہہ کر اسے رد کر دیتے ہیں یا اس کا وزن کم کر دیتے ہیں کہ یہ تو بریلوی مکتب فکر ہے اور یہ فرقہ واریت ہے۔

اور دوسرا یہ کہ ہم نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی ایک ایک بات کو حرفِ آخر اور قطعی قرار دے کر سنیوں کو ان کا مقلد بننے پر مجبور کر دیا ہے جو کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں ایک بلند پایہ فاضل و محقق و عاشقِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے زمانہ کے بےنظیر صاحب علم و فن تھے۔

گستاخانِ خدا و مصطفےٰ جل وعلا و صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انھوں نے اور ان کے معاصر علماء اہل سنت بالخصوص علماء حرمین طیبین رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحقیق کر کے مجموعی طور پر جو رائے قائم فرمائی تھی بلاشبہ اس میں وہ مصیب تھے۔

اس میں جو شخص دیدہ دانستہ بمطابق حکم قرآن کریم "مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى" اس کے بعد کہ ہدایت اپنے دلائل کے ساتھ اس پر روشن ہو چکی، ان کی تحقیق سے اتفاق نہ کر سکے اور اپنی مختلف رائے قائم کرے وہ ایمان سے عاری ہے۔ لیکن فقہی مسائل میں اس حد تک تنگ نظر نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ایک فقہ رضوی یا مسلکِ رضوی بنا کر دوسرے اہل علم کو اس پر چلنے کے لیے مجبور کریں اور اگر کوئی کسی مسئلہ میں اعلیٰحضرت کی رائے کے مقابلہ میں دوسرے فقہاء کی رائے کو ترجیح دے تو ہم اس پر کیچڑ اچھالنا شروع کر دیں اور اسے اہلِ سنت سے خارج ٹھہرا کر لائق احترام واکرام ہی نہ سمجھیں۔ ایسا کرنا بلاشبہ بہت بڑی زیادتی ہوگی۔ راقم نے اگر اس سے قبل اپنی بعض تصانیف یا رسائل میں کوئی ایسی بات لکھی ہے جس میں اس کے مختلف نظریہ ثابت ہوتا ہو اس کی بجائے میری رائے صائب تصور کی جائے جس کا اظہار میں اب کر رہا ہوں، کیونکہ اعلیٰحضرت اور بعض علماء اہلسنت میں بعض ایسے مسائل میں اختلاف رہا ہے اس کے باوجود اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف ان کو اہل سنت ٹھہراتے بلکہ ان کا بے حد احترام بھی فرماتے۔

(۱)۔ اعلیٰحضرت امام اہل سنت جس طرح اشداء علی الکفار کے مصداق تھے اسی طرح رحماء بینہم کی بھی زندہ تصویر تھے۔ علماء اہل سنت

کی عزت و قدر ایسی کرتے تھے کہ باید و شاید خصوصاً تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی بہت ہی عزت کرتے تھے (الی ان قال) اس عزت و توقیر کے باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی تھا۔ (حیاتِ اعلیٰحضرت ص۲۵)

(۲)۔ محمد بن محمد بن عرب مدنی نے اعلیٰحضرت کی دعوت کی۔ دورانِ طعام ان کے اور اعلیٰحضرت کے درمیان مسئلہ افضلیت مدفونین بقیع شریف پر گفتگو چھڑ گئی۔ اعلیٰحضرت نے فرمایا کہ مدفونین بقیع میں سب سے افضل امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں اور مولانا محمد صاحب فرماتے تھے کہ ان میں سب سے افضل حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (حیاتِ اعلیٰحضرت ص۱۲)

(۳)۔ یہ حقیقت کسی اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ اعلیٰحضرت نے اپنے سے پہلے کے اکابرین سے کئی ایک مسائل میں اختلاف کیا۔ مثلاً عورتوں کا مزاراتِ اولیاء پہ جانا جمہور اہل سنت کے نزدیک جائز اور مستحب اور اعلیٰحضرت کے نزدیک حرام ہے۔

(۴)۔ اسی طرح علامہ برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مغیبات خمس (پانچ غیبوں) کا علم نہیں مانتے دیکھیے ملفوظاتِ اعلیٰحضرت۔ اس کے برعکس اعلیٰ حضرت اور علماء کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مغیبات خمس (پانچوں غیبوں) کا علم مانتے ہیں۔ اس اختلاف کے باوجود اعلیٰحضرت علامہ برزنجی رح کو ان القاب سے یاد فرماتے ہیں:

"جامع علوم نقلیہ و اصل فنونِ عقلیہ، جامع شرافتِ حسب و نسب آباء و اجداد وارثِ علم و شرف، محقق، صاحب ذہن نقاد و مدقق تیز ذہن، مدینہ طیبہ میں شافعیہ کے مفتی مولانا سید شریف احمد برزنجی ان کا فیض ہر سیاہ و سفید کو عام ہو۔"

(حسام الحرمین ص۱۹۰ طبع کانپور)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ اسقدر زبردست اختلاف کے باوجود کہ امام احمد رضا حضور صلے اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے پانچوں غیبوں کا علم مانتے ہیں اور علامہ برزنجی نہیں مانتے پھر بھی اعلیٰحضرت ان کو سُنّی ہونے سے خارج قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے اسم گرامی کے ساتھ اس قدر عظیم الشان القاب شامل فرماتے ہیں۔

(۵)۔ قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین مجددی فاروقی کے ممتاز شاگرد و مرید و خلیفہ حضرت شاہ سلامت اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو باکمال عالم و عارف تھے انھوں نے مسئلہ اذان ثانی میں اعلیٰحضرت سے اختلاف کیا۔ (مکتوب امام احمد رضا ص۴۰)۔

حضرت مولانا عبدالغفار خاں صاحب رامپوری مسئلہ اذان ثانی میں اعلیٰحضرت کی مخالفت میں پیش پیش تھے (حیاتِ اعلیٰحضرت ص۹۱) اعلیٰحضرت لکھتے ہیں: "رامپور کے بعض اہل سنت نے مسئلہ اذان ثانی میں مخالفت کی۔" (مکتوبات ص۴۲)۔

لہٰذا ایک تو یہ واضح ہو گیا کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا ہر نقطہ نظر اہل سنت کے لیے واجب القبول یا واجب الاتباع نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ علمی و تحقیقی طور پہ اور کسی دلیل شرعی کی بنیاد پہ کوئی سنی اہلِ علم و تحقیق کسی مسئلہ میں یا بعض مسائل میں اگر اعلیٰحضرت کے خاص نقطہ نظر سے اتفاق نہ کرتے ہوئے اس سے مختلف نقطۂ نظر اختیار کرے تو بدستور سنی ہی رہتا ہے۔ اس پر طعن و تشنیع کرنا جہالت و حماقت اور ظلم و گناہ ہے۔ کاش کہ سنّیت کو محض اعلیٰحضرت کی ذات میں محدود کرنے والے یہ سمجھتے کہ وہ اس سے سنیت کی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ سُنیت کے ساتھ زیادتی اور دشمنی کر رہے ہیں۔ [۱]

علامہ ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ اور علامہ مفتی غلام سرور قادری کی ان عبارات سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ یا دیگر اکابر اہلسنت سے کسی فرعی مسئلہ میں دلائل و براہین کے ساتھ

---

[۱]۔ علامہ مفتی غلام سرور قادری، ماہنامہ البر لاہور، ص ۳۷-۳۳، شمارہ نمبر ۶، ذوالحجہ، ۱۴۱۲ھ، جون ۱۹۹۲ء

ادب واحترام سے اختلاف کرنا، بے ادبی کا موجب ہے نہ ان کے ساتھ عقیدت واحترام کے رشتہ کے منافی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بعض مسائل میں صحابہ کرام، امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین سے اختلاف کیا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے دل میں ان نفوس قدسیہ کے لیے عقیدت اور محبت نہیں تھی یا اس اختلاف کرنے کی وجہ سے وہ ان بزرگ ہستیوں کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا اعلیٰ حضرت کو ان دلائل کا علم نہیں تھا آپ ان سے زیادہ عالم ہیں؟ تو اس کے جواب یہ کہا جا سکتا ہے کہ جن دلائل کے ساتھ اعلیٰ حضرت نے حضرات صحابہ کرام اور ائمہ اور علماء متقدمین سے اختلاف کیا ہے تو کیا ان صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کو ان دلائل کا علم نہیں تھا اور کیا اعلیٰ حضرت کا علمی مرتبہ اور مقام ان صحابہ اور ائمہ سے زیادہ تھا؟ اگر کوئی شخص انصاف اور دیانت کے ساتھ اس مسئلہ میں ہمارا موقف سمجھنا چاہتا ہو تو اس کے لیے یہ سطور کافی ہیں اور اگر وہ محض تعصب اور عناد سے ہمیں گالیاں دینے کا شوق رکھتا ہو تو ہم اس کو اپنے نامہ اعمال میں حسنات کا اضافہ کرنے سے روک نہیں سکتے اور اس احسان کے صلہ میں ہم ایسے تمام گالیاں دینے والوں کے حق میں دعاء خیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کی عاقبت بہ خیر کرے۔ آمین! یہی ہمارے نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سیرت ہے اور یہی آپ کی ہدایت ہے اور اسی میں فلاح دارین ہے۔

شرح صحیح مسلم کے منصہ وجود میں آنے کا اصل سبب علامہ مفتی سید شجاعت علی کی ذات گرامی تھی، کیونکہ جلد اول کے لکھنے کے بعد میں لاہور میں بیمار پڑ گیا تھا اور دن بہ دن حالت خراب ہوتی گئی اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اب کوئی علمی کام نہیں کر سکوں گا، میرے لیے زندگی میں کوئی کشش نہیں رہی، لاہور کے جس مدرسہ میں، میں نے انیس[۱۹] سال پڑھایا تھا وہاں کے ناخدا مجھ سے تنگ اور بیزار تھے، مفتی سید شجاعت علی قادری جب بھی لاہور آتے، مجھے کراچی اپنے مدرسہ میں لے چلنے کے لیے پر زور اصرار کرتے، میں کہتا کہ اب مجھ سے پڑھایا نہیں جاتا، مفتی صاحب کہتے آپ نہ پڑھائیں وہاں صرف آرام کریں، میں حیران تھا کہ لوگ بیمار آدمی سے جان چھڑاتے ہیں کہ یہ اب کام کا نہیں رہا اور یہ بندۂ خدا اس ناکارہ شخص کو بہ اصرار اپنے مدرسہ میں لے جا رہا ہے! بالآخر میں ان کے شدید اصرار کی بناء پر کراچی، دارالعلوم نعیمیہ میں آ گیا، یہاں آکر ان کی محبت اور خلوص اور دارالعلوم نعیمیہ کے دیگر احباب کے تعاون سے میری صحت بحال ہونے لگی اور بہت جلد میں دوبارہ کام کرنے کے لائق ہو گیا، یہاں مفتی صاحب نے مجھے بہت سہولتیں دیں سب سے بڑی سہولت یہ تھی کہ انھوں نے مجھے پڑھانے کے لیے صرف ایک گھنٹہ کا مکلف کیا اور باقی تمام اوقات میں مجھے علمی اور تحقیقی کام کے لیے آزاد چھوڑ دیا، تصنیف وتالیف کے لیے میری ضروریات کے لیے وہ کتابوں کی فراہمی کا بندوبست کرتے خود ان کی ذاتی کتابیں میری تحویل میں رہتی تھیں اور انھیں جب ضرورت ہوتی تو وہ مجھ سے مانگ کر کتاب لیتے اور پھر واپس کر دیتے، وہ بے حد کریمانہ اخلاق کے حامل اور مجسم ایثار تھے، بہت شگفتہ مزاج اور ملنسار تھے، فقہی مسائل میں اجتہاد کا ملکہ رکھتے تھے وہ فقیہ بے نظیر تھے اور پیش آمدہ مسائل میں جس جانب مسلمانوں کے لیے آسانی ہوتی اس کو اختیار کر لیتے، میں مسائل حاضرہ میں ان سے مشورہ کرتا تھا، ہم دونوں کے ذہنوں میں بہت زیادہ ہم آہنگی تھی۔ شرح صحیح مسلم کی تصنیف کے دوران اگر مجھے کہیں علمی مشکل در پیش ہوتی تو میں ان سے استفادہ کرتا تھا، وہ بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور ان کے مجھ پر بہت احسانات تھے، ۸ رجب

سے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد اور امام محمد کے نزدیک بیع عینہ ناجائز اور حرام ہے، فقہاء خوارزم نے اس کو سود کھانے کا حیلہ قرار دیا ہے، اور اعلیٰ حضرت نے کفل الفقیہ میں اس کو جائز لکھا ہے، اس کی باحوالہ بحث شرح صحیح مسلم جلد رابع میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۲۔ منہ

۱۴۱۳ھ، بمطابق ۲ر جنوری ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ صبح کی نماز کے بعد صحیح مسلم کا ترجمہ مکمل ہوگیا، جب وہ صبح مدرسہ آئے تو میں نے ان کو بتایا کہ الحمد للہ ترجمہ مکمل ہوگیا ہے اور ان شاء اللہ چند دنوں میں شرح بھی مکمل ہو جائے گی تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہمارے دار العلوم کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں آپ نے صحیح مسلم کا ترجمہ اور شرح مکمل کی اور مجھے بہت دعائیں دیں، ابھی یہ شرح تکمیل کو پہنچنے والی تھی کہ ۴ شعبان ۱۴۱۳ھ بمطابق ۲۸ جنوری ۱۹۹۳ء کو جمعرات کے دن ایک بجے جکارتہ انڈونیشیا سے یہ خبر آئی کہ مفتی سید شجاعت علی قادری جکارتہ میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مفتی سید شجاعت علی صاحب وزارت بہبود آبادی کی طرف سے ایک وفد کے ساتھ انڈونیشیا کے مطالعاتی دورے پر گئے تھے، جانے سے پہلے انھوں نے مجھ سے خاندانی منصوبہ بندی کے مسئلہ پر تبادلہ خیال کیا اور باہمی مشورہ سے یہ طے کیا کہ وہ وہاں جا کر یہ تبلیغ کریں گے کہ انفرادی طور پر اپنی ضرورتوں کی وجہ سے ضبط تولید کرنا جائز ہے لیکن اجتماعی طور پر کسی قانون کے ذریعہ لوگوں پر جبراً ضبط تولید کو لازم کر دینا جائز نہیں ہے، انھوں نے کہا علماء مصر نے بھی یہی لکھا ہے اور وہ ان کے فتویٰ کی فوٹو کاپیاں وہاں کے علماء میں تقسیم کریں گے، تو جس سفر میں ان کا انتقال ہوا وہ سفر اللہ کی راہ میں تھا اور صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی راہ میں فوت ہوا وہ شہید ہے، نیز وہ دس سال سے عارضہ قلب، تبخیر معدہ اور ہائی بلڈ پریشر کے امراض میں مبتلا تھے اور انھی امراض میں ان کی وفات ہوئی، اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بیماری میں فوت ہوا وہ شہید ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماتے، ان کی تمام تصانیف کو ان کے لیے صدقہ جاریہ کر دے، ان کے قائم کردہ دار العلوم کو ترقیاں عطا فرمائے، ان کی اولاد اور ان کے اہل خانہ کی حفاظت، حمایت اور کفالت فرمائے اور ان کے چھوٹے فرزند عزیزی سید ناصر علی کو ان کی منشاء کے مطابق ان کا صحیح جانشین بنائے، آمین یارب العالمین!۔

شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں میرے دوسرے بہت بڑے محسن اور معاون پروفیسر مولانا منیب الرحمان زید حبہم ہیں، مولانا منیب الرحمان نے قدم قدم پر میری معاونت کی اور اس سلسلہ میں مجھے جس نوع کی بھی ضرورت پیش آئی انھوں نے اس کو پورا کیا، شرح صحیح مسلم کو زیادہ تفصیل اور تحقیق کے ساتھ لکھنے کا سب سے پہلے انھوں نے مشورہ دیا تھا، اور ہر معاملہ میں ہر وقت مجھے ان کا تعاون حاصل رہا، اور میرے بہت عزیز دوست مولانا غلام محمد سیالوی زید حبہم ہیں، جن کی لائبریری اس دوران مستقل میرے زیر تصرف رہی، اگر کوئی کتاب ان کے پاس نہ ہوتی تو فوراً بازار سے خرید کر بھجوا دیتے، ان کے علاوہ میرے محسنین اور معاونین میں مولانا مفتی محمد اطہر نعیمی، حافظ محمد ازہر نعیمی، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا اقبال حسین نعیمی اراکین دار العلوم نعیمیہ، مولانا اکرام حسین سیالوی استاذ شمس العلوم اور شیخ الحدیث مولانا خالد محمود کراچی ہیں! اور مولانا سید محمد اکرم شاہ اور مولانا سید محمد نذیر شاہ ہیں جنھوں نے حوالے تلاش کرنے میں میری مدد کی اور مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی ہیں جنھوں نے انتہائی محبت، لگن اور محنت سے شرح صحیح مسلم کی تصحیح کی اور بہت سے معاملات میں مجھے بہت مفید مشورے دیتے اور سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید بک سٹال ہیں جنھوں نے نہایت ذوق وشوق کے ساتھ انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کی طباعت کرائی اور شرح صحیح مسلم کے اردو اور عربی کے کاتب ہیں جنھوں نے بہت نفاست سے خوبصورت کتابت کی، میں ان تمام حضرات اور دیگر معاونین کے لیے، شرح صحیح مسلم کے قارئین کے لیے اپنے تمام اساتذہ اور مشائخ کے لیے، اپنے والدین، اپنے اعزہ، احباب اور تلامذہ کے لیے اور عامۃ المسلمین کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں: الٰہ العالمین ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھ اور ایمان پر ہمارا خاتمہ

فرما، عزت کی زندگی اور عزت کی موت عطا فرما، دنیا میں صحت اور سلامتی کے ساتھ قائم رکھ، جو بیماریاں ہیں ان کو دُور فرما، دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے ہم کو محفوظ رکھ اور دنیا اور آخرت کی ہر خیر ہمارا مقدر کر دے! الٰہ العلمین! شرح صحیح مسلم کو اپنی اور اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اور تمام لوگوں میں قبولیت عطا فرما، اس کو حاسدین کے شر سے محفوظ رکھ، اس کو بقاء دوام عطا فرما، اس کی فیض آفرینیوں کو مؤثر بنا اور اس کی نشر و اشاعت کو تا قیامت جاری رکھ اور اس کتاب کو میری مغفرت کا وسیلہ اور میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے! آمین یارب العالمین! بجاہ حبیبک سیدنا محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین سید الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیع المذنبین وعلی اٰلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجہ المطہرات امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمجتہدین وسائر العلماء الراسخین وعامۃ المسلمین اجمعین۔

۵؍ الشعبان المعظم سنہ ۱۴۱۳ھ
۸؍ فروری سنہ ۱۹۹۳ء

غلام رسول سعیدی غفرلہ
خادم الحدیث دار العلوم نعیمیہ
بلاک نمبر ۱۵، فیڈرل 'بی' ایریا، کراچی ۳۸
ٹیلیفون نمبر ۶۳۱۴۵۰۸، ۶۳۲۴۲۳۶

آراء و تاثرات

حضرت استاذ العلماء علامہ محمود احمد رضوی زید مجدہم شارح صحیح بخاری، مہتمم و شیخ الحدیث

دار العلوم حزب الاحناف، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

شرح صحیح مسلم محقق عصر حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی زید مجدہٗ کی عظیم و جلیل القدر تالیف ہے جہاں تک میرے علم و نظر کا تعلق ہے ابھی تک صحیح مسلم کی اردو میں ایسی جامع شرح میری نظر سے نہیں گذری، علالت اور پھر مصروفیت کی وجہ سے میں صرف جلد خامس کو سرسری طور پر دیکھ سکا ہوں، میری نظر میں شرح صحیح مسلم، علم و عرفان اور تحقیق و تدقیق کا خزینہ ہے، علامہ موصوف نے محنت کی ہے اور واقعی محنت کی ہے اور مسائل جدیدہ پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ علامہ موصوف نے جن بعض مسائل میں علماء حاضر اور ماسبق سے اختلاف کیا ہے تو یونہی نہیں کیا، بلکہ تحقیق و تفتیش کو دلائل و براہین سے مزین کر کے پیش کیا ہے مسائل فروعیہ خصوصاً مسائل جدیدہ میں اہل علم کی دو رائیوں کا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اگر ان کی تحقیق سے کسی کو اختلاف ہے تو محض فتوے کی زبان سے نہیں بلکہ دلائل شرعیہ کی رُو سے تنقید و تبصرہ کیا جائے تاکہ تصویر کے دونوں رُخ سامنے آجائیں۔

میں حضرت علامہ کو ایک عرصے سے جانتا ہوں اگر کسی مسئلہ میں دلائل سے انہیں مطمئن کر دیا جائے تو اسے قبول کرنے میں انہیں عار نہیں ہوتا، یوں تو علامہ موصوف کی دیگر تصنیفات بھی بہت وقیع ہیں مگر شرح صحیح مسلم دیکھ کر ہر انصاف پسند ان کی جودت ذہن علم و فضل اور فقہی بصیرت و بصارت کو داد دینے پر مجبور ہو جائے گا اہل سنت و جماعت (جنہیں آج کل بریلوی کہا جاتا ہے گو کہ ہم بریلوی نہیں ہیں مگر اس لقب سے چونکہ مخالفین نے مشہور کر دیا ہے اس لیے التباس سے بچنے کے لیے بریلوی کا لفظ استعمال ہو رہا ہے ہم حنفی ہیں اور سیدنا سراج امت امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ العزیز کے مقلد ہیں) علماء میں حضرت علامہ موصوف نے شرح صحیح مسلم تالیف فرما کر علماء، طلباء و مدرسین اور عام مسلمانوں کے لیے فہم و تفہیم حدیث کا ایک دروازہ کھول دیا ہے، میری دعا ہے کہ مولا تعالیٰ جل مجدہٗ اپنے طیب و طاہر مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل شرح صحیح مسلم کو مسلمانوں کے لیے مینارۂ نور بنائے اور ہم سب کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور سیرت و کردار کو اپنانے کی توفیق رفیق اور حضرت علامہ سعیدی زید مجدہ کو صحت و سلامتی کی دولت سے مالا مال فرماتا رہے۔ آمین۔

سید محمود احمد رضوی اشرفی، یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ، بمطابق ۲۵ / اکتوبر ۱۹۹۲ء

مبلغِ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری، ہالینڈ، زید مجدہم

بحمد اللہ، ہمارے عزیز حضرت علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے نہایت ہی محنت و مشقت کے بعد مسلم شریف کی شرح کا عظیم کارنامہ انجام کو پہنچا دیا، موصوف نہایت ہی قابلِ مبارکباد ہیں، بلاشبہ یہ کتاب اردو میں اس صدی کا مذہبی شاہکار ہے ہمیں بہت پہلے علم ہو چکا تھا کہ حضرت علامہ نے اس بڑے کام کا آغاز کر دیا ہے، اس کے بخیر مکمل ہونے کی ہم دعائیں بھی کر رہے تھے اور بے چینی سے اس کو ہاتھوں ہاتھ لینے کا انتظام بھی، میرے عزیز فرزند سید عامر علی قادری لاہور گئے تو میرے لیے بطور تحفہ لے کر آئے، بے حد مسرت ہوئی، چند روز میں مختلف مقامات سے مطالعہ کیا، اور اب ہالینڈ کے کتب خانہ میں موجود ہے، بوقت ضرورت استفادہ کرتا رہتا ہوں، اس میں شک نہیں کہ کتاب نہایت اچھے انداز سے مرتب کی گئی اور حق شرح ادا کیا گیا ہے، دورِ حاضر سے متعلق مسائل پر بحث کتاب کا نہایت اہم حصہ ہے، اندازِ تحریر میں اس بات کا لحاظ خصوصیت کے ساتھ قابلِ تعریف ہے کہ علماء اور عوام سب استفادہ کر سکیں، خالص علمی مسائل اور تحقیقات کو آسان عبارت میں پیش کرنا، نہایت دشوار ہوتا ہے لیکن حضرت علامہ نے اس کا بھی خوب خوب خیال رکھا ہے اور اس طرح کتاب مزید مفید ہو گئی ہے، ایک اہم خوبی یہ بھی پیدا کی گئی ہے کہ جن مسائل میں ائمہ اربعہ کا اختلاف ہے ان کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اسباب و وجوہِ اختلاف پر خاصی بحث کرنے کے بعد اپنے حنفی ہونے کا حق ادا کیا ہے، عقائد کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے مولانا نے تحمل اور رواداری کو پوری طرح ملحوظ رکھا ہے، اس طرح کہ باطل عقائد کا رد کرتے ہوئے کوئی طنزیہ جملہ استعمال نہیں کیا، نہ ہی کوئی ایسا لفظ زیرِ قلم آنے پایا جس سے کسی کی شخصیت مجروح ہوتی معلوم ہو، درج ذیل عبارت سے کتاب کی تقریباً، ان تمام خوبیوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو ہم نے بیان کیں، ملاحظہ ہو:

عن عائشة ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال کسر عظام المیت ککسرھا حیا.	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈیوں کو توڑنا زندہ شخص کی ہڈیوں کو توڑنے کی طرح ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں مولانا کا دُور رساں ذہن مسئلہ پوسٹ مارٹم کی طرف جاتا ہے، آپ اس کی تحقیق کرتے ہیں، پہلے ملک کے ایک معروف و مشہور محقق کی تحقیق نقل فرماتے ہیں: "اس باب میں میری قوتِ فیصلہ بالکل عاجز ہے، یہ چیز کسی ایسی مجلس میں زیرِ بحث آنی چاہیے جس میں علمائے دین شامل ہوں، اور شعبۂ طب اور شعبۂ عدالت کے نمائندے بھی، ممکن ہے یہ لوگ سر جوڑ کر اس کا کوئی حل نکال سکیں۔" اب ملاحظہ فرمایئے علامہ سعیدی کی عبارت:

پوسٹ مارٹم کے جواز اور عدم جواز کا محل	اس سلسلہ میں ہمارا نظریہ یہ ہے کہ سرجری کی مشق کے لیے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کرنا چاہیے اور مسلم اموات پر سرجری کی

مشق کرنا جائز نہیں ہے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر دشوار نہیں، ہوتا جس کی بنا پر مسلمان میت کی چیر پھاڑ کر کے اس کی بے حرمتی کی جائے خصوصاً اس صورت میں جب کہ پلاسٹک موڈل سے بھی تعلیم شروع کی جا چکی ہے۔

پوسٹ مارٹم کی دوسری وجہ جو بالعموم پیش آتی ہے وہ ہے مقدمہ کی تحقیق اور کسی بے قصور مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کا مسئلہ مثلاً ایک شخص کو پولیس نے پستول سمیت پکڑ لیا اور اس پر الزام یہ ہے کہ اس نے اپنے پستول سے فلاں شخص کو گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے جبکہ ملزم یہ کہتا ہے کہ میں نے اس پر گولی نہیں چلائی اور تمام شواہد اور قرائن ملزم کے خلاف ہیں، اب صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ مقتول کے جسم میں جو گولی ہے آیا وہ اس نمبر کی گولی ہے جو ملزم کے پستول میں ہے یا کوئی اور گولی ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مقتول کے جسم میں ملزم کے پستول کی گولی ہے تو وہ قاتل ثابت ہو جائے گا اور اگر وہ گولی اس کے پستول کی نہیں ہے تو وہ بری ہو جائے گا۔

ایسی صورت میں جبکہ پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پوسٹ مارٹم کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے اور فقہاء اربعہ کے مذاہب میں اس کی تائید موجود ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کا ایک قول یہ ہے کہ حاملہ عورت فوت ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بعینہٖ ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے یعنی زندہ کی جان بچانے کے لیے میت کی چیر پھاڑ (پوسٹ مارٹم) جائز ہے بلکہ احناف یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر عورت زندہ ہو اور پیٹ میں بچہ مر جائے تو بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دائی ہاتھ سے نکال لے اور یہ پوسٹ مارٹم کے جواز پر دوسرا جزئیہ ہے، ہر چند کہ سرجری کے اس ترقی یافتہ دور میں بچہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکالنے کی ضرورت نہیں، بلکہ عورت کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچہ کو پیٹ سے نکالا جا سکتا ہے، امام احمد بن حنبل نے اگرچہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اگر عورت مر جائے اور بچہ کے بعض اجزاء بالکل باہر نکل آئیں اور باقی بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کیے بغیر نکالنا ممکن نہ ہو تو عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا جائے اور یہ بھی موجودہ صورت میں پوسٹ مارٹم کے جواز کا بعینہٖ جزئیہ ہے۔ بہر حال ائمہ اربعہ کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ جب کسی زندہ کی جان بچانا مقصود ہو تو میت کا پوسٹ مارٹم کرنا جائز ہے۔ اب ہم سطور ذیل میں کتب مذاہب سے اس مسئلہ سے متعلق عبارات پیش کر رہے ہیں۔

(شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۸۲۶)

لیجیے، جناب مسئلہ حل ہو گیا، نہ ماہرین طب کو بلانے کی ضرورت نہ ماہرین قانون کو، شرعی مسائل کا حل سر جوڑ کر بیٹھنے سے نہیں ہوتا، علم کے نور سے ہوتا ہے، مطالعہ کی وسعت سے ہوتا ہے اور کتابوں سے مسائل تلاش کرنے کی صلاحیت سے ہوتا ہے، اسی قسم کے متعدد مسائل پر علامہ کی تحقیق نہایت علمی اور دلچسپ ہے۔

حضرت علامہ کی اس کاوش پر بہر حال علماء اور عوام سب ہی خوش ہیں، وہ اس سے استفادہ کرتے رہیں گے اور مولانا کے لیے آنے والی نسلیں تک دعا گو ہوں گی۔

حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ اللہ اس شخص کو خوش و خرم رکھے کہ جس نے ہم سے کچھ سنا اور اس کو ویسے ہی دوسروں

لَہٗ مِنْ سَامِعٍ۔ تک پہنچا دیا، اور بعض سننے والے، سنانے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔

اس سے بڑا اعزاز علامہ سعیدی کے لیے کیا ہو سکتا ہے، مستجاب الدعوات نبی مکرم علیہ السلام انہیں خوش و خرم رہنے کی دعا دے رہے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ علامہ موصوف اکثر بیمار رہتے ہیں، انشاء اللہ ان کی یہ کتاب جوں جوں امت تک پہنچتی جائے گی ان کی صحت بہتر سے بہتر ہوتی جائے گی۔

علم تفسیر، حدیث، فقہ تینوں وہ علوم ہیں جن کے بغیر انفرادی یا اجتماعی طور پر مسلمانوں کا اسلامی زندگی بسر کرنا ناممکن ہے اسی لیے ان علوم پر علمائے اسلاف نے سب سے زیادہ کام کیا، اور ان کی اشاعت کو ہمیشہ اہمیت دی، بالخصوص عربی زبان میں ہزاروں کتابیں لکھی گئیں، اب الحمد للہ اردو میں بھی ان موضوعات پر کتابوں کی کمی نہیں، بالخصوص تفسیر میں حضرت علامہ پیر کرم شاہ الازہری دامت برکاتہم العالیہ کی ضیاء القرآن، اور فقہ میں تقریباً ساٹھ سال پہلے لکھی ہوئی بہار شریعت، صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کی اور اب حدیث کے موضوع پر علامہ سعیدی کی شرح مسلم شریف، ان کتابوں نے اردو خواں حضرات کو دین کا اتنا ذخیرہ بہت سہل انداز میں فراہم کر دیا ہے کہ اب کسی کے لیے اپنی ضرورت کے مطابق علم دین حاصل کرنا دشوار نہ رہا، پس ہم اہل فسق کو دنیا کا چین و سکون تلاش کرنے والوں کو، عاقبت کی فکر رکھنے والوں کو مخلصانہ مشورہ دیں گے کہ وہ ان کتابوں سے پورا پورا فائدہ حاصل کریں، اپنے اہل خانہ کو ان کے مطالعہ کی تاکید کریں۔

دل تو چاہتا ہے کہ شرح صحیح مسلم پر نہایت ہی مفصل، سیر حاصل تبصرہ کیا جائے لیکن اپنی کتاب "وراثت انبیاء علیہم السلام" کی تکمیل کی مصروفیت حائل ہو رہی ہے، پس ان سطور پر اکتفار کرتے ہوئے ہم علامہ سعیدی صاحب کو اس عظیم کام کی تکمیل پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور نبی مکرم علیہ السلام کے ایک ارشاد سے انھیں مژدہ سناتے ہیں۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَدُّ الْعِلْمِ الَّتِیْ اِذَا بَلَغَہُ الرَّجُلُ کَانَ فَقِیْہًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِہَا بَعَثَہُ اللّٰہُ فَقِیْہًا وَ کُنْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَافِعًا وَّ شَہِیْدًا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ علم کی حد کیا ہے جس کو حاصل کر کے انسان فقیہ بن سکتا ہے، سرکار نے فرمایا میری امت کے جس شخص نے دین کے معاملات سے متعلق چالیس حدیثیں یاد کر لیں تو اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ اٹھائے گا اور میں قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

میرے بھائی بلاشبہ آپ نے اپنا محدث ہونا فقیہ ہونا ثابت کر دیا ہے اور آپ یقیناً قیامت کے دن شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت و شہادت کے حقدار ہو گئے ہیں، ہم نے آپ کی کتاب کے متعلق یہ چند سطور قلم بند کر کے آپ سے اپنی دوستی اور تعلق کا ثبوت فراہم کیا ہے پس اللہ کے واسطے قیامت کے دن اس تعلق کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہمیں بھی اپنے دامن میں پناہ دینا۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت و تندرستی دے، عمر دراز دے اور اسی انداز پر قرآن مجید کی تفسیر کا کام بھی آپ ہی کے قلم سے انجام پذیر ہو۔

محتاج دعا خادم الملت

فقیر سید سعادت علی القادری مقیم حال، دی ہیگ ہالینڈ، ۱ر اپریل ۱۹۹۲ء۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ حمد الشاکرین والصّلٰوۃ والسّلام علٰی خاتم النّبیین سید الانبیآء والمرسلین اکرم الاوّلین و الاٰخرین حامل لواء الحمد یوم الدین اوّل الشافعین والمشفعین صاحب المقام المحمود بین المحشورین الذی نطقہ وحی ربّ العالمین والذی خلقہ معیار للحسن فی الاوّلین والاٰخرین رحمۃً للعالمین حبیب ربّ العالمین سیّدنا محمد وعلٰی اٰلِہ الطیّبین الطّاھرین واصحابہ الرّاشدین المھدیّین وازواجہ الطّاھرات المطھّرات امّھات المؤمنین واولیآء امّتہ الواصلین الکاملین وعلمآء امّتہ الرّاسخین من المفسّرین والمحدّثین والائمۃ المجتھدین اجمعین ○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کتاب البرّ والصلۃ والادب

برّ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:
برّ کا معنی ہے صلہ، جب کوئی شخص صلہ رحمی کرے تو کہتے ہیں اس نے برّ کی، قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت اسی معنی میں ہے:

لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ (ممتحنہ: ۶۰)

جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ برّ کرنے یعنی عدل اور احسان کا سلوک کرنے سے منع نہیں فرماتا، بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ (آل عمران، ۹۲)

تم اس وقت تک ہرگز برّ یعنی نیکی نہ پاسکو گے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیزوں میں سے کچھ خرچ نہ کرو۔

ابو منصور نے کہا برّ، دنیا اور آخرت کی خیر کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو ہدایت، نعمت اور اچھی چیزیں عطا فرمائی ہیں وہ دنیا کی خیر ہے، اور جنت میں دائمی نعمتوں کا حصول آخرت کی خیر ہے، (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے ہم کو دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائے آمین) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہمیشہ سچائی پر رہو کیونکہ سچائی برّ کی ہدایت دیتی ہے، شمر نے کہا اس حدیث میں برّ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا برّ سے مراد صلاح (درستگی) ہے اور بعض نے کہا برّ سے مراد خیر ہے، اور میرے علم میں اس سے زیادہ جامع برّ کی اور کوئی تفسیر نہیں ہے، کیونکہ یہ تمام اقوال کو جامع ہے۔

لوگوں کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کرنا برّ ہے، ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ بعض اہل لغت نے کہا کہ برّ کا اصل معنی وسعت ہے، بحر کے مقابلہ میں برّ کا لفظ اسی سے ماخوذ ہے، پھر یہ لفظ شفقت، احسان اور صلہ میں مشہور ہو گیا، مصنف (صاحب قاموس) نے بصائر میں کہا ہے کہ برّ کا معنی ہے فعل خیر میں توسع، کبھی یہ لفظ اللہ عزوجل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور البرّ الرحیم کہا جاتا ہے اور کبھی بندے کی طرف منسوب ہوتا ہے اور برّ العبد ربہ کہا جاتا ہے یعنی بندے نے زیادہ عبادت کی، یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو ثواب عطا کرنے اور بندے کی طرف منسوب ہو تو اطاعت کرنے کے معنی میں ہے، اطاعت کی ایک قسم اعتقاد

ہے اور دوسری اعمال، قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت ان دونوں قسموں کو شامل ہے۔

لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملٰئکۃ والکتٰب والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین وابن السبیل والسآئلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصٰبرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولٰئک الذین صدقوا ط واولٰئک ھم المتقون۔

(بقرۃ: ۱۷۷)

اصل بِرّ (نیکی) یہ نہیں ہے کہ تم اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لو، البتہ اصل بِرّ اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ روزِ آخرت، فرشتوں، (آسمانی) کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے محبت کے باوجود (اللہ کے لیے) رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلام آزاد کرنے کے لیے مال دے، اور نماز قائم کرے، اور زکوٰۃ ادا کرے، اور عہد کرنے کے بعد عہد پورا کرنے والے اور تکلیف اور سختی میں صبر کرنے والے۔ یہی لوگ (بِرّ میں) صادق ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بِرّ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، کیونکہ یہ آیت اعتقاد، اعمال، فرائض، نوافل، بِرّ والدین اور ان کے ساتھ حسن سلوک میں وسعت پر مشتمل ہے۔ [۱]

صلہ کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وصل، فصل کی ضد ہے، قرآن مجید میں ہے:

ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون۔ (قصص: ۵۱)

اور بے شک ہم ان کے لیے اپنا کلام وصل کے ساتھ (یعنی پے بہ پے) بھیجتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

علامہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ صلہ رحمی کا جو حکم دیا گیا ہے یہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر نرمی اور شفقت برتنے کے ساتھ کنایہ ہے، خواہ وہ رشتہ دار دُور کے ہوں اور بد سلوکی کیوں نہ کریں۔ [۲]

ادب کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

ادیب اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کو اچھائیوں کی تعلیم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے، ادب کی اصل ہے دعا یعنی دعوت دینا، ہمارے شیخ نے بیان کیا کہ ادب اس ملکہ کو کہتے ہیں جو انسان کو لائق مذمت چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے، مصباح میں ہے: ریاضت نفس اور محاسن اخلاق سیکھنے کو ادب کہتے ہیں، ابوزید انصاری نے ادب کی یہ تعریف کی ہے:

الادب یقع علی کل ریاضۃ محمودۃ یتخرج بھا الانسان فی فضیلۃ من الفضائل۔

ادب ہر اس ریاضت محمودہ کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کو کوئی فضیلت حاصل ہو۔

تہذیب میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے اور توشیح میں یہ تعریف ہے:

ما یحمد قولًا وفعلا او الاخذ او الوقوف

جس قول یا فعل کی تعریف کی جائے وہ ادب ہے، یا

---

[۱] سید محمد مرتضےٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۳ ص ۳۶-۳۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ

[۲] " " " " ، تاج العروس شرح القاموس ج ۸ ص ۱۵۰-۱۵۵، " " "

مع المستحسنات او تعظیم من فوقك والرفق بمن دونك ۔

کسی چیز کو احسن طریقہ سے جاننا یا حاصل کرنا ادب ہے، یا اپنے سے بڑے کی تعظیم کرنا اور اپنے سے چھوٹے پر شفقت کرنا ادب ہے۔

علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ لغت میں حسن اخلاق اور فعل مکارم کو ادب کہتے ہیں اور اسلام میں علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق بعد کی پیداوار ہے، مصنف نے کہا ہے کہ کسی چیز کو احسن طریقہ سے حاصل کرنا ادب ہے اور یہ تعریف اکثر اقوال کی جامع ہے[1]

اخلاق حسنہ کی اہمیت

بر، صلہ اور ادب' ان تینوں لفظوں کا مآل مکارم اخلاق ہے، اس لیے ہم اخلاق حسنہ کی اہمیت بیان کرنے کے لیے احادیث پیش کر رہے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمرو قال لم یکن النبی صلی الله علیه وسلم فاحشا ولا متفحشا کان یقول ان من خیارکم احسنکم اخلاقا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فطرۃً بدگو تھے نہ عادۃً اور آپ فرماتے تھے تم میں وہ شخص سب سے اچھا ہے، جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن فاحشا ولا متفحشا وقال ان من احبکم الی احسنکم اخلاقا۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً بدگو تھے نہ کسباً، اور آپ نے فرمایا تم میں وہ شخص مجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو گا جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں گے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے اس کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہو گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن عبسة قال اتیت رسول الله

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں

۱۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس شرح القاموس ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، ج ۲ ص ۸۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ 〃 〃 ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ ! من تبعک علی ھذا الامر قال حر وعبد، قلت ما الاسلام قال طیب الکلام واطعام الطعام قلت ما الایمان قال الصبر والسماحۃ قلت ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قال قلت ای الایمان افضل قال خلق حسن قال قلت ای الصلوٰۃ افضل قال طول القنوت قال قلت ای الھجرۃ افضل قال ان تھجر ما کرہ ربک عزوجل قال قلت فای الجہاد افضل قال من عقر جوادہ واھریق دمہ قال قلت ای الساعات افضل قال جوف اللیل الآخر ثم الصلوٰۃ مکتوبۃ مشھودۃ الحدیث[۵۷]

نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا، یا رسول اللہ! اس دین میں آپ کے پیروکار کون ہیں؟ آپ نے فرمایا آزاد اور غلام، میں نے پوچھا اسلام کا کیا پیغام ہے؟ فرمایا: شیریں گفتاری اور کھانا کھلانا، میں نے پوچھا ایمان کا کیا تقاضا ہے؟ آپ نے فرمایا صبر اور سخاوت، میں نے پوچھا افضل مسلمان کون ہے؟ آپ نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، میں نے پوچھا کس کا ایمان افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ میں نے پوچھا کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جس میں قیام لمبا ہو، میں نے پوچھا کون سی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا تم ان چیزوں کو ترک کر دو جو تمہارے رب کو ناپسند ہوں۔ میں نے پوچھا کون سا جہاد افضل ہے؟ فرمایا جس میں تمہارا گھوڑا زخمی ہو اور تمہارا خون بہہ جائے، میں نے پوچھا کون سی ساعت افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی رات کی، پھر فرض نماز جس میں فرشتے آتے ہیں۔

بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَاَنَّهُمَا اَحَقُّ بِهٖ۔

والدین سے حسن سلوک اور ان کو مقدم رکھنا!

۶۳۷۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ جَمِيْلِ بْنِ طَرِيْفِ الثَّقَفِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ فَقَالَ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اُمُّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ اَبُوْكَ وَفِيْ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ مَنْ اَحَقُّ بِحُسْنِ صَحَابَتِيْ وَلَمْ يَذْكُرِ النَّاسَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کون لوگ میرے اچھے سلوک کے حق دار ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں، کہا پھر کون ہے؟ فرمایا پھر تمہاری ماں! کہا پھر؟ فرمایا پھر تمہارا باپ، قتیبہ کی روایت میں ہے: میرے اچھے سلوک کا کون مستحق ہے، اس میں لوگوں کا ذکر نہیں ہے۔

۶۳۷۸- حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کون لوگ میرے اچھے سلوک کے زیادہ مستحق ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہاری ماں، پھر ماں، پھر ماں،

۵۷- امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ قَالَ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اُمُّكَ ثُمَّ اَبُوكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ ثُمَّ اَدْنَاكَ۔

پھر تمہارا باپ، پھر جو تمہارے قریب ہو، پھر جو تمہارے قریب ہو۔

۶۳۷۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عُمَارَةَ وَابْنِ شُبْرُمَةَ عَنْ اَبِي زُرْعَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ فَقَالَ نَعَمْ وَاَبِيكَ لَتُنَبَّاَنَّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، اس کے بعد جریر کی روایت کی مثل ہے، اور یہ اضافہ ہے کہ تمہارے باپ کی قسم تم کو خبر دی جائے گی۔

۶۳۸۰ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ح وَحَدَّثَنِي اَحْمَدُ بْنُ خِرَاشٍ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِي حَدِيثِ وُهَيْبٍ مَنْ اَبَرُّ وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ اَيُّ النَّاسِ اَحَقُّ مِنِّي بِحُسْنِ الصُّحْبَةِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، محمد بن طلحہ کی روایت میں ہے کون لوگ میرے اچھے سلوک کے زیادہ حقدار ہیں؟ اس کے بعد پہلی روایت کی مثل ہے۔

۶۳۸۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا يَحْيٰى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ) عَنْ سُفْيَانَ وَشُعْبَةَ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاْذِنُهُ فِي الْجِهَادِ فَقَالَ اَحَيٌّ وَالِدَاكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر ان کی خدمت میں جہاد کرو۔

۶۳۸۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ حَبِيبٍ سَمِعْتُ اَبَا الْعَبَّاسِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ قَالَ مُسْلِمٌ اَبُو الْعَبَّاسِ اسْمُهُ السَّائِبُ بْنُ فَرُّوخَ الْمَكِّيُّ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی

۶۳۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُوكُرَيْبٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں۔

مِسْعَرٍ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي إِسْحَقَ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ جَمِيعًا عَنْ حَبِيبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۶۳۸۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ نَاعِمًا مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللَّهِ قَالَ فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ قَالَ نَعَمْ بَلْ كِلَاهُمَا قَالَ فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر طلب کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟ اس نے کہا جی! دونوں زندہ ہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ سے اجر کے طالب ہو؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان سے حسن سلوک کرو۔

ماں کا حق مقدم ہونے کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے پر برانگیختہ کیا گیا ہے اور یہ کہ سب سے زیادہ حسن سلوک کی حقدار ماں ہوتی ہے، پھر باپ اور اس کے بعد قرب کے اعتبار سے درجہ بہ درجہ رشتہ دار۔ ماں کا حق مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اولاد کی تربیت میں ماں کو زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہے، ماں کی اولاد پر شفقت زیادہ ہوتی ہے، حمل، وضع حمل، دودھ پلانے اور پرورش کے دیگر مراحل طے کرنے میں ماں کو زیادہ مشقت ہوتی ہے، حارث محاسبی نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جمہور کا یہی نظریہ ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دونوں کا درجہ برابر ہے، کہا گیا ہے کہ یہ قول امام مالک کا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ماں کا درجہ زیادہ ہے اور یہی احادیث صحیحہ سے مستفاد ہے۔

حدیث نمبر ۶۳۸۴ میں ہے: ایک شخص نے جہاد کی اجازت مانگی۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا جاؤ، ان سے حسن سلوک کرو۔ علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

ایک روایت میں ہے جاؤ ان کی خدمت میں جہاد کرو، اس حدیث میں والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت پر دلیل ہے اور یہ کہ ماں باپ کی خدمت کی جہاد سے زیادہ تاکید ہے اور یہ کہ مسلمان ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں ہے، یہ اس جہاد کے متعلق ہے جو فرض کفایہ ہو اگر جہاد فرض عین ہو تو پھر ان سے اجازت لینا شرط نہیں ہے، ماں باپ کے ساتھ نیکی کے وجوب پر علماء کا اجماع ہے اور یہ کہ ان کی نافرمانی کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔[1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لاتعبدون الا اللہ وبالوالدین احسانا وذی القربی والیتٰمی والمسٰکین وقولوا للناس حسنا۔ (بقرہ: ۸۳)

اور (یاد کرو) جب ہم نے اولاد یعقوب سے یہ پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا۔

قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین والیتٰمی والمسٰکین وابن السبیل۔ (بقرہ: ۲۱۵)

آپ فرما دیجیے کہ (تم بطور حسن سلوک) جو مال (بھی) خرچ کرو تو (وہ) ماں باپ، قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے۔

واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتٰمی والمسٰکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم (نساء: ۳۶)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، مجلس کے ساتھی، مسافر اور باندیوں کے ساتھ نیکی کرو۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا۔ (انعام: ۱۵۱)

آپ فرمائیے کہ آؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں کہ اللہ نے تم پر کیا حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ۰ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیرا۔ (بنو اسرائیل: ۲۴)

اور آپ کے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ (اے لوگو!) اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک رکھو، اگر تمہارے سامنے ان دونوں میں سے کوئی ایک، یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں، تو انھیں اُف (تک) نہ کہنا نہ جھڑکنا اور ان کے ساتھ ادب سے بات کرنا، اور عاجزی اور نرم دلی کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور یہ دعا کرنا کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصلہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر ۰ وان جاھداک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔

اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے متعلق نیکی کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں اٹھایا، اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے، (اور ہم نے یہ حکم دیا کہ:) میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو، میری ہی طرف لوٹنا ہے، اور اگر وہ تم پر یہ دباؤ

(لقمان: ۱۴ - ۱۵)

ڈالیں کہ تم میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھیراؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے، تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں ان کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ رہنا۔

ووصينا الانسان بوالديه حسنا ط وان جاهداك لتشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما ط

(عنکبوت: ۸)

اور ہم نے انسان کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرے، اور (اے مخاطب!) اگر وہ تجھ پر یہ دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرا جس کا تجھے علم نہیں ہے، تو تو ان کا کہنا نہ مان۔

ووصينا الانسان بوالديه احسانا ط حملته امه كرها ووضعته كرها ط وحمله وفصاله ثلثون شهرا ط حتى اذا بلغ اشده وبلغ اربعين سنة قال رب اوزعني ان اشكر نعمتك التي انعمت علي وعلى والدي وان اعمل صالحا ترضه واصلح لي في ذريتي اني تبت اليك واني من المسلمين۔

(احقاف: ۱۵)

اور ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے، اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اسے (پیٹ میں) اٹھایا اور تکلیف کے ساتھ اسے جنا اور اس کو (پیٹ میں) اٹھانا اور اس کا دودھ چھڑانا، تیس ماہ میں ہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا، اور (اس کے بعد) چالیس برس کا ہو گیا، تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے باپ پر فرمایا، اور اس پر کہ میں تیری پسند کے نیک کام کرتا رہوں، اور میری اولاد میں نیکی رکھ دے بے شک میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں (تیرے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے متعلق احادیث

علامہ ہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن معاوية بن جاهمة عن ابيه قال اتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم استشيره في الجهاد فقال النبي صلى الله عليه وسلم الك والدان قال نعم قال الزمهما فان الجنة تحت اقدامهما رواه الطبراني ورجاله ثقات [1]

معاویہ بن جاہمہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے والدین ہیں، انھوں نے کہا جی! آپ نے فرمایا تم ان سے چمٹے رہو، کیونکہ جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن طلحة بن معاوية سلمي قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله

حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

انی ارید الجهاد فی سبیل اللہ قال امك حیة قلت نعم قال النبی صلی اللہ علیه وسلم الزم رجلها فثم الجنة رواہ الطبرانی ———— عن ابن اسحاق وهو مدلس عن محمد بن طلحة ولم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح [1]

نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: جی! آپ نے فرمایا اس کے پیروں کے ساتھ چمٹے رہو، وہیں جنت ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے دو راوی ضعیف ہیں، باقی صحیح ہیں۔

عن ابی هریرة قال جاءت امراة الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فقالت یا رسول اللہ من ابر قال امك قالت ثم من قال امك قالت ثم من قال امك قالت ثم من قال والدك رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیه سلیمان بن داؤد الیمامی وهو متروك [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی، اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ؟ آپ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ، فرمایا پھر اپنے والد کے ساتھ، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں ایک راوی متروک ہے۔

علامہ علی متقی ہندی بیان کرتے ہیں:

عن انس قال الجنة تحت اقدام الامهات [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

عن ابن عباس قال من قبل بین عینی امه کان له سترا من النار [4]
(شعب الایمان للبیهقی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا وہ بوسہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہوگا۔

عن فاطمة قالت الزم رجلها فثم الجنة [5] (ابن ماجه)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اپنی ماں کے پیروں سے چمٹے رہو جنت وہیں ہے۔

عن ابن عمرو قال انت ومالك لوالدك ان اولادکم من اطیب کسبکم فکلوا مما

حضرت عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ تم خود اور تمہارا مال تمہارے والد کی ملکیت ہے تمہاری پاکیزہ ترین کمائی

1- حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
2- ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۱۳۹،
3- علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ
4- ،، ،، ،، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۲،
5- ،، ،، ،، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۳

کسب اولادکم۔[1] (سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، مسند احمد)۔

عن ابی بکر قال من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل یوم الجمعۃ فقرا عندہ یٰس غفر لہ۔[2] (کامل لابن عدی)

عن والد عبد العزیز تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ، وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامھات یوم الجمعۃ، فیفرحون بحسناتھم، وتزداد وجوھھم بیاضا واشراقا، فاتقوا اللہ ولا تؤذوا موتاکم۔[3] (حکیم)

عن ابن عباس قال ما من رجل ینظر الی وجہ والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب لہ بھا حجۃ مقبولۃ مبرورۃ۔[4] (رافعی)

عن انس قال من ارضی والدیہ فقد ارضی اللہ ومن اسخط والدیہ فقد اسخط اللہ۔[5]

عن جابر اذا کنت تصلی فدعاک ابواک فاجب امک ولا تجب اباک۔[6] (دیلمی)

عن ابن عمر ان من بر الرجل بابیہ ان یبر اھل ود ابیہ۔[7] (ابن عساکر)

تمہاری اولاد ہے، سو اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یٰسین پڑھے تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔

والد عبد العزیز سے روایت ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اور ماں باپ کے سامنے جمعہ کے دن اعمال پیش کیے جاتے ہیں وہ اپنے متعلقین کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں، اور ان کے چہروں کی سفیدی اور چمک زیادہ ہو جاتی ہے، سو تم اللہ سے ڈرو، اور اپنے فوت شدہ لوگوں کو اذیت نہ دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کی چہرے کی طرف محبت سے ایک نظر دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور جس شخص نے اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔

حضرت جابر سے روایت ہے: نماز کی حالت میں تمہیں ماں، باپ بلائیں تو ماں کے بلانے پہ چلے جاؤ باپ کے بلانے پہ نہ جاؤ۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی باپ کے ساتھ نیکی ہے۔

1۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

2۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

3۔ 〃 〃 〃، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۹ 〃 〃

4۔ 〃 〃 〃، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۶۹ 〃 〃

5۔ 〃 〃 〃، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۰ 〃 〃

6۔ 〃 〃 〃، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۰ 〃 〃

7۔ 〃 〃 〃، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۳ 〃 〃

عن ابی اسید الساعدی لا یبقی للولد من بر الوالد الا اربع الصلوٰۃ علیہ ، والدعاء لہ ، وانفاذ عھدہ من بعدہ ، وصلۃ رحمہ واکرام صدیقہ ۔ [1] (سنن کبریٰ للبیہقی)

عن انس من احب ان یمد لہ فی عمرہ و ان یزاد فی رزقہ فلیبر والدیہ ولیصل رحمہ ۔ [2]

(مسند احمد)

عن ابی ھریرۃ لم یتل القرآن من لم یعمل بہ ولم یبر والدیہ من احد النظر الیھما فی حال العقوق اولئک براء منی ، وانا منھم بریٔ ۔ [3] (سنن دار قطنی)

عن ابن عباس ما من ولد بار ینظر الی والدیہ نظرۃ رحمۃ الا کتب اللہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ ، قالوا وان نظر کل یوم مائۃ مرۃ ؟ قال نعم ، اللہ اکثر و اطیب [4]

عن عائشۃ النظر فی ثلاثۃ اشیاء عبادۃ ، النظر فی وجہ الابوین وفی المصحف وفی البحر ۔ [5] (ابونعیم)

عن ابن عمر من زار قبر والدیہ او احدھما احتسابا کان کعدل حجۃ مبرورۃ ،

حضرت ابو اسید ساعدی سے روایت ہے باپ کے لیے اولاد کی صرف چار نیکیاں باقی رہ جاتی ہیں باپ کی نماز جنازہ پڑھنا اور باپ کے حق میں دعا کرنا ، باپ کے وعدہ کو پورا کرنا ، اس کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا اور اس کے دوست کی عزت کرنا ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کے رزق میں زیادتی کی جائے وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور صلہ رحمی کرے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے قرآن مجید پر عمل نہیں کیا اس نے اس کی تلاوت نہیں کی ، جس نے ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہوئے ان کو گھور کر دیکھا اس نے ان کے ساتھ نیکی نہیں کی وہ مجھ سے بری ہیں میں ان سے بری ہوں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو نیک شخص ایک بار اپنے ماں باپ کی طرف محبت سے دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہر نظر کے عوض اس کو حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے ، صحابہ نے پوچھا خواہ وہ ہر روز سو بار دیکھے ، فرمایا ! ہاں اللہ تعالیٰ بہت ثواب عطا فرمانے والا اور بہت پاک ہے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ تین چیزوں کو دیکھنا عبادت ہے ، ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا ، قرآن مجید کو اور سمندر کو ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی ثواب کی نیت سے

---

[1] ۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۴ ، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ، ۱۴۰۵ھ

[2] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۵ ، " " " "

[3] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۶ ، " " " "

[4] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۷ ، " " " "

[5] ۔ " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۸ ، " " " "

ومن کان زوارًا لهما زارت الملائکة قبره۔ [1] (کامل لابن عدی)

عن ابی بکر کل الذنوب یؤخر الله تعالیٰ ماشاء منها الا عقوق الوالدین، فان الله تعالیٰ یعجله لصاحبه فی الحیوٰۃ الدنیا قبل الممات۔ [2] (طبرانی)

باب ۸۹۸ تَقْدِيمِ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ عَلَى التَّطَوُّعِ بِالصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا!

۶۳۸۵ ۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ هِلَالٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ جُرَيْجٌ يَتَعَبَّدُ فِي صَوْمَعَةٍ فَجَاءَتْ أُمُّهُ قَالَ حُمَيْدٌ فَوَصَفَ لَنَا أَبُو رَافِعٍ صِفَةَ أَبِي هُرَيْرَةَ لِصِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّهُ حِينَ دَعَتْهُ كَيْفَ جَعَلَتْ كَفَّهَا فَوْقَ حَاجِبِهَا ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا إِلَيْهِ تَدْعُوهُ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ أَنَا أُمُّكَ كَلِّمْنِي فَصَادَفَتْهُ يُصَلِّي فَقَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَاخْتَارَ صَلَاتَهُ فَرَجَعَتْ ثُمَّ عَادَتْ فِي الثَّانِيَةِ فَقَالَتْ يَا جُرَيْجُ أَنَا أُمُّكَ فَكَلِّمْنِي قَالَ اللّٰهُمَّ أُمِّي وَصَلَاتِي فَاخْتَارَ صَلَاتَهُ فَقَالَتِ اللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا جُرَيْجٌ وَهُوَ ابْنِي وَإِنِّي كَلَّمْتُهُ فَأَبَى أَنْ يُكَلِّمَنِي اللّٰهُمَّ فَلَا تُمِتْهُ حَتَّى تُرِيَهُ الْمُومِسَاتِ قَالَ وَلَوْ دَعَتْ عَلَيْهِ أَنْ يُفْتَنَ لَفُتِنَ قَالَ وَكَانَ رَاعِي ضَأْنٍ يَأْوِي إِلَى دَيْرِهِ قَالَ فَخَرَجَتِ امْرَأَةٌ مِنَ الْقَرْيَةِ فَوَقَعَ عَلَيْهَا الرَّاعِي فَحَمَلَتْ فَوَلَدَتْ غُلَامًا فَقِيلَ لَهَا مَا هٰذَا قَالَتْ مِنْ

زیارت کی تو اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ہوگا اور جو شخص ماں باپ کی زیارت کرے گا فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر گناہ کی سزا کو اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہتا ہے مؤخر کر دیتا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ موت سے پہلے دنیا میں جلد سزا دیتا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا نفل نماز وغیرہ پر مقدم ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جریج اپنے معبد میں عبادت کر رہے تھے، اتنے میں ان کی ماں آئی، حمید کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ نے اس کی اس طرح صفت بیان کی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے صفت بیان کی تھی، جب ان کی ماں نے انھیں بلایا تو انھوں نے کس طرح اپنی ہتھیلی اپنی بھوؤں پر رکھی تھی، پھر اس کی طرف سر اٹھا کر اس کو آواز دی اور کہا: اے جریج! میں تمہاری ماں ہوں، تم مجھ سے بات کرو، جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، جریج نے دل میں کہا، اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے پھر انھوں نے نماز کو اختیار کر لیا، ماں واپس لوٹ گئی، پھر دوبارہ آئی، اور کہا اے جریج! میں تمہاری ماں ہوں! مجھ سے بات کرو، جریج نے (دل میں) کہا، اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے، پھر انھوں نے نماز کو اختیار کیا، ان کی ماں نے کہا اے اللہ! یہ جریج میرا بیٹا ہے میں اس سے بات کرتی ہوں اور یہ انکار کرتا ہے، اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے، آپ نے فرمایا: اگر وہ یہ دعا کرتی کہ جریج

---

[1] علامہ علاؤ الدین علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۷۹، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " " " ، کنز العمال ج ۱۶ ص ۴۸۰، " " " "

صاحب هذا الدير قال فجاءوا بفؤوسهم ومساحيهم فنادوه فصادفوه يصلي فلم يكلمهم قال فأخذوا يهدمون ديره فلما رأى ذلك نزل إليهم فقالوا له سل هذه قال فتبسم ثم مسح رأس الصبي فقال من أبوك قال أبي راعي الضأن فلما سمعوا ذلك منه قالوا نبني ما هدمنا من ديرك بالذهب والفضة قال لا ولكن أعيدوه ترابا كما كان ثم علاه.

۶۳۸۶- حدثنا زهير بن حرب حدثنا يزيد بن هارون أخبرنا جرير بن حازم حدثنا محمد بن سيرين عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لم يتكلم في المهد إلا ثلاثة عيسى ابن مريم وصاحب جريج وكان جريج رجلا عابدا فاتخذ صومعة فكان فيها فأتته أمه وهو يصلي فقالت يا جريج فقال يا رب أمي وصلاتي فأقبل على صلاته فانصرفت فلما كان من الغد أتته وهو يصلي فقالت يا جريج فقال يا رب أمي وصلاتي فأقبل على صلاته فانصرفت فلما كان من الغد أتته وهو يصلي فقالت يا جريج فقال أي رب أمي وصلاتي فأقبل على صلاته فقالت اللهم لا تمته حتى ينظر إلى

فتنہ میں پڑ جائے تو وہ فتنہ میں پڑ جاتا! آپ نے فرمایا ایک دنبوں کا چرواہا تھا جو جریج کے معبد میں ٹھہرتا تھا، ایک دن بستی سے ایک عورت نکلی تو اس چرواہے نے اس کے ساتھ بدکاری کی، وہ عورت حاملہ ہو گئی اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس عورت سے پوچھا گیا یہ کس کا بچہ ہے؟ اس عورت نے کہا اس معبد والے کا بچہ ہے! لوگ اپنے پھاوڑے اور کلہاڑے لے کر آئے، اور اس کو آواز دی، جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے، انھوں نے ان لوگوں سے بات نہیں کی، لوگوں نے اس معبد کو گرانا شروع کر دیا، جب جریج نے یہ معاملہ دیکھا تو ان کے پاس اتر کر آئے، لوگوں نے ان سے کہا دیکھو یہ عورت کیا کہتی ہے؟ جریج مسکرائے پھر انھوں نے اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا میرا باپ دنبوں کا چرواہا ہے، جب لوگوں نے یہ جواب سنا تو انھوں نے کہا ہم نے تمہارے معبد کو جو گرایا ہے اس کے عوض سونے اور چاندی کا معبد بنا دیتے ہیں، جریج نے کہا نہیں! تم اس کو پہلے کی طرح مٹی کا ہی بنا دو، یہ کہہ کر وہ پھر اوپر چلے گئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پنگھوڑے (پالنے) میں صرف تین بچوں نے کلام کیا ہے، حضرت عیسیٰ ابن مریم اور صاحب جریج نے، جریج ایک عبادت گذار شخص تھا، اس نے ایک معبد بنایا، جس وقت وہ معبد میں نماز پڑھ رہا تھا اس کی ماں آئی اور کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا، اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز پڑھتا رہا، اور اس کی ماں واپس چلی گئی، دوسرے دن پھر وہ اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا اے جریج، اس نے کہا اے میرے رب، ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور ماں واپس چلی گئی، اگلے روز ماں پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا، اس نے کہا اے جریج! جریج نے کہا اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک

وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ جُرَيْجًا وَّعِبَادَتَهٗ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ بِحُسْنِهَا فَقَالَتْ اِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهٗ لَكُمْ قَالَ فَتَعَرَّضَتْ لَهٗ فَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهَا فَاَتَتْ رَاعِيًا كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهٗ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهٗ فَقَالَ مَا شَاْنُكُمْ قَالُوْا زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ فَقَالَ اَيْنَ الصَّبِيُّ فَجَآءُوْا بِهٖ فَقَالَ دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِيْ بَطْنِهٖ وَقَالَ يَا غُلَامُ مَنْ اَبُوْكَ قَالَ فُلَانُ الرَّاعِيْ قَالَ فَاَقْبَلُوْا عَلٰى جُرَيْجٍ يُقَبِّلُوْنَهٗ وَيَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وَقَالُوْا نَبْنِيْ لَكَ صَوْمَعَتَكَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا اَعِيْدُوْهَا مِنْ طِيْنٍ كَمَا كَانَتْ فَفَعَلُوْا وَبَيْنَا صَبِيٌّ يَرْضَعُ مِنْ اُمِّهٖ فَمَرَّ رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰى دَآبَّةٍ فَارِهَةٍ وَّشَارَةٍ حَسَنَةٍ فَقَالَتْ اُمُّهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَ هٰذَا فَتَرَكَ الثَّدْيَ وَاَقْبَلَ اِلَيْهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلٰى ثَدْيِهٖ فَجَعَلَ يَرْتَضِعُ قَالَ فَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْكِيْ ارْتِضَاعَهٗ بِاِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ فِيْ فَمِهٖ فَجَعَلَ يَمُصُّهَا قَالَ وَمَرُّوْا بِجَارِيَةٍ وَّهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ وَهِيَ تَقُوْلُ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ فَقَالَتْ اُمُّهٗ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهَا فَتَرَكَ الرَّضَاعَ وَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِثْلَهَا فَهُنَاكَ تَرَاجَعَا الْحَدِيْثَ فَقَالَتْ حَلْقٰى مَرَّ رَجُلٌ حَسَنُ الْهَيْئَةِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ ابْنِيْ مِثْلَهٗ فَقُلْتَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ مِثْلَهٗ وَمَرُّوْا بِهٰذِهِ الْاَمَةِ وَهُمْ يَضْرِبُوْنَهَا وَيَقُوْلُوْنَ زَنَيْتِ سَرَقْتِ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلِ ابْنِيْ

طرف میری نماز ہے، پھر وہ نماز میں مصروف رہا۔ اس کی ماں نے کہا: اے اللہ! جب تک یہ فاحشہ عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے اس پر موت طاری نہ کرنا، بنو اسرائیل جریج اور اس کی عبادت کا بہت چرچا کرتے تھے، بنو اسرائیل کی ایک عورت بہت خوبصورت تھی، اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں مبتلاء کر دوں، وہ عورت جریج کے پاس گئی، جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی، ایک چرواہا جریج کے معبد میں رہتا تھا، اس عورت نے اس چرواہے کو اپنے نفس کی دعوت دی، چرواہے نے اس سے اپنی خواہش پوری کی، وہ عورت حاملہ ہو گئی، جب اس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا تو اس نے کہا یہ جریج کا بچہ ہے، لوگ آئے اور انھوں نے جریج کو معبد سے اتارا اور معبد کو گرا دیا، لوگوں نے جریج کو مارنا شروع کر دیا، جریج نے پوچھا تمہارے اس ہنگامے کا کیا سبب ہے؟ لوگوں نے کہا تم نے اس بدکار عورت سے زنا کیا ہے اور تم سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے، جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچہ کو لے کر آئے، جریج نے کہا: ٹھہرو! مجھے نماز پڑھنے دو، اس نے نماز پڑھی، پھر فارغ ہو کر بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر کہا اے بچہ! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا، حضور نے کہا پھر لوگ جریج کی طرف مڑے اس کو بوسہ دینے لگے اور حصول برکت کے لیے اس کو چھونے لگے، اور کہا ہم آپ کے لیے سونے کا معبد بنا دیتے ہیں۔ جریج نے کہا نہیں تم اس کو اسی طرح مٹی کا بنا دو، پھر انھوں نے ویسا ہی بنا دیا۔ (تیسرے نوزائیدہ بچے کے کلام کرنے کا قصہ یہ ہے) ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، اتنے میں ایک شخص عمدہ سواری پر اچھی پوشاک پہنے ہوئے گزرا، اس کی ماں نے کہا "اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے" بچہ دودھ چھوڑ کر اس شخص کی طرف مڑا اور اس کو دیکھتا رہا پھر کہا "اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنا" پھر پستان کی طرف مڑا اور دودھ پینے لگا، راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا تھا آپ

مِثْلَهَا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا قَالَ إِنَّ ذَاكَ الرَّجُلُ كَانَ جَبَّارًا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِثْلَهُ وَإِنَّ هٰذِهٖ يَقُولُونَ لَهَا زَنَيْتِ وَلَمْ تَزْنِ وَسَرَقْتِ وَلَمْ تَسْرِقْ فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِثْلَهَا ـ

اپنی انگشت سبابہ کو منہ میں ڈال کر اس کو چوستے ہوئے بچہ کے دودھ پینے کی حکایت کر رہے تھے، پھر ان کا گزر ایک باندی سے ہوا جس کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے اور وہ جواب میں کہتی تھی مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے! اس بچہ کی ماں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا، اس بچہ نے دودھ چھوڑ دیا اور اس باندی کی طرف دیکھ کر کہا: "اے اللہ! مجھے اس جیسا بنانا، تب ماں بیٹے میں مناظرہ ہوا، ماں نے کہا اے سرمنڈے! ایک شخص اچھی حیثیت کا گزرا اور میں نے کہا اے اللہ! میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے تو نے کہا اے اللہ مجھ کو اس کی مثل نہ بنا، اور اس لونڈی کو لوگ مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے! سو میں نے دعا کی اے اللہ میرے بیٹے کو اس کی طرح نہ کرنا، تو تو نے کہا اے اللہ مجھ کو اس کی مثل کرنا، بچہ نے کہا وہ شخص ایک ظالم آدمی تھا تو میں نے دعا کی اے اللہ! مجھ کو اس جیسا نہ بنانا، اور جس باندی کو یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے، حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ تو نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تھی، اس لیے میں نے دعا کی: "اے اللہ! مجھ کو اس جیسا بنا دے۔"

۶۳۸۷ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ قِيلَ مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ ـ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہیں ہوا۔

۶۳۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَغِمَ أَنْفُهُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو پھر اس کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس کی ناک خاک آلود ہو،

ثُمَّ رَغِمَ اَنْفُہٗ، قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ وَالِدَیْہِ عِنْدَ الْکِبَرِ اَحَدَھُمَا اَوْ کِلَیْھِمَا ثُمَّ لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّۃَ۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے؟ فرمایا جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہیں ہوا۔

۶۳۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ بِلَالٍ حَدَّثَنِیْ سُھَیْلٌ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُہٗ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَکَرَ مِثْلَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اس کے بعد مثل سابق ہے۔

نماز میں والدین کے بلانے پر نماز توڑ کر آنے کے متعلق فقہاء کے نظریات

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں حضرت جریج رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے اور یہ کہ انھوں نے ماں کی آواز پر لبیک کے بجائے نماز پڑھنے کو ترجیح دی، ماں نے ان کو بد دعا دی، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی، علماء نے کہا کہ یہ حدیث اس پر دلیل ہے کہ اگر ماں نفل نماز میں بلائے تو اس کے بلانے پر جانا واجب ہے، کیونکہ نفل نماز میں استمرار بھی نفل ہے واجب نہیں ہے اور ماں کے بلانے پر جانا اور اس کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اور ماں کی نافرمانی کرنا حرام ہے۔ حضرت جریج کے لیے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ نماز کو جلد ختم کر کے ماں کی بات سن لیتے اور پھر بعد میں پڑھ لیتے لیکن ان کو یہ خدشہ تھا کہ شاید وہ ان سے یہ کہیں گی کہ وہ معبد کو چھوڑ کر گھر آجائیں اور دنیا کی دلچسپیوں، رنگینیوں اور ذمہ داریوں میں مشغول ہو جائیں، اس لیے انھوں نے عبادت کا جو عزم کیا تھا وہ کمزور پڑ جاتا۔[1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ ان کی شریعت میں نماز میں گفتگو کرنا ممنوع نہیں تھا، اس لیے حضرت جریج کے لیے نماز میں اپنی ماں کی بات کا جواب دینا جائز تھا اور جب اس کے باوجود حضرت جریج نے اپنی ماں کی بات کا جواب نہیں دیا تو ان کے خلاف ان کی ماں کی بد دعا قبول کر لی گئی۔ ابتداءً ہماری شریعت میں بھی کلام کرنا مباح تھا اور جب یہ آیت نازل ہوئی قوموا للہ قانتین (بقرہ: ۲۳۸) "اللہ کے حضور ادب اور خاموشی سے کھڑے ہو" تو نماز میں کلام کرنا منسوخ ہو گیا۔ اور اب کسی نمازی کے لیے نماز کو توڑنا جائز نہیں ہے، خواہ اس کو اس کی ماں بلائے یا کوئی اور، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق "خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے، اور ادائیگی نماز کی شکل میں وہ اللہ تعالیٰ کے جس حق کو ادا ـــــ کرنے کے لیے کھڑا ہوا ہے وہ ماں باپ کے حق سے زیادہ اہم ہے، تاہم علماء نے یہ کہا ہے کہ وہ اپنی نماز میں تخفیف کر کے ماں باپ کی آواز پر لبیک کہے، صاحب توضیح نے یہ کہا ہے کہ ہمارے اصحاب نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک یہ خصوصیت ہے کہ اگر آپ کسی شخص کو نماز کی حالت میں بلائیں تو اس پر آنا واجب ہے اور آپ کے پاس آنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رویانی نے البحر میں نماز میں والدین کے بلانے پر لبیک کہنے کے متعلق تین قول بیان کیے ہیں: (۱) اجابت واجب نہیں ہے (۲) اجابت واجب ہے اور نماز باطل ہو جائے گی (۳) اجابت واجب ہے اور نماز باطل نہیں ہوگی۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اگر نماز فرض ہو اور وقت تنگ ہو تو اجابت واجب نہیں ہے (بلکہ جائز نہیں ہے سعیدی غفرلہ) عبدالملک بن حبیب نے کہا ہے کہ اگر نماز نفل ہو اور ماں بلائے تو نفل نماز پڑھنے سے ماں کے بلانے پر جانا افضل ہے۔

حضرت جریج کے لیے نفل نماز میں مشغول رہنے سے ماں کے بلانے پر جانا صحیح تھا، کیونکہ نفل نماز کو پڑھتے رہنا نفل تھا۔ اور ماں کے بلانے پر جانا اور اس کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے۔ ماں کے بلانے پر جانے کے وجوب کے سلسلہ میں امام ابن ابی شیبہ نے محمد بن منکدر سے یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب نماز میں تم کو ماں بلائے تو جاؤ اور اگر باپ بلائے تو نہ جاؤ" مجاہد نے یہ کہا ہے کہ ماں اور باپ دونوں کے بلانے پر جاؤ۔ امام مالک سے یہ روایت ہے کہ اگر ماں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کرے تو اس کی اطاعت نہ کرو اور اگر جہاد میں جانے سے منع کرے تو اس کی اطاعت کرو، ان دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ [1]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نماز اگر فرض یا واجب ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے بلانے پر جانا جائز نہیں ہے اور اگر نماز نفل ہو تو ماں کے بلانے پر جانا واجب ہے اور باپ کے بلانے پر جائز نہیں ہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند دیلمی کی حدیث میں ہے۔ [2]

اولیاء اللہ کی کرامات کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے اور یہ اہل سنت کا مذہب ہے اس مسئلہ میں معتزلہ کا اختلاف ہے، نیز اس حدیث میں یہ ثبوت بھی ہے کہ کبھی اولیاء اللہ کی کرامات ان کے اختیار اور ان کی طلب سے بھی واقع ہوتی ہیں، ہمارے اصحاب متکلمین کے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے اور بعض متکلمین نے یہ کہا ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات، ان کی طلب اور ان کے اختیارات سے واقع نہیں ہوتیں (صحیح یہ ہے کہ بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں، جیسے حضرت جریج کا یہ واقعہ، اور حضرت آصف بن برخیاء کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا۔ اور کبھی اولیاء اللہ کی طلب اور اختیار کے بغیر کرامات واقع ہوتی ہیں، جیسے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا، یہی حال معجزہ کا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید کا نزول بھی معجزہ ہے اور اس میں آپ کی طلب اور اختیار کا دخل نہیں تھا، اور آپ کی دعا سے متعدد چیزوں میں برکت ہونا اور آپ کے لمس سے اور آپ کے لعاب مبارک کی برکت سے شفاء اور دیگر برکتوں کا حصول، یہ وہ معجزات ہیں جن میں آپ کی طلب اور اختیار کا دخل ہے۔)

کرامات کا تحقق خوارق عادات کی تمام اقسام کو شامل ہے، بعض علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ کرامت صرف قبولیت دعا کے ساتھ مخصوص ہے لیکن یہ قول غلط ہے اور مشاہدہ کا انکار ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ کرامات سے اشیاء کی حقیقتیں بدل جاتی ہیں، اور ایک چیز عدم سے وجود میں آجاتی ہے۔ [3]

---

[1] علامہ ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۸۳-۲۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۸۳، " " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

علامہ تفتازانی کرامت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

والکرامۃ ظہور امر خارق للعادۃ من قبلہ بلا دعوی النبوۃ وھی جائزۃ ولو بقصد الولی ومن جنس المعجزات لشمول قدرۃ اللہ تعالیٰ وواقعۃ کقصۃ مریم و آصف واصحاب الکہف وما تواتر جنسہ من الصحابۃ والتابعین وکثیر من الصالحین۔[۱]

جو کام عام لوگوں کی طاقت اور عادت کے خلاف ہو اس کا اللہ کے ولی سے بغیر دعویٰ نبوت کے ظہور ہو، اس کو کرامت کہتے ہیں، کرامت جائز ہے خواہ یہ ولی کے قصد اور اختیار سے صادر ہو، اور جنس معجزات سے ہو، کیونکہ اس کو اللہ کی قدرت شامل ہے اور کرامت واقع بھی ہے جیسا کہ حضرت مریم حضرت آصف بن برخیا اور اصحاب کہف کے واقعات سے ظاہر ہے اور صحابہ کرام، تابعین عظام اور بہ کثرت صالحین سے تواتر کے ساتھ کرامت کا ظہور ثابت ہے۔

ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت و نبوت" میں معجزہ اور کرامت اور ان سے متعلق تمام مباحث پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔

اولیاء اللہ پر مصائب اور مشکلات طاری ہونے کی حکمتیں

حضرت جریج کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا بہت اہم حکم ہے، اور ماں کا حق بہت مؤکد ہے، اور اس کی دعا مقبول ہوتی ہے، اور جب چند اُمور میں تعارض ہو تو ان میں زیادہ اہم ہو اس کو اختیار کرنا چاہیے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مصائب اور مشکلات میں اپنے اولیاء کے لیے ان کا مخرج اور حل پیدا کر دیتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ط ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔ (طلاق: ۲-۱)

جو اللہ سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

مصنف کی زندگی میں کئی بار اس آیت کا مصداق متحقق ہوا، میں ۱۹۶۶ء سے ۱۹۸۵ء تک جامعہ نعیمیہ لاہور میں حدیث شریف پڑھاتا رہا، ۱۹۸۴ء میں مجھے کمر کا شدید عارضہ لاحق ہوا، یہاں تک کہ میں زمین پر بیٹھ کر پڑھانے سے تقریباً معذور ہو گیا، جولائی ۱۹۸۵ء میں، میں نے مدرسہ کے مہتمم سے کہا کہ میں زمین پر بیٹھ کر نہیں پڑھا سکتا، البتہ کرسی پر بیٹھ کر پڑھا سکتا ہوں، مدرسہ کے مہتمم نے میری اس درخواست کو منظور نہیں کیا اور کہا آپ کو کم از کم دو گھنٹے زمین پر بیٹھ کر روایتی طریقہ سے تفسیر اور حدیث پڑھانا ہو گی، اس کے بعد آپ اپنے کمرہ میں پڑھائیں چاہے لیٹ کر یا کرسی پر بیٹھ کر۔ میں شدید کرب اور اضطراب کے عالم میں سوچ رہا تھا کہ میں تو آدھا گھنٹہ بھی زمین پر نہیں بیٹھ سکتا دو گھنٹے کس طرح بیٹھ سکوں گا، میں یہی سوچ رہا تھا کہ دفتر میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی کراچی سے مولانا منیب الرحمان صاحب نے ٹیلی فون کیا اور دار العلوم نعیمیہ کراچی میں حدیث شریف پڑھانے کی پیش کش کی اور میز اور کرسی پر تدریس کی شرط منظور کر لی اور اس وقت میری زبان پر بے اختیار یہ آیت آ گئی: ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک لمحہ کے لیے بھی مضطرب ہونے نہیں دیا۔ وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضیٰ۔

---

[۱] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۳، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ دوستان خدا پر کبھی مصائب اور مشکلات کا ورود اس لیے ہوتا ہے کہ ان کے نفوس کی تہذیب ہو اور معصیت کا زنگ اتر جائے اور کبھی درجات کی بلندی کے لیے وہ ابتلاء کا شکار ہوتے ہیں۔

مصائب اور مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے، جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ [1]
جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

بعض مسلمان انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے بھی استمداد اور استغاثہ کرتے ہیں، ہر چند کہ ان کی امداد کو غیر مستقل اور اذن الٰہی کے ساتھ مشروط سمجھنا اور اس عقیدے کے ساتھ ان سے مدد مانگنا شرک نہیں ہے، لیکن عبودیت کا تقاضا اور افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ رکھا جائے، اسی سے سوال کیا جائے، اسی سے دعا مانگی جائے، اور اسی سے استعانت کی جائے۔ ہاں انبیاء علیہم السلام، بزرگان دین اور حضور سید المرسلین محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وسیلہ سے دعا مانگنا اقرب الی الاجابت ہے، یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ نماز، روزہ اور دیگر فرائض ادا نہیں کرتے اور گیارھویں قضا نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات کے لیے یہی عمل کافی ہے، انصاف اور اعتدال کی راہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اس کے درجہ میں رکھا جائے، پہلے فرائض اور واجبات ادا کریں، ممنوعات شرعیہ سے بچیں اس کے بعد استحسان اور استحباب کے درجہ میں بزرگانِ دین کی ارواح کو ایصال ثواب کریں۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا فی نفسہ جائز ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا جائے، پہلے ہم وسیلہ کے موضوع پر دلائل شرعیہ بیان کریں گے اس کے بعد استمداد اور استعانت کے موضوع پر بحث کریں گے، فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

وسیلہ کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

ھی فی الاصل مایتوصل بہ الی الشئ ویتقرب بہ۔ [2]
جس چیز سے کسی شئے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شئے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الجوھری: الوسیلۃ مایتقرب بہ الی الغیر۔ [3]
امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ زبیدی نے ابن اثیر اور علامہ جوہری کے حوالوں سے وسیلہ کی تعریف میں مذکور الصدر عبارات نقل کی ہیں۔ [4]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] علامہ محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ
[3] سید جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵-۷۲۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ
[4] علامہ سید محمد مرتضےٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۱۵۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ ابن منظور افریقی اور علامہ زبیدی نے علامہ جوہری کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

الوسیلۃ ما یتقرب بہ الی الغیر۔[1] جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

ائمہ لغت کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمال صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے، تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت دعا کے لیے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، زندگی میں اور وفات کے بعد بھی۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

امام محمد بن جزری آداب دعا میں لکھتے ہیں:

ویتوسل الی اللہ بانبیائہ والصالحین۔[2] اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال المؤلف وھو من المندوبات فقی صحیح البخاری فی الاستسقاء — حدیث عمر اللھم انا کنا نتوسل الیک نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون و لحدیث عثمان بن حنیف فی شان الاعمی رواہ الحاکم فی مستدرکہ علی الصحیحین وقال صحیح علی شرط الشیخین والترمذی قال حدیث صحیح غریب وقد ذکرناہ فی الحصن و لحدیث ابی امامۃ الذی ذکرناہ فی ذکر الصباح رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر وکتاب الدعاء انتھی۔[3]

مصنف نے کہا دعا میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے تو (اے اللہ) تو بارش نازل فرماتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما، پھر ان پر بارش ہو جاتی، اور جیسا کہ نابینا کی حدیث میں حضور کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے جس کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے، اور ہم نے اس کو حصن میں ذکر کیا ہے اور حدیث ابو امامہ کی بناء پر جس کو ہم نے صبح کی دعاؤں میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور کتاب الدعاء میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۵ ص ۱۸۴۱، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن محمد علی بن یوسف جزری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی مصر، ۱۳۵۰ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۷۶، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

امام جزری نے حضرت ابوامامہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

اسئلك بنور وجهك الذی اشرقت له السموٰت والارض وبكل حق هو لك وبحق السائلين عليك ۔[1]

اے اللہ میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہیں اور تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بناً على ما وعدتهم من الاجابة وكانه سئل الله تعالىٰ متوسلاً بحقوق الله على مخلوقاته وبحقوق السائلين عليه تعالىٰ والظاهر ان حق الله هو اطاعته وثناءه والعمل باوامره والنهى عن زواجره وحق العباد على الله ثوابهم الذی وعدهم به فانه واجب الانجاز ثابت الوقوع لوعده الحق واخباره الصدق ۔[2]

سوال کرنے والوں کا اللہ پر اس لیے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلہ سے، اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اس کی حمد وثناء کریں، اس کے احکام پر عمل کریں، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں، اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے، کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے، کہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی خبر صادق ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فنقول: قول السائل لله تعالىٰ: اسئلك بحق فلان وفلان من الملائكة والانبياء والصالحين وغيرهم اوبجاه فلان او بحرمة فلان يقتضى ان هؤلاء لهم عند الله جاه وهذا صحيح فان هؤلاء لهم عند الله منزلة وجاه وحرمة يقتضى ان يرفع الله درجاتهم ويعظم اقدارهم ويقبل شفاعتهم اذا شفعوا ۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں، فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو، اور یہ دعا صحیح ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے، جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت

[1] امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۶۸، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۶۷، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

مع انہ سبحانہ قال، من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ۔[1]

کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

ویمکن ان یراد حق السائلین علی اللہ ان لایخیب دعاھم کما وعدھم بقولہ ادعونی استجب لکم۔[2]

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو مسترد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: "مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔"

نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

اقول ومن التوسل بالانبیاء ما اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح غریب، والنسائی، وابن ماجۃ وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم من حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان اعمی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یارسول اللہ ادع اللہ ان یکشف لی عن بصری قال او ادعک فقال یارسول اللہ انی قد شق علی ذھاب بصری قال فانطلق فتوضا فصل رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ: الحدیث وسیاتی ھذا الحدیث فی ھذا الکتاب عند ذکر صلوۃ الحاجۃ واما التوسل بالصالحین فمنہ ما ثبت فی الصحیح ان الصحابۃ استقوا بالعباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال عمر رضی اللہ عنہ اللھم انا نتوسل الیک بعم

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے، امام نسائی، امام ابن ماجہ، اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت بحال کر دے، آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر نابینائی بہت دشوار ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، الحدیث حصن حصین کے باب صلوٰۃ الحاجۃ میں اس حدیث کا ذکر آئے گا، اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح (بخاری) میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز۔

[2] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۶۹، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

نبینا۔ [۱]

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! ہم تیرے نبی کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی جس کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اقترف ادم الخطیئۃ: قال یا رب اسالک بحق محمد لما غفرت لی، فقال اللہ عزوجل: یا ادم! وکیف عرفت محمد ولم اخلقہ؟ قال لانک یا رب لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت راسی فرایت علی قوائم العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، فعلمت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک فقال اللہ عزوجل: صدقت یا ادم انہ لاحب الخلق الی واذا سئلتنی بحقہ فقد غفرت لک ولو لا محمد ما خلقتک۔ [۲]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم سے (اجتہادی) خطا ہو گئی، تو انھوں نے کہا: اے رب میں تجھ سے بہ حق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا نہیں کیا، حضرت آدم نے کہا کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہو گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور کیونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لیے میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ایک ضعیف راوی ہے لیکن فضائل میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر سے روایت کیا ہے۔ [۳]

امام ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے، اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون

---

[۱] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۳۷، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[۲] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۳] حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی طبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر ج ۲ ص ۸۲-۸۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ [1]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں حدیثوں کو روایت کیا ہے، لیکن انھوں نے لکھا ہے کہ ابو نعیم حافظ نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے، اس نسبت میں شیخ کو خطا لاحق ہوئی، یہ حدیث حافظ ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں نہیں ہے بلکہ حافظ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے، ان دونوں حدیثوں کے متعلق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیحۃ۔ [2]

یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے وہ اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیہ من لم اعرفہ۔ [3]

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے ایک راوی کو میں نہیں پہچانتا۔

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل ص ١٠٦، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد لکھا ہے۔ [4]

امام حاکم نیشاپوری نے ایک اور حدیث اس کے متقارب روایت کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اوحی اللہ الی عیسی علیہ السلام یا عیسیٰ اٰمن بمحمد وامر من ادرکہ من امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ما خلقت اٰدم ولولا محمد ما خلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن ھٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی اے عیسیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ، اور جو تمہاری امت میں سے ان کا زمانہ پائے اس کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ کیونکہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا پھر میں نے اس پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

علامہ ذہبی نے ان دونوں حدیثوں کے راویوں کی صحت سے اختلاف کیا ہے۔

---

[1] امام عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ٥٩٧ھ، الوفا ص ٣٣، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ٧٢٨ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ٢ ص ١٥١، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ٨٠٧ھ، مجمع الزوائد ج ٨ ص ٢٥٣، مطبوعہ دار الکتاب العربی ١٤٠٢ھ

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ٤٠٥ھ، المستدرک ج ٢ ص ٦١٥، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

[5] 〃　〃　〃　〃　المستدرک ج ٢ ص ٦١٥، 〃　〃　〃

علامہ سیوطی نے امام حاکم، امام بیہقی، امام طبرانی، امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ [۱]

علامہ قسطلانی نے بھی حضرت عمر کی روایت کو امام حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ [۲]

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں امام حاکم اور ابوالشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت بیان کی ہے اور لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں اس تصحیح کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کی بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے پتا نہیں وہ کون ہے، اور امام دیلمی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میرے پاس حضرت جبرائیل آئے اور انھوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ نار کو پیدا کرتا۔ [۳]

ملا علی قاری نے بھی امام دیلمی کی اس روایت کو استشہاداً پیش کیا ہے۔ [۴]

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حقیقت محمدی پر بحث کرتے ہوئے یہ دو حدیثیں لکھی ہیں:

لولاك لما خلقت الافلاك، لولاك لما اظهرت الربوبية۔ [۵]

اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا، اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

یہ حدیثیں ہر چند کہ ان الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں مذکور نہیں ہیں لیکن یہ معنیً ثابت ہیں، حدیث لولاک پر مقالات سعیدی میں ہمارا ایک تفصیلی مقالہ ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مقربین بارگاہ کے وسیلہ سے دعا کرنا ابتداء آفرینش سے مشروع اور معمول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام مدح میں اس دعا کا ذکر فرما کر اس دعا کے جواز اور استحسان کو بیان فرما دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علی رضی الله عنهما (الی ان قال) فلما فرغ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاضطجع فيه فقال الله الذي يحيي و يميت وهو حي لا يموت اغفر لامي فاطمة بنت اسد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور یہ دعا کی اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
۲۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ
۳۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ
۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۵ھ
۵۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ، مکتوبات دفتر سوم، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۱۲۲

ولقنها حجتها ووسع علیها مدخلہ بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الراحمین وکبر علیها اربعا وادخلوها اللحد هو والعباس وابو بکر الصدیق رضی اللہ عنهم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیه روح بن صلاح وثقه ابن حبان والحاکم وفیه ضعف وبقیة رجاله رجال الصحیح ۔[۱]

مارتا ہے، اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی اے اللہ! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، ان کو حجت القا فرما، ان کی قبر کو وسیع کر، بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ نے، حضرت عباس نے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں روح بن صلاح نام کا ایک راوی ہے، امام حبان اور امام حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ضعف ہے، اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

اس حدیث کو علامہ نور الدین سمہودی نے بھی ذکر کیا ہے۔[۲]

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج من بیته الی الصلوٰۃ فقال اللهم انی اسئلك بحق السائلین علیك واسئلك بحق ممشای هذا فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعیذنی من النار وان تغفر لی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت اقبل اللہ علیه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملك ۔[۳]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی: اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (محض) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں۔ میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشنے گا (سو جو

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

۲۔ علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ ھ، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۸۹۹-۸۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ ھ

۳۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام ابن السنی نے اس حدیث کو حضرت بلال اور حضرت ابو سعید خدری دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کو امام احمد اور امام ابن ماجہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [3]

علاوہ ازیں علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ المتقین (ج ۵ ص ۸۹-۹۰)، علامہ سیوطی نے درمنثور (ج ۲ ص ۳۶)۔ علامہ عراقی نے مغنی عن حمل الاسفار (ج ۱ ص ۳۲۶)۔ علامہ منذری نے ترغیب و ترہیب (ج ۲ ص ۴۵۲) میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے وسیلہ سے دعا کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنيف ان رجلا ضرير البصر اتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال ادع الله لي ان يعافيني فقال ان شئت اخرت لك وهو خير وان شئت دعوت فقال ادعه فامره ان يتوضا فيحسن وضوءه ويصلي ركعتين ويدعو بهذا الدعاء اللهم اني اسالك واتوجه اليك بمحمد نبي الرحمة يامحمد اني قد توجهت بك الى ربي في حاجتي هذه لتقضى اللهم فشفعه في قال ابو اسحاق هذا حديث صحيح۔ [4]

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں ٹھیک کر دے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اس کام کو مؤخر کر دوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا اور اگر تم چاہو تو (ابھی) دعا کر دوں، اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے، آپ نے فرمایا تم اچھی طرح وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد یہ دعا کرو، "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۰، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن ۱۳۱۵ھ

[3] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

میرے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [۱]
اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [۲]
اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [۳]

امام ابن ماجہ، امام ترمذی، امام احمد اور امام حاکم نے اس حدیث کو عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کی سند سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ ابو امامۃ بن سہل بن حنیف کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے:

قال عثمان: فواللہ ما تفرقنا ولا طال الحدیث حتی دخل الرجل وکانہ لم یکن بہ ضرقط۔ [۴]

حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے اور نہ ابھی سلسلہ گفتگو دراز ہوا تھا کہ وہ (نابینا) شخص اس حال میں داخل ہوا کہ اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

امام ابن السنی نے بھی اس حدیث کو ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے روایت کیا ہے جس میں مذکورۃ الصدر اضافہ ہے۔ [۵]

بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے "یا محمد" کو حذف کر دینا

نور محمد کارخانہ تجارت کتب اور مطبع مجتبائی میں جامع ترمذی کے جو نسخے طبع ہوئے ان میں یہ حدیث ہے لیکن اس میں "یا محمد" کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا، جبکہ شیخ ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، علامہ نودی، امام محمد جزری وغیرہم نے اس حدیث کو امام ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قال الترمذی: حدثنا محمود بن غیلان حدثنا عثمان بن عمر، حدثنا شعبۃ عن ابی جعفر عن عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھوں کو ٹھیک کر دے،

۱۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ
۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، مستدرک ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالکتاب العلمیہ بیروت
۵۔ امام ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی عمل الیوم واللیلہ ص ۲۰۲، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن، ۱۳۱۵ ھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوءہ ویدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی [1]

آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کر لو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے اس شخص نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے، حضرت عثمان کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہوا ہوں، اے اللہ حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

علامہ نووی نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام ترمذی کے حوالوں سے بیان کیا اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں، علامہ نووی نے لکھا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا ہے۔ [2] امام نسائی نے اس حدیث کو سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ میں روایت کیا ہے۔

امام محمد جزری نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم اور امام نسائی کے حوالوں سے ذکر کیا اور اس میں بھی یا محمد کے الفاظ ہیں۔ [3]

قاضی شوکانی حصن حصین کی شرح میں لکھتے ہیں:

الحدیث اخرجہ الترمذی والحاکم فی المستدرک والنسائی کما قال المصنف رحمہ اللہ (الی قولہ) واخرجہ الطبرانی بعد ذکر طرقہ التی روی بھا، والحدیث صحیح وصححہ ایضا ابن خزیمۃ فقد صحح الحدیث ھؤلاء الائمۃ وقد تفرد النسائی بذکر الصلوٰۃ ووافقہ الطبرانی فی بعض الطرق التی رواھا۔ وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ عزوجل مع اعتقاد ان الفاعل ھو اللہ سبحانہ وتعالی، وانہ المعطی المانع ماشاء کان

اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم نے مستدرک میں اور نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کی تمام اسانید بیان کرنے کے بعد کہا یہ حدیث صحیح ہے، امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا، سو ان ائمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے البتہ نسائی کی روایت میں یہ تفرد ہے کہ اس میں یہ ذکر بھی ہے اس نے دو رکعت نماز پڑھی، اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز کی دلیل ہے اس کے ساتھ یہ اعتقاد لازم ہے کہ حقیقۃً دینے والا اور منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، جو وہ

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاوی ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز
ایضاً " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۷، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

[3] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۳۸، ۱۳۷، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

وما لم یشأ لم یکن ۔[1] چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

ان حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مطبع مجتبائی اور نور محمد کارخانہ تجارت کتب والوں نے خیانت کر کے جامع ترمذی سے یا محمد کے الفاظ نکال دیئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عثمان بن حنیف کی یہ حدیث جس کو بکثرت محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں صحت سند کی صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے اس مطلوب پر قوی دلیل ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز اور مستحسن ہے اور چونکہ آپ کی ہدایات قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے حجت ہیں، اس لیے آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور بالخصوص آپ کے وصال کے بعد آپ کے توسل سے دعا کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو اس کی قضاء حاجت کے لیے یہ دعا تعلیم کی، اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے۔ یہاں تک جو ہم نے احادیث بیان کی ہیں ان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں آپ کے توسل پر دلیل ہے، اب ہم ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن میں آپ کی وفات کے بعد آپ کے توسل پر دلیل ہے۔

حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مالک الدار قال، وکان خازن عمر علی الطعام قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ! استسق لامتک فانھم قد ھلکوا، فاتی الرجل فی المنام فقیل لہ ائت عمر فاقرئہ السلام واخبرہ انکم ستسقون وقل لہ، علیک الکیس: علیک الکیس فاتی عمر فاخبرہ فبکی عمر ثم قال: یارب لا آلوا الا ما عجزت عنہ ۔[1]

مالک الدار، جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی، اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی، حضرت عمر رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں

[1]۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۲ ص ۳۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقال الحافظ ابو بکر البیہقی اخبرنا ابو نصر بن قتادۃ وابو بکر الفارسی قالا حدثنا ابو عمر بن مطر حدثنا ابراہیم بن علی الذہلی حدثنا یحیی بن یحیی حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک قال: اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! استسق اللہ! لامتک فانہم قد ہلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ایت عمر فاقرہ منی السلام واخبرہم انہم مسقون وقل لہ علیک بالکیس الکیس فاتی الرجل فاخبر عمر فقال: یا رب ما آلو الا ما عجزت عنہ وہذا اسناد صحیح۔[1]

حافظ ابو بکر بیہقی اپنی سند کے ساتھ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا، عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو، اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو، اس شخص نے جا کر حضرت عمر کو خبر دی، حضرت عمر نے کہا اے میرے رب! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابو عمر ابن عبد البر اور امام ابن اثیر نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے[2][3] علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلّم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر انور پر جا کر آپ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا اور حضرت عمر نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی وصال کے بعد صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

روی ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح من روایۃ ابی صالح السمان عن مالک الداری وکان خازن عمر۔ قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر کے خازن مالک الدار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا، ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا:

[1] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ، البدایہ والنہایہ ج ٧ ص ٩٢-٩١، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٣٩٨ھ

[2] حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ عبد البر قرطبی مالکی متوفی ٤٦٣ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ٢ ص ٤٦٤، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ٦٣٠ھ، الکامل فی التاریخ ج ٢ ص ٣٩٠-٣٨٩، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ١٤٠٠ھ

رسول اللہ استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتی الرجل فی المنام فقیل ایت عمر الحدیث وقد روی سیف فی الفتوح ان الذی رای المنام المذکور هو بلال بن الحارث المزنی احد الصحابۃ۔ [1]

یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے، کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، پھر اس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ، الحدیث۔ سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخور اعتناء ہے۔

حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فی حاجۃ لہ فکان عثمان لایلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ، فلقی عثمان بن حنیف فشکا ذلك الیہ، فقال لہ عثمان بن حنیف ایت المیضاۃ فتوضا ثم ایت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الی ربك (ربی) جل وعز فیقضی لی حاجتی، وتذکر حاجتك ورح الی حتی اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال لہ عثمان ثم اتی باب عثمان ———— فجاء البواب حتی اخذ بیدہ فادخلہ علی عثمان بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسۃ وقال حاجتك فقضاھا لہ ثم قال لہ ما ذکرت حاجتك حتی کانت ھذہ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے، ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی، حضرت عثمان نے اس سے کہا تم وضو خانہ جا کر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عز و جل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا، دربان نے ان

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶-۴۹۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

الساعۃ، وقال ما کانت لک من حاجۃ فائتنا ثم ان الرجل خرج من عندہ فلقی عثمان بن حنیف فقال لہ جزاک اللہ خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمتہ فی. فقال عثمان بن حنیف، واللہ ما کلمتہ ولکن شہدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واتاہ ضریر فشکا علیہ ذہاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم افتصبر فقال یا رسول اللہ انہ لیس لی قائد وقد شق علی. فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم: ایت المیضاۃ فتوضا ثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات. قال عثمان بن حنیف ما تفرقنا ولا طال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضر (قط) الی ان قال: والحدیث صحیح۔[1]

کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس لے گیا، حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا، پھر وہ شخص حضرت عثمان کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے، حضرت عثمان میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا! میں نے حضرت عثمان سے کوئی بات نہیں کی، لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، آپ کے پاس ایک نابینا شخص گیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم وضوخانے جاؤ اور وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا کرو، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ ——— یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ نے الترغیب والترہیب (ج ۱ ص ۴۷۶ ۔ ۴۷۴، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۰۷ھ) میں اور حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ بیروت) میں اس حدیث کو بیان کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید، توثیق اور تصحیح

امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے اور شعبہ سے اس حدیث کو صرف عثمان بن عمر نے روایت کیا ہے اور وہ اس سے روایت کرنے میں متفرد ہے (یعنی اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ حدیث غریب ہے) اور حدیث صحیح ہے، شیخ ابن تیمیہ نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو شعبہ سے روایت کرنے میں صرف عثمان بن عمر متفرد نہیں

---

[1] حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر ج ۱ ص ۱۸۴ ۔ ۱۸۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

ہے بلکہ روح بن عبادہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہے، اور یہ اسناد صحیح ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طبرانی کی یہ روایت دو صحیح سندوں سے مروی ہے، شیخ ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے:

قال الطبرانی روی هذا الحدیث شعبة عن ابی جعفر واسمه عمیر بن یزید وهو ثقة تفرد به عثمان بن عمر عن شعبة قال ابو عبد الله المقدسی: والحدیث صحیح.

امام طبرانی نے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے اور اس کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہے، عثمان بن ابی عمر شعبہ سے اس روایت میں متفرد ہے۔ ابو عبداللہ مقدسی نے کہا اور حدیث صحیح ہے۔

قلت والطبرانی ذکر تفرده بمبلغ علمه ولم یبلغه روایة روح بن عبادة عن شعبة وذلك اسناد صحیح یبین انه لم ینفرد به عثمان بن عمر۔[1]

میں کہتا ہوں کہ امام طبرانی نے اپنے مبلغ علم کے اعتبار سے عثمان بن ابی عمر کو متفرد کہا ہے، ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن ابی عمر اس روایت میں متفرد نہیں ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایت سے تعارض کا جواب

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام احمد، اور امام ابن سنی نے روایت کیا اور اس میں حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وسیلہ کے ساتھ دعا کا ذکر نہیں ہے اس کے برخلاف امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت میں حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بھی حضور سے توسل کرنے کا ذکر کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک حدیث کو بعض ائمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض ائمہ[2] تفصیل کے ساتھ روایت کرتے ہیں، اعتراض کا محل یہ تھا کہ اس روایت کی سند صحیح نہ ہوتی یا ضعیف ہوتی اور جب شیخ ابن تیمیہ نے خود بیان کیا کہ طبرانی کی مفصل حدیث دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے تو پھر اعتراض کی کب گنجائش ہے؟

امام بیہقی نے پہلے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو اختصاراً روایت کیا (دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۷، ۱۶۶) پھر اس حدیث کو روح بن قاسم، عن ابی جعفر مدینی عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف کی سند سے تفصیل کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے بعد مزید یہ کہا کہ:

ورواه ایضا هشام الدستوائی عن ابی جعفر

اس حدیث کو ہشام دستوائی نے از ابو جعفر از ابو امامہ

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۴، ۲۷۳، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل السعود
ایضاً " " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ

[2] بعض اوقات ایک ہی امام ایک حدیث کو اپنی کتاب کے ایک باب میں اختصار کے ساتھ اور دوسرے باب میں تفصیل کے ساتھ روایت کرتا ہے صحیح بخاری میں اس کی بکثرت مثالیں ہیں، اور زیر بحث حدیث کی مثال سنن بیہقی کے حوالے سے بھی آرہی ہے۔

عن ابی امامۃ بن سھل عن عمہ وھو عثمان بن حنیف۔ [1]

بن سہل از عم خود روایت کیا ہے، ابوامامہ کے چچا حضرت عثمان بن حنیف ہیں۔

امام بیہقی کی اس مفصل روایت کا اور اس دوسری سند کا شیخ ابن تیمیہ نے بھی ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

ورواہ البیھقی من ھذا الطریق وفیہ قصۃ قد یحتج بھا من توسل بہ بعد موتہ ان کانت صحیحۃ۔ [2]

امام بیہقی نے اس سند کے ساتھ اس قصہ کو روایت کیا ہے اور اس سے آپ کے وصال کے بعد آپ سے توسل پر استدلال کیا جاتا ہے، بہ شرطیکہ یہ روایت صحیح ہو۔

توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے یہ تو کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو اس حدیث سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہے، لیکن انھوں نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس میں کوئی ضعف نہیں نکال سکے، علاوہ ازیں امام بیہقی کی روایت بیان کرنے کے بعد انھوں نے اسی روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کا ایک متابع بھی بیان کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں، جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں لہٰذا جب امام طبرانی کی روایت صحیح ہے اور اس روایت کی دوسری سند بھی صحیح ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے اپنے اقرار کے مطابق وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہو گیا، اور یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے دعا کی درخواست کرنا اور آپ کو یا محمد کے صیغہ سے ندا کرنا صحابہ کرام کے نزدیک جائز تھا، جبھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین کی کہ "اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے"۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس بحث میں جو آخری اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے:

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا اعمی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: انی اصبت فی بصری فادع اللہ لی قال اذھب فتوضأ وصل رکعتین ثم قل: اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیی محمد نبی الرحمۃ. یا محمد استشفع بک علی ربی فی رد بصرہ، اللھم فشفعنی فی نفسی وشفع نبیی فی رد بصرہ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میری بینائی چلی گئی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد!

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود

ایضاً " " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ

وان کانت حاجۃ فافعل مثل ذلک فرد الله علیہ بصرہ۔[1]

میں اپنے رب کے حضور اپنی بصارت لوٹانے کے لیے آپ کی شفاعت طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میرے حق میں میری شفاعت کو قبول کر اور میری بصارت لوٹانے میں میرے نبی کی شفاعت قبول فرما" اور اگر تمہیں کوئی اور کام ہو تو پھر اسی طرح کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت لوٹا دی۔

اس روایت پر شیخ ابن تیمیہ نے حسب ذیل اعتراض کیے ہیں:

(۱)۔ وان کانت حاجۃ فافعل مثل ذلک۔ "اگر تمہیں کوئی کام ہو تو اسی طرح کرو" یہ حضرت عثمان بن حنیف کے الفاظ ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۲)۔ دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں (جیسا کہ گذر چکا ہے) اور اگر بالفرض یہ الفاظ ثابت ہوں تب بھی یہ دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے بعض الفاظ کافی ہیں، کیونکہ انہوں نے مشروع دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دعا کے بعض الفاظ کہنے کا حکم دیا ہے۔

(۳)۔ حضرت عثمان بن حنیف نے یہ گمان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس طرح (یعنی حضور کے وسیلہ سے) دعا کرنا جائز ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ اس کے خلاف ہیں، کیونکہ اس نابینا صحابی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اور اس کو یہ یقین تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں گے اور آپ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ دعا میں یہ کہے کہ "اے اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!" اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہو گی جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کی دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے، اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے، اس طریقہ سے دعا کرنا اور شفاعت طلب کرنا آپ کی حیات دنیاوی میں ہی درست تھا اور یا قیامت کے دن درست ہوگا جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔[2]

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حنیف ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے میں شیخ ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن ابی خیثمہ کی اس روایت سے ہمارا استدلال نہیں ہے اگر اس پر شیخ کو اعتراض ہے تو اس روایت کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا استدلال تو امام طبرانی کی روایت سے ہے جس کے متعلق خود شیخ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس درخواست کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یا اس درخواست پر مطلع کر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری دعا کی قبولیت

---

[1]۔ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود۔

[2]۔ " " " " ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۶-۲۶۷،

کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرتے ہیں اور اس میں کون سا شرعی یا عقلی استبعاد ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی اعمال امتی حسنہا وسیئہا۔[1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

اس حدیث کے پیش نظر جب آپ کا کوئی امتی آپ سے دعا کی درخواست کرے گا تو آپ کو اس کا علم ہو جائے گا اور آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے، کیونکہ آپ نے خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے اور دعا کی درخواست کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس ہدایت کو عام رکھا ہے اور اس میں حیات یا بعد از وفات کی قید نہیں لگائی اس لیے شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہو گی جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے" کیونکہ حیات اور ممات میں وسیلہ کے جواز اور عدم جواز کا فرق علم کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہو سکتا تھا اور آپ کو ہر دو صورت میں علم حاصل ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام مسلمانوں کے لیے قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور آپ کے افعال مسلمانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں، اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لیے اس کا کرنا ناجائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ یہ بیان فرمائیں کہ یہ حکم میری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ بن نیار کو ایک شش ماہہ بکرے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تمہارے بعد کسی کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن البراء قال ذبح ابو بردۃ قبل الصلوۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابدلہا فقال لیس عندی الا جذعۃ قال شعبۃ واحسبہ قال ھی خیر من مسنۃ قال اجعلہا مکانہا ولن تجزی عن احد بعدک۔[2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بدلہ میں اور قربانی کرو، انھوں نے کہا میرے پاس صرف چھ ماہ کا ایک بکرا ہے جو سال کے بکرے سے فربہ ہے، آپ نے فرمایا اس کے بدلہ میں اس کی قربانی کر دو، اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے شش ماہہ بکرے کی قربانی جائز نہیں ہو گی۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ استثناء اس لیے بیان فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لیے حجت ہیں، اگر آپ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز ہو جاتی، شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے:

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

وکذلک الانبیاء والصالحون وان کانوا احیاء فی قبورھم وان قدر انھم یدعون للاحیاء وان وردت بہ آثار فلیس لاحد ان یطلب منھم ذلک ولم یفعل ذلک احد من السلف لان ذلک ذریعۃ الی الشرک بھم وعبادتھم من دون اللہ تعالٰی بخلاف الطلب من احدھم فی حیاتہ فانہ لا یفضی الی الشرک۔[1]

ہر چند کہ انبیاء اور صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لیے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نابینا صحابی سے فرما دیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرک کا سبب ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے، اور صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا اسی وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابی رسول کے طریقہ کی اتباع کرنا، شیخ ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ولیت شعری چہ مے خواہند ایشان باستمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنرا آنچہ ما مے فہیم از آں اینست کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا مے کند وطلب مے کند حاجت خودرا از جناب عزت وغناوے وتوسل مے کند بروحانیت ایں بندہ مقرب ومکرم در درگاہ عزت وے وے گوید خداوندا ببرکت ایں بندہ تو کہ رحمت کردہ بروے واکرام کردہ اورا وبلطف وکرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی کریمی یا ندا مے کند ایں بندہ مکرم ومقرب را کہ اے بندہ خدا اے ولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ

کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی! جو لوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں، یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا، اللہ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت کو طلب کرتا ہے اور اس اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف وکرم کیا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما، کہ تو دینے والا کریم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز

از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا پس معطی و مسئول و مامول پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست این بندہ درمیان مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وے و نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند و نہ در آں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

مخاطب کرکے یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت بر لائے، سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، اور قادر، فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور غلبہ میں فانی اور ہالک ہیں اور ان کو اب قبر میں افعال پر قدرت اور تصرف حاصل ہے اور نہ اس وقت قدرت اور تصرف حاصل تھا، جب وہ زندہ تھے۔

اگر این معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستانِ خدا در حالتِ حیات نیز و این ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین و اگر می گویند کہ ایشان بعد از موت معزول شدند و بیرون آوردہ شدند از آن حالت و کرامت کہ بود ایشاں را در حالتِ حیات چیست برآں؟ یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ عارض شد از آفات بعد از ممات پس این کلیہ نیست و دلیل نیست بر دوام و استمرار آں تا روزِ قیامت نہایت آنکہ این کلیہ نباشد و فائدہ استمداد عام نباشد بلکہ ممکن است کہ بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستہلک باشند در لاہوت حق چنانکہ ایشاں را شعورے و توجہے بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفے و تدبیرے در وے نہ چنانکہ درین عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و ممکناں ظاہر مے گردد و نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہل قبور

اور امداد و استمداد کا جو معنی ہم نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا، جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے تو چاہیے یہ تھا کہ صالحین سے طلب دعا اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز اور مستحسن و مستحب ہے۔ اور اگر منکر یہ کہیں کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں جو فضیلت و کرامت انھیں حاصل تھی وہ باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اور اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہو گئے کہ انھیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلاء قیامت تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے

متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق و التجا بجانب تعالیٰ چنانکہ عوام و جاہلاں و غافلاں اعتقاد دارند چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ آنرا و نماز بسوئے وے و جز آن ازاں چہ نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد و افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبارے ندارد و خارج مبحث است و حاشا از عالم بشریعت و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را و ایں فعل را بکند و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میانِ ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر و متعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک[1]

حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ ہے پس اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ کی جانب میں توجہ کیے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں، جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسہ دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم باحکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ

انا لا اری باسا فی التوسل الی اللہ تعالیٰ بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیا ومیتا، ویراد من الجاہ معنی یرجع الی صفة من صفاتہ تعالیٰ مثل ان یراد بہ المحبة التامة المستدعیة عدم ردہ وقبول شفاعتہ فیکون معنی قول القائل الٰہی اتوسل بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تقضی لی حاجتی الٰہی اجعل محبتک لہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی عزت اور وجاہت کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرنے میں، میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، اور آپ کی وجاہت سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مراد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی آپ سے وہ کامل محبت جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو مسترد نہ کرے اور آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے، اور جب کوئی شخص دعا میں کہتا ہے: "اے اللہ!

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعة اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲-۴۰۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

وسیلۃ فی قضاء حاجتی ولا فرق بین هذا و قولک: الٰهی اتوسل برحمتک ان تفعل کذا اذ معناه ایضا الٰهی اجعل رحمتک وسیلۃ فی فعل کذا بل لا اری باسا ایضا بالاقسام علی الله تعالیٰ بجاه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بهذا المعنی والکلام فی الحرمۃ کالکلام فی الجاه ولا یجری ذلک فی التوسل والاقسام بالذات البحت نعم لم یعهد التوسل بالجاه ـــــــ والحرمۃ عن احد من الصحابۃ رضی الله تعالیٰ عنهم. ولعل ذلک کان تحاشیا منهم عما یخشی ان یعلق منه فی اذهان الناس اذ ذاک وهم قریبو عهد بالتوسل بالاصنام شیء ثم اقتدی بهم من خلفهم من الائمۃ الطاهرین وقد ترک رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هدم الکعبۃ وتاسیسها علی قواعد ابراهیم لکون القوم حدیثی عهد بکفر کما ثبت ذلک فی الصحیح وهذا الذی ذکرته انما هو لدفع الحرج من دعوی تضلیلهم کما یزعمه البعض فی التوسل بجاه عریض الجاه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا للمیل الی ان الدعاء کذلک افضل من استعمال الادعیۃ المأثورۃ التی جاء بها الکتاب وصرحت علیه الصحابۃ الکرام رضی الله تعالیٰ عنهم وتلقاه من بعدهم بالقبول افضل واجمع وانفع واسلم۔[1]

میں تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت کو پورا فرما'' تو اس دعا کا یہ معنی ہے! ''اے اللہ میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے میں تیری محبت کو وسیلہ بناتا ہوں اور اس دعا میں اور تمہارے اس قول میں کوئی فرق نہیں ہے کہ ''اے اللہ میں تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کر دے'' بلکہ میں یہ کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ''اے اللہ! میں تجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کی قسم دیتا ہوں کہ تو یہ کام کر دے'' وجاہت اور حرمت کے ساتھ سوال کرنے میں ایک جیسی بحث ہے، توسل اور ذات محض کی قسم دینے میں یہ بحث جاری نہیں ہو گی، ہاں وجاہت اور حرمت کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے ـــــ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ صحابہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اس لیے اجتناب کرتے تھے کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی بد عقیدگی جگہ نہ پکڑ لے، کیونکہ ان کا زمانہ بتوں کے ساتھ توسل کرنے کے قریب تھا، اس کے بعد ائمہ طاہرین نے بھی صحابہ کی اقتدا میں وسیلہ کے ساتھ دعا نہیں کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی اس وقت کی عمارت کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے، لیکن چونکہ آپ کی قوم ''تازہ تازہ'' کفر سے نکلی تھی، اس لیے آپ نے فتنہ پیدا ہونے کے خدشہ سے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے، میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہ اس لیے بیان کی تاکہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو، کیونکہ بعض لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس تقریر سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طرح وسیلہ سے دعا کرنا ان دعاؤں سے افضل ہے، جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں اور جن دعاؤں پر صحابہ کرام کار بند رہے اور اخیار تابعین نے جس طریقہ کو اپنایا یقیناً دعا کا یہی طریقہ زیادہ اچھا، زیادہ جامع، زیادہ نفع آور اور زیادہ سلامتی والا ہے۔ البتہ وسیلہ کے ساتھ دعا

[1] ۔ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

کرنے کا جائز ہونا ایک الگ بات ہے۔)

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ

شیخ وحید الزمان لکھتے ہیں:

اذا ثبت التوسل بغير الله فاى دليل يخصه بالاحياء وليس فى اثر عمر ما يدل على منع التوسل بالنبى وهو انما توسل بالعباس لاشراكه فى الدعاء مع الناس و الانبياء احياء فى قبورهم وكذا الشهداء و الصالحون وقد ادعى ابن عطاء على شيخنا ابن تيمية ثم لم يثبت منها شيئا غير هذا انه يقول لا تجوز الاستغاثة بمعنى العبادة من رسول الله صلى الله عليه وسلم نعم يجوز التوسل به صلى الله عليه وسلم وقد علم عثمان بن حنيف بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا كان يختلف الى عثمان فلا يلتفت اليه دعاء وفيه اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبينا محمد (صلى الله عليه وسلم) نبى الرحمة الى آخره اخرجه البيهقى باسناد متصل ورجاله ثقات وليت شعرى اذا جاز التوسل الى الله بالاعمال الصالحة بنص من الكتاب والسنة فيقاس عليها التوسل بالصالحين ايضا قال الجزرى فى الحصن فى آداب الدعاء منها ان يتوسل الى الله تعالى بالانبياء والصالحين من عباده وورده فى حديث آخر يا محمد انى اتوجه بك الى ربى قال السيد انه حديث حسن لا موضوع وقد صححه الترمذى الحافظ وورد فى حديث الدعاء بمحمد نبيك وبموسى

جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر نے جو حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی تھی، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے، انھوں نے حضرت عباس کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تا کہ حضرت عباس کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں، اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں، ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعویٰ کیا پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنا جائز نہیں ہے، ہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کاش میری عقل ان منکرین کے پاس ہوتی! جب کتاب اور سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائیگا اور امام جزری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے، اور ایک اور حدیث میں ہے: یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، سید نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، ایک حدیث میں ہے میں تیرے نبی محمد اور موسیٰ

ذکرہ ابن الاثیر فی النہایۃ و الفتنی فی المجمع وروی الحاکم والطبرانی والبیہقی حدیث دعاء آدم وفیہ یارب اسئلک بحق محمد واخرجہ ابن المنذر وفیہ اللہم انی اسئلک بجاہ محمد عندک و کرامۃ علیک قال السبکی یحسن التوسل والاستغاثۃ والتشفع زاد القسطلانی و التضرع والتجوہ والتوجہ بالنبی الی ربہ ولم ینکر ذلک احد من السلف والخلف حتی جاء ابن تیمیۃ فانکرہ (الی قولہ) قال الشوکانی لاباس بالتوسل بنبی من الانبیاء او ولی من الاولیاء او عالم من العلماء والذی جاء الی القبر زائرا او دعا اللہ وحدہ وتوسل بذلک المیت کان یقول اللہم انی اسئلک ان تشفینی من کذا و اتوسل الیک بہذا العبد الصالح فہذا لاتردد فی جوازہ انتہی[1]

کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس کو علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں ذکر کیا ہے، اور امام حاکم امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: "اے اللہ! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں" اور ابن منذر نے روایت کیا ہے اے اللہ تیرے نزدیک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، علامہ سبکی نے کہا ہے کہ وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے، علامہ قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ کی طرف متوجہ ہوکر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا حتی کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا ــــــ قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی، اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، جو شخص قبر پر جاکر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفاء دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ قاضی شوکانی کا کلام ختم ہوا۔

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ

غیر مقلد عالم شیخ مبارکپوری "الدر النضید" سے قاضی شوکانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

ما یوردہ المانعون من التوسل بالانبیاء والصالحین من نحو قولہ تعالٰی ما نعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفی و نحو قولہ تعالٰی فلا تدعوا مع اللہ احدا و نحو قولہ تعالٰی لہ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لہم بشیء لیس بوارد

انبیاء اور صالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں: "ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (زمر: ۳) " اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (جن: ۱۸) اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا برحق ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں جو ان کو کوئی جواب

[1] نواب وحید الزمان، ہدیۃ المہدی ص ۴۷-۴۹، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ

بل هو من الاستدلال بمحل النزاع بما هو اجنبی عنه فان قولهم ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى مصرح بانهم عبدوهم لذلك والمتوسل بالعالم مثلاً لم يعبده بل علم ان له مزية عند الله بحمله العلم فتوسل به لذلك وكذلك قوله ولا تدعوا مع الله احدا فانه نهى عن ان يدعى مع الله غيره كان يقول بالله وبفلان والمتوسل بالعالم مثلاً لم يدع الا الله فانما وقع منه التوسل عليه بعمل صالح بعض عباده كما توسل الثلاثة الذين انطبقت عليهم الصخرة بصالح اعمالهم وكذلك قوله والذين يدعون من دونه الاية فان هؤلاء دعوا من لا يستجيب لهم ولم يدعوا ربهم الذی يستجيب لهم والمتوسل بالعالم مثلا لم يدع الا الله ولم يدع غيره دونه ولا دعا غيره معه[1]

نہیں دے سکتے" (رعد: ۱۴) ان آیات سے استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳ میں یہ تصریح ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے وہ اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، اسی طرح سورۂ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرکے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا ہے مثلاً کوئی شخص کہے میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں، اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے بعض نیک بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے، جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے اور اس غار کے منہ پر ایک چٹان گر گئی تو انھوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی، اسی طرح سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۴ میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ان لوگوں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا، اللہ کے بغیر نہ اللہ کے ساتھ۔

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست استمداد کے متعلق احادیث

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست مدد طلب کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: ان لله ملائكة فضلا سوى الحفظة يكتبون ما سقط من ورق الشجر، فاذا اصابت احدكم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو

[1] شیخ عبدالرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عرجۃ فی سفر فلیناد اعینوا عباد اللہ رحمکم اللہ۔[1]

سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے "اے اللہ کے بندو تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو"۔

حافظ ابوبکر دینوری معروف بابن السنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوہ فان للہ عزوجل فی الارض حاضرا یستحبسہ۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! اس کو روک لو، اے اللہ کے نیک بندو! اس کو روک لو کیونکہ زمین میں اللہ عزوجل کے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ، یکتبون ما یسقط من ورق الشجر، فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ، فلیناد: اعینوا عباد اللہ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراما کاتبین کے سوا، اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں، جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عتبۃ بن غزوان عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اضل احدکم شیئا او اراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا نراھم وقد جرب ذلک رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف فی بعضھم الا ان یزید بن علی لم یدرک عتبۃ۔[4]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کر دے درآں حالیکہ وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ یہ امر مجرب ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے بعض راویوں کی ضعف کے باوجود ان کی توثیق کی گئی ہے البتہ یزید بن علی نے حضرت عتبہ کو نہیں پایا۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ ھ، عمل الیوم واللیلہ ص ۱۶۲، مطبوعہ مطبع مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد (دکن) ۱۳۱۵ ھ

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ ھ

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ما یسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ فلیناد اعینوا عباداللہ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراماً کاتبین کے سوا اللہ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب کسی ویران زمین پر کسی کو مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: "اے اللہ کے نیک بندو میری مدد کرو"۔

عن عبداللہ بن مسعود انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا فان للہ حاضرا فی الارض سیحبسہ رواہ ابو یعلی والطبرانی و زاد سیحبسہ علیکم۔ وفیہ معروف بن حسان وھو ضعیف۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کی سواری کسی ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: "اے اللہ کے نیک بندو روک لو اے اللہ کے نیک بندو روک لو اے اللہ کے نیک بندو روک لو کیونکہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے روکنے والے ہیں جو اس کو عنقریب روک لیں گے، اس کو امام ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے وہ اس کو تمہارے لیے روک لیں گے۔

رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ نووی امام ابن السنی کی کتاب سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انہ انفلتت لہ دابۃ اظنہا بغلۃ، وکان یعرف ھذا الحدیث، فقالہ فحبسہا اللہ علیھم فی الحال: وکنت انا مرۃ مع جماعۃ فانفلتت منہا بھیمۃ وعجزوا عنہا فقلتہ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی ھذا الکلام۔ [3]

مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا جو بہت بڑے عالم تھے کہ ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی، ان کو اس حدیث کا علم تھا، انھوں نے یہ کلمات کہے (اے اللہ کے بندو روک لو) اللہ تعالیٰ نے اس سواری کو اسی وقت روک دیا۔ (علامہ نووی فرماتے ہیں:) ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا، اس جماعت کی ایک سواری بھاگ گئی، وہ اس کو روکنے سے عاجز آگئے، میں نے یہ کلمات کہے تو بغیر کسی اور سبب کے صرف ان کلمات کی وجہ سے وہ سواری اسی وقت رک گئی۔

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، کتاب الاذکار ص ۲۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع رابع، ۱۳۷۵ھ

ملا علی قاری نے بھی علامہ نووی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔ [1]

شیخ شوکانی نے بھی علامہ نووی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ [2]

ملا علی قاری، یاعباد اللہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

المراد بھم الملائکۃ او المسلمون من الجن اورجال الغیب المسمون بالابدال [3]

"اے اللہ کے بندو!" اس سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا اس سے مردان غیب مراد ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں (یعنی اولیاء اللہ!)

شیخ محمد بن جزری نے حصن حصین میں اس حدیث کو طبرانی، ابو یعلی، ابن السنی، بزار اور ابن ابی شیبہ کے حوالوں سے درج کیا ہے، ان تمام روایات کو درج کرنے کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال بعض العلماء الثقات ھذا حدیث حسن یحتاج الیہ المسافرون وروی عن المشائخ انہ مجرب۔ [4]

بعض ثقہ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے، اور مشائخ سے مروی ہے کہ یہ امر مجرب ہے۔

شیخ شوکانی، حضرت ابن عباس کی روایت میں لکھتے ہیں:

قال فی مجمع الزوائد رجالہ ثقات وفی الحدیث دلیل علی جواز الاستعانۃ بمن لا یراھم الانسان من عباد اللہ من الملائکۃ وصالحی الجن ولیس فی ذلک باس کما یجوز للانسان ان یستعین ببنی آدم اذا عثرت دابتہ او انفلتت [5]

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں، جیسے فرشتے اور صالح جن، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ جب سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت "یا محمداہ" کہہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے تھے۔

جنگ یمامہ میں جب مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، اس کا نقشہ کھینچنے کے بعد علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین شرح حصن حصین علی ہامش الدر الثمین ص ۳۰۸، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

[2] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفے البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین علی ہامش الدر الثمین ص ۳۷۸، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

[4] " " " " " ، الحرز الثمین علی ہامش الدر الثمین ص ۳۷۹،

[5] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۰۵ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۶ - ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفے البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

ثم برز خالد، ودعا الی البراز ونادی بشعارھم وکان شعارھم یا محمداہ فلم یبرز الیہ احد الا قتلہ [۱]

پھر حضرت خالد بن ولید نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت (قتال) دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا، پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن کثیر بھی جنگ کے اس منظر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ [۲]

پھر حضرت خالد نے مسلمانوں کے معمول کے مطابق نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا معمول یا محمداہ کا نعرہ لگانا تھا۔

حافظ ابن اثیر اور ابن کثیر نے یہ تصریح کی ہے کہ عہد صحابہ اور تابعین میں شدائد اور ابتلاء کے وقت یا محمداہ کہنے کا معمول تھا، ندائے غائب کے منکرین کے ہاں حافظ ابن کثیر کی بہت پذیرائی ہے۔ اور ان کا یہ لکھنا عہد صحابہ و تابعین میں یا محمداہ کہنے کا معمول تھا ان کے خلاف قوی حجت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عیسیٰ میری قبر پر کھڑے ہو کر "یا محمد" کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ اس حوالے کی تفصیل اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف

شیخ رشید احمد گنگوہی "یارسول اللہ انظر حالنا، یا نبی اللہ اسمع قالنا" کے جواز یا عدم جواز کی بحث میں لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے، یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہر گز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے (الی قولہ) مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ [۳]

گویا یا محمد یا رسول اللہ کے نعروں سے علماء دیوبند کا منع کرنا ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی سے سوال کیا گیا:

سوال: اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یارسول کبریا فریاد ہے، یا محمد مصطفےٰ فریاد ہے۔ مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفےٰ، میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے" کیسے ہیں؟

---

[۱] امام محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت

[۲] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[۳] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۶۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال سے جائز ہیں اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریادرس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقائد کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوں گے۔ [1]

عام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں سمجھتے، عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے آپ پر حقائق غیبیہ[*] منکشف ہو جاتے ہیں جس طرح ہم کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے ہم پر عالم شہادت کے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں، نہ ہم بذاتہ شہادت (عالم ظاہر) کے عالم ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہ غیب کے عالم ہیں، ہم پر اللہ تعالیٰ نے عالم شہادت منکشف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجل نے عالم غیب بھی منکشف کیا۔ یہی عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور شیخ گنگوہی کی تصریح کے مطابق یہ شرک اور معصیت نہیں ہے بلکہ جائز ہے، علماء اہل سنت اپنی تقاریر اور تصانیف میں عوام کو یہ فرق ہمیشہ سے ہر دور میں بتاتے رہے ہیں اور عام مسلمان اس فرق کو جانتے ہیں اس لیے عوام کے جلسوں میں بھی اس قسم کے اشعار پڑھنا جائز ہیں، کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور اسی کی عبادت بجالاتا ہے اس کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقل سامع یا مستقل عالم گردانتا ہے! البتہ ذاتی ناپسندیدگی کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم و تصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی متصرف ہے، اولیاء ظاہر میں متصرف ہی معلوم ہوتے ہیں، بعین حالت کرامت و تصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے۔ [2]

شیخ محمود الحسن ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے، ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ [3]

شیخ رشید احمد گنگوہی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: دعا میں بحق رسول و ولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں، بعض فقہاء و محدثین منع کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرما لیا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد رکھتے ہیں، سو اس واسطے معنی موہم

---

[*] آپ کو تمام حقائق غیبیہ کا علم نہیں، البتہ تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسا قطرہ سمندر کے سامنے ہو اور اللہ عزوجل کے علوم غیر متناہیہ کے مقابلہ میں آپ کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں ہے۔

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۵، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] " " " ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۹،

[3] شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹، حاشیۃ القرآن الحکیم ص ۲، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

اور مشابہ معتزلہ ہو گئے تھے لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے ساتھ تشابہ ہو جاوے فقط۔ [1]

شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

یہاں ہم صرف المہند کی عبارت پر اکتفاء کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے:

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء و صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں، اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہمارے شیخ مولانا شیخ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے (انتہی المہند ص ۱۲، ۱۳)۔ [2]

شیخ اشرف علی تھانوی' امام طبرانی اور امام بیہقی کے حوالوں سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(ف) اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ [3]

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے زمانہ میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کے لیے درخواست کی تھی اس کے متعلق شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں، اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں' امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے، (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۸' البدایۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۹۱) اور مورخ عبدالرحمان بن محمد بن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے (ابن خلدون ج ۲ ص ۹۶۹)

یہ واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام موجود تھے، خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے، بلکہ جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی (المتوفی ۶۰ھ) رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ یہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہرگز نہ کرتے۔

یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر کی تائید و تصویب حاصل ہے اور اس کارروائی کا حکم پہلے تو علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین کے تحت سنیت کا ہوگا ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۲۱۳، مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۲۵۲، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

یہ واقعہ حضرت عمر نے جب دیگر حضرات صحابہ کرام سے بیان فرمایا تو انھوں نے صدق بلال فرما کر اس کی پُر زور تائید وتصدیق کی لہٰذا اس واقعہ کو نرا خواب یا اعرابی اور جنگلی کا قصہ تصور کرکے گلو خلاصی چاہنا یا جلیل القدر اور معروف ومشہور صحابی کو مجہول العین والحال کہنا دین سے خالص تمسخر اور تلعب ہے، حضرات صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنا بمضمون حدیث ما انا علیہ واصحابی باعث نجات اور رشد وفلاح ہے۔ [۱]

نیز شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں متعدد کتابوں میں آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب دعا کا تذکرہ ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انھوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے کہ عتبی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے" اور اگر بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں"؛ اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کرکے چلا گیا، اور اسی واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عتبی جا کر اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۲۰) یہ واقعہ امام نووی نے کتاب الاذکار ص ۱۸۵ طبع مصر میں اور علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی الحنفی المتوفی ۷۱۰ھ نے اپنی تفسیر مدارک ج ۱ ص ۳۹۹ میں اور علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام ص ۴۷ میں اور شیخ عبد الحق نے جذب القلوب ص ۱۹۵ میں اور علامہ بحر العلوم عبد العلی نے رسائل الارکان ص ۲۸۰ طبع لکھنؤ میں نقل کیا ہے اور علامہ علی بن عبد الکافی السبکی اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ:

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیماً وحدیثاً اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کرکے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کرکے عرض کیا کہ یا خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے، اھ۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں، پس حجت ہو گیا (نشر الطیب ص ۲۵۴) اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: "کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار

---

[۱] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۵۲ - ۳۴۹، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں اھ (آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱، ص ۳۳۰) ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے (شفاء السقام ص ۱۲۸) اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ لہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن قیم اور شیخ ابن الہادی وغیرہم کی ایک یہ دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام، ائمہ دین اور سلف صالحین سے ایسی کارروائی ثابت نہیں اگر یہ جائز ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتے، اس کے جواب میں شیخ محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

یہ ان حضرات کا ایک علمی مغالطہ ہے کیونکہ قبر کے پاس حاضر ہو کر سفارش کرانا اور طلب دعا، نہ تو فرض و واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ، تاکہ یہ حضرات اس پر خواہ مخواہ ضرور عمل کر کے دکھاتے اور اس کارروائی کے نہ کرنے پر وہ ملامت کیے جاتے اس کارروائی کے مقر اس کو صرف جائز ہی کہتے ہیں اور جواز کے اثبات کے لیے حضرت بلال بن الحارث کا یہ فعل جس کی حضرت عمر اور دیگر حضرات صحابہ کرام نے تائید کی ہے کیا کم ہے؟ اگر حضرت ابن عمر صحابی ہیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا تو یقین جانیے کہ حضرت بلال بن الحارث اور ان کی اس کارروائی کے مصدقین بھی صحابہ ہی ہیں، اگرچہ حافظ ابن تیمیہ یہ کارروائی تسلیم نہیں کرتے لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ کارروائی بعض متاخرین سے ثابت ہے (محصلہ قاعدہ جلیلہ ص ۲۷)۔ ۲ہ

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اکابر اور اصاغر علماء دیوبند کے نزدیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، بلکہ سنت اور مستحب ہے، اور ہم بھی اس سے زیادہ نہیں کہتے۔

ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کے متعلق جو ہم نے احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات نقل کی ہیں اس سے ہمارا صرف یہ منشا ہے کہ عام مسلمان جو شدائد اور ابتلاء میں یا رسول اللہ اور یا غوث کہہ کر پکارتے ہیں ان کا یہ پکارنا شرک نہیں ہے اور اس ندا کو شرک کہنا شدید ظلم اور زیادتی ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہ کو بہر حال اللہ کی مخلوق اور اس کا مقرب بندہ گردانتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ہر فعل اور ہر تصرف اللہ تعالیٰ کے اذن اس کی مشیت اور اس کی دی ہوئی قدرت کے تابع ہے، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہوں یا عام انسان، اس کائنات میں جس سے بھی جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے صادر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی انسان کو کسی شئے پر ذرہ برابر بھی قدرت نہیں ہے، اور اس اعتقاد کے ساتھ ندائے غیر اللہ کو علماء دیوبند بھی جائز کہتے ہیں، جیسا کہ شیخ گنگوہی کے حوالے سے گذر چکا ہے۔

لہ۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۶۵-۳۶۲، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲ہ۔ " " " تسکین الصدور ص ۳۵۴، " "

اس اعتقاد کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد اور استغاثہ کرنا ہر چند کہ جائز ہے لیکن افضل احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال میں اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال کنت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام انی اعلمك کلمات احفظ اللہ یحفظك احفظ اللہ تجدہ تجاھك اذا سألت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوك بشیء لم ینفعوك الا بشیء قد کتبہ اللہ لك وان اجتمعوا علی ان یضروك لم یضروك الا بشیء قد کتبہ اللہ رفعت الاقلام وجفت الصحف ھذا حدیث حسن صحیح[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن ایک سواری پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اللہ کو سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو اور جان لو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اگر تمام لوگ تم کو نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے لکھ دیا ہے قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابو یعلی[2]، امام ابن سنی[3] اور امام ابن عبد البر[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم اور تلقین کے پیش نظر مسلمانوں کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اسی سے مدد چاہیں، اور دعا میں مستحسن طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگیں، زیادہ محفوظ اور زیادہ سلامتی اسی میں ہے کہ وہ دعائیں مانگی جائیں جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں تاکہ دعاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سایہ افگن ہے اگر کسی خاص حاجت میں دعا مانگنی ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنی چاہیے۔

ہمارے فاضل معاصر علامہ محمد عبد الحکیم صاحب شرف لکھتے ہیں:

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۳ ص ۸۵۔۸۴، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ
[3] حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن سنی متوفی ۳۶۴ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۳۶، مطبوعہ مطبع مجلس دائرۃ المعارف دکن ۱۳۱۵ھ
[4] حافظ ابو عمرو ابن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، تمہید ج ۴ ص ۱۱۱، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۱۴۰۴ھ

مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء و اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے، یا بارگاہ انبیاء و اولیاء سے درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں بر لائے، اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ ندا غیر اللہ اعتقاد مذکور کے ساتھ ہر چند کہ جائز ہے، لیکن افضل، اولیٰ اور احسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے جیسا کہ حدیث مذکور کا تقاضا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد، نداء اور توسل کے متعلق میں نے بہت طویل بحث کی ہے، کیونکہ ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں جانبین سے غلو کیا جاتا ہے، شیخ ابن تیمیہ، ابن القیم اور ابن الہادی کے پیروکار اور علماء نجد غیر اللہ سے استمداد اور وصال کے بعد ان کے توسل سے دعا مانگنے کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں اور بعض غالی اور ان پڑھ عوام اللہ سے دعا مانگنے کے بجائے ہر معاملہ میں غیر اللہ کی دہائی دیتے ہیں، انہی کو پکارتے ہیں اور انہی کی نذر مانتے ہیں، سو میں نے چاہا کہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حق کو واضح کردوں، تاکہ بلاوجہ کسی مسلمان کو مشرک کہا جائے نہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور استعانت کا رابطہ منقطع کیا جائے اور نہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی کی جائے۔

الہ العلمین! ان سطور میں اثر آفرینی پیدا فرما، اور جانبین سے غلو کرنے والوں کو اعتدال کی راہ اور صراط مستقیم پر گامزن فرما، مجھے اس کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اس کتاب کو میری بخشش کا ذریعہ بنادے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کردے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

باب ۸۹۹ صِلَةِ أَصْدِقَاءِ الْأَبِ وَالْأُمِّ وَنَحْوِهِمَا
والدین کے دوستوں سے نیکی کرنے کا بیان

۶۳۹۰۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي الْوَلِيدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ لَقِيَهُ بِطَرِيقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَحَمَلَهُ عَلَى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهُ وَأَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ ابْنُ دِينَارٍ فَقُلْنَا لَهُ أَصْلَحَكَ اللّٰهُ إِنَّهُمُ الْأَعْرَابُ وَإِنَّهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّ أَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا، حضرت عبد اللہ نے اس کو سلام کیا، اور جس گدھے پر خود سوار تھے اس دیہاتی کو بھی اس پر سوار کر لیا، اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کو عطا کر دیا، ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، یہ دیہاتی لوگ ہیں یہ معمولی چیز سے بھی راضی ہو جاتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا اس شخص کا باپ حضرت عمر بن الخطاب کا دوست تھا، اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی

---

[1] علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، ندائے یا رسول اللہ ص ۱۲، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ۱۴۰۵ھ

بْنِ الْخَطَّابِ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ صِلَۃُ الْوَلَدِ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ۔

بیٹا اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرے۔

۶۳۹۱۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ حَیْوَۃُ بْنُ شُرَیْحٍ عَنِ ابْنِ الْھَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبَرُّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ وُدَّ اَبِیْہِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے دوستوں سے نیکی کرے۔

۶۳۹۲۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ وَاللَّیْثُ بْنُ سَعْدٍ جَمِیْعًا عَنْ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُسَامَۃَ بْنِ الْھَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ دِیْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ کَانَ لَہٗ حِمَارٌ یَتَرَوَّحُ عَلَیْہِ اِذَا مَلَّ رُکُوْبَ الرَّاحِلَۃِ وَعِمَامَۃٌ یَشُدُّ بِھَا رَاْسَہٗ فَبَیْنَا ھُوَ یَوْمًا عَلٰی ذٰلِکَ الْحِمَارِ اِذْ مَرَّ بِہٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ اَلَسْتَ ابْنَ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ قَالَ بَلٰی فَاَعْطَاہُ الْحِمَارَ وَقَالَ ارْکَبْ ھٰذَا وَالْعِمَامَۃَ قَالَ اشْدُدْ بِھَا رَاْسَکَ فَقَالَ لَہٗ بَعْضُ اَصْحَابِہٖ غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ اَعْطَیْتَ ھٰذَا الْاَعْرَابِیَّ حِمَارًا کُنْتَ تَرَوَّحُ عَلَیْہِ وَعِمَامَۃً کُنْتَ تَشُدُّ بِھَا رَاْسَکَ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ صِلَۃَ الرَّجُلِ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ وَاِنَّ اَبَاہُ کَانَ صَدِیْقًا لِعُمَرَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ جاتے تو سہولت کے لیے اپنے گدھے کو ساتھ لے جاتے، جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر سوار ہو جاتے اور اپنے سر پر عمامہ باندھتے تھے، ایک دن وہ اپنے گدھے پر جا رہے تھے کہ ان کے پاس سے ایک دیہاتی گذرا حضرت ابن عمر نے اس سے پوچھا کیا تم فلاں بن فلاں کے بیٹے نہیں ہو! اس نے کہا کیوں نہیں! حضرت ابن عمر نے اس کو اپنا گدھا دے دیا اور فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ! اور اپنا عمامہ اس کو دیا اور فرمایا اس کو اپنے سر پر باندھ لو! حضرت ابن عمر سے ان کے بعض اصحاب نے کہا: آپ نے اس دیہاتی کو یہ گدھا دے دیا حالانکہ آپ کو اس سے سہولت تھی اور آپ نے اس کو وہ عمامہ دے دیا جس کو آپ باندھتے تھے، حضرت ابن عمر نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ نیکی کرے اور اس کا باپ حضرت عمر فاروق کا دوست تھا۔

ماں باپ کی وفات کے بعد ان سے نیکی کرنے کے طریقے

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں بنو سلمہ کا ایک شخص آیا، اس نے پوچھا: یارسول اللہ! میں اپنے ماں، باپ کے فوت ہونے کے بعد بھی ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نیکی کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں ان کی نماز جنازہ پڑھو، ان کے لیے استغفار کرو، جس شخص سے انھوں نے کوئی وعدہ کیا تھا اس وعدہ کو پورا کرو، جن کے ساتھ وہ صلہ رحمی کرتے تھے

ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ان کے دوستوں کی تنظیم و تکریم کرو۔[1]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سعد بن عبادۃ انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد۔[2]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! سعد کی والدہ فوت ہوگئیں، تو کون سی چیز کا صدقہ کرنا افضل ہے، آپ نے فرمایا پانی کا، سو انھوں نے کنواں کھودا اور کہا یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئیں، وہ اس وقت موجود نہ تھے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری غیر موجودگی میں میری والدہ فوت ہوگئیں، اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انھوں نے کہا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کر دیا۔[3]

بَابُ تَفْسِيرِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ — نیکی اور گناہ کی تفسیر

۶۳۹۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔

نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: اچھا خلق نیکی ہے، اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکتی ہے، اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

۶۳۹۴ - حَدَّثَنِي هٰرُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ (يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ أَقَمْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ سَنَةً مَا يَمْنَعُنِي مِنَ

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سال تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہا اور مجھے آپ سے سوالات کرنے کے سوا اور کوئی چیز ہجرت کرنے سے مانع نہیں تھی، ہم میں سے جو شخص بھی ہجرت کر لیتا تھا وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۴۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ″ ″ ″ ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۳۶، ″ ″

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

الْهِجْرَةِ اِلَّا الْمَسْئَلَةُ كَانَ اَحَدُنَا اِذَا هَاجَرَ لَمْ يَسْاَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ قَالَ فَسَاَلْتُهُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِيْ نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔

متعلق سوال نہیں کرتا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیکی اچھا خلق ہے، اور گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔

دل میں کھٹکنے والی چیز کے گناہ ہونے کی وضاحت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بِرّ (نیکی) اچھا خلق ہے۔ علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بِرّ (نیکی) کا لفظ صلہ رحمی، صدق، لطف، حسن صحبت اور حسن معاشرت میں مشترک ہے اور حسن خلق کا لفظ ان تمام معانی کو جامع ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہ وہ چیز ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

عربی نے کہا ہے یعنی جس کام کے متعلق انسان کو شرح صدر نہ ہو، اور اس کو اس میں گناہ کا ڈر ہو، علامہ خطابی نے کہا: یعنی جس کام میں دل میں تنفر اور چبھن پیدا ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی تعریف کو قلبی کیفیت پر موقوف کر دیا اور اس کی واضح تعریف نہیں فرمائی کیونکہ آپ سے سوال کرنے والے صحابی تھے جن کا دل صاف اور روشن تھا اور جس کا دل صاف اور روشن ہو اس کے دل میں خلاف شرع خفیف سے کام سے بھی اضطراب پیدا ہوجاتا ہے اس کے برخلاف جو عادی مجرم ہو وہ بڑی دیدہ دلیری سے بڑے سے بڑا گناہ کر لیتا ہے اور اس کو ذرا پشیمانی نہیں ہوتی، ایک اور حدیث میں ہے:

الاثم حزازة القلوب۔ گناہ دل کی چبھن اور تکلیف ہے۔

یعنی جن کے دل نور اسلام سے منور اور علم شریعت سے روشن ہیں ان کے دلوں میں جو چیز چبھ جائے وہ گناہ ہے، اور جس شخص کا دل نور علم سے روشن نہ ہو اور جو کٹ حجت اور درشت خو ہو اس کے سامنے گناہ کی یہ تفسیر بیان نہ کی جائے بلکہ یہ کہا جائے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل نہ کرنا اور جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا ہے ان سے نہ رکنا گناہ ہے۔ اور گناہ دو قسم کے ہیں ظاہری اور باطنی، ظاہری گناہ وہ ہیں جو اعضاء ظاہرہ سے کیے جائیں، اور باطنی گناہ ہیں معصیت کے عزائم۔[1]

۹۱ بَابُ صِلَةِ الرَّحِمِ وَتَحْرِيْمِ قَطِيْعَتِهَا

صلہ رحم کا حکم اور قطع رحمی کی ممانعت

۶۳۹۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ جَمِيْلِ بْنِ طَرِيْفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَاتِمٌ (وَهُوَ ابْنُ اِسْمٰعِيْلَ) عَنْ مُعَاوِيَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا حتیٰ کہ جب وہ ان سے فارغ ہو گیا تو رحم نے کھڑے ہو

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج۸، ص ۱۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

وَهُوَ ابْنُ اَبِي مُزَرِّدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ) حَدَّثَنِي عَمِّي اَبُو الْحُبَابِ سَعِيدُ بْنُ يَسَارٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتّٰى اِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ فَقَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ مِنَ الْقَطِيعَةِ قَالَ نَعَمْ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَذَاكِ لَكِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا اِنْ شِئْتُمْ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوا اَرْحَامَكُمْ اُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا۔

کر کہا یہ قطع رحم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے واصل ہوں گا جو تم سے واصل ہوگا اور اس سے منقطع ہوں گا جو تم سے منقطع ہوگا، رحم نے کہا: کیوں نہیں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارا حق ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیات پڑھو: (ترجمہ:) تو کیا تم اس بات کے قریب ہو؟ کہ اگر تم حکومت حاصل کر لو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔

۶۳۹۶ - حَدَّثَنَا اَبُو بَكْرِ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِي بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي مُزَرِّدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جس نے مجھ سے تعلق جوڑا، اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے ساتھ تعلق منقطع کیا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق منقطع کرے گا۔

۶۳۹۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ قَالَ ابْنُ اَبِي عُمَرَ قَالَ سُفْيَانُ يَعْنِي قَاطِعَ رَحِمٍ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع (رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ سفیان نے کہا یعنی قاطع رحم۔

۶۳۹۸ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ اَبَاهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاطع رحم جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

۶۳۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ

اسی سند کے ساتھ اس کی مثل مروی ہے، حضرت

حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

جبیر بن مطعم بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۶۴۰۰ ۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُّبْسَطَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ فِيْ أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

۶۴۰۱ ۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ حَدَّثَنِيْ أَبِيْ عَنْ جَدِّيْ حَدَّثَنِيْ عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّبْسَطَ لَهُ فِيْ رِزْقِهِ وَيُنْسَأَ لَهُ فِيْ أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

۶۴۰۲ ۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ قَرَابَةً أَصِلُهُمْ وَيَقْطَعُوْنِيْ وَأُحْسِنُ إِلَيْهِمْ وَيُسِيْئُوْنَ إِلَيَّ وَأَحْلُمُ عَنْهُمْ وَيَجْهَلُوْنَ عَلَيَّ فَقَالَ لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میرے (بعض) رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ بُرد باری کے ساتھ پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم درحقیقت ایسا ہی کرتے ہو جیسا کہ تم نے کہا ہے تو تم ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو، اور جب تک تم اس روش پر رہو گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔

صلہ رحم کا معنی اور کن لوگوں سے صلہ کرنا واجب ہے؟

اس باب کی حدیث میں ہے رحم کھڑا ہو جاتے گا، رحم عرش سے لٹک جائے گا اور کہے گا جس نے مجھ سے وصل کیا اللہ اس سے وصل کرے گا اور جس نے مجھ کو قطع کیا اللہ اس سے قطع تعلق کرے گا۔

علامہ یحیٰی بن شرف نووی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ رحم جس سے وصل اور قطع کیا جاتا ہے وہ عرض اور معنی ہے، جوہر اور جسم نہیں ہے، رحم قرابت اور نسبت ہے جس کا جامع والدہ کا رحم ہے اور اس کی وجہ سے بعض، بعض کے ساتھ متصل ہوتے ہیں اور اس

اتصال کو رحم کہتے ہیں، اتصال ایک معنی مصدری ہے اور معنی مصدری میں قیام اور کلام متصور نہیں ہوتا، سو رحم کے کھڑے ہونے اور اس کے کلام کرنے سے مثال اور استعارہ مراد ہے، اس مثال سے رحم کی فضیلت اور صلہ رحم کرنے والے کا اجر و ثواب اور قطع رحم کرنے والے کا عذاب بیان کرنا مقصود ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رحم کے کھڑے ہونے سے فرشتہ کا کھڑا ہونا مراد ہو اور رحم کے بولنے سے فرشتے کا بولنا مراد ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ وصل کی حقیقت رحمت اور شفقت ہے، اللہ تعالیٰ کے وصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں پر لطف و کرم فرمائے گا اور بندوں پر احسان کرے گا اور ان کو نعمتوں سے نوازے گا، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ فی الجملہ صلہ رحم کرنا واجب ہے اور قطع رحم کرنا معصیت کبیرہ ہے، جیسا کہ احادیث میں اس کا بیان ہے، البتہ صلہ رحم کے درجات ہیں جو بعض، بعض سے ارفع ہیں، سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ترک تعلق کو ختم کیا جائے اور کلام سے وصل کیا جائے خواہ وہ سلام کے ذریعہ ہو، حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے وصل کے درجات مختلف ہیں، بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، اگر کسی شخص نے مکمل وصل نہیں کیا اور کچھ وصل کر لیا تو اس کو قاطع رحم نہیں کہا جائے گا، اگر کسی شخص نے اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کی اور اس پر جتنا وصل تھا اتنا نہیں کیا تو اس کو وصل نہیں کہا جائے گا، اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس رحم کا صلہ واجب ہے اس کی حد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ جس سے نکاح حرام ہو ان سے صلہ رحم واجب ہے اس قول پر چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہنوں سے صلہ رحم واجب نہیں ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ذوی الارحام کے ساتھ صلہ رحم واجب ہے اور تمام وہ رشتہ دار جو وراثت میں حصہ پا سکتے ہوں وہ سب ذوی الارحام ہیں، یہ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ حدیث میں باپ کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے حالانکہ وہ محرم نہیں ہیں۔ [1]

قاطع رحم کے جہنمی ہونے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۳۹۷ میں ہے کہ قطع رحم کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، اس حدیث کی ایک توجیہ یہ ہے کہ جو شخص بغیر کسی سبب اور بغیر کسی شبہ اور قطع رحم کی حرمت کے علم کے باوجود اس کو حلال سمجھتا ہو وہ کافر ہے، جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور جنت میں نہیں جائے گا، دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ سابقین اولین کے ساتھ جنت میں نہیں جائے گا بلکہ وہ کچھ دیر سے جائے گا جتنی دیر اللہ چاہے گا۔

صلہ رحم سے رزق اور عمر بڑھنے کا قضاء و قدر سے تعارض اور اس کا جواب

حدیث نمبر ۶۴۰۰ میں ہے: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے یا اس کی عمر دراز کی جائے وہ صلہ رحم کرے۔

اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عمر اور رزق تو تقدیر الٰہی میں مقرر اور معین ہو چکے، اب ان میں زیادتی کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ عمر کے متعلق قرآن مجید میں یہ تصریح ہے:

ولکل امۃ اجل ج فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔	ہر گروہ کے لیے ایک مدت مقررہ ہے، جب ان کا وقت مقرر آ جائے گا تو وہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکیں گے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۶ھ

(اعراف : ۳۴) نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

اس اشکال کے علماء نے متعدد جوابات دیئے ہیں، ان میں سے صحیح جواب یہ ہے کہ عمر میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ عمر میں برکت دی جائے، اور عبادات کی توفیق دی جائے۔ اور اس کی زندگی کے اوقات کو ان کاموں پر صرف کیا جائے جو اس کے لیے آخرت میں نفع آور ہوں اور غیر مفید کاموں میں ضیاع وقت سے اس کو محفوظ رکھا جائے، دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر اور رزق میں زیادتی کا تعلق تقدیر معلق سے ہے تقدیر مبرم سے نہیں ہے، مثلاً فرشتوں کو لوح محفوظ میں یہ دکھایا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہے اور اگر اس نے صلہ رحم کیا تو اس کی عمر چالیس سال بڑھا دی جائے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس نے صلہ رحم کرنا ہے یا نہیں اور اس کی عمر کتنی ہے قرآن مجید کی اس آیت سے یہی مراد ہے اور یہی تقدیر مبرم ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اس کے مرنے کے بعد دنیا میں اس کا ذکر جمیل باقی رہے گا اور اس کے اعمال صالحہ کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا، قرآن مجید میں ہے:

انا نحن نحی الموتی ونکتب ما قدموا واثارھم۔ (یٰسین : ۱۲) بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور ان کے آگے بھیجے ہوئے اعمال اور نشانات کو ہم لکھ رہے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاخرین۔ (شعراء : ۸۴) میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ۔

سو عمر میں زیادتی کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مرنے کے بعد اس کے اعمال کے ثواب اور اس کے ذکر جمیل کو جاری رکھے۔

حدیث نمبر ۶۴۰۲ میں ہے، جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحم کرتا ہے وہ ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اس جلتی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطع رحم کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا اور اس میں حسن سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے، یا اس کا مطلب یہ ہے نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو نیز اس حدیث میں ہے: "جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا" اس کا معنی یہ ہے کہ ان کی جفا کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں صبر کی توفیق دے کر تمہاری مدد کرے گا اور دنیا میں اور آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں دیگا تم اس کو سلام مت کرو، کیونکہ تم سلام کر کے اس کو حرام کا مرتکب کر رہے ہو، یہ نکتہ غلط ہے، بلکہ تم اس کو سلام کرو، ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے توبہ کر لے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سنت کو مت ترک کرو اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رد ہے، کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس کے حسن سلوک پر دوام اور بقاء کی ہدایت دی۔ اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا موقعہ ملتا ہے۔ [۱]

٭

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

بَابٌ ۹۰۲ تَحْرِيمِ التَّحَاسُدِ وَالتَّبَاغُضِ وَالتَّدَابُرِ

حسد، بغض اور کسی سے روگردانی کرنے کی حرمت

۶۴۰۳ - حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور اللہ کے بندے، بھائی بھائی ہو جاؤ، ایک مسلمان کے لیے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔

۶۴۰۴ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ح وَحَدَّثَنِيهِ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو مزید سندیں بیان کیں۔

۶۴۰۵ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَلَا تَقَاطَعُوا۔

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اس میں لا تقاطعوا "قطع تعلق نہ کرو" کے الفاظ ہیں۔

۶۴۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ أَمَّا رِوَايَةُ يَزِيدَ عَنْهُ فَكَرِوَايَةِ سُفْيَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ يَذْكُرُ الْخِصَالَ الْأَرْبَعَةَ جَمِيعًا وَأَمَّا حَدِيثُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا۔

عبد الرزاق کی روایت میں ہے: حسد نہ کرو، ترک تعلق نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے روگردانی کرو۔

۶۴۰۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَقَاطَعُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، اور قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔

۶۴۰۸ - حَدَّثَنِيهِ عَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ، وَزَادَ كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ۔

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اس میں ہے جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

تدابر کا معنی ہے ایک دوسرے سے دشمنی رکھنا، یا ایک دوسرے سے قطع تعلق کرنا، کیونکہ پھر ہر شخص دوسرے کو دیکھ کر منہ پھیر لیتا ہے اور حسد کا معنی ہے کسی شخص کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا یہ حرام ہے، اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ، اس کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کا سا معاملہ کرو، اور شفقت، محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی میں تعاون کرتے رہو اور خلوص اور صاف دل کے ساتھ رہو، اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے رہو، بعض علماء نے کہا بغض کی ممانعت سے مقصود یہ ہے کہ ان اسباب اور بری خواہشات سے باز رہو جو بغض کو پیدا کرتی ہیں۔

باب ۳۰۹: تَحْرِيمِ الْهَجْرِ فَوْقَ ثَلَاثٍ بِلَا عُذْرٍ شَرْعِيٍّ

بغیر عذر شرعی کے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنے کی حرمت

۶۴۰۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھے، دونوں باہم ملیں تو اس سے منہ موڑے، وہ اس سے منہ موڑے، ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔

۶۴۱۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ وَمِثْلِ حَدِيثِهِ إِلَّا قَوْلَهُ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَيُعْرِضُ هٰذَا فَإِنَّهُمْ جَمِيعًا قَالُوا فِي حَدِيثِهِمْ غَيْرَ مَالِكٍ فَيَصُدُّ هٰذَا وَيَصُدُّ هٰذَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں، ان سب میں یہ الفاظ ہیں "فیصد ھذا ویصد ھذا"۔

۶۴۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

اَبِی فُدَیْكٍ اَخْبَرَنَا الضَّحَّاكُ (وَهُوَ ابْنُ عُثْمَانَ) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَیَّامٍ۔

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے لیے تین دن کے بعد ترک تعلق جائز نہیں ہے۔

۶۴۱۲- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ (یَعْنِی ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ ثَلَاثٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن کے بعد ترک تعلق جائز نہیں ہے۔

تین دن تک ترک تعلق معاف رکھنے کی وجہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء نے یہ کہا ہے کہ اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، اور اس حدیث کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ تین دن تک ترک تعلق رکھنا جائز ہے، اور تین دن کے لیے ترک تعلق اس لیے معاف کیا گیا ہے کہ غضب اور غصہ انسان کی فطرت میں ہے، اور تین دن میں غیظ و غضب کم ہو جاتا ہے یا ختم ہو جاتا ہے جو علماء مفہوم مخالف کے قائل نہیں ہیں وہ تین دن کے لیے ترک تعلق کی رخصت کے بھی قائل نہیں ہیں۔

امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ سلام کرنے سے ترک تعلق ختم ہو جاتا ہے، اور ترک تعلق کا گناہ اٹھ جاتا ہے۔ فقہاء شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص خط دے یا پیغام بھیج دے تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اب ترک تعلق ختم ہو گیا اور ایک قول یہ ہے کہ جب تک بات نہ کرے ترک تعلق ختم نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں" اس سے معلوم ہوا کہ کفار فروع کے مخاطب نہیں ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ کفار بھی احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں اور اس حدیث میں مسلمان کی قید اس لیے ہے کہ مسلمان ہی احکام شرعیہ کو قبول کرتے ہیں اور ان سے نفع اٹھاتے ہیں[1]

بہ طور تادیب اور عتاب تین دن سے زیادہ ترک تعلق کا جواز

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ جس ترک تعلق کی ممانعت ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ حقوق معاشرت یا حقوق صحبت میں تقصیر کی بنا پر ایک دوسرے سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں یا کسی کے عیب نکالنے یا کسی دنیاوی معاملہ میں غضب ناک ہو کر ترک تعلق کر لیتے ہیں سو اس قسم کے معاملہ میں تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اگر کسی شرعی عیب یا معصیت کی بناء پر ترک تعلق کیا جائے تو وہ جائز ہے کیونکہ جب تک اس شرعی عیب یا معصیت کو ترک نہ کیا جائے اور اس کام کا مرتکب اس سے توبہ نہ کر لے اس سے دائماً ترک تعلق رہیگا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت کعب بن مالک اور ان کے اصحاب (جو سستی کی وجہ سے غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے) سے ترک تعلق کیا جائے سوان سے پچاس دن ترک تعلق رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے ترک تعلق رکھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر سے ایک مدت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

تک ترک تعلق رکھا، اور کئی صحابہ کا اس حال میں انتقال ہو گیا کہ انھوں نے ایک دوسرے سے ترک تعلق کر رکھا تھا۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج مطہرات سے ایک ماہ تک اور حضرت کعب بن مالک سے پچاس دن تک ترک تعلق رکھنا بطور عتاب تھا، جب ازواج مطہرات نے مطالبہ نفقہ سے رجوع کر لیا اور حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول ہو گئی تو یہ عتاب اور ترک تعلق ختم ہو گیا۔ خیال رہے کہ سوشل بائیکاٹ اور چیز ہے یہ صرف مرتدین سے روا ہے یا ان لوگوں سے جو علانیہ معصیت کریں اور اس پر جم جائیں اور رجوع کرنے سے انکار کر دیں۔

حضرت ابن الزبیر سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو ترک تعلق کیا تھا، اس کی تفصیل یہ ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عوف بن طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ خبر دی گئی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو بیع کی تھی یا کسی کو کوئی عطیہ دیا تھا، اس کے متعلق حضرت ابن الزبیر نے یہ کہا "بہ خدا حضرت عائشہ رک جائیں ورنہ میں ان کو تصرف کرنے سے روک دوں گا"، حضرت عائشہ نے پوچھا کیا واقعی اس نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! انھوں نے یہ کہا ہے! حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ کے لیے میری یہ نذر ہے کہ میں ابن الزبیر سے کبھی بات نہیں کروں گی، جب ترک تعلق کی مدت طویل ہو گئی تو حضرت ابن الزبیر نے اپنے متعلق سفارش کرائی، حضرت عائشہ نے فرمایا نہیں! میں ان کے متعلق کوئی سفارش قبول نہیں کروں گی، اور اپنی نذر باطل نہیں کروں گی، جب یہ ترک تعلق بہت طویل ہو گیا تو حضرت ابن الزبیر نے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمن بن اسود بن عبد یغوث (یہ دونوں بنو زہرہ سے تھے) رضی اللہ عنہما سے کہا میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم دونوں مجھے حضرت عائشہ کے پاس لے چلو، کیونکہ ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مجھ سے قطع تعلق کرنے کی نذر مانیں، حضرت مسور اور حضرت عبدالرحمن اپنی اپنی چادریں لپیٹے ہوئے گئے اور حضرت عائشہ سے آنے کی اجازت طلب کی اور کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کیا ہم آ سکتے ہیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا آجاؤ! انھوں نے پوچھا کیا ہم سب آجائیں؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں تم سب آجاؤ! حضرت عائشہ کو یہ علم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ حضرت ابن الزبیر بھی ہیں، جب یہ سب داخل ہوئے تو حضرت ابن الزبیر حجاب کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور رونے لگے (حضرت ابن الزبیر حضرت عائشہ کے بھانجے تھے) حضرت ابن الزبیر حضرت عائشہ کو قسم دینے لگے اور رونے لگے اور حضرت مسور اور حضرت عبدالرحمن بھی حضرت عائشہ کو بات کرنے کے لیے قسم دینے لگے، اور کہنے لگے کہ آپ جانتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک تعلق سے منع کیا ہے، اور یہ کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان کا اپنے بھائی سے ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے، جب انھوں نے حضرت عائشہ سے بہت اصرار کیا اور حرج کا بیان کیا تو حضرت عائشہ بھی رونے لگیں اور اپنی نذر کا ذکر کیا اور کہا میں نذر مان چکی ہوں اور نذر کا معاملہ بہت سنگین ہے، وہ دونوں پھر اصرار کرنے لگے، حتیٰ کہ حضرت عائشہ نے بات کر لی، اور اپنی نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کر دیئے، اس کے بعد حضرت عائشہ اپنی نذر کو یاد کر کے روتی تھیں حتیٰ کہ آپ کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھیگ جاتا تھا۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن الزبیر کی خالہ تھیں اور ام المومنین تھیں، جب حضرت ابن الزبیر نے حضرت عائشہ کے متعلق دل آزار کلمات کہے تو ان کا یہ فعل عقوق الوالدین کے قبیل سے تھا، اس لیے حضرت عائشہ نے تادیباً ان سے کلام ختم کر دیا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بطور عتاب اور تادیب تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز ہے۔ یہ بحث ترک تعلق

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

کی سعی، باقی رہا قطع تعلق تو وہ صرف مرتدین، مخالفین اسلام اور معصیت پر اصرار کرنے والوں کے ساتھ جائز ہے۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا ویستھزا بہا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم۔

(نساء: ۱۴۰)

اور بے شک کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو، حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (ورنہ) بلاشبہ تم (بھی) انہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

واذا رایت الذین یخوضون فی ایاتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔

(انعام: ۶۸)

اور (اے مخاطب!) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے منہ پھیر لے حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور (اے مخاطب!) اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد قوم ظالمین کے ساتھ نہ بیٹھو۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔

(ھود: ۱۱۳)

جن لوگوں نے ظلم کیا ان کی طرف مائل نہ ہو، ورنہ تمہیں (دوزخ کی) آگ پہنچے گی۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق احادیث اور آثار

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی اخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جو (پہلے) تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے، سو تم ان سے دور رہو، وہ تم سے دور رہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان یؤمن باللہ وبالیوم الاخر فلا یجلس علی مائدۃ یدار علیھم الخمر ھذا حدیث حسن غریب[1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس میں شراب کا دور چل رہا ہو۔

اس حدیث کو امام دارمی[2]، امام احمد بن حنبل[3] اور امام طبرانی[4] نے بھی روایت کیا ہے، اور حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے[5]

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مجوس ھذہ الامۃ المکذبون باقدار اللہ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم۔[6]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر الٰہی کا انکار کرنے والے اس امت کے مجوس ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود نے دعا قنوت تعلیم کی، اس میں یہ الفاظ ہیں:

نخلع ونترک من یفجرک۔[7]

جو تیری نافرمانی کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔

امام ابوداؤد نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں:

نخلع ونترک من یکفرک۔[8]

جو تیرا کفر کرے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں

امام بیہقی نے بھی یہ الفاظ روایت کیے ہیں۔[9]

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

قال ابو قلابۃ لا تجالسوا اھل الاھواء ولا تجادلوھم فانی لا امن ان یغمسوکم فی ضلالتھم او یلبسوا علیکم ما کنتم

ابو قلابہ نے کہا بدمذہب لوگوں کے پاس مت بیٹھو، اور نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں مبتلا کر دیں گے یا تم پر تمہارے مسلک کو

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۹۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی،

[2] امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰، ج ۳ ص ۳۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم کبیر ج ۱۱ ص ۱۹۱، مطبوعہ عراق

[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[6] امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[7] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۱، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

[8] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، مراسیل ابوداؤد ص ۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[9] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۱۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

تعرفون [۱]

مشتبہ کر دیں گے۔

عن ابن عمر انہ جاءہ رجل فقال: ان فلانا یقرء علیک السلام قال بلغنی انہ قد احدث فان کان احدث فلا تقرء علیہ السلام [۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کے پاس آکر کہا فلاں شخص آپ کو سلام کہتا ہے، حضرت ابن عمر نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ شخص بدعتی ہو گیا ہے اگر وہ واقعی بدعتی ہو گیا ہے تو اس کو میرا سلام نہ کہنا۔

عن الحسن و ابن سیرین انہما قالا: لا تجالسوا اہل الاہواء ولا تجادلوہم ولا تسمعوا منہم [۳]

حسن (بصری) اور ابن سیرین نے کہا بدمذہب لوگوں کے پاس مت بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو اور نہ ان سے احادیث سنو۔

ملا علی متقی بیان کرتے ہیں:

عن معاذ من مشی الی صاحب بدعۃ لیوقرہ فقد اعان علی ہدم الاسلام [۴] (طبرانی وحلیۃ الاولیاء)

حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص کسی بدعتی کی تنظیم کرنے کے لیے گیا، اس نے اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کی۔

اہل بدعت، اہل معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت کے متعلق فقہاء اسلام کی تصریحات

امام قرطبی سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۱۴۰ انکم اذا مثلہم "اگر تم ان کے ساتھ بیٹھے رہے تو تم ان میں شمار ہو گے" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب اصحاب معصیت سے کوئی معصیت ظاہر ہو تو ان سے اجتناب کرنا واجب ہے کیونکہ جو شخص ان سے اجتناب نہیں کرے گا وہ ان کے فعل پر راضی ہو گا، اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا انکم اذا مثلہم، سو ہر وہ شخص جو کسی معصیت کی مجلس میں بیٹھا اور اس نے معصیت پر انکار نہیں کیا تو وہ ان لوگوں کے گناہ میں برابر کا شریک ہے، اس پر لازم ہے کہ جب وہ لوگ معصیت کے متعلق گفتگو کریں یا اس پر عمل کریں تو ان پر انکار کرے اور اگر انکار کی قدرت نہیں رکھتا تو اٹھ جائے تاکہ اس آیت کا مصداق نہ بنے، حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو شراب پیتے ہوئے پکڑا، ان میں سے ایک شخص کے متعلق آپ کو بتایا گیا کہ وہ روزہ دار ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہ آیت پڑھی انکم اذا مثلہم یعنی معصیت پر راضی ہونا بھی معصیت ہے، حتیٰ کہ فاعل اور جو اس فعل پر راضی ہو، دونوں کو سزا دی جائے گی۔ [۵]

۱۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

۲۔ " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۱ - ۹۰، " "

۳۔ " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۱ " "

۴۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

۵۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۵ ص ۴۱۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

سورۂ انعام کی آیت نمبر ۶۸ کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

علامہ ابن العربی نے کہا اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ اہل کبائر کی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں ہے، ابن خویز منداد نے کہا جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرے اور ان کا مذاق اڑائے اس کی مجلس کو چھوڑنا واجب ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا وہ کافر، اور ہمارے اصحاب نے دشمن کے ملک اور ان کی عبادت گاہوں اور کفار اور اہل بدعت کی مجالس میں داخل ہونے سے منع کیا ہے، ان سے دوستی رکھی جائے نہ ان سے کلام کیا جائے نہ ان سے بحث کی جائے، فضیل بن عیاض نے کہا کہ جو شخص کسی بدعتی سے محبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور اس کے دل سے ایمان کے نور کو نکال دیتا ہے اور جس شخص نے کسی بدعتی سے اپنی لڑکی کی شادی کی اس نے قطع رحم کیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو منہدم کرنے پر معاونت کی۔ (مستدرک للحاکم) اس حدیث سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ہو گیا کہ اگر انسان خود کو ان کے شر سے محفوظ رکھ سکے تو پھر ان کی مجلس میں بیٹھنا صحیح ہے۔ [1]

سورہ ہود کی آیت نمبر: ۱۱۳ (ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں دوزخ کا عذاب ہوگا) کی تفسیر میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اہل کفر، اہل معصیت اور اہل بدعت سے قطع تعلق کرنا واجب ہے کیونکہ ان کی صحبت یا کفر ہے یا معصیت اور صحبت محبت سے خالی نہیں ہوتی، البتہ اگر کسی اضطرار کی وجہ سے کسی ظالم کے پاس بیٹھنا پڑے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ [2]

امام رازی شافعی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت میں ظالموں کے ساتھ محبت سے میل جول سے منع فرمایا ہے، محققین کے نزدیک ممانعت اس چیز میں ہے کہ ظالموں کے ظلم پر راضی ہو اور ان کے طریقہ کار کی تحسین و تزیین کرے، اور دوسرے علماء کے نزدیک کسی معاملہ میں بھی ظالموں کے ساتھ شریک ہونا منع ہے، البتہ دفع ضرر یا کسی فوری منفعت کے حصول کے لیے ظالموں سے ملنا جلنا ممنوع نہیں ہے۔ [3]

نیز امام رازی سورۂ نساء کی آیت نمبر: ۱۴۰، (انکم اذا مثلھم) اگر تم ظالموں کے ساتھ بیٹھو گے تو تم ان کی مثل ہو جاؤ گے کے تحت لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے، اور جو شخص کسی برائی کو دیکھ کر راضی ہو اور برائی کرنے والے کے ساتھ مل جل کر رہے تو وہ بھی برائی کرنے والے کے گناہ میں برابر کا شریک ہوگا خواہ اس نے اس برائی کا ارتکاب نہ کیا ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے لفظ مثل کا ذکر کیا ہے، یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی شخص ظالموں اور فاسقوں کے ساتھ حالت ظلم اور فسق میں بیٹھنے پر راضی ہو، لیکن اگر وہ اس ظلم اور فسق پر ناراض ہو اور کسی اضطرار اور مجبوری کی بناء پر خوف سے بیٹھا ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہے۔ [4]

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۷ ص ۱۳، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] " " " " ، الجامع لاحکام القرآن ج ۹ ص ۱۰۸، " " " "

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۹۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] " " " " ، تفسیر کبیر ج ۳ ص ۳۳۲، " " "

علامہ سید آلوسی حنفی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسقوں اور ہر قسم کے بدعتیوں کی مجلس میں بیٹھنا حرام ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی، ابو وائل اور عمر بن عبد العزیز کا یہی مسلک ہے، اور ہشام بن عروہ نے روایت کیا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ایک روزہ دار کو دیکھا کہ وہ شراب پینے والوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے تو انھوں نے اس کو بھی سزا دی، جب ان کو یہ بتایا گیا کہ یہ روزہ دار ہے تو انھوں نے یہ آیت پڑھی، انکم اذا مثلہم۔ [1]

حافظ ابن کثیر حنبلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود اس مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا جا رہا ہو، ان کا استہزاء کیا جا رہا ہو اور ان کی تنقیص کی جا رہی ہو اور تم ان پر انکار کرو اور رد نہ کرو تو تم بھی اس استہزاء میں شریک ہو اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انکم اذا مثلہم "یعنی تم بھی سزا اور گناہ میں شریک ہو گے، جیسا کہ حدیث میں ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس دعوت میں نہ شریک ہو جس میں شراب کا دور چل رہا ہو۔ [2]

ترک تعلق اور قطع تعلق کے سلسلہ میں حرف آخر

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا باہمی رنجش میں تین تک ترک تعلق رکھنا معاف ہے اور تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھنا جائز نہیں ہے اور اگر تادیب اور عتاب مقصود ہو تو تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھنا بھی جائز ہے۔ اور جو لوگ علانیہ معصیت کریں اور اس پر ڈٹ جائیں اور توبہ نہ کریں اور اہل بدعت اور مخالفین اسلام سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے، قرآن مجید، احادیث، آثار اور فقہاء اسلام کی یہی تصریح ہے۔

تعلق توڑنے کے گناہ اور تعلق جوڑنے کے ثواب کے متعلق احادیث

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ہشام بن عامر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحل لمسلم ان یہجر مسلما فوق ثلاث فانہما ناکبان عن الحق ما داما علی صرامہما وان اولہما فیئا یکون سبقہ بالفیئ کفارۃ فان سلم ولم یرد علیہ سلامہ ردت علیہ الملائکۃ ورد علی الآخر الشیطان فان ماتا علی صرامہما لم یجتمعا فی الجنۃ ابدا۔ [3]

حضرت ہشام بن عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلق رکھے، جب تک وہ دونوں قطع تعلق رکھیں گے وہ حق کے راستے سے ہٹے رہیں گے، ان دونوں میں سے جو شخص پہلے تعلق جوڑنے کے لیے رجوع کرے گا، اس کا یہ رجوع اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا، اگر اس نے سلام کیا اور دوسرے نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا تو فرشتے اس کے سلام کا جواب دیں گے، اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا، اگر

[1] علامہ ابو الفضل سید محمد آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۵ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۱۵، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت

[3] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۰۔ ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ

وہ اسی قطع تعلق پر مر گئے تو جنت میں کبھی جمع نہیں ہوں گے۔

اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، امام احمد کی روایت کے راوی صحیح ہیں۔ [۱]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یصافح اخاہ لیس فی صدرہ واحد منہما علی اخیہ حنۃ لم تتفرق ایدیہما حتی یغفر اللہ لہما علی ما مضی من ذنوبہما ومن نظر الی اخیہ لیس فی قلبہ او صدرہ حنۃ لم یرجع الیہ طرفہ حتی یغفر اللہ لہما ما مضی من ذنوبہما۔ [۲]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اپنے بھائی سے اس حال میں مصافحہ کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کے سینہ میں اپنے بھائی کے خلاف کینہ نہیں ہوتا تو ان کے مصافحہ ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے گذشتہ گناہ معاف فرما دے گا اور جس شخص نے اپنے بھائی پر اس حال میں نظر ڈالی کہ اس کے دل میں یا اس کے سینہ میں اس کے خلاف کینہ نہ ہو تو اس کی نظر واپس لوٹنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے گذشتہ گناہ بخش دے گا۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل الھجر فوق ثلاثۃ ایام فان التقیا فسلم احدھما علی الآخر فرد السلام اشترکا فی الاجر وان ابی الآخر ان یرد السلام بریٔ ھذا من الاثم وباء بہ الآخر وقد حسبت ان ماتا وھما متھاجران لا یجتمعان فی الجنۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن شیخہ مقدام بن داؤد وھو ضعیف وقال ابن دقیق العید فی الامام انہ وثق۔ [۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین دن سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے، اگر دونوں کی ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا تو دونوں اجر میں شریک ہوں گے، اور اگر دوسرے نے سلام کا جواب دینے سے انکار کیا، تو پہلا گناہ سے بری ہو گیا اور دوسرا گنہگار ہو گا۔ اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ دونوں ترک تعلق کی حالت پر مر گئے تو وہ جنت میں جمع نہیں ہوں گے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اپنے شیخ مقدام بن داؤد سے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے اور ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ اس کی توثیق کی گئی ہے۔

---

[۱] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[۳] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

بَابُ ۹۰ تَحْرِيمِ الظَّنِّ وَالتَّجَسُّسِ وَالتَّنَافُسِ وَنَحْوِهَا

بدگمانی، تجسس اور حرص کی ممانعت

۶۴۱۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب مت تلاش کرو، حرص نہ کرو، حسد نہ کرو، بغض نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَهَجَّرُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے سے ترک تعلق مت کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور کسی کا عیب تلاش نہ کرو، اور کسی کی بیع پر بیع نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب تلاش مت کرو، تناجش نہ کرو (کسی کو پھانسنے کے لیے کسی چیز کی زیادہ قیمت نہ لگاؤ) اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۶ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ نَصْرٍ الْجَهْضَمِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللهُ۔

اسی سند سے روایت ہے: ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے بھائی بھائی بن جاؤ۔

۶۴۱۷ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، حرص نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

حدیث نمبر ۶۴۱۳ میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

ظن کی تعریف اور قرآن مجید میں ظن کے استعمال کے مواضع

منطق کی اصطلاح میں ظن تصدیق کی قسم ہے اور یہ جزم اور یقین کے مقابل ہے، جب انسان دو خبروں یا حکموں میں سے کسی ایک جانب کو ترجیح اور تغلیب دے دے اور اس کی مخالف جانب کو بھی مغلوب اور مرجوح درجہ میں جائز قرار دے تو یہ ظن ہے، اور اس کی مخالف جانب وہم ہے، مثلاً ایک انسان چار بار اپنا بلڈ پریشر چیک کرے، تین بار چیک کرنے کے نتیجہ میں بلڈ پریشر نارمل ہو اور ایک بار چیک کرنے کے نتیجہ میں اس کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا ہو، تو اس کا ذہن اس حکم کو ترجیح دے گا کہ اس کا بلڈ پریشر نارمل ہے اور یہ حکم بدرجہ ظن ہے کیونکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین بار کا چیک اپ غلط ہو اور ایک بار کا صحیح ہو، اسی لیے اس کا ذہن اس حکم کو بھی جائز قرار دے گا کہ اس کا بلڈ پریشر بڑھا ہوا ہے لیکن یہ حکم درجہ وہم میں ہے اور اگر چاروں مرتبہ چیک کرنے کے نتیجہ میں بلڈ پریشر نارمل ہو تو اس کو بلڈ پریشر نارمل ہونے کا جزم ہوگا، اگر یہ جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک مشکک سے زائل نہ ہو تو اس کو یقین کہتے ہیں اس یقین کو علم سے بھی تعبیر کرتے ہیں، قرآن مجید میں ظن اور علم کا بکثرت استعمال ہوا ہے، اکثر جگہ ظن اپنے معنی میں اور علم اور یقین کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، اس کی مثال یہ ہے:

ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین۔ (جاثیہ: ۳۲)
(کفار نے کہا، قیامت پر) ہمیں صرف ظن ہے، اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

وما لھم بذلک من علم ان ھم الا یظنون (جاثیہ: ۲۴)
انہیں (کفار کو مرنے کے بعد جینے کے انکار کا) کوئی علم نہیں ہے وہ صرف ظن کر رہے ہیں۔

ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن ج (نساء: ۱۵۷)
(حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھا نے کے متعلق) ان کو کوئی علم نہیں ہے البتہ وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون۔ (انعام: ۱۱۶)
یہ کفار صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں اور وہ صرف غلط قیاس آرائی کرتے ہیں۔

وما یتبع اکثرھم الا ظنا ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ (یونس: ۳۶)
اور ان کے اکثر لوگ (علم کے مقابلہ میں) ظن کی پیروی کرتے ہیں، اور بے شک ظن حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔

ان تمام آیات میں ظن کی جو مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہ ظن ہے جو علم اور یقین کے مقابلہ میں کسی خلاف واقع حکم پر ظن ہو، قرآن مجید کی بعض آیات میں علم اور یقین پر بھی ظن کا اطلاق کیا گیا، اس کی مثال یہ آیات ہیں:

الذین یظنون انھم ملقوا ربھم۔ (بقرۃ: ۴۶)
جو لوگ یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔

قال الذین یظنون انھم ملقوا اللہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔
جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملاقات کرنے والے ہیں، انہوں نے کہا: اللہ کے اذن سے بہت سی قلیل

(بقرہ: ۲۴۹)

جماعتیں کثیر جماعتوں پر غالب آچکی ہیں۔

بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲)

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔

لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسھم خیرا وقالوا ھذا افک مبین۔ (نور: ۱۲)

(ایسا) کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ (تہمت کی) بات سنی تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنوں کے بارے میں نیک گمان کیا ہوتا اور کہا ہوتا کہ یہ کھلا بہتان ہے۔

بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدا وزین ذلک فی قلوبکم وظننتم ظن السوء ج وکنتم قوما بورا۔ (فتح: ۱۲)

بلکہ تمہارا گمان تو یہ تھا کہ (اب) رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف ہرگز کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے، اور یہی بات تمہارے دلوں میں مزین کر دی گئی تھی، اور تم نے بہت برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

ویعذب المنفقین والمنفقت والمشرکین والمشرکت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء۔ (فتح: ۶)

اور (تاکہ اللہ تعالیٰ) منافق مردوں اور منافق عورتوں کو عذاب دے، جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں، ان پر بدترین گردش ہے۔

وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ۔ (آل عمران: ۱۵۴)

اور (منافقوں کا) ایک گروہ تھا جو اپنی جانوں کے غم میں گرفتار تھا، وہ اللہ پر ناحق بدگمانی کرتا تھا جاہلیت کی سی بدگمانی۔

بدگمانی کی مذمت اور ممانعت کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حارثۃ بن النعمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لازمات امتی الطیرۃ والحسد وسوء الظن فقال رجل ما یذھبھن یا

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں تین چیزیں لازماً رہیں گی، بدفالی، حسد اور بدگمانی، ایک شخص نے

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

رسول اللہ ممن ھن فیہ قال اذ حسدت فاغفر اللہ واذا ظننت فلا تتحقق واذا تطیرت فامض رواہ الطبرانی وفیہ اسمعیل بن قیس الانصاری وھو ضعیف ۔[۱]

عرض کیا: یارسول اللہ! جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے؟ آپ نے فرمایا: جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور جب تم کوئی بدگمانی کرو تو اس پر جمے نہ رہو اور جب تم (کسی کام کے خلاف) بد فالی نکالو تو اس کام کو کر لو۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں اسماعیل بن قیس انصاری ایک ضعیف راوی ہے۔

عن ابی حازم قال اشترینا من ابن عمر بیتا فجلس علی الباب فکثر الغبار فقلنا یا اباعبدالرحمن انا لا ناخذ الا حقا ولا نخونک قال انی اخاف الظن رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات ۔[۲]

ابوحازم بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر سے ایک مکان خریدا، وہ اس کے دروازے پر بیٹھ گئے پھر غبار بہت اڑا، ہم نے کہا اے ابوعبدالرحمان ہم آپ سے صرف حق وصول کریں گے اور آپ سے خیانت نہیں کریں گے۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: میں بدگمانی سے ڈرتا ہوں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

بدگمانی کے حرام ہونے کا بیان

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:
صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے "بدگمانی کرنے سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تجسس کرو اور نہ کسی کی ٹوہ میں رہو"، ہمارے علماء نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں جس بدگمانی سے منع کیا ہے اس سے مراد تہمت ہے، اور ممنوع وہ تہمت ہے جو بغیر کسی سبب موجب کے ہو، مثلاً کوئی شخص بغیر کسی دلیل اور شہادت کے کسی آدمی پر زنا یا شراب نوشی کی تہمت لگائے، یہاں بدگمانی سے مراد تہمت ہے، اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا: ولا تجسسوا "تجسس نہ کرو" کیونکہ ابتداءً انسان کے ذہن میں کسی کے متعلق کوئی برا گمان آتا ہے پھر وہ اپنے گمان کی تصدیق کے لیے اس کی ٹوہ میں رہتا ہے، اس کی باتیں سنتا ہے اور اس کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے، بعض اوقات جاسوسی کرتا ہے، تاکہ اس کے ذہن میں جو اس شخص کے متعلق برا گمان آیا تھا اس کی تائید اور توثیق حاصل کر سکے، اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجسس کرنے اور کسی کی ٹوہ میں لگے رہنے سے منع فرما دیا اور ہر وہ چیز جس کے متعلق کوئی صحیح علامت اور سبب ظاہر نہ ہو، اس کے بارے میں بدگمانی کرنا حرام ہے اور اس بدگمانی سے اجتناب کرنا واجب ہے۔ بدگمانی کے حرام ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایک شخص ظاہراً نیک اور متقی ہو سو ایسے شخص کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی حرام کام کو علانیہ کرتا ہو، اس پر نادم اور تائب نہ ہو اور اس حرام کام پر اصرار کرتا ہو تو اس کے خلاف شہادت دینا واجب ہے، بشرطیکہ نصاب شہادت ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون، اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے۔[۳]

---

[۱] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲] مجمع الزوائد ج ۸ ص ۸۱، " " "

[۳] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۲-۳۳۱ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

ظن کی اقسام اور ان کے احکام

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

ظن کی بعض اقسام میں ظن کی اتباع کرنا مباح ہے، جیساکہ دنیاوی اُمور اور کاروباری معاملات میں ظن کے مطابق عمل کرنا، عام مسلمانوں کے متعلق حسنِ ظن رکھنا مستحب ہے اور بعض اقسام میں ظن کی اتباع کرنا واجب ہے جیساکہ واجبات شرعیہ عملیہ یہ وہ اُمور ہیں جو قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ اور ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ ہوں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا بھی واجب ہے، اور بعض اقسام وہ ہیں جن میں ظن کرنا حرام ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کے متعلق دلائل قطعیہ کے برخلاف محض ظن سے یا دلائل ظنیہ سے کوئی عقیدہ مان لیا جائے سو یہ ظن حرام ہے اسی طرح مسلمانوں کے متعلق سوءِ ظن (بدگمانی) کرنا بھی حرام ہے، کیونکہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے مسلمان کے خون اس کی عزت اور اس کے متعلق بدگمانی کو حرام کر دیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے بھائی کے متعلق بدگمانی کی اس نے اپنے رب کے متعلق بدگمانی کی۔"

جس شخص کے بارے میں مشاہدہ سے یہ معلوم ہو کہ اس کا ظاہر حال نیک ہے اور وہ احکام شرعیہ میں خیانت نہیں کرتا اس کے متعلق بدگمانی کرنا حرام ہے، لیکن جو شخص مشتبہ کام کرتا ہو اور علانیہ حرام کاری کرتا ہو، مثلاً شراب کی دکانوں پر اس کی آمد ورفت عام ہو اور ناچنے گانے والی طوائفوں کی صحبت میں رہتا ہو اور بے ریش لڑکوں کو دیکھتا رہتا ہو، اس کے متعلق بدگمانی کرنا حرام نہیں ہے خواہ اس نے اس شخص کو شراب پیتے ہوئے یا زنا یا اغلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے میرے بعض دوستوں نے مجھے یہ خط لکھا کہ: جب تک تم کو غالب اور قوی دلیل نہ ملے اپنے بھائی کے عمل کو اچھے محمل پر محمول کرو، مسلمان کی کہی ہوئی بات کا جب تک تم اچھا محمل نکال سکتے ہو اس کو برے محمل پر محمول نہ کرو، جو شخص ان کاموں میں مشغول رہتا ہے جن پر تہمت لگائی جاتی ہے وہ (بعد میں) اپنے علاوہ اور کسی شخص کو ملامت نہ کرے، جو شخص اپنے راز کو مخفی رکھتا ہے خیر اس کے ہاتھ میں رہتی ہے جو شخص تیرے لیے اللہ کی معصیت کرے وہ اس کی مثل نہیں ہے جو تیرے لیے اللہ کی اطاعت کرے، سچے لوگوں کی مجلس میں رہو وہ راحت میں تمہارے رفیق ہوں گے اور مصیبت میں تمہارے مددگار، اللہ کی قسم کھانے کو معمولی نہ سمجھو اللہ تمہیں ذلیل کر دے گا، جب تک کوئی چیز موجود نہ ہو اس کے متعلق سوال نہ کرو، جو تم کو پسند کرتا ہو، اسی شخص سے بات کرو، خواہ تم کو قتل کر دیا جائے سچائی کو نہ چھوڑو، دشمنوں سے الگ رہو، دوستوں سے سنبھل کر رہو، ماسوا اس دوست کے جو امین ہو اور امین وہی ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو، اپنے معاملات میں ان سے مشورہ کرو جو خلوت میں اللہ سے ڈرتے ہوں۔ [1]

حدیث نمبر ۶۴۱۳ کا دوسرا جملہ یہ ہے: "تجسس اور تحسس نہ کرو"، تجسس کا معنی ہے ظاہری عیب تلاش کرنا اور تحسس کا معنی ہے، باطنی عیب تلاش کرنا، دوسرا قول یہ ہے کہ تجسس کا معنی ہے کسی کے ذریعہ کسی کا عیب معلوم کرنا اور تحسس کا معنی ہے، خود کسی کا عیب معلوم کرنا۔ [2]

کسی کا عیب تلاش کرنے سے قرآن مجید میں بھی منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱؎ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲؎ " " " ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۱، " " "

ولا تجسسوا۔ (حجرات: ۱۲) اور کسی کے عیوب کی جستجو نہ کرو۔

مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انک ان اتبعت عورات الناس افسدتھم او کدت ان تفسدھم۔[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اگر تم نے لوگوں کے عیوب تلاش کیے تو تم ان کو ضائع کر دو گے، یا عنقریب ان کو ضائع کر دو گے۔

عن ابی امامۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الامیر اذا ابتغی الریبۃ فی الناس افسدھم۔[2]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امیر لوگوں کے عیوب تلاش کریگا تو وہ ان کو ضائع کر دے گا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ستر عورۃ اخیہ المسلم ستر اللہ عورتہ یوم القیمۃ ومن کشف عورۃ اخیہ المسلم کشف اللہ عورتہ حتی یفضحہ فی بیتہ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کو چھپایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب کو چھپائے گا اور جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کے عیب کی پردہ دری کی اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پردہ چاک کر دے گا اور اس شخص کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذوا ولا تعیروھم ولا تطلبوا عوراتھم فانہ من طلب عورۃ اخیہ المسلم طلب اللہ عورتہ حتی یفضحہ فی بیتہ۔[4]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو ایذاء نہ دو، لوگوں کو عار نہ دلاؤ (یعنی ان کے وہ عیوب نہ بیان کرو جن سے وہ شرمندہ ہوں) لوگوں کے عیوب نہ ڈھونڈو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر کے اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان، لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ” ” ” ” ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۴، ” ” ”

[3] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۲۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن ابی برزۃ الاسلمی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر من آمن بلسانہ ولم یدخل الایمان قلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم فانہ من یتبع عوراتہم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ فی بیتہ۔ [1]

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہیں اور ان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ جس کا عیب ظاہر کرے گا اس کو اس کے گھر میں رسوا کر دے گا۔

اس حدیث کو امام ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن البراء بن عازب قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اسمع العواتق فی بیوتہا او قال فی خدورہا ثم قال یا معشر من آمن بلسانہ ولم یؤمن بقلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتہم فانہ من تتبع عورۃ اخیہ المسلم تتبع اللہ عورتہ ومن تتبع اللہ عورتہ یفضحہ ولو فی جوف بیتہ [3]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ دیا کہ آزاد عورتوں کو ان کے گھروں یا ان کے پردوں میں سنایا، پھر فرمایا: اے وہ لوگو جو زبان سے ایمان لائے ہو اور دل سے ایمان نہیں لائے، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور ان کے عیوب تلاش نہ کرو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا عیب ظاہر کر دے گا، اور جس کا عیب اللہ تعالیٰ ظاہر کرے گا وہ اس کو رسوا کر دے گا خواہ وہ گھر کے کسی کونے میں ہو۔

عن محمد بن منازل یقول المؤمن یطلب معاذیر اخوانہ والمنافق یطلب عثرات اخوانہ [4]

محمد بن منازل کہتے ہیں کہ مومن اپنے بھائیوں کا عذر تلاش کرتا ہے اور منافق اپنے بھائیوں کی لغزشیں ڈھونڈتا ہے۔

عن حمدون القصار یقول اذا زل اخ من اخوانکم فاقبلوا لہ سبعین عذرا فان لم یقبل قلوبکم فاعلموا ان المعیب انفسکم

حمدون قصار بیان کرتے ہیں جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی بھائی لغزش کھا جائے تو اس کے ستر عذر (بھی) قبول کر لو، اگر تمہارا دل قبول نہ کرے تو جان لو کہ یہ تمہارا

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۴، ۴۲۱، ۴۲۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابویعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی ج ۲ ص ۲۸۶، ج ۶ ص ۴۷۰، مطبوعہ مؤسستہ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۵۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[4] " " " ، کتاب شعب الایمان ج ۷، ص ۵۲۱، " " "

حیث ظھر لمسلم سبعین عذرا فلم یقبلہ۔[1] عیب ہے کہ ایک مسلمان کے ستر عذر ظاہر ہوئے اور تم نے ان کو قبول نہیں کیا۔

مسلمانوں کے شخصی اور نجی عیوب کی جستجو کی ممانعت کے متعلق آثار صحابہ اور بحث و نظر

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک رات میں حضرت عمر کے ساتھ گشت پر جا رہا تھا، ہم نے ایک گھر کے دروازے پر چراغ دیکھا، اس گھر سے شور و غل کی آوازیں آ رہی تھیں، حضرت عمر نے کہا یہ ربیعہ بن امیہ بن خلف کا گھر ہے اور یہ لوگ اس وقت شراب پی رہے ہیں، تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کام سے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا تجسسوا"، اور ہم تجسس کر رہے ہیں پھر حضرت عمر واپس لوٹ گئے اور ان کو چھوڑ دیا ——— ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ خبر دی گئی ابو محجن ثقفی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے گھر میں شراب پی رہا ہے، جب حضرت عمر اس کے گھر گئے تو اس کے پاس صرف ایک شخص تھا، ابو محجن نے کہا: اے عمر! آپ کے لیے یہ جائز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس کرنے سے منع فرمایا ہے، عمر چلے گئے اور اس کو چھوڑ دیا ——— زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن رات کو گشت پر جا رہے تھے، انہوں نے ایک گھر میں آگ جلتی دیکھی، وہ اجازت لے کر گھر میں گئے تو ایک مرد اور عورت کو دیکھا، عورت گا رہی تھی اور مرد کے ہاتھ میں پیالہ تھا، حضرت عمر نے کہا تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت عمر نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا میری بیوی ہے، پوچھا اس پیالے میں کیا ہے؟ اس نے کہا صاف اور شیریں پانی، پھر اس عورت سے پوچھا تم کیا گا رہی تھیں؟ اس عورت نے وہ اشعار سنائے جو اس نے خاوند کے فراق میں گائے تھے، پھر اس شخص نے کہا اے امیر المومنین! ہمیں اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لا تجسسوا حضرت عمر نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو ——— عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک شخص رہتا تھا، اس کی بہن بیمار ہو گئی، وہ اس کی عیادت کرتا تھا، ایک دن وہ مر گئی، ان نے اس کو دفن کر دیا، اس شخص نے اپنی بہن کو خود قبر میں اتارا تھا، اتارتے وقت اس کی آستین سے ایک تھیلی گر گئی جس میں دینار تھے، اس نے اپنے بعض ساتھیوں کے ساتھ مل کر قبر کو کھودا اور وہ تھیلی نکال لی، اس نے سوچا کہ دیکھوں، مرنے کے بعد میری بہن کا کیا حال ہے؟ دیکھا تو اس کی قبر میں آگ کے شعلے لپک رہے تھے، اس نے اپنی ماں سے پوچھا بتاؤ میری بہن کیا عمل کرتی تھی؟ اس کی ماں نے کہا اب وہ مر چکی ہے تم پوچھ کر کیا کرو گے؟ جب اس نے بہت اصرار کیا تو ماں نے بتایا کہ وقت گزر جانے کے بعد نماز پڑھتی تھی، اور جب پڑوس کے لوگ سو جاتے تو وہ ان کے گھروں کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہو جاتی ان کے عیوب معلوم کرتی، پھر ان کے راز فاش کر دیتی، اس شخص نے کہا اسی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا کی گئی ———[2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خرائطی "مکارم الاخلاق" میں ثور کندی سے روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت کے

---

[1] علامہ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷ ص ۵۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۳-۳۳۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

لیے جا رہے تھے، آپ نے ایک شخص کی آواز سنی جو اپنے گھر میں گا رہا تھا آپ اس کے گھر کی دیوار پر چڑھ گئے، دیکھا وہاں شراب بھی موجود ہے اور ایک عورت بھی، آپ نے پکار کر کہا: اے دشمن خدا! کیا تو نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ تو اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ تعالیٰ تیرا پردہ فاش نہیں کرے گا اس نے جواب دیا اے امیر المومنین جلدی نہ کیجئے اگر میں نے ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع کیا تھا (ولا تجسسوا) اور آپ نے تجسس کیا، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ (واتوا البیوت من ابوابھا) (بقرہ: ۱۸۹) اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے، اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں اجازت لیے بغیر نہ جاؤ۔ (لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا) (نور: ۲۷) اور آپ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں تشریف لائے" یہ جواب سن کر حضرت عمر اپنی غلطی مان گئے اور انھوں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، البتہ اس سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ بھلائی کی راہ اختیار کرے گا۔ [1]

علامہ قرطبی مالکی اور علامہ آلوسی حنفی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے جو یہ واقعات نقل کیے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کی شخصی اور نجی برائیوں کی جستجو اور ٹوہ لگانے کے لیے جاسوسی کا محکمہ قائم نہیں کرنا چاہیے، ان برائیوں کی اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے منع کرنے کے لیے مبلغین دین کا انتظام کیا جائے جو لوگوں کو خدا خوفی کی تلقین کریں اور جب کوئی برائی بالکل ظاہر ہو جائے اور اس پر شرعی شہادت قائم ہو جائے تو اس پر احکامِ شریعت کے مطابق حدود اور تعزیرات قائم کی جائیں جس سے لوگوں کو عبرت ہو اور برائی کے ارتکاب سے باز رہیں۔

اس آیت میں جس تجسس سے منع کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کسی شخص کی ذاتی اور نجی زندگی کے عیوب تلاش کیے جائیں اور اس کو معاشرہ میں بدنام کیا جائے، آج کل اخبار نویس، صحافی اور رپورٹر مشہور لوگوں کی ذاتی اور نجی زندگی کے عیوب کا کھوج لگا کر ان کے دستاویزی ثبوت فراہم کرتے ہیں اور اس سے اپنے اخبار اور رسالوں کی اشاعت بڑھاتے ہیں یہ طریقہ سخت مذموم ہے، اور شرعاً ناجائز ہے، ہاں اگر کوئی مشہور شخص کھلے عام کوئی ناجائز کام کرتا ہے اور احکام شرعیہ کی علانیہ خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کو سزا دلوانے کے لیے سعی اور جدوجہد کرنا ایک الگ چیز ہے۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجسس کی ممانعت سے لاعلم تھے؟ علامہ قرطبی، علامہ آلوسی، حافظ ابن کثیر اور دیگر مفسرین نے متعدد روایات نقل کی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو گشت پر نکلے اور کسی گھر سے گانے یا شور وغل کی آواز آ رہی تھی، حضرت عمر بلا اجازت ان کے گھر میں داخل ہوئے اور ان سے شراب نوشی پر باز پرس کی اور انھوں نے جواب میں یہ کہا اگر ہم نے شراب پینے کا ایک گناہ کیا ہے تو آپ نے تین گناہ کیے ہیں، مکان کی دیوار پھاند کر آئے، بلا اجازت آئے اور تجسس کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے۔

ہر چند کہ یہ روایات ثقہ اور مستند مفسرین نے نقل کی ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ روایات صحیح نہیں ہیں، کیونکہ ان روایات

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کو ماننے سے یہ لازم آتا ہے کہ خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ عام اور روز مرہ کا مسئلہ بھی معلوم نہیں تھا کہ مسلمان کے گھر میں دروازے سے داخل ہونا چاہیے اور اجازت لے کر جانا چاہیے اور کسی شخص کی نجی زندگی میں تانک جھانک نہیں کرنی چاہیے، پھر اگر ایک بار کا واقعہ ہوتو فرض کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر کو ذہول یا نسیان ہو گیا اور انھوں نے کسی کے گھر ناجائز تجسس کر لیا، لیکن اس قسم کے تو متعدد واقعات بیان کیے گئے ہیں گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار یہ بھول جاتے تھے کہ کسی شخص کی نجی زندگی میں تجسس نہیں کرنا چاہیے اور یہ کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں بہ کثرت شراب نوشی ہوتی تھی۔

ملک وملت کی سلامتی کے لیے تجسس کرنے کا وجوب

اس مقام پر یہ حقیقت واضح رہنی چاہیے کہ قرآن مجید میں جو تجسس سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کے نجی اور شخصی معاملات کی ٹوہ میں نہیں رہنا چاہیے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق یہ شبہ ہو کہ اس کی در پردہ سرگرمیاں دوسرے بے گناہ افراد کے جان و مال اور عزت و آبرو کے لیے خطرہ ہیں یا اس کی کارروائیاں ملک کی سلامتی اور امن عامہ کے منافی ہوں تب بھی اس کو پرایا معاملہ سمجھ کر اس سے غیر متعلق رہا جائے، بلکہ اس صورت حال کی پوری قوت سے اصلاح کرنی چاہیے کیونکہ اب یہ ایک فرد کا معاملہ نہیں پوری قوم کا معاملہ ہے، اس قسم کی صورت حال کی اصلاح انسان خود انفرادی طور پر نہیں کر سکتا اس لیے اس کو حکومت کے علم میں لانا ضروری ہے اور اس سے صرف نظر کرنا نہ صرف یہ کہ ملک وملت کا نقصان ہے بلکہ شرعاً بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن النعمان بن بشير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل المداهن في حدود الله والواقع فيها مثل قوم استهموا سفينة فصار بعضهم في اسفلها وصار بعضهم في اعلاها فكان الذي في اسفلها يمر بالماء على الذين في اعلاها فتاذوا به فاخذ فاسا فجعل ينقر اسفل السفينة فاتوه فقالوا مالك قال تاذيتم بي ولا بد لي من الماء فان اخذوا على يديه انجوه ونجوا انفسهم وان تركوه اهلكوا انفسهم۔[۱]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حدود کو توڑتا ہے اور جو حدود میں مداہنت کرتا ہے، ان کی مثال ایسے ہے جیسے ایک قوم قرعہ اندازی کرے، بعض لوگ کشتی کے نچلے حصے میں ہوں اور بعض اوپر والے حصہ میں، نچلے حصہ والوں میں سے کوئی شخص پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس جائے جس سے اوپر والوں کو تکلیف ہو، تب نچلے حصہ والا کشتی کے پیندے میں کلہاڑی سے سوراخ کر کے پانی حاصل کرے، پھر اوپر والے اس سے کہیں کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تب وہ کہے کہ میں پانی اوپر لینے جاتا تھا تو تمہیں تکلیف ہوتی تھی، اور مجھے پانی کی ضرورت ہے، اب اگر وہ اس کے ہاتھ پکڑ لیں تو وہ خود اور اس کو محفوظ کر لیں گے اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے تو وہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کر لیں گے۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۹، ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام ترمذی[1] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

مفسدوں کی سرکوبی کے لیے جاسوسی نظام کے قیام کا جواز

ایک اسلامی حکومت اپنے مسلمان باشندوں کی خیرخواہی کرنے، ملک کے داخلی اور خارجی مسائل کو حل کرنے اور انتظامی مصلحتوں کی وجہ سے جو تجسس کرتی ہے اور جاسوسی کا محکمہ قائم کرتی ہے وہ تجسس کی اس ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے، بلکہ جن لوگوں کی سرگرمیاں ملک و ملت کے خلاف ہوں، جو دشمن سے ساز باز کر رہے ہوں، سرکاری عمارات، فوجی تنصیبات اور عوام کے جان و مال کو سبوتاژ کرنے کی سازشیں کر رہے ہوں ان کو تلاش کر کے ان کو قرار واقعی سزا دینا حکومت کا فریضہ ہے، ڈاکوؤں، دہشت گردوں اور قاتلوں کی بیخ کنی کے لیے جاسوسی محکمہ قائم کرنا اور ملک و قوم کے بدخواہوں کو گرفتار کر کے انھیں کیفر کردار تک پہنچانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ یہ جانچنے کے لیے کہ غذائی اجناس میں ملاوٹ کی جاتی ہے یا نہیں، دوائیں اور دیگر اشیاء صرف نقلی بن رہی ہیں یا اصلی، پولیس رشوت لے رہی ہے یا نہیں، اسی طرح کی اور انتظامی مصلحتوں اور عوام کی فلاح و بہبود کی خاطر جاسوسی نظام قائم کرنا ازبس ضروری ہے اور اس کی اصل اس حدیث میں ہے جس کو ہم نے ابھی امام بخاری اور امام ترمذی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور یہ احادیث بھی ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے، حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا اور فرمایا: "خاخ کے باغ میں جاؤ، وہاں ایک مسافرہ ہوگی اس کے پاس ایک خط ہوگا وہ خط اس سے لے لو، ہم اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے گئے، حتیٰ کہ اس باغ میں پہنچ گئے، وہاں پر وہ مسافرہ موجود تھی، ہم نے اس سے کہا خط نکالو، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے، اس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے سے وہ خط نکالا، ہم اس خط کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر گئے، وہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ کی طرف لکھا تھا، اس خط میں انھوں نے اہل مکہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے متعلق جلدی فیصلہ نہ کریں، میں قریش کا حلیف ہوں اور قریش سے نہیں ہوں، آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ میں رشتہ دار ہیں وہ ان کے سبب سے اپنے اہل اور مال کی حفاظت کریں گے اور جب میرا وہاں کوئی رشتہ دار نہیں ہے تو میں نے چاہا میں ان پر کوئی احسان کر دوں جس کی وجہ سے میں اپنے اہل کی حفاظت کر سکوں، میں نے یہ کام کفر اور ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا، اور نہ مسلمان ہونے کے بعد کفر کو پسند کیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے تم سے سچ کہا ہے۔[3]

بہ ظاہر اس حدیث میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کرنے کا بیان ہے لیکن اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو اس عورت کا پیچھا کرنے کے لیے روانہ کیا

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۲۰۰، ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اور انھوں نے اس سے خفیہ خط برآمد کر لیا اور یہ بھی جاسوسی کا ایک شعبہ ہے اور اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کوئی شخص خفیہ طریقہ سے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف ہو تو اس کا کھوج لگا کر اس سے باز پرس کرنی چاہیے اور اگر اس کا جرم اور بغاوت ثابت ہو جائے تو اس کو قرار واقعی سزا دینی چاہیے۔ ایک اور حدیث میں دشمن کی جاسوسی کرنے کا بھی ثبوت ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن ابی سفیان قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ رھط سریۃ عینا وامر علیھم عاصم بن ثابت الانصاری[1]

عمرو بن ابی سفیان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (مکہ کے احوال معلوم کرنے کے لیے) دس صحابہ کو جاسوس بنا کر روانہ کیا اور حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر بنایا۔

دس جاسوسوں کا یہ لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کے علاقہ میں اپنے جاسوس روانہ کرنا جائز ہے اور تخریبی سرگرمیوں کو روکنے اور دیگر انتظامی مصلحتوں کے حصول کے لیے ملک میں جاسوسی کا محکمہ قائم کرنا جائز ہے۔ اور یہ لا تجسسوا کے خلاف نہیں ہے۔

تجسس کی ممانعت اور جاسوسی کرنے کے سلسلہ میں خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا عیب صرف اس کی ذات تک محدود ہو تو اس کی جستجو کرنا اور اس کی تحقیق کرنا منع ہے لیکن اگر کسی شخص کا عیب ملک اور قوم اور اجتماعی معاشرہ کے لیے مضر ہو تو پھر اس کی تحقیق کر کے اس سے باز پرس کرنا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچانا ضروری ہے اس کی اصل حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کی حدیث ہے۔ مثلاً ایک شخص خفیہ طریقہ سے شراب یا ہیروئن پیتا ہے، یا جوا کھیلتا ہے یا زنا کرتا ہے تو اس میں تجسس نہ کیا جائے لیکن اگر وہ شخص خفیہ طریقہ سے شراب یا جوئے کا اڈہ بنا لیتا ہے یا قحبہ خانہ کھول لیتا ہے جس سے مسلمانوں کے معاشرہ میں بدچلنی اور بے راہ روی پھیل رہی ہو تو اس کے اڈے کا کھوج لگا کر اس کو ختم کرنا اور اس شخص کو قرار واقعی سزا دلوانا ضروری ہے۔ اولاً یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر حکومت کے کارندے اس میں تساہل کریں تو عام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بدی کے اس اڈے کا سراغ لگا کر حکومت کو اس کی اطلاع دیں یا عام مسلمانوں کی اجتماعی طاقت سے اس کے خلاف کارروائی کریں۔ اس حدیث کا ایک نسخہ ہے "حرص نہ کرو"۔

حرص دنیا کی مذمت اور قناعت کی فضیلت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ذئبان جائعان ارسلا فی غنم بافسد لھا من حرص المال والشرف لدینہ ھذا حدیث

حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ ان کو اتنا ضرر نہیں پہنچاتے جتنا مال اور جاہ و منصب کی حرص مسلمانوں کے دین کو ضرر پہنچاتی

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

حسن صحیح۔[۱]

ہے، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن کعب بن عیاض قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لکل امۃ فتنۃ و فتنۃ امتی علی المال۔[۲]

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... وانی واللہ ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیہا۔[۳]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان لابن آدم وادیا من ذھب لاحب ان یکون لہ ثانیا ولا یملأ فاہ الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔[۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر ابن آدم کی ملکیت میں سونے کی ایک وادی ہو تب بھی وہ ایک اور وادی کی حرص کرے گا اور مٹی کے سوا کوئی اور چیز اس کا منہ نہیں بھر سکتی، اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے[۵] اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قلب الشیخ شاب علی اثنتین طول الحیاۃ وکثرۃ المال۔ ھذا حدیث حسن صحیح[۶]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوڑھے آدمی کا دل دو خصلتوں میں جوان ہوتا ہے، لمبی زندگی اور کثرت مال۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

۱۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۔ 〃 〃 〃 ، جامع ترمذی ص ۳۴۳،
۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
۴۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۵۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
۶۔ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ۳۳۹-۳۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

اللّٰہ علیہ وسلم قال یھرم ابن آدم ویشب منہ اثنتان الحرص علی العمر والحرص علی المال ھذا حدیث حسن صحیح ۔ [1]

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں عمر پر حرص اور مال پر حرص، یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یھرم ابن آدم و تبقی منہ اثنتان الحرص و الامل ۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں باقی رہ جاتی ہیں حرص اور امید۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال اخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ببعض جسدی قال کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل وعد نفسک من اھل القبور فقال لی ابن عمر اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء و اذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح و خذ من صحتک قبل سقمک ومن حیاتک قبل موتک فانک لا تدری یا عبد اللّٰہ ما اسمک غدا۔ [5]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر فرمایا: دنیا میں مسافر یا راستہ عبور کرنے والے کی طرح رہو، اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو، حضرت ابن عمر نے مجھے کہا: جب صبح ہو تو تم شام کی فکر نہ کرو اور جب شام ہو تو تم صبح کی فکر نہ کرو، بیمار ہونے سے پہلے صحت میں نیک عمل کر لو، اور موت آنے سے پہلے زندگی میں عمل کر لو، کیونکہ اے اللہ کے بندے! تم نہیں جانتے کہ کل تمہارا نام کن لوگوں میں ہو گا (آیا زندوں میں یا مردوں میں)۔

ان تمام احادیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [6]

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۳۵، " " " ، ۱۳۸۱ھ
[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۷۵، ۲۵۶، ۱۹۲، ۱۶۹، ۱۱۹، ۱۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت
[4] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[5] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۳۸، " " "
[6] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۷ ص ۲۶۲ - ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

صلی اللہ علیہ وسلم قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنعہ اللہ بما آتاہ۔[1]

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اسلام لایا اور اس کو برابر سرابر رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس رزق پر قانع کر دیا تو وہ شخص کامیاب ہوگیا۔

قال القنوع وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعو فیقول اللھم اقنعنی بما رزقتنی وبارک لی فیہ واخلف لی علی کل غائبۃ بخیر۔[2]

قنوع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں یہ کلمات فرماتے: اے اللہ! تو نے مجھے جو کچھ دیا ہے مجھے اس پر قانع کر دے، اور اس میں میرے لیے برکت دے اور میرے پس پشت میری ہر چیز کی نگہبانی کر۔

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن آدم عندک ما یکفیک وانت تطلب ما یطغیک ابن آدم لا بقلیل تقنع ولا من کثیر تشبع ابن آدم اذا اصبحت معافی فی جسدک امنا فی سربک عندک قوت یومک فعلی الدنیا العفاء۔[3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! تمہارے پاس وہ چیزیں ہیں جو تمہارے لیے کافی ہیں اور تم ان چیزوں کی طلب کرتے ہو جو تم کو سرکش کر دیں، اے ابن آدم! تم قلیل چیزوں پر قناعت نہیں کرتے اور کثیر چیزوں سے سیر نہیں ہوتے، اے ابن آدم جب تم صبح کو اس حال میں اٹھو کہ تمہارا جسم تندرست ہو اور تمہارے دل میں ایمان ہو اور تمہارے پاس ایک دن کی خوراک ہو تو یہ دنیا کی بہتات ہے۔

عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لا یحاسب العبد بھن کسرۃ یشد بھا صلبہ وثوب یواری عورتہ وظل خص یستظل۔[4]

حسن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے سے تین چیزوں کا حساب نہیں ہوگا، وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے وہ کمر سیدھی رکھتا ہے، وہ کپڑا جس سے وہ ستر پوشی کرتا ہے اور اس جھونپڑی کا سایہ جس میں وہ رہتا ہے۔

حرص مستحسن کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ..... وکانوا احرص شیء علی الخیر۔[5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام خیر میں سب سے زیادہ حریص تھے۔

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج، ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

۲۔ " " " ، کتاب شعب الایمان ج، ص ۲۹۱ " " "

۳۔ " " " ، کتاب شعب الایمان ج، ص ۲۹۴ " " "

۴۔ " " " ، کتاب شعب الایمان ج، ص ۲۹۶ " " "

۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ من المؤمن الضعیف وفی کل خیر احرص علی ما ینفعک واستعن باللہ ولا تعجز۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کمزور مومن کی بہ نسبت طاقتور مومن زیادہ محبوب اور زیادہ بہتر ہے اور سب میں خیر ہے اور اس کام میں حرص کرو جس سے تم کو نفع ہو اور اللہ سے مدد طلب کرو اور عاجز نہ ہو۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد۔[4]

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ رکوع میں تھے، انھوں نے صف تک پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری (نماز میں) حرص کو اور زیادہ کرے لیکن دوبارہ اس طرح نہ کرنا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

قال سعید ومن کان حریصا وھو یتفلت منہ وھو لا یدعہ اوتی اجرہ مرتین ومن کان علیہ حریصا وھو یتفلت منہ ومات علی الطاعۃ فھو من اشرافھم۔[6]

سعید کہتے ہیں: جو شخص قرآن مجید یاد کرنے پر حریص ہو اور وہ اس کو یاد نہ رہتا ہو اور وہ اس کو یاد کرنا نہ چھوڑے تو اس کو دگنا اجر ملے گا، اور جو شخص قرآن مجید یاد کرنے پر حریص ہو اور وہ اس کو یاد نہ رہتا ہو اور وہ عبادت پر فوت ہو تو اس کا اشراف سے شمار ہوگا۔

زیر بحث حدیث کا ایک جملہ ہے "اور حسد نہ کرو"

---

[1]۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2]۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹

[3]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۰، ۳۶۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4]۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۵۰، ۴۶، ۴۵، ۴۲، ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6]۔ امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۰، مطبوعہ نشر السنہ ملتان

قرآن مجید، احادیث اور آثار میں حسد کی ممانعت کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن شر حاسد اذا حسد۔ (فلق: ۵)

اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے (میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں)۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب والعشب[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی اور سوکھی گھاس کو کھا جاتی ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[۲]

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ------ ولا یجتمعان فی قلب عبد الایمان والحسد۔[۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہوتے۔

ان دونوں حدیثوں کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[۴]

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

عن حارثۃ بن النعمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث لازمات امتی الطیرۃ والحسد وسوء الظن فقال رجل ما یذھبھن یارسول اللہ ممن ھن فیہ قال اذا حسدت فاستغفر اللہ واذا ظننت فلا تحقق واذا تطیرت فامض رواہ الطبرانی[۵]

حضرت حارثہ بن نعمان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں میری امت کو لازم ہیں۔ بدفالی، حسد اور بدگمانی، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ جس شخص میں یہ خصلتیں ہوں وہ ان کا کس طرح تدارک کرے؟ آپ نے فرمایا جب تم حسد کرو تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو، اور جب بدگمانی کرو تو اس پر جمے نہ رہو، اور جب تم کسی کام کی بدفالی نکالو تو وہ کام کر گزرو۔

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۱۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۴۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۶۰-۲۶۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ

۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن بشر بن الحارث یقول: العداوة فی القرابة والحسد فی الجیران والمنفعة فی الاخوان۔[1]

بشر بن حارث بیان کرتے ہیں کہ رشتہ داروں میں عداوت ہوتی ہے، پڑوسیوں میں حسد ہوتا ہے اور بھائیوں میں منفعت ہوتی ہے۔

قال الاحنف بن قیس خمس هن کما اقول لا راحة لحسود ولا مروءة للکذوب ولا وفاء لملوک ولا حیلة لبخیل ولا سؤدد لسیئ الخلق۔[2]

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جس طرح میں بیان کرتا ہوں، حاسد کے لیے کوئی راحت نہیں ہے، جھوٹے کی کوئی مروت نہیں ہے، حاکم کی وفا نہیں ہے، بخیل کا کوئی حیلہ نہیں ہے، اور بدخلقی کی کوئی سیادت نہیں ہے۔

حسد اور رشک کی تعریف اور وضاحت

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حسد کی دو قسمیں ہیں، مذموم اور محمود، حسد مذموم یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہارے مسلمان بھائی پر جو اللہ کی نعمت ہے وہ زائل ہو جائے، خواہ تم اس نعمت کے حصول کی تمنا کرو یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حسد کی اس قسم کی قرآن مجید میں مذمت فرمائی ہے:

ام یحسدون الناس علی ما اتاهم الله من فضله۔ (نساء: ۵۴)

یا وہ لوگوں سے اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دی ہے۔

یہ حسد اس لیے مذموم ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی (العیاذ باللہ) تجہیل لازم آتی ہے کہ اس نے غیر مستحق کو نعمت دی ہے۔

حسد محمود (بمعنی رشک) کی حقیقت یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ جو خیر اور نعمت تمہارے بھائی کو حاصل ہے وہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور تم کو بھی حاصل ہو جائے اس کو منافسة بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ (مطففین: ۲۶)

اور رغبت کرنے والوں کو اسی (یعنی نیک جنتی لوگوں) میں رغبت کرنی چاہیے۔

حسد محمود کی حدیث میں یہ مثال ہے:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تحاسد الا فی اثنتین رجل اتاه الله القران فهو یتلوه من اناء اللیل والنهار یقول لو اوتیت مثل ما اوتی هذا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو شخصوں پر حسد (رشک) کرنا جائز ہے، ایک اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا اور وہ دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو،

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ ھ
[2] ″ ″ ″ ″ کتاب شعب الایمان ج ۵ ص ۲۷۳، ″ ″ ″ ″

لفعلت کما یفعل ورجل اتاہ اللہ مالا ینفقہ فی حقہ فیقول لو اوتیت مثل ما اوتی لفعلت کما یفعل۔

(صحیح بخاری ج۲ ص۱۰۷)

تو وہ آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی قرآن دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا، دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ شخص حق کے راستے میں اس مال کو خرچ کرتا ہو تو آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی مال دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح مال خرچ کرتا۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حسد مذموم ہے اور حسد کرنے والا مغموم رہتا ہے، حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے عداوت نہ رکھو، ان سے پوچھا گیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے کون عداوت رکھ سکتا ہے، حضرت ابن مسعود نے کہا جو لوگوں سے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے حسد کرتا ہے آسمان پر سب سے پہلے اللہ کی معصیت حسد کی وجہ سے ہوئی، جب ابلیس نے حضرت آدم سے حسد کیا اور زمین پر بھی سب سے پہلا گناہ حسد کی وجہ سے ہوا۔ جب قابیل نے ہابیل سے حسد کیا۔

نیز علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے، علماء نے کہا کہ حسد کرنے کا ضرر اس وقت ہوتا ہے جب حسد کرنے والا اپنے قول یا فعل سے محسود کو ضرر پہنچانے کی سعی کرے اور اس کی لغزشوں اور برائیوں کو تلاش کرے۔ [1]

حدیث مذکور کا ایک جز ہے "اور بغض نہ کرو"۔

قرآن مجید، احادیث اور آثار میں بغض کی ممانعت کا بیان

اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء۔ (مائدہ: ۹۱)

شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بغض اور عداوت پیدا کر دے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تباغضوا ولا تحاسدوا۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۲ ص ۷۱، ج ۵ ص ۲۵۱، ج ۴ ص ۲۵۹ مطبوعہ ایران

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن الزبیر بن العوام رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دب الیکم داء الامم الحسد والبغضاء والبغضاء ھی الحالقۃ حالقۃ الدین لا حالقۃ الشعر والذی نفس محمد بیدہ لا تؤمنوا حتی تحابوا افلا انبئکم بشیء اذا فعلتموہ تحاببتم افشوا السلام بینکم۔[1]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں پچھلی امتوں کی بیماریاں سرایت کر گئی ہیں، حسد اور بغض، بغض مونڈنے والی چیز ہے یہ بالوں کو نہیں دین کو مونڈتی ہے، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے، جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو کامل مومن نہیں ہو سکتے، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جس کے کرنے سے تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو، ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔

امام مالک روایت کرتے ہیں:

عن سعید بن المسیب یقول الا اخبرکم بخیر من کثیر من الصلوۃ والصدقۃ قالوا بلی قال اصلاح ذات البین وایاکم والبغضۃ فانھا ھی الحالقۃ۔[2]

سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں کہ میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جو بہ کثرت (نفلی) نماز اور صدقہ سے بہتر ہے! لوگوں نے کہا کیوں نہیں، انھوں نے کہا دو آدمیوں میں صلح کرانا، اور بغض کرنے سے بچو، کیونکہ بغض دین کو مونڈ دیتا ہے۔

بغض کی ممانعت کی تفصیل

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

بغض کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی باطل خواہشات نہ کرے جن کے پورا نہ ہونے سے کسی کے خلاف بغض پیدا ہوتا ہے۔[3]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کسی سے بغض رکھنا واجب ہے اور اللہ کے حق کی تعظیم کی بناء پر بغض رکھنے والے کو ثواب ہوگا، یہ اس وقت ہے جب انسان اپنے اجتہاد سے یہ سمجھے کہ فلاں شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اگر اس کا اجتہاد غلط ہو تو وہ معذور ہے ورنہ ماجور ہے، اگر کوئی شخص دنیاوی معاملات میں کسی سے بغض رکھے تو یہ مذموم ہے اور اگر کوئی شخص کسی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ اس کی ناجائز خواہش پوری نہیں کرتا تو یہ بغض حرام ہے، قرآن مجید میں اور احادیث میں جس بغض کی مذمت اور ممانعت کی ہے اس سے یہی آخری دو قسمیں مراد ہیں۔[4]

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ
[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ ھ، موطا امام مالک ص ۷۰۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور
[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۴۸۳، (مفصلاً و موضحاً) مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

بَابُ ۹۰۵ تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ وَخَذْلِهِ وَاحْتِقَارِهِ

مسلمان پر ظلم کرنے اس کو رسوا کرنے اور اس کو حقیر جاننے کی حرمت

۶۴۱۸ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ (يَعْنِي ابْنَ قَيْسٍ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ مَوْلَى عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هٰهُنَا وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ بِحَسْبِ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، تناجش نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، کسی کی بیع پر بیع نہ کرو، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے نہ اس کو رسوا کرے، نہ حقیر جانے، حضور نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے تین بار فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، کسی شخص کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو برا جانے، ایک مسلمان پورا پورا دوسرے مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت۔

۶۴۱۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ أُسَامَةَ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ دَاوُدَ وَزَادَ وَنَقَصَ وَمِمَّا زَادَ فِيهِ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ إِلَى صَدْرِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف، اور اپنے سینہ کی طرف اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا: لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔

۶۴۲۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، البتہ وہ تمہارے دلوں اور عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔

متقی کی تعریف

حدیث نمبر ۶۴۱۸ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "تقوی یہاں ہے۔"

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اعمال ظاہرہ سے تقوی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے سمیع و بصیر ہونے پر ایمان کی جو کیفیت ہے اس سے تقوی حاصل ہوتا ہے۔ شرعاً متقی وہ شخص ہے جو اپنی ذات اور عذاب الٰہی کے درمیان اپنی عبادات اور طاعات کو حفاظت کا ذریعہ اور آڑ بنا دیتا ہے، تقوی کی اصل خوف ہے، وہ خوف جو اللہ تعالیٰ کے جلال ذات اس کی عظیم قدرت اور اس کے عذاب کی معرفت سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور معرفت کا محل دل ہے (یعنی دماغ ہے) اس لیے آپ نے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تقوی یہاں ہے۔ لے

قرآن مجید اور احادیث میں سائنسی زبان استعمال نہیں کی گئی بلکہ ان میں عرف اور محاورہ کی زبان ہے اور عرف میں دماغ پر دل کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد رابع ص ۴۱۴ - ۴۱۳ میں ہے)

لفظ تقوی کی صرفی بحث

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

تقوی اصل میں فَعْلٰی کے وزن پر وقوی تھا، واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا، وقیتہ کا معنی ہے منعتہ رجل تقی کا معنی ہے خوف زدہ مرد، اس کا مادہ وقی ہے، اسی طرح تقاۃ اصل میں وقاۃ تھا جیسا کہ تُجَاہ اور تُراث اصل میں وُجاہ اور وُراث تھے۔ ٢ے

لفظ تقوی کا لغوی اور شرعی معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

وقی اور وقایۃ کا معنی ہے کسی چیز کو ایذا اور ضرر سے محفوظ رکھنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ووقٰھم عذاب الجحیم۔　　اور اللہ تعالیٰ نے ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا۔

(دخان: ۵۶)

تقوی کا معنی ہے نفس کو اس چیز سے محفوظ رکھنا جس سے اس کو ضرر کا خوف ہو اور شریعت میں تقوی کا معنی ہے نفس کو گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھنا، تقوی ممنوعات کے ترک سے حاصل ہوتا ہے، اور اس کا کمال بعض مباحات کے ترک سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے سو جس شخص نے مشتبہات کو ترک کر دیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کر لیا، اور جو شخص مشتبہات میں واقع ہو گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو ممنوعہ چراگاہ کے گرد اپنے جانور چراتا ہے، وہ اس خطرہ میں ہے کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں منہ مار لیں، سنو! زمین پر اللہ کی ممنوعہ چراگاہ وہ کام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳)

لے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۱۹ - ۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

٢ے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۱۶۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ ھ

قرآن مجید میں ہے:

فمن اتقی واصلح فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ (اعراف: ۳۵)

جن لوگوں نے تقویٰ کیا اور نیکی اختیار کی ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تقویٰ کے کئی مدارج ہیں جن کا قرآن مجید میں بیان ہے۔ [۱]

تقویٰ کی قسمیں

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

تقویٰ کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم ہے، خود کو عذاب مخلد سے محفوظ رکھنا، تقویٰ کی یہ قسم شرک اور کفر کو ترک کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے:

والزمھم کلمۃ التقویٰ۔ (فتح: ۲۶)

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کے کلمہ پر مستحکم کر دیا۔

تقویٰ کی دوسری قسم ہے ہر گناہ کے کام سے بچنا، یعنی فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے بچنا اور بعض علماء کے نزدیک صغائر سے بچنا بھی تقویٰ میں شامل ہے یعنی واجب کے ترک اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب اسی طرح سنت مؤکدہ کے ترک اور اسارت کے ارتکاب سے بچنا، اصطلاح شرع میں جب تقویٰ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ اس معنی میں تقویٰ کا استعمال اس آیت میں ہے:

ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض۔ (الاعراف: ۹۶)

اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر ضرور آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے۔

تقویٰ کی تیسری قسم ہے انسان اپنے دل ودماغ کو ہر اس چیز سے منزہ کرے جو اس کی توجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا سکے، اور بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے، اور یہی وہ حقیقی تقویٰ ہے جو بندے سے مطلوب ہے، اس معنی میں تقویٰ کا استعمال قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ (اٰل عمران: ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں اس حال میں موت آئے کہ تم نے اپنے آپ کو صرف اللہ کے سپرد کیا ہوا ہو۔ [۲]

تقویٰ کیا ہے؟

امام رازی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا صغائر سے بچنا تقویٰ میں داخل ہے یا نہیں، بعض علماء نے کہا ہے داخل ہے اور بعض نے کہا نہیں، لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ صغائر اور کبائر ہر قسم کے گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص صغیرہ گناہوں سے نہیں بچتا اس پر متقی کا اطلاق ہوگا یا نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ اس وقت تک متقین کے درجہ کو نہیں پا سکتا۔ جب تک بے ضرر چیزوں کو بھی اس خوف سے

[۱] علامہ حسین بن محمد راغب اصبہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۳۱-۵۳۰، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

[۲] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۵۸ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۱ ص ۱۹۸-۱۹۷، مطبوعہ دار صادر بیروت

ترک نہ کردے کہ مبادا ان میں ضرر ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے عقاب سے بچنے والے وہی لوگ ہیں جو اپنی خواہشات کی پیروی ترک کر دیتے ہیں، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تصدیق کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں کئی معانی پر تقویٰ کا اطلاق کیا گیا ہے:۔

خشیت اور خوف الٰہی پر اس آیت میں اطلاق ہے:

یاایھا الناس اتقوا ربکم۔ (نساء: ۱)　　اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔

اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی۔ (حجرات: ۳)　　یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لیے پرکھ لیا ہے۔

توبہ پر اس آیت میں اطلاق ہے:

ولوان اھل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض۔　　اور اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور توبہ کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

اطاعت پر اطلاق اس آیت میں ہے:

لاالٰہ الا انا فاتقون۔ (نحل: ۲)　　میرے سوا کوئی معبود نہیں سو میری اطاعت کرو۔

ترک معصیت پر اس آیت میں اطلاق ہے:

واتوا البیوت من ابوابھا واتقوا اللہ۔ (بقرہ، ۱۸۹)　　گھروں میں دروازوں سے داخل ہو اور اللہ کی معصیت نہ کرو۔

اخلاص پر اس آیت میں اطلاق ہے:

ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ (حج: ۳۲)　　جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ دلوں کے اخلاص سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقویٰ کا مقام بہت بلند ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ (نحل: ۱۲۸)　　بے شک اللہ تعالیٰ متقی اور نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (حجرات: ۱۳)　　تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا ہو وہ اللہ سے ڈرے، (یعنی متقی بنے) اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہو وہ اللہ پر توکل کرے، اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو اس کا اعتماد اپنے قبضہ سے زیادہ اللہ کی عطا پر ہو، حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا معصیت پر اصرار کو ترک کرنا اور اپنی عبادات پر اعتماد نہ کرنا تقویٰ ہے حسن بصری نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو اختیار نہ کرو اور یہ یقین رکھو کہ تمام کام اللہ کے قبضہ وقدرت

بیں ہیں، ابراہیم بن ادہم نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ لوگ تمہاری زبان پر، فرشتے تمہارے افعال میں اور مالک عرش تمہارے باطن میں عیب نہ دیکھے، واقدی نے کہا تقویٰ یہ ہے کہ جس طرح تم مخلوق کے لیے اپنے ظاہر کو مزین کرتے ہو اسی طرح تم خالق کے لیے اپنے باطن کو مزین کرو، ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے نہ دیکھے جس کام سے اس نے تم کو منع کیا ہے، ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ یہ ہے کہ تم سیرت مصطفےٰ کے راستہ پر چلو، دنیا کو پس پشت ڈال دو، اپنے نفس میں اخلاق اور وفا کو لازم کر لو، حرام اور جفا سے اجتناب کرو، قرآن مجید میں ایک جگہ یہ فرمایا کہ قرآن انسانوں کے لیے ہدایت ہے، دوسرے مقام پر یہ فرمایا قرآن مجید متقین کے لیے ہدایت ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان وہی ہیں جو صاحب تقویٰ ہیں اور جن میں تقویٰ نہیں ان میں انسانیت نہیں، یہ تقویٰ کی کیا کم فضیلت ہے! [1]

جزاء اور سزا کا مدار نیت اور دل کے فعل پر ہے۔

حدیث نمبر ۶۴۱۹ میں ہے: "اللہ تمہارے جسموں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کی طرف، لیکن وہ تمہارے دلوں کی طرف دیکھتا ہے۔"

قاضی عیاض نے کہا ہے اللہ تعالیٰ ہر موجود کو دیکھتا ہے، اس حدیث میں دیکھنے کا مطلب ہے جزاء اور ثواب دینا یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں پر ثواب نہیں دیتا بلکہ تمہارے دلوں میں جو نیکی کی نیت ہے اس پر ثواب دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دل کے افعال اعضاء کے افعال کا سبب ہوتے ہیں، اور جب مدار دل کے افعال پر ہے تو کسی کے ظاہری اعمال صالحہ کو دیکھ کر یہ یقین نہیں کرنا چاہیے کہ یہ شخص واقعی نیک ہے کیونکہ ہو سکتا ہے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بری نیت کی وجہ سے برا ہو، البتہ حسن ظن رکھنا چاہیے اسی طرح کسی شخص کے ظاہری برے افعال دیکھ کر اس کو حقیر نہیں جاننا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں کوئی وصف محمود ہو جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو۔ [2]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دل کے افعال پر مواخذہ ہوتا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ (نور: ۱۹)	بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ گناہ کا عزم گناہ ہے اور فسق کا ارادہ فسق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بے حیائی کو پھیلانے کی محبت پر سزا کی وعید سنائی ہے۔ [3]

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشَّحْنَاءِ ۹۰۶　کینہ رکھنے کی ممانعت

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۶۲-۱۶۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۸ ص ۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ ھ

۶۴۲۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، سوا اس بندے کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو، اور یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں، ان دونوں کی طرف دیکھتے رہو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔

۶۴۲۲ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ الدَّرَاوَرْدِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ بِإِسْنَادِ مَالِكٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ الدَّرَاوَرْدِيِّ إِلَّا الْمُتَهَاجِرَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبْدَةَ وَقَالَ قُتَيْبَةُ إِلَّا الْمُهْتَجِرَيْنِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک روایت میں متہاجرین اور دوسری روایت میں مہتجرین کا لفظ ہے۔

۶۴۲۳ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَرَّةً قَالَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ فِي كُلِّ يَوْمِ خَمِيسٍ وَاثْنَيْنِ فَيَغْفِرُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ لِكُلِّ امْرِئٍ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا إِلَّا امْرَأً كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا ارْكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً بیان کیا کہ ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، سوا اس شخص کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہے، کہا جاتا ہے کہ ان کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں، ان کو مہلت دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔

۶۴۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ أَعْمَالُ النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا عَبْدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو بار پیش کیے جاتے ہیں، پیر اور جمعرات کو، اور ہر مسلمان بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے، سوا اس بندے کے جو اپنے بھائی کے ساتھ کینہ رکھتا ہو، کہا جاتا ہے ان کو چھوڑ دو یا مہلت دو، حتیٰ کہ یہ رجوع کر لیں۔

بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَآءُ فَیُقَالُ اُتْرُکُوْا اَوِاذْکُوْا
ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَفِیْئَا۔

عرض اعمال کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۴۲۱ میں ہے: ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں:
علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ اعمال پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کراماً کاتبین نے جو کچھ صحائف میں لکھا ہے اس کو وہ کسی اور محل میں نقل کر دیتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ اس کو لوح محفوظ میں منتقل کرتے ہوں، اعمال اس لیے پیش کیے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بنو آدم کے نیک اعمال سے فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات فرماتا ہے، جیسا کہ اہل عرفہ سے فخر و مباہات فرماتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عرض اعمال اس وجہ سے ہو تاکہ فرشتوں کو معلوم ہو جائے کہ کون سے اعمال مقبول ہیں اور کون سے اعمال مردود ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے فرشتے صحائف اعمال کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لیے اوپر چڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس کو رہنے دو اور اس کو قبول کر لو، فرشتے کہتے ہیں تیری عزت کی قسم ہم نے خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ عمل میرے غیر کے لیے تھا اور میں صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہوں جس سے میری رضا کو طلب کیا گیا ہو۔ [1]

کیا عرض اعمال کے بعد کبائر کی مغفرت بھی ہو جاتی ہے؟

اسی حدیث میں ہے: پیر اور جمعرات کو ہر اس بندے کی مغفرت کی جاتی ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے: اس مغفرت سے مراد صغائر کی مغفرت ہے، کیونکہ حدیث میں ہے پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان، ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے، (علامہ ابی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کبیرہ گناہوں پر توبہ کیے بغیر مر گیا، اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی مغفرت کر دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ [2]

میں یہ کہتا ہوں کہ علامہ خطابی اور علامہ ابی نے جو کچھ کہا وہ برحق ہے لیکن اس حدیث میں مغفرت سے صرف کینہ رکھنے کا استثناء کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان سے کینہ رکھنا بھی گناہ کبیرہ ہے اس لیے بظاہر اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو مسلمانوں کے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، البتہ مسلمان بھائی سے کینہ رکھنے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں کیا جاتا جب تک کہ وہ آپس میں صلح نہ کر لیں، اگر اس حدیث کا یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر اس حدیث میں اس استثناء کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کے وسیع لطف و کرم کے سامنے کبائر کی مغفرت کون سی بعید ہے، اور جن احادیث میں بعض گناہوں پر عذاب کا ذکر ہے، ہو سکتا ہے اس سے صورۃً عذاب مراد ہو اور حقیقت حال کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی مراد کو بہتر جاننے والا ہے۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] " " ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۲۰، " "

بَابٌ ۹۰۷ فِي فَضْلِ الْحُبِّ فِي اللّٰهِ

اللہ کے لیے محبت کی فضیلت

۶۴۲۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ ابْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي الْحُبَابِ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي الْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا، میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سائے میں رکھوں گا میرے سایہ کے علاوہ آج کسی کا سایہ نہیں ہے۔

۶۴۲۶ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلٰى ابْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرٰى فَأَرْصَدَ اللّٰهُ لَهُ عَلٰى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا فَلَمَّا أَتٰى عَلَيْهِ قَالَ أَيْنَ تُرِيدُ قَالَ أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هٰذِهِ الْقَرْيَةِ قَالَ هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا قَالَ لَا غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَإِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کے لیے ایک دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالےٰ نے اس کے راستہ میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لیے بھیج دیا، جب اس شخص کا اس کے پاس سے گذر ہوا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے، فرشتہ نے پوچھا کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہے جس کی تکمیل مقصود ہے، اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لیے محبت ہے، تب اس فرشتہ نے کہا میں تمہارے پاس اللہ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔

۶۴۲۷ - قَالَ الشَّيْخُ أَبُو أَحْمَدَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُوَيَةَ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

اللہ سے محبت کرنے کا بیان

حدیث نمبر ۶۴۲۵ میں ہے: میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ یعنی جو لوگ میرے حق کی وجہ سے میری تعظیم، میری اطاعت اور مجھ سے محبت کرتے تھے، کسی دنیاوی غرض کی وجہ سے میری تعظیم اور میری اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کا ذکر ان آیات میں ہے:

ومن الناس من يتخذ من دون الله اندادا

اور بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے غیروں کو اللہ کا شریک

يحبونهم كحب الله ط والذين امنوا اشد حبا لله ۔
(بقرہ : ۱۶۵)

قرار دیتے ہیں اور وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت کرنی چاہیے، اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔

يا يها الذين امنوا من يرتد منكم عن دينه فسوف ياتی الله بقوم يحبهم و يحبونه
(مائدہ : ۵۴)

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے مرتد ہو جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا کہ اللہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ پر محبت کرنے کا اطلاق جائز ہے جیسا کہ مذکور الصدر آیات میں ہے، اسی طرح احادیث میں ہے، روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک خلیل نے اپنے خلیل کی جان لی ہو، تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی کی کہ کیا تم نے یہ دیکھا ہے کہ ایک خلیل اپنے خلیل سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہو؟ تب حضرت ابراہیم نے فرمایا اے ملک الموت اب میری روح کو قبض کر لو، نیز روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا میں نے زیادہ نمازوں اور روزوں کی تیاری تو نہیں کی البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ میں نے انھیں اسلام لانے کے بعد کسی اور چیز سے اس قدر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں کے پاس سے گذر ہوا جو بہت نحیف اور لاغر تھے، اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا، حضرت عیسیٰ نے پوچھا تمہاری یہ حالت کیسے ہو گئی؟ انھوں نے کہا جہنم کے خوف سے! حضرت عیسیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر (اس کے وعدہ کی وجہ سے) یہ حق ہے کہ وہ جہنم سے ڈرنے والے کو جہنم سے امان میں رکھے!

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تین اور شخص دیکھے، جن کا حال ان سے بھی زیادہ پتلا تھا، آپ نے پوچھا تمہارا یہ حال کیسے ہو گیا؟ انھوں نے کہا جنت کے شوق کی وجہ سے، حضرت عیسیٰ نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ تم کو تمہاری امید کے مطابق عطا فرمائے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں پر گذر ہوا جو ان سب سے زیادہ دبلے اور کمزور تھے اور ان کے چہرے نورانی آئینوں کی مانند تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تم لوگ اس درجہ پر کیسے پہنچے؟ انھوں نے کہا اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہو گے!

اللہ سے محبت کرنے کے متعلق متکلمین اور صوفیاء کے نظریات اور مصنف کی تحقیق

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے اطلاق کے جواز

پر امت کا اتفاق ہے لیکن محبت کے معنی میں اختلاف ہے، جمہور متکلمین نے یہ کہا کہ محبت ارادہ کی ایک قسم ہے اور ارادہ کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ساتھ محبت کا تعلق محال ہے، اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خدمت یا اللہ تعالیٰ کے ثواب اور احسان سے محبت کرتے ہیں اور عرفاء یہ کہتے ہیں کہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ سے محض اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور اس کی خدمت سے محبت کرنا یا اس کے ثواب سے محبت کرنا یہ اس سے کم تر درجہ ہے، علماء متکلمین جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرنے کا مطلب اس کی خدمت یا اس کے ثواب سے محبت ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ لذت لذاتہا محبوب ہوتی ہے مثلاً جب کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم محنت مزدوری کیوں کرتے ہو؟ تو کہے گا حصول مال کے لیے، پھر پوچھا جائے کہ تم مال کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کے لیے اور جب کہا جائے کہ ان چیزوں کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کے حصول اور تکلیف کو دور کرنے کے لیے اور جب پوچھا جائے کہ حصول لذت اور دفع تکلیف کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کو حاصل کرنا اور الم اور تکلیف کو دور کرنا لذاتہ مقصود ہے اس کا کوئی سبب نہیں ہے، سو جو علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت اس کے احسان اور ثواب کی وجہ سے ہے اور یہ محبت اس کی خدمت اور اس کی اطاعت سے ہے سو اس کی یہی وجہ ہے کہ اس کے احسان اور ثواب میں لذت ہے اور عذاب کی کلفت کا دور ہونا ہے اور یہ لذت اور دفع الم اس کی اطاعت اور خدمت پر موقوف ہے، اس لیے ہم اللہ کی اطاعت کرنے سے محبت کرتے ہیں اور یہی اللہ سے محبت کرنے کا مطلب ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اللہ سے صرف اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرنی چاہیے، یہ عرفاء اور متصوفین کا نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم رستم اور سہراب کی بہادری کے قصے سنتے ہیں تو ان کی بہادری کی وجہ سے ان سے محبت کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی وغیرہ سے ان کے علم کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، حاتم کو اس کی سخاوت کی وجہ سے چاہتے ہیں حسینوں سے ان کے حسن کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، لیکن ان تمام صفات کمالیہ کا خالق اور اکمل الکاملین تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو جب ہم صفات کمالیہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ ان صفات کمالیہ کی بناء پر اس سے محبت کی جائے۔ [1]

اس نظریہ کے حاملین کہتے ہیں کہ دوزخ کے خوف اور جنت کے شوق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی جائے بلکہ وہ ایسی عبادت کی مذمت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے کی جائے اور اس کو شاہراہ تصوف کا سنگ میل قرار دیتے ہیں، اسی طرح ہمارے زمانہ میں کچھ صوفیاء کا طبقہ ہے جو جنت کی بہت تخفیف کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اصل مطمح نظر مدینہ ہے، جنت کی کیا حیثیت ہے، حالانکہ مدینہ منورہ کی فضیلت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسکن ہونے کی وجہ سے ہے اور جنت بھی آپ کا مسکن ہے اور دائمی مسکن ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک آپ کا جسم مبارک مدینہ منورہ میں زمین کے جس ٹکڑے پر ہے وہ جگہ کائنات کی ہر چیز سے افضل ہے، بہرحال جنت کو معمولی سمجھنا، جنت کی طلب میں عبادات پر ملامت کرنا، طلب جنت کی دعا کی مذمت کرنا اور جنت کی توہین اور تحقیر کرنا قرآن اور سنت کی تعلیم کیخلاف ہے

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۲-۷۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

یا یہا الذین اٰمنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم○ تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ط ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون○ یغفر لکم ذنوبکم ویدخلکم جنت تجری من تحتہا الانھر ومسکن طیبۃ فی جنت عدن ط ذلک الفوز العظیم○ واخرٰی تحبونہا نصر من اللہ وفتح قریب وبشر المؤمنین۔ (صف: ۱۰-۱۳)

اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تم کو سخت درد ناک عذاب سے بچا لے (تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، اگر تمہیں علم ہو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے، وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے دریا جاری ہیں، اور عمدہ پاکیزہ مکانوں میں ہمیشہ رہنے بسنے کی جنتوں میں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے اور دوسری نعمت بھی عطا فرمائے گا جس کو تم بہت پسند کرتے ہو (وہ) اللہ کی طرف سے مدد اور عنقریب فتح ہے، آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیں۔

وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا السموت والارض اعدت للمتقین○ (آل عمران: ۱۳۳)

اپنے رب کی مغفرت کی طرف جلدی کرو اور اس جنت کی طرف جو متقین کے لیے تیار کی گئی ہے جس کی پہنائی آسمان اور زمین ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سہل بن سعد الساعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موضع سوط فی الجنۃ خیر من الدنیا وما فیہا۔[1]

حضرت سہل بن سعد ساعدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک چابک جتنی جگہ (بھی) دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقاب قوس احدکم فی الجنۃ خیر مما طلعت علیہ الشمس او تغرب۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی کمان کے دو سروں جتنی جگہ (بھی) جنت میں ان تمام جگہوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے یا غروب ہوتا ہے۔

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۱ - ۴۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۶۱، " " "

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل ..... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذر الناس یعملون فان فی الجنۃ مائۃ درجۃ ما بین کل درجتین کما بین السماء والارض والفردوس اعلی الجنۃ واوسطہا وفوق ذلک عرش الرحمان ومنہا تفجر انہار الجنۃ فاذا سئلتم اللہ فاسئلوہ الفردوس [۵]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو عمل کرنے دو، کیونکہ جنت میں ایک سو درجات ہیں، ہر دو درجوں کے درمیان زمین اور آسمان جتنا فاصلہ ہے اور سب سے اعلیٰ اور اوسط جنت الفردوس ہے جس کے اوپر رحمان کا عرش ہے، اسی سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو اس سے جنت الفردوس کا سوال کرو۔

اور امام قشیری لکھتے ہیں:

ابو سلیمان فرماتے ہیں: رضا تو یہ ہے کہ تو اللہ سے نہ جنت مانگے اور نہ دوزخ سے پناہ طلب کرے [۶] [۷]

تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس وجہ سے کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق اور مالک ہے، اور ہم اس کے بندے اور مملوک ہیں اور بندے پر مولیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے، اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں اپنی عبادات اور اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح یہ حکم بھی دیا ہے کہ ہم اپنی تمام حاجات اس سے طلب کریں، اسی سے دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگیں اور اسی سے جنت طلب کریں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ہم سب سے زیادہ اس سے محبت کریں، اور یہ محبت غیر اختیاری نہیں ہے، بلکہ عقلی اور اختیاری ہے، یعنی ہر چیز کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کو ترجیح دیں، خواہش نفس اور دیگر تعلقات کے تقاضوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے سامنے فنا کر دیں اس لیے اس بحث میں نہ پڑیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے محبت کی جائے، یا اس کے افعال سے، اور علم کلام کی باریکیاں اور تصوف کی موشگافیوں سے بچتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے صرف اس لیے سب سے زیادہ محبت کریں کہ اس نے ہمیں محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔

حدیث نمبر ۶۴۲۵ میں ہے: میری جلال ذات سے محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج میں انھیں اپنے سائے میں رکھوں گا، آج میرے سائے کے علاوہ کسی کا سایہ نہیں ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

---

[۵] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۶] امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری متوفی ۴۶۵ھ رسالہ قشیریہ (مترجم) ص ۳۱۴، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی پاکستان

[۷] صوفیا پر جب جذب کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں، یہ مقام حال کی باتیں ہیں ان کو قال میں منتقل نہیں کرنا چاہیے، ہم نے اس پر اس لیے بحث کی ہے کہ اب لوگ عام طور پر صوفیاء کی عبارات کو اپنی تصانیف اور خطابات میں ذکر کرتے ہیں اور ان کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں اور حال اور قال کے مسائل کو گڈمڈ کر دیتے ہیں، صحیح روش یہ ہے کہ حال کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور تبلیغ دین میں صرف قرآن مجید احادیث صحیحہ اور آثار ثابتہ پیش کیے جائیں۔ منہ

بعض احادیث میں ہے: "میرے عرش کے سایہ" - بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو سورج کی گرمی اور محشر کے عذاب سے اپنے سائے میں رکھے گا امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات شخصوں کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں رکھے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کسی کا سایہ نہیں ہوگا۔ امام عادل، وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں ملیں اور اللہ کی محبت میں جدا ہوں، وہ شخص جس کو کسی خوبصورت اور اقتدار والی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور وہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو پوشیدہ طور سے صدقہ کرے حتیٰ کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلے کہ اس نے دائیں ہاتھ سے کیا دیا ہے اور وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ص ۹۱ مطبوعہ کراچی) ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن عرش کے سایہ کے علاوہ بھی کوئی اور سایہ ہوگا، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن بہ قدر اعمال سائے ہوں، جو سورج اور جہنم کی گرمی سے بچائیں، لیکن سب سے عظیم اور مکرم سایہ عرش کا ہوگا، جو اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو عطا فرمائے گا، ان نیک بندوں میں اللہ سے محبت کرنے والے بھی ہوں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس دن صرف عرش کا سایہ ہو اور تمام مؤمنین اسی کے سائے میں ہوں اور چونکہ سایہ صرف نیک اعمال سے حاصل ہوگا اور اعمال مختلف ہوتے ہیں تو ہر شخص کو اپنے عمل کے اعتبار سے وہ سایہ حاصل ہوگا اور تمام مؤمنین اس سائے میں مشترک ہوں گے۔[1]

اے اللہ! مصنف اور اس کتاب کے قارئین کو بھی اس دن اپنی رحمت کے سائے میں رکھنا! (آمین)

بَابُ ۹۰۸ فَضْلِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ — مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت

۶۴۲۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِيَانِ ابْنَ زَيْدٍ) عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَائِدُ الْمَرِيضِ فِي مَخْرَفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرنے والا واپس آنے تک جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

۶۴۲۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيضًا لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ برابر جنت کے باغ میں رہتا ہے حتیٰ کہ لوٹ آئے۔

۶۴۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ص ۲۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

حدثنا يزيد بن زريع حدثنا خالد عن ابي قلابة عن ابي اسماء الرحبي عن ثوبان عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان المسلم لم يزل في خرفة الجنة حتى يرجع۔

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک برابر جنت کے باغ میں رہتا ہے۔

۶۴۳۱۔ حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب جميعا عن يزيد (واللفظ لزهير) حدثنا يزيد بن هارون اخبرنا عاصم الاحول عن عبد الله ابن زيد (وهو ابو قلابة) عن ابي الاشعث الصنعاني عن ابي اسماء الرحبي عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من عاد مريضا لم يزل في خرفة الجنة قيل يا رسول الله وما خرفة الجنة قال جناها۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مریض کی عیادت کی وہ ہمیشہ خرفہ جنت میں رہے گا، آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! خرفہ جنت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جنت کا باغ۔

۶۴۳۲۔ حدثني سويد بن سعيد حدثنا مروان ابن معاوية عن عاصم الاحول بهذا الاسناد۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۴۳۳۔ حدثني محمد بن حاتم بن ميمون حدثنا بهز حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن ابي رافع عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عز وجل يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني قال يا رب كيف اعودك وانت رب العلمين قال اما علمت ان عبدي فلانا مرض فلم تعده اما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمني قال يا رب وكيف اطعمك وانت رب العالمين قال اما علمت انه استطعمك عبدي فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندي يا ابن آدم استسقيتك فلم تسقني قال يا رب كيف اسقيك وانت رب العلمين قال استسقاك عبدي فلان فلم تسقه اما انك لو سقيته وجدت ذلك عندي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ عزوجل فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار رہا تو نے میری عیادت نہیں کی! وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تیری کیسے عیادت کرتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا! وہ شخص کہے گا: اے میرے رب! میں تجھے کھانا کیسے کھلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، وہ شخص کہے گا اے میرے رب! میں تجھ کو کیسے پانی پلاتا حالانکہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اگر تو اس کو پانی پلا دیتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔

مریض کی عیادت کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن البراء بن عازب قال امرنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بسبع ونہانا عن سبع امرنا باتباع الجنائز وعیادۃ المریض واجابۃ الداعی ونصر المظلوم وابرار القسم ورد السلام وتشمیت العاطس ونہانا عن آنیۃ الفضۃ وخاتم الذہب والحریر والدیباج والقسی والاستبرق ۔[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سات چیزوں کا حکم دیا اور سات چیزوں سے منع فرمایا، ہم کو جنازوں کے ساتھ چلنے، بیماروں کی عیادت کرنے، دعوت قبول کرنے، مظلوم کی مدد کرنے، قسم پوری کرنے، سلام کا جواب دینے اور چھینک لینے والے کے لیے رحمت کی دعا کرنے کا حکم دیا اور چاندی کے برتنوں، سونے کی انگوٹھی، ریشم، دیباج، قسی اور استبرق (موخر الذکر تینوں ریشم کی اقسام ہیں) سے منع فرمایا۔

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطعموا الجائع وعودوا المریض وفکوا العانی ۔[2]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، اور بیماروں کی عیادت کرو، اور قیدیوں کو چھڑاؤ۔

عن جابر بن عبد اللہ یقول مرضت مرضا فاتانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی وابوبکر وہما ماشیان فوجد انی اغمی علی فتوضأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم صب وضوءہ علی فافقت فاذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ کیف اصنع فی مالی کیف اقضی فی مالی فلم یجبنی بشیء حتی نزلت آیۃ المیراث ۔[3]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار بیمار ہو گیا، تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میرے پاس عیادت کے لیے آئے، انھوں نے دیکھا کہ مجھ پر بے ہوشی طاری ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر ڈالا، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنے مال میں کس طرح کروں، اپنے مال میں کیا فیصلہ کروں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آیت میراث نازل ہو گئی۔

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی اعرابی یعودہ قال وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل علی مریض

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی شخص) کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ
[2] 〃 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۳، 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، 〃 〃 〃 〃

یعودہ قال لہ لاباس طھور ان شاء اللہ قال قلت طھور کلا بل ھی حمی تفور او تثور علی شیخ کبیر تزیرہ القبور فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنعم اذن [1]

کہ آپ جب کسی مریض کی عیادت کرتے تو یہ فرماتے: کوئی بات نہیں ان شاء اللہ یہ مرض تم کو گناہوں سے پاک کرنے والا ہے، اس نے کہا: آپ کہتے ہیں کہ پاک کرنے والا ہے! ہرگز نہیں یہ تو جوش میں آنے والا بخار ہے، جو ایک بوڑھے شخص کو قبرستان بھیجنے والا ہے، آپ نے فرمایا چلو پھر ایسا ہوگا!

عن انس کان غلام یھودی یخدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمرض فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ فقعد عند راسہ فقال لہ اسلم فنظر الی ابیہ وھو عندہ فقال اطع ابا القاسم فاسلم فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول الحمد للہ الذی انقذہ من النار [2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہو گیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اور اس کے سرہانے بیٹھ کر فرمایا اسلام قبول کر لو، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ باپ نے کہا ابوالقاسم کا کہنا مان لو، سو وہ لڑکا مسلمان ہو گیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے نکلے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اس کو دوزخ سے نجات دے دی۔

امام بخاری نے اس حدیث کو الادب المفرد میں بھی روایت کیا ہے [3] امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [4]

عن ابی سعید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال عودوا المریض واتبعوا الجنائز تذکرکم الآخرۃ [5]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مریض کی عیادت کرو، جنازوں کے ساتھ جاؤ وہ تمہیں آخرت کی یاد دلائیں گے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلاث کلھن حق علی کل مسلم عیادۃ المریض وشھود الجنازۃ وتشمیت العاطس اذا حمد اللہ عزوجل [6]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں میں سے ہر ایک ہر مسلمان پر واجب ہے، مریض کی عیادت کرنا، جنازوں کے ساتھ جانا، چھینک لینے والا جب الحمد للہ کہے تو اس

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] 〃 〃 〃 〃 ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۱، ج ۲ ص ۸۴۵-۸۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 ، الادب المفرد، ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل

[6] 〃 〃 〃 〃 ، الادب المفرد ص ۱۳۷، 〃 〃 〃

کو رحمت کی دعا دینا۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یعود مریضا لم یحضر اجلہ فیقول سبع مرات اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک الا عوفی۔ [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کسی ایسے مریض کی عیادت کرتا ہے جس کی موت ابھی مقرر نہیں ہوئی اور سات بار یہ دعا کرتا ہے: "میں اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں جو عظیم ہے اور عرش عظیم کا مالک ہے کہ اس کو شفاء عطا فرمائے" تو اس کو شفا دی جاتی ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ بنت سعد ان اباھا قال اشتکیت بمکۃ فجاءنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعودنی ووضع یدہ علی جبھتی ثم مسح صدری وبطنی ثم قال اللھم اشف سعدا واتمم لہ ھجرتہ۔ [2]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ میں بیمار ہو گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا پھر میرے سینہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا پھر دعا کی اے اللہ سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت مکمل کر۔

عیادت کے اجر و ثواب کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضا فاحسن الوضوء وعاد اخاہ المسلم محتسبا بوعد من جھنم مسیرۃ سبعین خریفا قلت یا ابا حمزۃ وما الخریف قال العام۔ [3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے لیے گیا اسے ستر سال کی مسافت کے برابر جہنم سے دور کیا جاتا ہے۔

عن علی قال ما من رجل یعود مریضا ممسیا الا خرج معہ سبعون الف ملک یستغفرون لہ حتی یصبح ومن اتاہ مصبحا خرج معہ سبعون الف ملک یستغفرون لہ حتی یمسی وکان

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص شام کے وقت کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۳، ۲۳۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] " " " " سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۶-۸۵، " " " "

لہ خریف فی الجنۃ ۔[1]

مریض کی عیادت کے لیے جاتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اور شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں ۔ اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہوگا۔

امام احمد روایت کرتے ہیں :

عن ھارون بن ابی داؤد قال اتیت انس بن مالک فقلت یا ابا حمزۃ ان المکان بعید ونحن نعجبنا ان نعودک فرفع راسہ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما رجل یعود مریضا فانما یخوض فی الرحمۃ فاذا قعد عند المریض غمرتہ الرحمۃ قال فقلت یا رسول اللہ ھذا للصحیح الذی یعود المریض فالمریض مالہ قال تحط عنہ ذنوبہ ۔[2]

ہارون بن ابی داؤد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو حمزہ! آپ کا گھر دور ہے اور ہمیں آپ کی عیادت کرنا پسند ہے! حضرت انس نے اپنا سر اٹھا کر کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص کسی مریض کی عیادت کرتا ہے، وہ اللہ تعالے کی رحمت میں داخل ہو جاتا ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ اس تندرست کا اجر ہے جو مریض کی عیادت کرتا ہے تو بیمار کا کیا اجر ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس کے گناہ جھڑ جائیں گے!

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔[3]

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں :

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عاد مریضا لم یزل یخوض الرحمۃ حتی یجلس فاذا جلس اغتمس فیھا۔ رواہ احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحیح ۔[4]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مریض کی عیادت کی وہ اللہ کی رحمت میں رہتا ہے حتی کہ وہ بیٹھ جائے اور جب بیٹھ جاتا ہے تو اس کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو وابی ھریرۃ قالا

حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۵ ۔ ۱۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[4] 〃 〃 〃 〃 مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۷

من مشی فی حاجۃ اخیہ المسلم اظلہ اللہ بخمسۃ وسبعین الف ملک یدعون لہ ولم یزل یخوض فی الرحمۃ حتی یفرغ فاذا فرغ کتب اللہ لہ حجۃ وعمرۃ ومن عاد مریضا اظلہ اللہ بخمسۃ وسبعین الف ملک لا یرفع قدما الا کتب لہ حجۃ وعمرۃ ولا یضع قدما الا حطت عنہ سیئۃ ورفع لہ بہا درجۃ حتی یقعد مقعدہ فاذا قعد غمرتہ الرحمۃ فلا یزال کذلک حتی اذا اقبل حیث ینتھی الی منزلہ رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ جعفر بن میسرۃ الاشجعی وھو ضعیف[۱]

نے بیان کیا کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام کے لیے گیا اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں کرتا ہے وہ اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور جب تک وہ اس کام سے فارغ نہ ہو وہ رحمت میں داخل رہتا ہے اور جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے حج اور عمرہ کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے اللہ تعالیٰ اس کو پچھتر ہزار فرشتوں کے سایہ میں رکھتا ہے اور جب وہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے حج اور عمرہ لکھ دیا جاتا ہے اور جب وہ قدم رکھتا ہے تو اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو گھر واپس آنے تک اس کو رحمت ڈھانپے رکھتی ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جعفر بن میسرہ اشجعی ایک ضعیف راوی ہے۔

بدعقیدہ اور بدکار کی عیادت سے ممانعت کے متعلق احادیث

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم[۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منکرین تقدیر اس امت کے مجوس ہیں اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں نہ جاؤ۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[۳] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[۴]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال: لا تعودوا شراب الخمر اذا مرضوا[۵]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شرابی جب بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو۔

۱۔ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۹۹، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۹ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۵، ۸۶، مطبوعہ دارالفکر بیروت

۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد

عیادت کا شرعی حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
مریض کی عیادت کرنا بالاجماع سنت ہے، خواہ مریض معروف ہو یا اجنبی، قریب ہو یا بعید اور کس مریض کی عیادت کرنا زیادہ افضل اور زیادہ مؤکد ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔[1]

امام بخاری نے روایت کیا ہے: عودوا المریض "مریض کی عیادت کرو" اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں امر وجوب کفائی پر محمول ہے یعنی مریض کی عیادت کرنا واجب کفایہ ہے جیسا کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا اور قیدیوں کو چھڑانا واجب کفایہ ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الفت اور میل جول پر برانگیختہ کرنے کے لیے یہ امر مستحب ہو، داؤدی نے کہا یہ فرض کفایہ ہے اور جمہور کے نزدیک یہ امر اصل میں استحباب کے لیے ہے اور بعض لوگوں کے حق میں وجوب کے لیے ہے، علامہ طبری نے کہا ہے کہ جن کی عیادت کرنے سے برکت متوقع ہو ان کی عیادت کرنا مؤکد ہے اور جن کے احوال کی رعایت مطلوب ہوتی ہے ان کی عیادت مسنون ہے اور عام مسلمانوں کی عیادت کرنا مباح ہے اور کافر کی عیادت کرنے کا حکم عنقریب آئے گا، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ عیادت کرنا واجب عین نہیں ہے "مریض کی عیادت کرو" اس حدیث کے عموم سے ہر مریض کی عیادت کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے، بعض علماء نے اس عموم سے آشوب چشم کے مریض کا استثناء کیا ہے، لیکن آشوب چشم کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ حدیث ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں، امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور امام حاکم نے مستدرک میں صحت کی تصریح کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میری آنکھوں میں درد تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی، اس کے برخلاف امام بیہقی اور امام طبرانی نے مرفوعاً روایت کیا ہے: تین مرضوں میں عیادت نہیں ہے، آشوب چشم، پھنسی پھوڑے اور داڑھ کی تکلیف، لیکن امام بیہقی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف ہے (یعنی مرفوع نہیں ہے۔) اس حدیث میں عیادت کرنے کا مطلقاً حکم دیا گیا ہے اور اس حکم کو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ مرض کی ابتداء میں بھی عیادت کرنا جائز ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہ وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ تین دن سے پہلے عیادت نہ کی جائے اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین دن گزرنے کے بعد ہی مریض کی عیادت کرتے تھے، لیکن یہ حدیث بہت ضعیف ہے، اس کی روایت میں مسلمہ بن علی منفرد ہے اور وہ متروک ہے، امام ابو حاتم سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ حدیث باطل ہے، امام طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کے ایک شاہد کا ذکر کیا ہے لیکن اس کی سند میں بھی ایک متروک راوی ہے۔

عیادت کے اوقات

مریض کی عیادت سے اس کا حال معلوم ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ الفت کا اظہار ہوتا ہے، بسا اوقات عیادت سے مریض کا دل بہلتا ہے اور اس کی توانائی بحال ہوتی ہے، چونکہ حدیث میں مطلقاً عیادت کرنے کا حکم ہے اس سے معلوم ہوا کہ عیادت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، لیکن عام طور پر دن میں صبح یا شام کے وقت عیادت کی جاتی ہے، امام بخاری نے الادب المفرد میں رات کے وقت عیادت کرنے کا ایک عنوان قائم

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۱۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کیا ہے جس میں خالد بن ربیع سے یہ روایت کیا ہے کہ جب حضرت حذیفہ بیمار ہو گئے تو آدھی رات کو ان کی عیادت کی گئی، اثرم نے نقل کیا ہے: امام احمد سے سوال کیا گیا کہ گرمیوں میں دن چڑھنے کے بعد فلاں شخص کی عیادت کی جائے؟ انھوں نے کہا یہ عیادت کا وقت نہیں ہے، علامہ ابن صلاح نے فراوی سے نقل کیا ہے کہ سردیوں میں رات کو عیادت کرنا مستحب ہے اور گرمیوں میں دن کو، لیکن یہ حکم غریب ہے۔

عیادت کے آداب

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھے جس سے مریض تنگ ہو یا مریض کے گھر والوں کو حرج ہو، ہاں اگر مریض کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنے کی ضرورت ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔ [۱]

مریض کی عیادت کے لیے جائے تو اس کو تکلیف پر صبر کی تلقین کرے اور تسلی آمیز کلمات کہے، اس کے سامنے ایسی باتیں کرے جس سے وہ خوش ہو اور اس کا دل بہلے اس کو وہ احادیث سنائے جن میں یہ ذکر ہے کہ بیماری گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اس کو توبہ، استغفار اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے لیے کہے اور حالت مرض میں نماز پڑھنے اور جو عبادات وہ کر سکتا ہو ان عبادات کی تلقین کرے اور مریض کو اس قسم کی احادیث سنائے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن اور مومنہ یا مسلم اور مسلمہ بیمار ہو تو اللہ تعالیٰ اس بیماری کی وجہ سے اس کا گناہ مٹا دیتا ہے، ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلیٰ اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی سند صحیح ہے (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۱)، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کو جسم میں جو بھی تکلیف ہو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، امام احمد کی سند صحیح ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۱) حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے، حسن نے کہا آپ کو اس حالت میں دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا، حضرت عمران بن حصین نے کہا اے بھتیجے ایسا نہ کہو، بخدا مجھے سب سے زیادہ وہی پسند ہے جو سب سے زیادہ اللہ عزوجل کو پسند ہے اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر۔ (شوریٰ: ۳۰)

اور تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے سبب پہنچی ہے اور تمہاری بہت سی خطاؤں کو تو وہ معاف کر دیتا ہے۔

یہ بیماری جو تم دیکھ رہے ہو یہ میرے کیے ہوئے گناہوں میں سے بعض کی سزا ہے پھر باقی گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا، اس حدیث کو امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۲) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پاک کر کے اٹھاتا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل کسی مسلمان بندے کو

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۳ - ۱۱۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا کرتا ہے تو اللہ عزوجل فرشتے سے فرماتا ہے یہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا اس کو (بدستور) لکھتے رہو پھر اگر کسی کو شفا دیتا ہے تو اس کے گناہوں کو دھو کر پاک کر دیتا ہے اور اگر اس کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے، اس حدیث کو امام ابو یعلی اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۳۰۴)۔

عیادت کے آداب میں سے یہ ہے کہ اگر مریض غریب ہو تو اس کے علاج کے لیے حسب حیثیت کچھ رقم نذر کرے اور اگر مریض امیر ہو تو کچھ کھانے پینے کی چیزیں مثلاً پھل وغیرہ لے جائے جو مریض کے حال کے مناسب ہوں، ایسا نہ ہو کہ شوگر کے مریض کی عیادت کو جائے تو مٹھائی کا ڈبہ اور ہائی بلڈ پریشر کے مریض کی عیادت کو جائے تو نمکین بسکٹ لے جائے، مریض اپنے مرض کی وجہ سے اپنے جن دنیاوی کاموں اور ذمہ داریوں کو پورا نہ کر سکے اس میں بھی حتی المقدور تعاون کرے، البتہ مریض کو اپنی آزمودہ دوائیں اور مجرب نسخے نہ بتائے، کیونکہ آج کل جو شخص بھی کسی مریض کے پاس تیمارداری کے لیے جاتا ہے تو ایک نئی دوا اور نئی غذا تجویز کرتا ہے اور ہر شخص اپنے نسخہ کو استعمال کرانے پر اصرار کرتا ہے بلکہ بعض تیماردار تو ڈاکٹر اور حکیم بدلنے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس چیز کو آج کل تیمارداری کا جزو لازم سمجھ لیا گیا ہے۔

اہل ذمہ کی عیادت کا حکم

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ مشرک کی عیادت کرنا اس وقت جائز ہے جب یہ امید ہو کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کرے گا، اور جب یہ امید نہ ہو تو پھر مشرک کی عیادت کرنا جائز نہیں ہے، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ مقاصد مختلف ہوتے ہیں کبھی عیادت کرنے میں کوئی اور مصلحت بھی ہوتی ہے، علامہ ماوردی نے کہا ہے کہ ذمی کی عیادت جائز ہے، اگر وہ ذمی پڑوسی یا رشتہ دار ہو تو پڑوس یا رشتہ داری کا حق ادا کرنے کی بنا پر اجر بھی ملے گا۔ امام بخاری نے حضرت انس کی روایت سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت کی جو آپ کی خدمت کرتا تھا، آپ نے اس کو دعوت اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔[1]

علامہ عینی لکھتے ہیں:

اہل ذمہ کی عیادت کرنا جائز ہے خصوصاً جبکہ اہل ذمہ پڑوسی ہوں کیونکہ اس عمل سے ان پر محاسن اسلام کا اظہار ہوتا ہے اور ان کی تالیف قلب ہوتی ہے تاکہ وہ مائل بہ اسلام ہوں۔[2]

بَابُ ثَوَابِ الْمُؤْمِنِ فِيمَا يُصِيبُهُ مِنْ مَرَضٍ أَوْ حُزْنٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ

مومن کو غم، پریشانی یا بیماری کی بنا پر ملنے والے ثواب کا بیان

۶۴۳۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کسی شخص میں سخت درد نہیں

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۱۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[2] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۷۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ

حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي رِوَايَةِ عُثْمَانَ مَكَانَ الْوَجَعِ وَجَعًا۔

نہیں دیکھا، عثمان کی روایت میں الوجع کی جگہ وجعاً کا لفظ ہے

۶۴۳۵ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ أَخْبَرَنِي أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ مِثْلَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی پانچ سندیں بیان کیں۔

۶۴۳۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعْكًا شَدِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَلْ إِنِّي أُوعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجَلْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذًى مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللَّهُ بِهِ سَيِّئَاتِهِ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي۔

حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کو بخار تھا، میں نے آپ کو ہاتھ لگا کر دیکھا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کو تو بہت سخت بخار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے تم میں سے دو آدمیوں جتنا بخار ہوتا ہے، میں نے عرض کیا: کیا اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کو دگنا اجر ملتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کو بھی مرض یا کوئی اور مصیبت لاحق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہ مٹا دیتا ہے، جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں، زہیر کی حدیث میں ہاتھ لگا کر دیکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۴۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، ابومعاویہ کی سند میں ہے ہاں! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے روئے زمین پر ہر مسلمان کو، آخر حدیث تک

إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَيَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي غَنِيَّةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِ جَرِيرٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ وَزَادَ فِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ نَعَمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَلَى الْأَرْضِ مُسْلِمٌ الخ

۶۴۳۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ دَخَلَ شَبَابٌ مِنْ قُرَيْشٍ عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ بِمِنًى وَهُمْ يَضْحَكُونَ فَقَالَتْ مَا يُضْحِكُكُمْ قَالُوا فُلَانٌ خَرَّ عَلَى طُنُبِ فُسْطَاطٍ فَكَادَتْ عُنُقُهُ أَوْ عَيْنُهُ أَنْ تَذْهَبَ فَقَالَتْ لَا تَضْحَكُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُشَاكُ شَوْكَةً فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَمُحِيَتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ۔

اسود بیان کرتے ہیں کہ کچھ قریشی نوجوان منیٰ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، وہ ہنسنے لگے، حضرت عائشہ نے پوچھا تم کس وجہ سے ہنس رہے ہو؟ انھوں نے کہا فلاں شخص خیمہ کی رسی پر گر پڑا جس سے اس کی گردن ٹوٹ جاتی یا آنکھ ضائع ہو جاتی! حضرت عائشہ نے فرمایا: ہنسو مت، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ مسلمان کو کانٹا چبھ جائے یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف پہنچے تو اس کا ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے۔

۶۴۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ شَوْكَةٍ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَةً أَوْ حَطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھتا ہے یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کا درجہ بلند کرتا ہے یا اس کا گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا إِلَّا قَصَّ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطِيئَتِهِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جب کوئی کانٹا چبھے یا اس سے کم کوئی تکلیف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۱ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۴۴۲ - حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَيُونُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُصِيبَةٍ يُصَابُ بِهَا الْمُسْلِمُ إِلَّا كُفِّرَ بِهَا عَنْهُ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو جو مصیبت بھی لاحق ہو خواہ کانٹا چبھے اللہ تعالےٰ اس کو اس کے گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے۔

۶۴۴۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ مُصِيبَةٍ حَتَّى الشَّوْكَةِ إِلَّا قُصَّ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ أَوْ كُفِّرَ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ لَا يَدْرِي يَزِيْدُ أَيَّتُهُمَا قَالَ عُرْوَةُ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر جو مصیبت آئے خواہ کانٹا چبھے اسے اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے راوی کہتے ہیں پتا نہیں عروہ نے قص بھا من خطایاہ کہا تھا یا کفر بھا من خطایاہ۔ کہا تھا۔

۶۴۴۴ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا حَيْوَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ حَتَّى الشَّوْكَةِ تُصِيبُهُ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِهَا حَسَنَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن پر جو مصیبت آئے خواہ کانٹا چبھے، اللہ تعالےٰ اس کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دیتا ہے یا اس کے بدلے میں ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُصِيبُ الْمُؤْمِنَ مِنْ وَصَبٍ وَلَا نَصَبٍ وَلَا سَقَمٍ وَلَا حَزَنٍ حَتَّى الْهَمِّ يُهَمُّهُ إِلَّا كُفِّرَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِهِ۔

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا مسلمان پر جو مصیبت آئے، خواہ بیماری ہو، تھکاوٹ ہو، تکلیف ہو، غم ہو یا کوئی پریشانی ہو، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۶۴۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جس شخص نے جو برائی کی اس

لِقُتَيْبَةَ) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ مُحَيْصِنٍ شَيْخٍ مِنْ قُرَيْشٍ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ قَيْسِ ابْنِ مَخْرَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ بَلَغَتْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ مَبْلَغًا شَدِيدًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِبُوا وَسَدِّدُوا فَفِي كُلِّ مَا يُصَابُ بِهِ الْمُسْلِمُ كَفَّارَةٌ حَتَّى النَّكْبَةِ يُنْكَبُهَا أَوِ الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا - قَالَ مُسْلِمٌ هُوَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مُحَيْصِنٍ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ -

کو اس کی سزا دی جائے گی، مسلمانوں کو اس سے سخت تشویش ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میانہ روی اور درست روی پر قائم رہو، مسلمان پر جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اس کے لیے کفارہ ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کو ٹھوکر لگے یا کانٹا چبھے۔

۶۴۴۷ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ الصَّوَّافُ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ السَّائِبِ أَوْ أُمِّ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ مَا لَكِ يَا أُمَّ السَّائِبِ أَوْ يَا أُمَّ الْمُسَيَّبِ تُزَفْزِفِينَ قَالَتِ الْحُمَّى لَا بَارَكَ اللَّهُ فِيهَا فَقَالَ لَا تَسُبِّي الْحُمَّى فَإِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِي آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سائب یا حضرت ام المسیب کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا: اے ام سائب یا ام المسیب تم کیوں کانپ رہی ہو؟ انھوں نے کہا مجھے بخار ہے، اللہ تعالیٰ اس میں برکت نہ دے! آپ نے فرمایا: بخار کو برا نہ کہو کیونکہ بنو آدم کی خطاؤں کو اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے۔

۶۴۴۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَبِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَا حَدَّثَنَا عِمْرَانُ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلَى قَالَ هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنِّي أُصْرَعُ وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ لِي قَالَ إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ قَالَتْ أَصْبِرُ قَالَتْ فَإِنِّي أَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا

عطاء بن ابی رباح بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت ابن عباس نے مجھ سے کہا کیا میں تم کو ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ انھوں نے کہا یہ سیاہ فام عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! مجھ پر مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میرا ستر کھل جاتا ہے! آپ میرے لیے دعا کیجیے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس پر صبر کرو اور تم کو جنت مل جائے گی، اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں وہ تم کو صحت عطا فرما دے گا! اس عورت نے کہا میں صبر کرتی ہوں، اس نے کہا میرا ستر کھل جاتا ہے آپ یہ دعا فرما دیں کہ میرا ستر نہ کھلے، پھر آپ نے اس کے لیے دعا کر دی۔

مصائب پر اجر ملنے کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں مسلمانوں کے لیے عظیم بشارت ہے، کیونکہ احادیث میں جن مصائب، پریشانیوں، تکلیفوں اور بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے ان سے بمشکل کوئی مسلمان خالی ہوگا، اور جیسا کہ ان احادیث میں بیان کیا ہے کہ ان امور سے مسلمانوں کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور ان کے درجات بلند کر دیے جاتے ہیں، یہی بات صحیح ہے اور جمہور علماء کا یہی نظریہ ہے، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ تکلیفوں سے فقط گناہ مٹائے جاتے ہیں، اور نیکیاں نہیں لکھی جاتیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہ منقول ہے کہ مصیبت پر اجر نہیں ملتا البتہ گناہ مٹا دیے جاتے ہیں انھوں نے ان احادیث پر اعتماد کیا ہے جن میں صرف گناہ مٹانے کا ذکر ہے، امام مسلم نے جو احادیث ذکر کی ہیں وہ ان تک نہیں پہنچیں جن میں یہ تصریح ہے کہ مصیبتوں سے درجات بھی بلند ہوتے ہیں اور نیکیاں بھی لکھی جاتی ہیں۔

علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ درد اور تکلیف میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں پھر جو ان کے قریب ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کمال صبر اور صحت احتساب کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور ان کو اس بات کی معرفت ہوتی ہے کہ یہ مصائب بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، ان کو دوگنا اجر دیا جاتا ہے اور اسی سے ان کے صبر اور ان کی رضا کا اظہار ہوتا ہے۔[1]

بَابُ ۹۱: تَحْرِيْمِ الظُّلْمِ

ظلم کی حرمت

۶۴۴۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيَّ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْ اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا رَوٰى عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَّهٗ قَالَ يَا عِبَادِيْ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِيْ وَجَعَلْتُهٗ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا فَلَا تَظَالَمُوْا يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَيْتُهٗ فَاسْتَهْدُوْنِيْ اَهْدِكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ جَائِعٌ اِلَّا مَنْ اَطْعَمْتُهٗ فَاسْتَطْعِمُوْنِيْ اُطْعِمْكُمْ يَا عِبَادِيْ كُلُّكُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ كَسَوْتُهٗ فَاسْتَكْسُوْنِيْ اَكْسُكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ تُخْطِئُوْنَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِيْ اِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّيْ فَتَضُرُّوْنِيْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِيْ فَتَنْفَعُوْنِيْ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ روایت کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کر دیا لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، سو تم مجھ سے ہدایت طلب کرو، میں تم کو ہدایت دوں گا، اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوا اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں، پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو، میں تم کو کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم سب بے لباس ہو سوا اس کے جس کو میں لباس پہناؤں، لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تم کو لباس پہناؤں گا، اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو بخشتا ہوں، تم مجھ سے بخشش طلب کرو، میں تم کو بخشش دوں گا، اے میرے بندو! تم کسی نقصان کے مالک نہیں ہو کہ مجھے نقصان پہنچا سکو، اور تم کسی نفع کے مالک نہیں کہ مجھے نفع پہنچا سکو، اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۱۹ - ۳۱۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ

يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَتْقَى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذَلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلَى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي شَيْئًا يَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِي إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ - قَالَ سَعِيدٌ كَانَ أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا الْحَدِيثِ جَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ -

انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔ اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل و آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے، اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل اور آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہو گا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے جمع کر رہا ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (مثلاً آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔ سعید بیان کرتے ہیں کہ ابو ادریس خولانی جس وقت یہ حدیث بیان کرتے تھے تو گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۴۵۰ - حَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ مَرْوَانَ أَتَمُّهُمَا حَدِيثًا - قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا بِهَذَا الْحَدِيثِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ ابْنَا بِشْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ فَذَكَرُوا الْحَدِيثَ بِطُولِهِ -

۶۴۵۱ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ بْنِ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي أَسْمَاءَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَرْوِي عَنْ رَبِّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى إِنِّي حَرَّمْتُ عَلَى نَفْسِي الظُّلْمَ وَعَلَى عِبَادِي فَلَا تَظَالَمُوا وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِهِ وَحَدِيثُ أَبِي إِدْرِيسَ الَّذِي ذَكَرْنَاهُ أَتَمُّ مِنْ هَذَا -

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے اوپر اور اپنے بندوں کے اوپر ظلم کو حرام کر دیا ہے، سو ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اس کے بعد حسب سابق پوری روایت ہے۔

۶۴۵۲ - حدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب حدثنا داود (يعني ابن قيس) عن عبيد الله ابن مقسم عن جابر بن عبد الله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات يوم القيامة واتقوا الشح فان الشح اهلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں، اور بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک کر دیا، اس بخل نے ان کو خونریزی کرنے اور حرام کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا۔

۶۴۵۳ - حدثني محمد بن حاتم حدثنا شبابة حدثنا عبد العزيز الماجشون عن عبد الله ابن دينار عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الظلم ظلمات يوم القيامة۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں۔

۶۴۵۴ - حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ليث عن عقيل عن الزهري عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه من كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها كربة من كرب يوم القيامة ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم کرے نہ اس کو تباہ کرے، جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے، جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کر دے گا، جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

۶۴۵۵ - حدثنا قتيبة بن سعيد وعلي بن حجر قالا حدثنا اسماعيل (وهو ابن جعفر) عن العلاء عن ابيه عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتدرون ما المفلس قالوا المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع فقال ان المفلس من امتي ياتي يوم القيامة بصلاة وصيام وزكاة وياتي قد شتم هذا وقذف هذا واكل مال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے کہا ہمارے نزدیک مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم ہو نہ کوئی متاع ہو، آپ نے فرمایا میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے اور اس شخص نے (دنیا میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی کو تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھایا تھا، کسی کا خون

هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ، وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ۔

بہایا تھا، کسی کو مارا تھا، پھر اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اگر ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

۶۴۵۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰى اَهْلِهَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حقداروں کے حقوق وصول کیے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

۶۴۵۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا بُرَيْدُ بْنُ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُمْلِيْ لِلظَّالِمِ فَاِذَا اَخَذَهٗ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب اس کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) اور اسی طرح آپ کے رب کی گرفت ہے، جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے، بے شک اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ظلم کے حرام ہونے کا بیان اور اصل فطرت میں انسان کو گمراہ قرار دینے کی توجیہ!

حدیث نمبر ۶۴۴۹ میں ہے، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا۔ علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے فرمایا: یعنی اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے کیونکہ مقررہ حدود سے تجاوز کرنے کو ظلم کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اوپر کوئی نہیں ہے جو اس کے لیے حدود مقرر کرے، اور اللہ تعالیٰ ان حدود سے تجاوز کرے تو وہ معاذ اللہ ظالم قرار پائے، معتزلہ نے یہ کہا کہ ظلم نقص اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر ہر نقص اور عیب محال ہے۔

اس حدیث میں ہے: تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، علامہ ابی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ تمام انسان اصل فطرت میں گمراہی پر تھے اور یہ اس حدیث کے معارض ہے جس میں ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس گمراہی سے مراد وہ گمراہی ہے جو فطرت کے بعد رسولوں کے آنے سے پہلے تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ تمام لوگ ایک طریقہ (یعنی گمراہی) پر تھے، تو

النبیین مبشرین و منذرین۔ (بقرہ ۲۱۳) اللہ تعالٰی نے خوشخبری دینے والے اور (گمراہی کے عذاب سے) ڈرانے والے نبی بھیجے۔

یعنی اگر اللہ تعالٰی انبیاء علیہم السلام کو نہ بھیجتا اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا اور لوگ اسی تن آسانی، عیش پرستی اور دلائل توحید میں عدم تدبر کے حال میں رہتے تو لوگ گمراہ ہو جاتے۔

اس حدیث میں ہے جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح سوئی کو سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوتی ہے۔

چونکہ سوئی کو سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے بہ ظاہر سمندر میں کوئی کمی نہیں ہوتی اس لیے یہ مثال دی گئی ہے، ورنہ سمندر متناہی ہے اور اللہ تعالٰی کے پاس جو کچھ ہے وہ غیر متناہی ہے۔

مسلمان کے پردہ رکھنے کا بیان

حدیث نمبر ۶۴۵۴ میں ہے: جو شخص کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کا پردہ رکھے گا۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن لوگوں کے گناہوں پر کئی بار پردہ کیا گیا ہو اور انھوں نے اس کے باوجود اس گناہ کو ترک نہ کیا ہو، ان کا پردہ چاک کرنا واجب ہے، کیونکہ بار بار ان کا پردہ رکھنا ان کے گناہوں پر معاونت کرنے کے مترادف ہے، جو معصیت گذر چکی ہو اس کا پردہ رکھنا مستحب ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے سامنے کسی کو معصیت کرتے ہوئے دیکھے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس معصیت پر انکار کرے اور اگر وہ خود اس کو اس معصیت سے روکنے پر قادر ہو تو اس کو روکے اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو اس معاملہ کو حکام کے پاس لے جائے بشرطیکہ ایسا کرنے سے کوئی اس سے بڑی خرابی واقع نہ ہو۔

مقدمہ میں فریق مخالف کے گواہوں پر جو تنقید کی جاتی ہے، یا راویوں پر جو جرح کی جاتی ہے اور اوقاف اور صدقات کے امینوں پر جو تنقید کی جاتی ہے، یہ جائز ہے کیونکہ اس جرح اور تنقید کا مقصد کسی کو رسوا کرنا نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ بتانا ہوتا ہے کہ اس شخص کی شہادت یا روایت قابل اعتماد نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ کی حدود کی مخالفت کے جذبہ سے کسی کی معصیت کاری کو حاکم کے پاس لے جائے تو یہ بھی جائز ہے اور یہ ستر مومن کے حکم کے خلاف نہیں ہے۔[1]

حیوانات کے حشر کی تحقیق

حدیث نمبر ۶۴۵۶ میں ہے: قیامت کے دن تم سے حقداروں کے حق وصول کیے جائیں گے، حتٰی کہ بے سینگ بکری کا سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ قیامت کے دن جانوروں کو جمع کیا جائے گا، اور جس طرح مکلف انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح جانوروں کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا اسی طرح بچوں، مجنونوں اور جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی ہے ان کو زندہ کیا جائے گا، قرآن مجید اور احادیث سے اس نظریہ پر دلائل قائم ہیں، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

واذا الوحوش حشرت (تکویر: ۵) اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۳۰۔ ۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تک کوئی شرعی یا عقلی مانع نہ ہو شریعت میں وارد شدہ الفاظ کو ان کے ظاہر پر محمول کرنا واجب ہے، علماء نے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن حشر اور دوبارہ زندہ کرنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ ان کو جزا یا سزا دی جائے اور سینگ والی بکری سے جو بے سینگ بکری کا بدلہ لیا جائے گا وہ ایسا بدلہ نہیں ہے جو مکلفین سے لیا جاتا ہے کیونکہ وہ مکلف نہیں ہیں بلکہ وہ صورۃً بدلہ ہے۔ [1]

علامہ ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ جانوروں کے حشر میں علماء کا اختلاف ہے جو علماء جانوروں کے حشر کے قائل ہیں وہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں واذا الوحوش حشرت (تکویر: ۵) "اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں" اور دوسرے علماء نے اس آیت کے جواب میں کہا ہے کہ اس آیت میں حشوت کا معنی ماتت ہے (یعنی جب وحشی جانور مر جائیں گے) اور اس مسئلہ میں جو احادیث وارد ہیں وہ اخبار آحاد ہیں جو ظنی ہیں، اور اس مسئلہ میں قطعی دلیل کی ضرورت ہے، ہمارے بعض شیوخ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہاں حشر سے مراد حقیقی حشر نہیں ہے بلکہ یہ مخلوق کے سامنے ایک مثال بیان کی ہے تاکہ وہ جان لیں کہ قیامت کا دن روز جزاء ہے اور اس دن ہر شخص سے بدلہ لیا جائے گا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن جانوروں میں حرکت پیدا کر دے تاکہ اہل محشر جان لیں کہ ان کا سامنا حقیقی عدل سے ہونے والا ہے، اس پر قصاص (بدلہ) کا اطلاق حقیقۃً نہیں مجازاً ہے یعنی وہ صرف بدلہ کی صورت ہے، حقیقی بدلہ نہیں ہے کیونکہ جانور مکلف نہیں ہیں، اور جن علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جانوروں کی بعثت کے متعلق قرآن مجید کی نصوص صریحہ اور احادیث متواترہ وارد نہیں ہیں جس طرح مکلفین کی بعثت کے متعلق دلائل موجود ہیں، اور یہ کوئی ایسا علمی مسئلہ نہیں ہے جس پر دلائل ظنیہ کو کافی سمجھا جائے، اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ تمام مخلوقات کا حشر کیا جائے گا جیسا کہ قرآن مجید کی ظاہر آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے، اور حشر کے لیے جزا یا سزا شرط نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بچے جنت میں ہیں اور بچوں کے لیے اصالۃً جزا نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا قیامت کے دن جانوروں کو بلا کر سینگ والی بکری سے بے سینگ کا بدلہ لیا جائے گا اس کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ اس وقت کافر یہ کہے گا:

یالیتنی کنت ترابا (النبا: ۴۰) اے کاش میں مٹی ہو جاتا!

حضرت ابوہریرہ کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں یہ اضافہ ہے کہ بے سینگ جانور کا بدلہ سینگ والے جانور سے لیا جائے گا اور پتھر سے کہا جائے گا وہ دوسرے پتھر پر کیوں سوار ہوا اور ایک لکڑی سے کہا جائے گا اس نے دوسری لکڑی کے خراش کیوں ڈالی، اور یہ سب مثالیں ہیں کیونکہ جمادات میں کلام کی عقل نہیں ہے، اس لیے ان کو ثواب اور عقاب نہیں ہو گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جو مسائل علمیہ ذات اور صفات سے متعلق نہیں ہیں ان پر استدلال کے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لیے اخبار احاد کافی ہیں، اور قرآن مجید کی ظاہر آیات اور احادیث سے تواتر معنوی کے ساتھ یہ مسئلہ ثابت ہے اور ہر چند کہ امام اشعری نے مجنونوں اور جن لوگوں کو دعوت اسلام نہیں پہنچی ان کے حشر میں توقف کیا ہے لیکن جب کہ ظاہر آیات اور احادیث سے تمام مخلوق کا حشر ثابت ہے تو ان کے توقف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ [۱]

امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قتادہ نے کہا ہے کہ ہر چیز کو جمع کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی قصاص کے لیے جمع کیا جائے گا، معتزلہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن تمام حیوانات کو جمع کرے گا تاکہ دنیا میں ان کو موت اور قتل کی وجہ سے جو درد اور الم پہنچا ہے اس کا عوض دے دیا جائے گا تو پھر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے گا تو بعض کو جنت میں رکھے گا اور اگر ان کو فنا کرنا چاہے گا تو فنا کر دیگا جیسا کہ حدیث میں ہے، اور ہمارے اصحاب یہ کہتے ہیں کہ کسی کے استحقاق کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ تمام جانوروں کو جمع کرے گا اور سینگ والے سے بے سینگ کا بدلہ دے گا پھر ان سے فرمائے گا مر جاؤ تو وہ مر جائیں گے اور اس قصہ کو ذکر کرنے کی کئی وجوہ ہیں۔

(۱)۔ جب اللہ تعالیٰ عدل کو ظاہر فرمانے کے لیے حیوانات کو بھی دوبارہ زندہ کر کے جمع کرے گا تو مکلفین میں سے انسانوں اور جنوں کا حشر کیوں نہیں فرمائے گا!

(۲)۔ وحشی جانور دنیا میں انسانوں سے بھاگتے ہیں اور قیامت کے دن وہ انسانوں کے ساتھ صرف اس وجہ سے مجتمع ہوں گے کہ وہ دن سخت ہولناک ہوگا۔

(۳)۔ بعض حیوانات بعض دوسرے حیوانات کی غذا ہیں لیکن یہ سب قیامت کے دن ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوں گے اور کوئی دوسرے سے تعارض نہیں کرے گا۔ اور اس کی وجہ صرف قیامت کا ہول ہوگا۔ [۲]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس سے یہ تفسیر منقول ہے کہ تمام جانوروں کو جمع کر کے ان پر موت طاری کر دی جائے گی، امام حاکم نے بھی یہی کہا ہے، اس لیے قیامت کے دن جن وانس کے سوا کسی اور کو نہیں اٹھایا جائے گا ایک قول یہ ہے کہ قصاص کے لیے سب کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا حتیٰ کہ مکھیوں کو بھی زندہ کیا جائے گا۔ یہ تفسیر بھی حضرت ابن عباس سے مروی ہے، قتادہ اور ایک جماعت سے یہ منقول ہے کہ تمام جانوروں کو جمع کیا جائے گا اور بعض کا بعض سے قصاص لیا جائے گا حتیٰ کہ سینگ والے سے بے سینگ کا بدلہ لیا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا مر جاؤ پھر وہ سب مر جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے بعد ان کو مٹی کر دیا جائے گا اور صرف وہ جانور باقی رکھے جائیں گے جو بنو آدم کے لیے سرور کا باعث ہیں، مثلاً مور اور ہرن وغیرہ، ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ جانور باقی رکھا جائے گا جس سے صرف مسلمانوں نے استفادہ کیا ہو، بہت سے علماء کا یہ مذہب ہے کہ تمام حیوانات کا حشر کیا جائے گا کیونکہ امام مسلم اور امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سے حقداروں کا

---

[۱]۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۲ - ۱۳۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۲۸ ۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

حق وصول کیا جائے گا حتی کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری کا قصاص لیا جائے گا اور چیونٹی سے چیونٹی کا قصاص لیا جائے گا،

حجۃ الاسلام امام غزالی کا میلان یہ ہے کہ جنوں اور انسانوں کے سوا اور کسی کا حشر نہیں کیا جائے گا کیونکہ ان کے سوا کوئی اور مکلف ہے نہ اہل کرامت، اس باب میں قرآن مجید اور احادیث کی کوئی نص صریح نہیں ہے جس کی وجہ سے حیوانات کے حشر کا قول کیا جائے، صحیح مسلم اور جامع ترمذی کی حدیث ہر چند کہ صحیح ہے لیکن وہ اس آیت کی تفسیر کے حکم میں نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان احادیث سے عدل تام کی طرف اشارہ ہو، میرا یہی رجحان ہے، لیکن جو علماء حیوانات کے حشر کے قائل ہیں میں ان کو غلط نہیں کہتا، کیونکہ ان کا قول بہر حال حدیث پر مبنی ہے۔ [1]

مصنف کے نزدیک انھی علماء کا قول صحیح ہے جو حیوانات کے حشر کے قائل ہیں کیونکہ قرآن مجید کی صریح آیات اور ظاہر حدیث میں بلاوجہ تاویل کرنا درست نہیں ہے۔

باب [91] نَصْرِ الْاَخِ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا
بھائی کی مدد کرنا خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم

۶۴۵۸ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اقْتَتَلَ غُلَامَانِ غُلَامٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَغُلَامٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَنَادَى الْمُهَاجِرُ اَوِ الْمُهَاجِرُوْنَ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ وَنَادَى الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا دَعْوٰى اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنَّ غُلَامَيْنِ اقْتَتَلَا فَكَسَعَ اَحَدُهُمَا الْاٰخَرَ قَالَ فَلَا بَاْسَ وَلْيَنْصُرِ الرَّجُلُ اَخَاهُ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا اِنْ كَانَ ظَالِمًا فَلْيَنْهَهٗ فَاِنَّهٗ لَهٗ نَصْرٌ وَاِنْ كَانَ مَظْلُوْمًا فَلْيَنْصُرْهُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو لڑکوں کا آپس میں جھگڑا ہوا، ایک مہاجرین میں سے تھا اور دوسرا انصار میں سے، مہاجر چلایا یا لے مہاجرین اور انصاری چلایا اے انصار، ناگاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کر رہے ہو صحابہ نے عرض کیا: صرف یہ دو لڑکے آپس میں لڑ پڑے ہیں اور ایک نے دوسرے کی سرین پر ضرب لگائی ہے، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، انسان کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہیے خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، اگر اس کا بھائی ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکے، یہی اس کی مدد ہے، اور اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کرے۔

۶۴۵۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ) قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہاں ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، انصاری نے کہا اے انصار مدد کرو، مہاجر نے کہا اے مہاجر و مدد کرو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۵۲-۵۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَكَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ فَسَمِعَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَقَالَ قَدْ فَعَلُوْهَا وَاللّٰهِ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ قَالَ عُمَرُ دَعْنِيْ اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ۔

کی طرح چیخ و پکار ہے؟ صحابہ نے کہا: یا رسول اللہ! ایک مہاجر شخص نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، آپ نے فرمایا اس معاملہ کو چھوڑو یہ ایک ناشائستہ حرکت ہے، عبداللہ بن ابی نے یہ سنا تو کہنے لگا اچھا! انھوں نے ایسا کیا ہے! بہ خدا جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا، حضرت عمر نے کہا مجھے اس منافق کی گردن اڑانے کی اجازت دیجئے، آپ نے فرمایا اس کو رہنے دو، کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

٦٤٦٠- حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ الْقَوَدَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مُنْتِنَةٌ قَالَ ابْنُ مَنْصُوْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ عَمْرٌو وَقَالَ سَمِعْتُ جَابِرًا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں، ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے بدلہ کی درخواست کی، آپ نے فرمایا: اس معاملہ کو چھوڑ دو، یہ ایک ناشائستہ حرکت ہے عمرو کی روایت میں سمعت جابرا کے الفاظ ہیں۔

زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار

حدیث نمبر ٦٤٥٨ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کر رہے ہو!

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں لوگ عصبیت کی بناء پر لڑائیوں میں اپنے اپنے قبیلہ والوں کو پکارتے تھے، اسلام نے اس طریقہ کو باطل کر دیا اور یہ بتایا کہ خصومات اور مقدمات کا فیصلہ احکام شرعیہ کی بناء پر کیا جائے، جب ایک انسان دوسرے شخص پر کوئی زیادتی کرے تو قاضی ان کے درمیان فیصلہ کر دے، چونکہ اس مہاجر اور انصاری کا اپنے اپنے حلیفوں کو پکارنا زمانہ جاہلیت کی چیخ و پکار کے مشابہ تھا اس لیے آپ نے اس کو ناپسند فرمایا۔

منافقین کی بدکلامی پر مواخذہ نہ کرنے کا سبب

حدیث نمبر ٦٤٥٩ میں ہے چھوڑو، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں شر کے دروازے کو بند کرنے اور دو ضرروں میں کم ضرر کو اختیار کرنے کی دلیل ہے، کیونکہ منافقین کی

بدکلامی پر مواخذہ نہ کرنے کے ضرر کی بہ نسبت ان سے مواخذہ کرنے کا ضرر زیادہ تھا، اس کی بنا پر تبلیغ اسلام میں رکاوٹ پیدا ہوتی۔ نیز اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے حلم کا بیان ہے، اور یہ کہ بعض اوقات آپ بدی اور اذیت ناک باتوں پر صبر کرتے تھے، اور کسی غلط بات پر اس سے زیادہ سنگین نتائج کے خدشہ سے مواخذہ نہیں کرتے تھے اور آپ لوگوں کی دلجوئی کرتے تھے اور یہودیوں اور منافقین کی سخت باتوں کو برداشت کرتے تھے، تاکہ مسلمانوں کی شوکت قوی ہو اور اسلام کی دعوت مکمل ہو جائے، اس سے مؤلفۃ القلوب کا ایمان راسخ ہوتا اور اس حسن سلوک سے دوسرے لوگ اسلام کی طرف راغب ہوتے، اسی سبب سے آپ ان کو بکثرت عطیات دیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے منافقین کو قتل نہیں کرتے تھے، نیز یہ کہ منافقین کا ظاہر اسلام تھا اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر ہی پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور بظاہر منافقین کا شمار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں ہوتا تھا، اور وہ آپ کے ساتھ جہاد میں شامل ہوتے تھے اس کی وجہ یا تو حمیت اور غیرت تھی یا طلب دنیا یا اپنے قبائل کی عصبیت تھی، قاضی عیاض نے کہا یہ بات وضاحت طلب ہے کہ اب منافقین کا کیا حکم ہے، آیا اب بھی ان کے معاملہ میں سکوت کیا جاتے گا اور ان سے جہاد نہیں کیا جائے گا یا اسلام کے ظہور اور غلبہ کے بعد اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی:

یایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم۔ (توبہ: ۷۳)

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔

یہ آیت اس سے پہلے احکام کے لیے ناسخ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ منافقین سے عفو اور درگذر کا حکم اس وقت تھا جب تک کہ وہ اپنے نفاق کو ظاہر نہ کریں، اور جب وہ اپنے نفاق کو ظاہر کر دیں تو پھر ان کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ [۱]

اس مسئلہ میں مصنف کی رائے یہ ہے کہ لوگوں کے تین درجے ایمان، کفر اور نفاق صرف عہد رسالت میں تھے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی وحی الٰہی کے ذریعہ کسی شخص پر نفاق کا قطعی حکم لگا سکتے تھے نفاق ایک امر باطن ہے اور امور باطنہ پر قطعیت کے ساتھ حکم صرف وحی الٰہی سے لگایا جا سکتا ہے اور اب چونکہ نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اس لیے اب کسی شخص کو منافق نہیں قرار دیا جا سکتا اس لیے اب لوگوں کے صرف دو درجے ہیں، ایمان اور کفر۔

بَابُ ۹۱۲ تَرَاحُمِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعَاطُفِهِمْ وَتَعَاضُدِهِمْ

مومنین کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اتحاد

۶۴۶۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ وَ اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ اَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ اِدْرِيْسَ وَاَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے بہ منزلہ عمارت ہے، جس طرح ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط کرتی ہے۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

فَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا۔

۶۴۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا زَکَرِیَّاءُ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِیْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَکٰی مِنْہُ عُضْوٌ تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰی۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی آپس میں دوستی اور رحمت اور شفقت کی مثال جسم کی طرح ہے، جب جسم کا کوئی عضو بیمار ہوتا ہے تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔

۶۴۶۳ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ الْحَنْظَلِیُّ اَخْبَرَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِہٖ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۴۶۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی رَاْسُہٗ تَدَاعٰی لَہٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰی وَالسَّهَرِ۔

حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو بخار اور بے خوابی میں سارا جسم اس کا شریک ہوتا ہے۔

۶۴۶۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ خَیْثَمَۃَ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ کَرَجُلٍ وَاحِدٍ اِنِ اشْتَکٰی عَیْنُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ وَاِنِ اشْتَکٰی رَاْسُہٗ اشْتَکٰی کُلُّہٗ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان (باہم) ایک شخص کی طرح ہیں، اگر اس کی آنکھ میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے، اور اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو اس کے سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے۔

۶۴۶۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْوَہٗ۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

بَابُ ۹۱۳ النَّهْیِ عَنِ السِّبَابِ

گالی دینے کی ممانعت

۶۴۶۷ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ یَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا گناہ ابتداء کرنے والے کو

صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیِٔ مَا لَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔

ہوگا بہ شرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔

گالی دینے والے کا حکم اور گالی کا بدلہ لینے کی تفصیل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو اس کا تمام گناہ گالی دینے کی ابتداء کرنے والے کو ہوگا، بہ شرطیکہ دوسرا شخص بدلہ لینے میں حد سے تجاوز نہ کرے، اس حدیث میں بدلہ لینے کے جواز کا بیان ہے، اس پر کتاب اور سنت میں بہ کثرت دلائل ہیں، اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تصریح ہے کہ اگر انسان بدلہ لینے کے بجائے صبر کرے اور معاف کر دے تو یہ زیادہ افضل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون ٥ وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا ج فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ ط انہ لا یحب الظالمین ٥ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیھم من سبیل ٥ انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق ط اولئک لھم عذاب الیم ٥ ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم الامور ٥

(شوریٰ: ۳۹-۴۳)

اور وہ لوگ جب انہیں (کسی کی طرف سے) سرکشی پہنچتی ہے تو وہ اس کا بدلہ لیتے ہیں، اور برائی کا بدلہ اسی کی مثل برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ (کے ذمہ کرم) پر ہے، بے شک اللہ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا، اور بے شک جو لوگ اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیں، تو ان پر (گرفت کی) کوئی راہ نہیں، (گرفت کی) راہ صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق سرکشی کرتے ہیں، ان کے لیے نہایت دردناک عذاب ہے، اور جو صبر کر دے اور معاف کر دے تو یہ یقیناً ہمت کے کاموں سے ہے۔

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مسلمان کو گالی دینا فسق ہے" جس شخص کو گالی دی جائے وہ جواب میں اتنی ہی گالی دے سکتا ہے بہ شرطیکہ وہ گالی جھوٹ، قذف (زنا کی تہمت) اور اسلاف کے خلاف بدزبانی نہ ہو، ظالم یا احمق اور ان جیسے الفاظ کے ساتھ بدلہ لینا جائز ہے، کیونکہ بہت کم لوگ ان اوصاف سے خالی ہوتے ہیں، گالی کھانے والا جب جواباً گالی دے چکے تو گالی دینے والا بری الذمہ ہو جاتا ہے، البتہ اس پر ابتداء کرنے کا گناہ ہوگا اور یہ صرف اللہ کا حق ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب گالی کھانے والا جواباً گالی دے دے تو اب گالی دینے والے پر کوئی حق اور کوئی گناہ نہیں رہا، البتہ ابتداءً گالی دینے کی وجہ سے وہ مذمت اور ملامت کا مستحق ہے۔ [1]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے، ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو نازیبا کلمہ کہہ کر اذیت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اس

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

نے دوبارہ اذیت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش رہے، جب اس نے سہ بارہ اذیت دی تو حضرت ابوبکر نے بدلہ لیا، جب حضرت ابوبکر نے بدلہ لے لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، حضرت ابوبکر نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ سے خفا ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس شخص نے تم کو برا کہا تو آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہو کر اس کی تکذیب کر رہا تھا اور جب تم نے خود بدلہ لیا تو شیطان آ پہنچا اور جہاں شیطان آ پہنچے تو میں وہاں نہیں بیٹھتا، ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اس کے آخر میں آپ کا یہ ارشاد ہے: اے ابوبکر! جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس معاملہ کو اللہ پر چھوڑ دے تو اس شخص کی طرف سے اللہ تعالیٰ بدلہ لیتا ہے۔[1]

بَابُ ۹۱۴ اِسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ — عفو اور انکسار کی فضیلت

۶۴۶۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے، اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ہے کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا، اس حدیث کے دو محمل ہیں یا تو صدقہ کرنے سے اللہ تعالیٰ دنیا میں مال میں زیادتی کرتا ہے یا صدقہ کرنے سے دنیا میں جو مال میں کمی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں آخرت میں اجر عطا فرما کر اس کمی کو پورا کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا دوسرا جز ہے، بندے کے معاف کرنے سے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اس حدیث کے بھی دو محمل ہیں ایک یہ کہ جس شخص کا قصور معاف کیا جائے اس کے دل میں معاف کرنے والے کی عزت بڑھ جاتی ہے دوسرا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کی آخرت میں عزت بڑھائے گا۔

اس حدیث کا تیسرا جز ہے: جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے، اس حدیث کے بھی دو محمل ہیں، ایک محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کا درجہ بلند کرے گا بایں طور کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دے گا، دوسرا محمل یہ ہے کہ آخرت میں اس کے درجات بلند ہوں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں اس کے درجات بلند ہوں۔[2]

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، تہذیب الایمان ج ۵ ص ۲۸۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج، ص ۳۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

باب ۹۱۵ تَحْرِیْمِ الْغِیْبَةِ

غیبت کی حرمت

۶۴۶۹ - حَدَّثَنَا یَحْیَى بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَكْرَهُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ كَانَ فِیْهِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَهٗ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْهِ فَقَدْ بَهَتَّهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہو؟ آپ نے فرمایا غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے اس عیب کا ذکر کرو جس کا ذکر اس کو ناپسند ہو، کہا گیا: یہ بتائیے کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب ہو جس کا میں ذکر کروں؟ آپ نے فرمایا اگر تم نے وہ عیب بیان کیا جو اس میں ہے تبھی تو تم نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر وہ عیب بیان کیا ہے جو اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا ہے۔

غیبت، بہتان اور چغلی کی تعریفیں

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کسی غائب انسان کا عیب بیان کرے یا اس کے متعلق کوئی ایسی بات بیان کرے جس سے وہ غمزدہ ہو تو اگر اس انسان میں وہ عیب ہو تو اس کو غیبت کہتے ہیں اور اگر اس نے جھوٹ کہا تو اس کو بہتان کہتے ہیں، اسی طرح حدیث میں ہے، غیبت وہ ہوتی ہے جو پس پشت ہو، قرآن مجید میں ہے ولا یغتب بعضکم بعضا (حجرات: ۱۲) یعنی کوئی شخص کسی کے پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان نہ کرے۔[۱]

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

والغیبة ان یذکر الانسان غیرہ بما فیه من عیب من غیر ان احوج الی ذکرہ ۔[۲]

غیبت یہ ہے کہ ایک آدمی بلا ضرورت دوسرے شخص کا وہ عیب بیان کرے جو اس میں ہو۔

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

هو ان یذکر الانسان فی غیبته بسوء وان کان فیه فاذا ذکرته بما لیس فیه فهو البهت والبهتان ۔[۳]

غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کی پیٹھ کے پیچھے اس کی برائی کا ذکر کرو، بہ شرطیکہ وہ برائی اس میں ہو، اور اگر تم وہ برائی ذکر کرو جو اس میں نہیں ہے تو یہ بہتان ہے۔

۱۔ علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۴۱۷، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۔ علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۶۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

۳۔ علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۳۹۹، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

امام غزالی لکھتے ہیں:

الغیبۃ ان تذکر اخاک بما یکرھہ لو بلغہ سواء ذکرتہ بنقص فی بدنہ او نسبہ او فی خلقہ او فی فعلہ او فی قولہ او فی دینہ او فی دنیاہ حتی فی ثوبہ و دارہ و دابتہ۔[1]

غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کے متعلق اس چیز کا ذکر کرو جس کا ذکر اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو، خواہ اس کے بدن کا نقص ذکر کرو یا اس کے نسب کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے قول وفعل کا یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا حتیٰ کہ اس کے کپڑوں یا مکان یا سواری کے متعلق کسی عیب کا ذکر کرو۔

کسی شخص کے اندھے، ٹھگنے، کالے، لمبے یا بھینگے ہونے کا ذکر کرنا بدن کا عیب ہے، یہ کہنا کہ اس کا باپ حبشی، موچی یا فاسق ہے، نسب کا عیب ہے، یہ کہنا کہ وہ بخیل، متکبر یا بزدل ہے، خلق کا عیب ہے، یہ کہ وہ چور، جھوٹا، شرابی، نماز، روزے کا تارک یا نجاسات سے بچنے والا نہیں ہے، اس کے دینی افعال کا عیب ہے، یہ کہنا کہ وہ لوگوں سے اچھی طرح نہیں ملتا، بہت باتونی ہے، بہت کھاتا ہے، سست ہے یا بہت سوتا ہے یہ اس کے دنیاوی افعال کا عیب ہے، یہ کہنا کہ اس کے کپڑے میلے یا لمبے ہیں یہ اس کے کپڑوں کا عیب ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

غیبت یہ ہے کہ تم کسی انسان کے متعلق اس چیز کا ذکر کرو جو اس کو ناگوار ہو، عام ازیں کہ وہ اس کے بدن کا عیب ہو، یا اس کے دین کا یا اس کی دنیا کا یا اس کے نفس کا یا اس کی جسمانی بناوٹ کا یا اس کے اخلاق کا یا اس کے مال کا یا اس کی اولاد کا یا اس کی بیوی کا یا اس کے والد کا یا اس کے خادم کا یا اس کے نوکر کا یا اس کے لباس کا یا اس کی چال ڈھال کا یا اس کے متعلق کسی اور چیز کا، خواہ یہ ذکر کلام سے ہو یا تحریر سے یا اشارہ اور کنایہ سے۔[2]

چغلی کی تعریف میں علامہ نووی لکھتے ہیں:

فھی نقل کلام الناس بعضھم الی بعض علی جھۃ الافساد۔[3]

فساد پیدا کرنے کی نیت سے بعض کی باتیں بعض کو پہنچانا، یہ چغلی ہے۔

غیبت کی حرمت کے متعلق قرآن مجید کا حکم

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

یایھا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم ولا نساء من نساء عسیٰ ان یکن خیرا منھن ج ولا تلمزوا انفسکم

اے ایمان والو! مردوں کا کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، بعید نہیں کہ وہ (ان مذاق اڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا (مذاق اڑایا

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۳۹، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۲۹۹-۲۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۳۷۵ھ
[3] ″ ″ ″ الاذکار ص ۲۹۹، ″ ″ ″

ولا تنابزوا بالالقاب ط بئس الاسم الفسوق بعد الایمان ج ومن لم یتب فاولئک ھم الظالمون ۝ یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ واتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم ۝

(حجرات : ۱۱ - ۱۲)

کریں) ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ، اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان کے بعد فاسق کہلانا کتنا بُرا نام ہے، اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی ظلم کرنے والے ہیں، اے ایمان والو، بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں، اور (کسی کے عیبوں کی) جستجو نہ کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت (بھی) نہ کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، تو تم اس سے انتہائی کراہت محسوس کرتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کو بہت قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

غیبت کی حرمت کے متعلق احادیث و آثار

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تغتابوا المسلمین ولا تردوا الھدیۃ ولا تضربوا المسلمین۔[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، نہ ہدیہ واپس کرو اور نہ مسلمانوں کو مارو۔

عن ابی حازم لما نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الکعبۃ قال مرحبا بک من بیت ما اعظمک واعظم حرمتک وللمؤمنین اعظم حرمۃ عند اللہ منک ان اللہ حرم منک واحدۃ وحرم من المؤمن ثلاثا دمہ ومالہ وان یظن بہ ظن السوء۔[2]

حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھا تو فرمایا: اے بیت تجھے مرحبا! تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے! اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومنین کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق ایک چیز (قتال) کو حرام کیا اور مومن کے متعلق تین چیزوں کو حرام کیا، اس کا خون، اس کا مال اور اس کے متعلق بدگمانی کرنا۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان الربوا نیف وسبعون بابا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے ستر سے

[1] - امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ ھ
[2] - " " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۷-۲۹۶ " " " "

اھونھن باباً من الربوا مثل من اتی امہ فی الاسلام و درھم الربوا واخبث الربا انتھاک عرض المسلم وانتھاک حرمتہ۔[1]

زیادہ درجے ہیں اور سب سے ہلکا درجہ کا گناہ اسلام میں اپنی ماں کے ساتھ زنا کے برابر ہے اور سود کا سب سے خبیث درجہ مسلمان کو بے عزت کرنا اور اس کی پردہ دری کرنا ہے۔

امام ابو یعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال: کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام رجل فقال: یا رسول اللہ ما اعجز - او قال ما اضعف فلانا، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اغتبتم صاحبکم واکلتم لحمہ۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہ! فلاں شخص کتنا عاجز یا کمزور ہے! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنی ساتھی کی غیبت کی ہے اور اس کا گوشت کھایا ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی عز وجل مررت بقوم لھم اظفار من نحاس یخمشون وجوھھم وصدورھم فقلت من ھؤلاء یا جبریل؟ قال: ھؤلاء الذین یاکلون لحوم الناس و یقعون فی اعراضھم۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل نے مجھے معراج کرائی تو میرا ایک قوم سے گذر ہوا جن کے پیتل کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں پر خراشیں ڈال رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت کے درپے آزار ہوتے تھے۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر الناس ان یصوموا یوما ولا یفطرن احد حتی اذن لہ فصام الناس فلما امسوا جعل الرجل یجئ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقول ظللت منذ الیوم صائما فاذن لی فلافطر فیاذن لہ حتی جاء رجل فقال یا رسول اللہ ان فتاتین من اھلک ظلتا منذ الیوم صائمتین فاذن لھما فلتفطرا فاعرض عنہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک دن روزہ رکھیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی روزہ افطار نہ کرے، لوگوں نے روزہ رکھا، جب شام ہوئی تو ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا میں سارے دن روزہ سے رہا ہوں، آپ مجھے افطار کی اجازت دیں، آپ نے اس کو افطار کی اجازت دی، پھر ایک شخص آیا اور اس نے کہا آپ کے گھر کی دو کنیزیں صبح سے روزے سے ہیں، آپ انہیں افطار کی اجازت

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلی موصلی ج ۵ ص ۴۲۵، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۰-۲۹۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

صائمتا۔ وکیف صام من ظل یا کل لحوم الناس اذھب فمرھما ان کانتا صائمتین ان یستقیا ففعلتا فقاءت کل واحدۃ منھما علقۃ علقۃ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو ماتتا او بقیتا فیھما لاکلتھما النار۔ [۱]

دیں، آپ نے اس شخص سے اعراض کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا روزہ نہیں ہے، ان لوگوں کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے، جو سارا دن جو لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہوں، جاؤ انھیں جا کر کہو کہ اگر وہ روزہ دار ہیں تو قے کریں، انھوں نے قے کی تو ہر ایک سے جما ہوا خون نکلا، پھر اس شخص نے جا کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ مر جاتیں یا وہ جما ہوا خون ان میں باقی رہ جاتا تو ان دونوں کو دوزخ کی آگ کھا جاتی۔

عن ابن عباس ان رجلین صلیا صلوۃ الظھر او العصر وکانا صائمین فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قال: اعیدوا وضوءکما وصلوتکما وامضیا فی صومکما واقضیا ہ یوما اخر قالا لم یا رسول اللہ؟ قال اغتبتم فلانا۔ [۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں دو آدمیوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی وہ دونوں روزہ دار تھے، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کر لی تو آپ نے فرمایا: اپنے وضوء اور نماز کو دہراؤ اور اس روزے کی جگہ دوسرے دن روزہ رکھو، ان دو آدمیوں نے پوچھا کیوں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تم نے فلاں شخص کی غیبت کی تھی۔

یہ حکم مستحب ہے۔ (سعیدی غفرلہ) امام بیہقی لکھتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا آپ نے وضوء، نماز اسی طرح روزہ کو دہرانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مسلمان کی غیبت کرنے یا ان کو اذیت پہنچانے سے جو گناہ سرزد ہوا ہے اس کا کفارہ ادا ہو جائے۔ [۳]

عن جابر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھاجت ریح منتنۃ فقال: اتدرون ما ھذا؟ قالوا: لا قال: قوم من المنافقین اغتابوا اناسا من المؤمنین۔ [۴]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اچانک بدبو پھیل گئی، آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ اس کا کیا سبب ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا منافقین کی ایک جماعت نے مسلمانوں کی ایک جماعت کی غیبت کی ہے۔

۱؎ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ ھ

۲؎ " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۳، " " " "

۳؎ " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۴، " " " "

۴؎ " " " شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۳، " " " "

عن الاوزاعی یقول بلغنی انہ یقال للعبد یوم القیامۃ قم فخذ حقک من فلان. فیقول مالی قبلی حق، فیقال بلٰی ذکرک یوم کذا وکذا بکذا وکذا۔[1]

امام اوزاعی لکھتے ہیں مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کے دن ایک بندے سے کہا جائے گا اٹھو فلاں شخص سے اپنا حق وصول کر لو، وہ شخص کہے گا میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ اس سے کہا جائے گا۔ کیوں نہیں اس شخص نے فلاں، فلاں دن تیرا اس، اس طرح ذکر کیا تھا۔

عن ابی سعید وجابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغیبۃ اشد من الزنا قالوا یارسول اللہ وکیف الغیبۃ اشد من الزناء؟ قال ان الرجل لیزنی فیتوب فیتوب اللہ علیہ وفی روایۃ حمزۃ فیتوب فیغفر لہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفرھا لہ صاحبہ۔[2]

حضرت ابو سعید اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے زیادہ شدید ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! غیبت کس طرح زنا سے زیادہ شدید ہے؟ آپ نے فرمایا آدمی زنا کرتا ہے، پھر اللہ تعالٰے سے توبہ کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اور حمزہ کی روایت میں ہے وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰے اس کو معاف کر دیتا ہے، اور غیبت کرنے والے کی اس وقت تک مغفرت نہیں ہوگی، جب تک وہ شخص اس کو معاف نہیں کرے گا جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

عن عبد اللہ بن المبارک قال: اذا اغتاب رجل رجلا فلا یخبرہ ولکن یستغفر اللہ۔[3]

حضرت عبد اللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی شخص کی غیبت کرے تو اس کو خبر نہ دے، لیکن اللہ تعالٰی سے استغفار کرے۔

قال الامام احمد رحمہ اللہ قد روینا فی حدیث مرفوع باسناد ضعیف کفارۃ الغیبۃ ان تستغفر لمن اغتبتہ۔[4]

امام احمد فرماتے ہیں ایک سند ضعیف سے حدیث مرفوع میں ہے: غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کے لیے استغفار کرو۔

عن حذیفۃ قال: کان فی لسانی ذرب علی اھلی لم یعدھم الی غیرھم فسئلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال این انت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری زبان سے صرف میرے اہل کے متعلق بہت فحش کلمات نکلتے تھے۔ میں نے اس کے متعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ
[2] " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۰۶، " " "
[3] " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۷، " " "
[4] " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۷، " " "

من الاستغفار یا حذیفۃ انی لاستغفر اللہ کل یوم مأۃ مرۃ[1]

دریافت کیا، آپ نے فرمایا اے حذیفہ تم استغفار کیوں نہیں کرتے! میں دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

قال احمد وان صح حدیث حذیفۃ فیحتمل ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ بالاستغفار رجاء ان یرضی اللہ تعالی خصمہ یوم القیامۃ ببرکۃ استغفارہ واللہ اعلم[2]

امام احمد نے کہا اگر حضرت حذیفہ کی حدیث صحیح ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس امید پر استغفار کرنے کا حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ اس استغفار کی برکت سے مطالبہ کرنے والے کو قیامت کے دن راضی کر دے گا۔

غیبت کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

پس پشت کسی کا عیب ذکر کرنا غیبت ہے، حضرت حسن بصری نے کہا غیبت کی تین قسمیں ہیں اور ان تینوں کا قرآن مجید میں ذکر ہے:

(۱)۔ غیبت: اپنے بھائی کے متعلق تم وہ عیب بیان کرو جو اس میں ہے۔

(۲)۔ افک: اپنے بھائی کے متعلق تم سنی سنائی بات بیان کر دو۔

(۳)۔ بہتان: اپنے بھائی کے متعلق تم وہ عیب بیان کرو جو اس میں نہیں ہے۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے معاویہ بن قرہ نے بیان کیا کہ اگر تمہارے پاس سے کوئی ہاتھ کٹا شخص گذرے اور تم کہو کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے تو یہ بھی غیبت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ماعز اسلمی رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور چار مرتبہ اپنے زنا کرنے کا اقرار کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کر دیا، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا، ایک نے دوسرے سے کہا: اس شخص کو دیکھو اللہ نے اس کا پردہ رکھا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، آپ کچھ دیر خاموش چلتے رہے پھر آپ کا ایک مردہ گدھے کے پاس سے گذر ہوا آپ نے فرمایا فلاں فلاں شخص کہاں ہیں؟، ان دونوں نے کہا ہم یہاں ہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا چلو اس مردار گدھے کو کھاؤ، انھوں نے کہا یا نبی اللہ اس کو کون کھائے گا؟ آپ نے فرمایا تم جو ابھی ابھی اپنے بھائی کی عزت کو خراب کر رہے تھے، وہ اس مردار گدھے کو کھانے سے زیادہ بری بات تھی، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے وہ اس وقت جنت کی نہروں میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو مردار کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ جب مردار کا گوشت کھایا جائے تو اس کو اپنے گوشت کے کھائے جانے کا علم نہیں ہوتا، اسی طرح زندہ آدمی کو پتا نہیں چلتا کہ اس کے پس پشت کون اس کی غیبت کر رہا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے غیبت کی یہ مثال اس لیے بیان کی ہے کہ جس طرح مردار کا گوشت گھناؤنا اور حرام ہے اسی طرح غیبت دین میں حرام ہے اور دل اس سے گھن کھاتے ہیں، قتادہ نے کہا اس

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۸-۳۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] ″ ″ ″ ″ ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۸،

کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم مُردار کا گوشت کھانے کو بُرا جانتے ہو اور اس سے اجتناب کرتے ہو، اسی طرح غیبت کرنے کو بھی بُرا جانو اور اس سے اجتناب کرو، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتا رہا وہ روزہ دار نہیں ہے، سو جو شخص کسی مسلمان کی تنقیص کرے یا اس کی ہتک عزت کرے وہ گویا اس زندہ آدمی کا گوشت کھا رہا ہے، اور جو شخص غیبت کرے وہ اس مردہ آدمی کا گوشت کھا رہا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی جتنا کسی مسلمان کا گوشت کھائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اتنی ہی جہنم کی آگ کھلائے گا، اور آپ کا ارشاد ہے: اے وہ لوگو جو زبان سے مسلمان ہوئے ہو اور جن کا دل مومن نہیں ہوا، مسلمان کی غیبت نہ کرو، ابو قلابہ رقاشی نے کہا ابو عاصم کہتے تھے جب سے مجھے علم ہوا کہ غیبت کا اس قدر گناہ ہے اس کے بعد میں نے کسی کی غیبت نہیں کی، میمون بن سیاہ کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے، ان کے سامنے اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کرتا تو وہ اس کو منع کرتے تھے اگر وہ رک جاتا تو فبہا ورنہ وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے تھے، ثعلبی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص اٹھا اس کے اٹھنے میں کچھ لنگ تھا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ شخص اٹھنے سے کس قدر عاجز ہے! آپ نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا اور اس کی غیبت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے ذکر سے اجتناب کرو، کیونکہ یہ بیماری ہے اور اللہ کا ذکر کیا کرو، کیونکہ اس میں شفا ہے، عمر بن عبید سے کسی نے کہا فلاں شخص آپ کی اس قدر بُرائی بیان کرتا ہے کہ ہمیں آپ پر رحم آتا ہے، انھوں نے کہا قابل رحم تو وہ شخص ہے، ایک شخص نے حسن بصری سے کہا: مجھے معلوم ہے کہ آپ میری غیبت کرتے ہیں، حسن بصری نے کہا میرے نزدیک تم اتنے رتبہ کے نہیں ہو کہ میں اپنی نیکیوں پر تمہیں حاکم بنا دوں۔[1]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ امام ابن المبارک نے کہا اگر میں کسی کی غیبت کرتا تو اپنے ماں باپ کی غیبت کرتا کیونکہ وہ میری نیکیوں کے زیادہ مستحق ہیں۔[2]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ غیبت کا تعلق صرف امورِ دینیہ سے ہے (مثلاً فلاں شخص بے نماز ہے) اور امورِ خِلقیہ (مثلاً فلاں شخص کانا یا بھینگا ہے) اور کسبیہ (مثلاً فلاں شخص موچی ہے) بیان کرنے میں غیبت نہیں ہے، ایک قوم نے اس کے برعکس یہ کہا کہ غیبت کا تعلق صرف خَلق (جسمانی عیوب) خُلق (فطری عیوب مثلاً بخل اور بزدلی) اور حَسَب (پیشہ کے عیوب مثلاً جلاہا اور موچی) سے ہے اور جسمانی عیوب کا بیان کرنا زیادہ سخت گناہ ہے، کیونکہ صنعت کی مذمت کرنا صانع کی مذمت کے مترادف ہے، یہ تمام نظریات مردود ہیں اور ہر قسم کی غیبت کرنا گناہ اور حرام ہے جسمانی بناوٹ کی غیبت کے حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ نے حضرت صفیہ کے متعلق یہ کہا کہ وہ کوتاہ قد ہیں تو آپ نے فرمایا تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اس کو سمندر میں ڈال دیا جائے تو تمام پانی کا ذائقہ بدل جائے اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور علماء کا اس پر اجماع ہے

---

[1]۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ١٦ ص ٣٣٦ - ٣٣٥، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ١٣٨٧ھ

[2]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ ھ، الاذکار ص ٣٠٣، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٣٧٥ھ

کہ جس وصف کو بطور عیب بیان کیا جائے وہ غیبت ہے، اور دوسرے نظریہ کے ابطال پر دلیل یہ ہے کہ تمام صحابہ اور تابعین کے نزدیک بدترین غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے دینی وصف کی مذمت کی جائے، کیونکہ دین میں عیب نکالنا سب سے بڑا عیب ہے، اور ہر مومن بدنی عیب کی بہ نسبت دینی عیب کو زیادہ ناپسند کرتا ہے، اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم اپنے بھائی کے متعلق وہ بات کہو جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو یہ غیبت ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر حرام ہیں، اور یہ حدیث دین اور دنیا دونوں کو شامل ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ”جس شخص نے اپنے بھائی کے مال یا اس کی عزت میں کوئی زیادتی کی ہو وہ اس کو معاف کرالے“ یہ حدیث ہر قسم کی عزت کو شامل ہے اور جو شخص دینی اوصاف میں غیبت کو جائز کہتا ہے وہ ان احادیث سے معارضہ کرتا ہے۔ [1]

مصنف یہ کہتا ہے کہ اس سلسلہ میں زیادہ واضح حدیث یہ ہے کہ جن دو شخصوں نے حضرت ماعز کے زنا کرنے کے متعلق غیبت کی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو ایک مردہ گدھے کے پاس لے گئے اور فرمایا اس کو کھاؤ، انھوں نے کہا اس کو کون کھا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا تم جو ابھی اپنے بھائی کی غیبت کر رہے تھے وہ اس کو کھانے سے زیادہ بڑا اور گناہ ہے۔ (شعب الایمان ج ۵ ص ۲۹۸)

غیبت کے حرام ہونے کا بیان اور بحث ونظر

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے اور جس شخص نے کسی کی غیبت کی اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے توبہ کرے، باقی اس میں اختلاف ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہے آیا اس سے بھی معافی طلب کرے یا نہیں؟ ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے معافی طلب کرنا لازم نہیں ہے، کیونکہ یہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان معاملہ ہے اس نے اپنے رب کی خطا کی ہے، اس نے اس شخص کا مال لیا ہے نہ اس کے بدن کو نقصان پہنچایا ہے، لہٰذا یہ ایسی زیادتی نہیں ہے جس کو وہ اس شخص سے معاف کرائے، جیسی زیادتی کو معاف کرانے کی ضرورت ہوتی ہے یہ وہ ہے جس کا عوض مال یا بدن میں واجب ہوتا ہے، ایک گروہ نے کہا یہ مظلمہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے شخص کے لیے استغفار کرے جس کی غیبت کی ہے، ان کا استدلال حسن بصری کی اس روایت سے ہے، "غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو جس کی غیبت کی ہے"، اور ایک گروہ نے یہ کہا ہے کہ یہ مظلمہ ہے اور اس پر لازم ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اس سے اس کو معاف کرائے، اور ان کا استدلال نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہے: ”جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت یا اس کے مال میں کوئی مظلمہ (زیادتی) کی ہو وہ اس کو اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن کوئی دینار ہوگا نہ درہم، اس کی نیکیاں لی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں تو صاحب حق کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور اس کے گناہوں میں اضافہ کر دیا جائے گا،“

اس حدیث کو امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت آئی جب وہ جانے لگی تو ایک عورت نے کہا اس عورت کا دامن کتنا لمبا تھا، حضرت عائشہ نے

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۷، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ ھ

فرمایا تم نے اس کی غیبت کی ہے، اب اس غیبت کو اس سے معاف کراؤ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث مروی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہو اس سے معاف کرانا ضروری ہے اور ان احادیث کے مقابلہ حضرت حسن کی روایت حجت نہیں ہے۔ [1]

علامہ سید آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیبت کرنا حرام ہے، علامہ قرطبی اور دیگر علماء نے یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، اور امام غزالی اور صاحب العدۃ نے یہ تصریح کی ہے کہ غیبت کرنا گناہ صغیرہ ہے، ان حضرات کا یہ قول بہت عجیب ہے کیونکہ بکثرت احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، غیبت کے صغیرہ ہونے پر انتہائی دلیل یہ ہے کہ اگر غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہو تو ماسوا تے معدودے چند کے تمام مسلمانوں کا فاسق ہونا لازم آئے گا اور یہ حرج عظیم ہے۔ لیکن یہ دلیل اس لیے مردود ہے کہ کسی معصیت کا پھیل جانا حتیٰ کہ تمام لوگ اس معصیت کا ارتکاب کرنے لگیں یہ بھی اس معصیت کے صغیرہ ہونے کو مستلزم نہیں ہے چہ جائیکہ اکثر لوگ کسی معصیت کا ارتکاب کرتا ہو مثلاً ہمارے زمانے میں بینک کا سود، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ موسیقی کا سماع، خواتین کی بے پردگی اور فرض نمازوں کا ترک عام ہو گیا ہے حتیٰ کہ معدودے چند لوگ ہی اس گناہ سے مجتنب ہیں تو کیا معصیت کا یہ عموم اور شیوع اس کے صغیرہ ہونے کو مستلزم ہوگا؟ (سعیدی غفرلہ) نیز معصیت پر اصرار کرنا اس معصیت کو بالاجماع کبیرہ بنا دیتا ہے اور جو لوگ غیبت کرتے ہیں وہ اس پر اصرار کرتے ہیں (یعنی ایک غیبت کے بعد نادم اور تائب ہوئے بغیر دوبارہ اور سہ بارہ غیبت کرتے ہیں اور یہی معصیت پر اصرار ہے۔ سعیدی غفرلہ) تو اس اعتبار سے غیبت کو صغیرہ قرار دینے سے بھی حرج عظیم لازم آئے گا سو اس حرج عظیم کا دفعیہ تب ہوگا جب غیبت اصلاً معصیت نہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ غیبت کرنا گناہ کبیرہ ہے، ہاں البتہ غیبت کی بعض اقسام وہ ہیں جو گناہ صغیرہ ہیں جن سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے مثلاً سواری اور لباس کا عیب بیان کرنا اور بعض اقسام اکبر الکبائر ہیں مثلاً اولیاء اللہ اور علماء کی غیبت کرنا اور ان کو فاسق و فاجر کہنا۔ [2]

کیا امام غزالی نے غیبت کو گناہ صغیرہ کہا ہے؟

علامہ آلوسی نے جو امام غزالی کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ وہ حرج عظیم کی بناء پر غیبت کو گناہ صغیرہ قرار دیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے اس سلسلہ میں علامہ آلوسی کو یقیناً تسامح ہوا ہے، امام غزالی نے غیبت پر بہت مفصل بحث کی ہے اور قرآن مجید کی آیات اور بکثرت احادیث اور آثار سے غیبت کا حرام ہونا بیان کیا ہے اور غیبت پر توبہ کرنے اور صاحب حق سے معاف کرانے کو واجب قرار دیا ہے۔ اور ہر قسم کی غیبت کو حرام کہا ہے۔ امام غزالی لکھتے ہیں:

اعلم ان الذکر باللسان انما حرم لان فیہ تفہیم الغیر نقصان اخیک وتعریفہ بما یکرھہ	زبان سے غیبت کرنا اس لیے حرام ہے کہ زبان کے ذریعہ دوسرے شخص کو تم اپنے بھائی کا عیب بتاتے

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۰ - ۱۵۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

فالتعریض بہ کالتصریح والفعل فیہ کالقول والاشارۃ والایماء والغمز والھمزۃ والکتابۃ والحرکۃ وکل ما یفہم المقصود فھو داخل فی الغیبۃ وھو حرام۔[1]

ہو اور ناپسندیدہ وصف سے اس کی شناخت کراتے ہو، سو اس معاملہ میں تعریض بھی تصریح کرنے کے برابر ہے اور فعل بمنزلہ قول ہے اسی طرح اشارہ کنایہ سے کسی کا عیب بیان کرنا، لکھنا یا کوئی حرکت کرنا اور ہر وہ طریقہ جس سے کسی کا عیب بتایا جا سکتا ہو غیبت کرنے میں داخل ہے اور وہ حرام ہے۔

دیکھئے امام غزالی نے کتنی تفصیل اور تصریح کے ساتھ غیبت کو حرام قرار دیا ہے! لہٰذا تعجب امام غزالی پر نہیں علامہ آلوسی کی نقل پر ہے۔

غیبت سننے کی حرمت کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس طرح متکلم پر غیبت کرنا حرام ہے، اسی طرح سامع پر غیبت سننا اور اس کو برقرار رکھنا حرام ہے، اس لیے جب کوئی شخص یہ سنے کہ کوئی آدمی غیبت کرنے کی ابتداء کر رہا ہے تو اس کو غیبت کرنے سے منع کرے، بہ شرطیکہ اس میں کسی ظاہر نقصان کا خدشہ نہ ہو، اور اگر اس کو کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس غیبت کو دل سے برا جانے، اور اگر اس وقت اس مجلس سے اٹھنے میں اس کو کوئی ضرر نہ ہو تو اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے اور اگر اس کو غیبت سے منع کرنے پر قدرت ہو تو منع کرے یا اس شخص کی بات کاٹ کر کوئی اور بات شروع کر دے، اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو گنہ گار ہوگا، اور اگر اس نے بظاہر زبان سے کہا چپ ہو جاؤ اور اس کا دل اس بات کو سننے کے لیے مشتاق تھا اور سلسلہ کلام جاری رکھنا چاہتا تھا، تو امام ابو حامد غزالی نے یہ کہا ہے کہ یہ نفاق ہے اور زبانی روکنے سے اس کا گناہ ساقط نہیں ہوگا، اس لیے زبان سے منع کرنے کے علاوہ دل سے بھی غیبت کو برا جاننا ضروری ہے، اگر کوئی ایسی مجلس ہو کہ وہاں غیبت کو منع کرنے سے یا اس مجلس سے اٹھ کر چلے جانے سے اس کو ضرر کا اندیشہ ہو تو کان لگا کر توجہ سے غیبت نہ سنے بلکہ اس طرف سے توجہ ہٹا کر امور آخرت کی طرف ذہن کو متوجہ کرے اور چپکے چپکے زبان اور دل سے اللہ کا ذکر شروع کر دے اس طریقہ پر عمل کرنے کے باوجود اگر کوئی بات اس کے کان میں پڑ جائے تو پھر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔[2]

جس شخص کی غیبت کی جائے اس کی حمایت کے متعلق احادیث

اگر کوئی شخص کسی عالم دین یا صالح مسلمان کی غیبت کر رہا ہو تو سننے والے پر بقدر استطاعت فرض ہے کہ وہ اس کی غیبت کو رد کرے اور اس عالم دین یا صالح مسلمان کی فضیلت بیان کرے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۴۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ الاذکار ص ۳۰۲-۳۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رد عن عرض اخیہ رد اللہ عن وجھہ النار یوم القیامۃ[1]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت سے تہمت کو دور کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے آگ کو دور کر دے گا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن سہل بن معاذ بن انس الجھنی عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من حمی مؤمنا من منافق اراہ قال بعث اللہ ملکا یحمی لحمہ یوم القیٰمۃ من نار جھنم۔[3]

سہل بن معاذ بن انس جہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی منافق کے مقابلہ میں مومن کی حمایت کی، میرا گمان ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو اس کے گوشت کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

عن جابر بن عبد اللہ وابی طلحۃ بن سہل انصاری یقولان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من امرئ یخذل امرأ مسلما فی موضع ینتھک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ الا خذلہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ وما من امرئ ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیہ من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب نصرتہ[4]

حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس جگہ پر کسی مسلمان شخص کی بے عزتی اور آبرو ریزی کی جا رہی ہو وہاں جو شخص اس مسلمان کو رسوا کرنے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس جگہ رسوا کر دے گا جہاں وہ اپنی عزت کا خواہش مند ہوگا، اور جس جگہ پر کسی مسلمان کی بے عزتی اور توہین کی جا رہی ہو وہاں پر جو شخص اس مسلمان کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی اس جگہ مدد کرے گا جہاں وہ اپنی مدد کا خواہش مند ہوگا۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[5]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۲۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۴۵۰۔ ۴۴۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ ھ
[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۱۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ ھ
[4] " " " "، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۱۳، " " "
[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ

امام بخاری نے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے، اس میں ہے:

فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقمنا فصفنا فصلی رکعتین ثم سلم قال وحبسناہ علی خزیرۃ صنعناھا لہ قال فثاب فی البیت رجال من اھل الدار ذو عدد فاجتمعوا فقال قائل منھم این ابن الدخیشن فقال بعضھم ذلک منافق لا یحب اللہ ورسولہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقل ذالک الا تراہ قد قال لا الہ الا اللہ یرید بذلک وجہ اللہ قال اللہ ورسولہ اعلم قال فانا نری وجھہ ونصیحتہ الی المنافقین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان اللہ عزوجل قد حرم علی النار من قال لا الہ الا اللہ یبتغی بذلک وجہ اللہ[1]

پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوگئے، آپ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سلام پھیر دیا، حضرت عتبان بن مالک کہتے ہیں ہم نے آپ کے لیے ایک کھانا تیار کیا تھا وہ کھانا کھلانے کے لیے ہم نے آپ کو روک لیا، پھر اس گھر میں بہت سے گھرانوں کے لوگ آگئے، ان میں سے ایک نے پوچھا: ابن الدخیشن کہاں ہے؟ حاضرین میں سے بعض نے کہا وہ منافق ہے اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیونکہ اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے اور محض اللہ کی رضا کے لیے یہ کلمہ پڑھا ہے، اس شخص نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے، ہم نے اس کو منافقین کی طرف متوجہ اور ان کی خیر خواہی کرتے ہوئے دیکھا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الہ الا اللہ پڑھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے:[2]

اس حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ ایک مجلس میں حضرت مالک بن دخیشن کی غیبت کی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا دفاع کیا اور ان کی نصرت و حمایت کی۔

امام بخاری نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اس میں یہ جملے ہیں:

فقال وھو جالس فی القوم بتبوک ما فعل کعب فقال رجل من بنی سلمۃ یارسول اللہ حبسہ بردادہ ونظرہ فی عطفیہ فقال معاذ بن جبل بئس ما قلت واللہ یارسول اللہ! ما علمنا علیہ الا خیرا فسکت

تبوک میں پہنچ کر نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب نے کیا کیا؟ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اس کو لباس کے تکبر نے روک لیا! حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بری بات کہی ہے! بہ خدا! یا رسول اللہ! ہمیں کعب کے متعلق سوا خیر کے اور کسی بات کا علم نہیں، پھر رسول اللہ صلے

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۱ - ۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1] اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

ان عائذ بن عمرو وکان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی عبید اللہ بن زیاد فقال ای بنی انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شر الرعاء الحطمۃ فایاک ان تکون منہم فقال لہ اجلس فانما انت من نخالۃ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال وھل کانت لھم نخالۃ انما کانت النخالۃ بعدھم وفی غیرھم۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا اے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے بدترین حاکم وہ ہوتے ہیں جو بے درد اور ظالم ہوں، تم اپنے آپ کو ظالموں میں ہونے سے بچانا اس نے کہا بیٹھیے آپ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے بھوسی ہیں، حضرت عائذ نے کہا کیا صحابہ کرام میں سے کوئی بھوسی بھی تھا؟ بھوسی تو صحابہ کے بعد آنے والے لوگوں میں سے ہو سکتے ہیں جو غیر صحابہ ہوں گے!

غیبت کی توبہ اور اس کے کفارہ کا بیان

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جب کوئی شخص کوئی گناہ کرے تو اس پر لازم ہے کہ فوراً اس گناہ سے توبہ کر لے، یہ توبہ اللہ کے حقوق سے ہے اور اس کی تین شرطیں ہیں:

(۱) علی الفور گناہ کو ترک کر دے، (۲) اس گناہ پر نادم ہو، (۳) آئندہ کے لیے اس گناہ کو بالکلیہ ترک کرنے کا عزم کرے۔

(یہاں ایک اور شرط کا بھی ذکر ضروری ہے اور وہ ہے بہ قدر امکان تلافی اور تدارک مثلاً نماز نہیں پڑھی تو اس کی قضاء کرے اسی طرح روزہ، حج اور نذر وغیرہ کی قضاء، اور جن گناہوں میں تلافی اور تدارک ممکن نہیں ان میں صرف نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا توبہ ہے، مثلاً جھوٹی قسم کھائی، جھوٹ بولا، اجنبی عورت سے جنسی تلذذ حاصل کیا، حائضہ سے وطی کی، کوئی کلمہ کفریہ کہا، العیاذ باللہ! سعیدی غفرلہ)

اور جو توبہ بندوں کے حقوق سے ہے اس میں ان مذکور الصدر تین شرطوں کے علاوہ چوتھی شرط یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق واپس کر دے یا اس سے وہ حق معاف کرائے اور اپنے آپ کو اس حق سے بری کرا لے۔ اس لیے غیبت سے توبہ کرنے والے پر یہ چار شرطیں پوری کرنا ضروری ہیں، کیوں کہ غیبت آدمی کا حق ہے، اس لیے جس کی غیبت کی ہے اس سے اس کو معاف کرانا ضروری ہے، اس صورت میں آیا اس کے لیے یہ کافی ہے کہ میں نے تمہاری غیبت کی تھی تم مجھے معاف کر دو، یا اس شخص کو یہ بھی بتائے کہ اس نے کیا غیبت کی تھی؟ فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں: اور اگر جس کی غیبت کی ہے وہ مردہ ہو یا غائب تو اس سے معاف کرانا متعذر ہے، اب وہ اس کے لیے دعا اور استغفار کرے۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] " " ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۲، " " " " "

اور جس شخص سے غیبت کرنے والا غیبت کرنے پر معافی مانگے اس شخص کے لیے اس کو معاف کر دینا مستحب ہے[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے:

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ (آل عمران: ۱۳۴)

اور غصہ پینے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانے کے متعلق احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ عبدًا کانت لاخیہ عندہ مظلمۃ فی عرض او مال فجاءہ فاستحلہ قبل ان یؤخذ ولیس ثم دینار ولا درھم فان کانت لہ حسنات اخذ من حسناتہ وان لم تکن لہ حسنات حملوا علیہ من سیاٰتھم ھذا حدیث صحیح۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم فرمائے جس پر اس کے بھائی کی عزت یا مال کا کوئی حق تھا، اس نے اس شخص کے پاس جا کر اس کا حق معاف کرا لیا اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے جس میں کسی کے پاس کوئی درہم یا دینار نہیں ہوگا پھر اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس کی وہ نیکیاں حقدار کو دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس کے اوپر حقدار کے گناہ ڈال دیے جائیں گے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ او شیء فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا درھم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص پر اس کے بھائی کی عزت یا کسی اور چیز کا کوئی حق ہو وہ اس کو آج معاف کرا لے، اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس درہم یا دینار نہیں ہوں گے، اگر اس کے نیک اعمال ہوں گے تو وہ اس سے بہ قدر حق وصول کر لیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیک اعمال نہیں ہوں گے تو حقدار کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۴۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۸۱ھ

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے [1]

امام غزالی لکھتے ہیں:

حسن بصری نے یہ کہا ہے کہ حقدار سے غیبت کا جرم معاف کرانے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا کافی ہے، اس نظریہ پر اس حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے "حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی تم نے غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو، اور مجاہد نے کہا اگر تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کی خوبیاں بیان کرو اور اس کے حق میں دعا کرو۔ [2]

جس کی غیبت کی ہے اس کے لیے دعا و ثناء کافی ہونے کے متعلق احادیث کی تحقیق

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جس کی غیبت کی ہے، اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو، امام حارث بن ابی اسامہ نے بھی اس حدیث کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے، اور امام خرائطی نے اسے مساوی میں بیان کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان (ج ۵ ص ۳۱۷) اور امام ابوالشیخ نے توبیخ میں اور امام دینوری نے المجالسۃ میں اور خطیب نے التاریخ میں اور دوسرے ائمہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے لیکن ان سب کی سند از عنبسہ از خالد بن یزید از انس کی طرف رجوع کرتی ہے اور عنبسہ ضعیف راوی ہے، امام خرائطی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ از ابوسلیمان کوفی از ثابت از انس روایت کیا ہے، اس میں مذکور ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے لیے استغفار کرو اور یہ کہو "اللهم اغفر لنا وله" یہ سند بھی ضعیف ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں، امام ابونعیم نے حلیہ میں اور امام ابن عدی نے کامل میں از ابوداؤد سلیمان بن عمر نخعی از ابی حازم حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کی غیبت کی پھر اس کے لیے استغفار کیا تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے لیکن نخعی پر حدیث وضع کرنے کی تہمت ہے، امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے جس شخص نے اپنے کسی بھائی کی غیبت کی پھر اس کے بعد اس کے لیے استغفار کیا تو اس کی غیبت کو معاف کر دیا جائے گا، یہ حدیث ضعیف ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ غیبت روزہ توڑ دیتی ہے اور استغفار اس کو جوڑ دیتا ہے سو جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا روزہ جڑا ہوا ہو، وہ استغفار کرے، عقبہ نے کہا یہ حدیث موقوف ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔ [3]

نیز علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ مجاہد سے روایت کیا ہے کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۵۹ - ۵۵۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۵۹ - ۵۵۸، " " " "

کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کی خوبیاں بیان کرو اور اس کے لیے دعا نے خیر کرو، نیز امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ ابو حازم سے روایت کیا ہے جو آدمی اپنے بھائی کی غیبت کرے وہ اس کے لیے استغفار کرے یہ اس کا کفارہ ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابن مبارک سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی کسی کی غیبت کرے وہ اس کو خبر نہ دے لیکن استغفار کرے، محبوب بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن بکار سے سوال کیا کہ میں نے ایک شخص کی غیبت کی پھر میں نادم ہوا، انھوں نے کہا تم اس کو خبر نہ دو، اس کا دل رنجیدہ ہو گا، لیکن اس کے لیے دعا کرو اور اس کی خوبیاں بیان کرو، حتیٰ کہ نیکی سے برائی مٹ جائے اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ۔ (مومنون: ۹۶) برائی کو نیکی سے دور کرو۔

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری زبان سے اپنے اہل کے متعلق بہت فحش کلمات نکلتے ہیں، آپ نے فرمایا: اے حذیفہ تم استغفار کیوں نہیں کرتے؟ اس کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے، ان تمام احادیث کے مجموعہ سے ان پر وضع کا حکم لگانا مستبعد ہو جاتا ہے۔ [1]

علامہ زبیدی نے غیبت کیے جانے والے شخص کے لیے استغفار سے متعلق جتنی احادیث پر مختصر بحث کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر احادیث اسانید ضعیفہ سے مروی ہیں اور انفرادی طور پر الگ الگ ہر سند اگرچہ ضعیف ہے لیکن ان کا مجموعہ علم کا مفید ہے اور اعتبار کے لائق ہے۔

کیا صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانا ضروری ہے؟

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: علامہ خیاطی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی ہے اگر وہ غیبت اس تک نہیں پہنچی تو پھر غیبت کرنے والے کے لیے غیبت پر ندامت اور استغفار کرنا کافی ہے، ابن الصباغ نے اسی قول پر اعتماد کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ اگر اس نے کسی جماعت کے سامنے یہ غیبت کی تھی تو ان کے پاس جائے اور ان کو یہ بتائے کہ حقیقۃً یہ بات نہیں تھی، اکثر علماء نے اس کو اختیار کیا ہے ان میں علامہ نووی بھی ہیں۔ علامہ ابن الصلاح نے بھی اپنے فتاویٰ میں اسی کو اختیار کیا ہے، علامہ زرکشی نے کہا یہی مختار ہے، علامہ ابن عبد البر مالکی نے امام ابن المبارک سے اس کو نقل کیا اور یہ کہا کہ انھوں نے سفیان ثوری سے اس پر مناظرہ کیا تھا، اور جن احادیث سے صاحب الحق سے غیبت کو معاف کرانے پر استدلال کیا جاتا ہے ان کا محمل یہ ہے کہ صاحب حق سے غیبت کو معاف کرانا افضل ہے یا اس سے علی الفور گناہ بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، یہ حکم غیر غائب اور غیر میت کے متعلق ہے اور اگر میت کی غیبت کی ہے اور اس کے لیے زیادہ استغفار کرنا چاہیے۔ [2]

غیبت کی توبہ کے طریقہ میں مصنف کی تحقیق

مصنف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو علم نہیں ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ پر توبہ

---

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج، ص ۵۵۹، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ ھ

[2] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کرے اور اس شخص کے لیے استغفار کرے اور اس غیبت کی تلافی کے لیے جن کے سامنے اس کی غیبت کی تھی اب ان کے سامنے اس شخص کے محاسن اور فضائل بیان کرے کیونکہ اگر وہ اس شخص کو جا کر یہ بتائے گا کہ میں نے تمہاری غیبت کی تھی تو اوّل تو اس کو رنج ہوگا اور مسلمان کو رنجیدہ کرنا منع ہے، ثانیاً اس فعل سے غیبت کرنے والا اس کے سامنے اپنے گناہ کا اظہار اور اعلان کرے گا، اور گناہ کا اظہار اور اعلان کرنا منع ہے، جن احادیث میں حقدار کو حق واپس کرنے کا حکم ہے، ان کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ حقدار کو لازماً یہ بتلائے کہ میں نے تمہاری فلاں حق تلفی کی تھی اور اب میں اس کی تلافی کر رہا ہوں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس نے علانیہ اس کا حق مار لیا تھا، تو اس کو بتا کر اس کا حق واپس کر دے یا اس کے منہ پر اس کو کوئی برا کلمہ کہا تھا تو اس سے اس کی معافی مانگ لے اور اگر خفیہ طریقہ سے اس کی کوئی حق تلفی کی تھی تو اس کا خفیہ طریقہ سے ازالہ کر دے مثلاً اس کی چوری کی تھی تو خفیہ طریقہ سے اس کا مال واپس کر دے اور اگر اس کی غیبت کی ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور اس کے لیے استغفار کرے اور جن محافل میں اس کی برائی کی تھی اب وہاں اس کی اچھائی بیان کرے، یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب اس شخص کو علم نہ ہو کہ فلاں شخص نے اس کی غیبت کی ہے اور اگر اس کو علم ہو گیا ہو تو اب اس سے جا کر معافی مانگنا زیادہ بہتر ہے۔

فقہاء مذاہب کے نزدیک غیبت کی جائز صورتیں

علامہ نووی لکھتے ہیں: چھ اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے کسی کی غیبت کرنا شرعاً جائز ہے:

(۱)۔ مظلوم کا قاضی یا حاکم کے سامنے دادرسی کی خاطر ظالم کا ظلم بیان کرنا مثلاً یہ کہے کہ فلاں شخص نے میری جان یا میرے مال یا میری عزت پر یہ ظلم کیا ہے۔

(۲)۔ کسی برائی کو مٹانے کی جدوجہد میں لوگوں کے سامنے کسی کی برائی بیان کرنا، مثلاً لوگوں کو بتلائے کہ محلہ میں فلاں شخص نے جوئے کا اڈہ قائم کیا ہے۔

(۳)۔ استفتار کے لیے، یعنی کسی شخص کی برائی کے خلاف فتویٰ طلب کرنے کے لیے، مثلاً مفتی سے پوچھے کہ میرا شوہر خرچ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے اس کا کیا حل ہے؟

(۴)۔ کسی شخص کے عیب کے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے اس کا عیب بیان کرنا، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(الف)۔ مجروح راویوں، گواہوں اور مصنفوں پر جرح کرنا، یہ بالاجماع جائز ہے بلکہ واجب ہے تاکہ احکام شرعیہ صحیح طریقہ سے مدون ہوں۔

(ب) جب کوئی شخص کسی آدمی کے متعلق مشورہ لے تو اس کا عیب بتا دے مثلاً ایک آدمی کسی کو قرض دینے کے متعلق مشورہ لیتا ہے تو اس کو بتا دے کہ یہ آدمی قرض لے کر واپس نہیں دیتا، یا کسی درزی سے کپڑا سلوانا چاہتا ہے تو اس کو بتا دے یہ کپڑا اجاڑ لیتا ہے، یا کسی لڑکی سے نکاح کے لیے مشورہ لیتا ہے تو بتا دے کہ اس کا چال چلن ٹھیک نہیں ہے (یعنی جب ان میں یہ عیوب ہوں۔) کیونکہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے۔

(ج) جب تم دیکھو کہ کوئی شخص کوئی عیب والی چیز خرید رہا ہے اور اس کو اس عیب کا علم نہیں ہے تو اس کی خیر خواہی کی نیت سے اس کو وہ عیب بتا دو، بشرطیکہ اس سے بیچنے والے کو ایذاء دینے اور ضرر پہنچانے کا قصد نہ ہو۔

(۳)۔ جب تم دیکھو کہ ایک نیک اور صالح آدمی کسی فاسق یا بدعقیدہ کے پاس علم حاصل کرنے جا رہا ہے اور اس کی صحبت میں اس نیک شخص کے عقیدہ اور عمل کے بگڑنے کا خدشہ ہو تو اس کی خیر خواہی کے قصد سے اس کو پڑھانے والے کی بدعقیدگی اور فسق پر مطلع کر دو۔

(۴)۔ جب تم دیکھو کہ نااہل یا غلط کار شخص کسی منصب پر فائز ہے تو لوگوں کو اس کے پاس اپنے معاملات لے جانے سے روکو، یا اس کو اس منصب سے ہٹانے کے لیے لوگوں کو یا حاکم شہر کو اس کی نااہلی یا غلط کاری پر مطلع کر دو۔

(۵)۔ ایک آدمی علی الاعلان فسق یا بدعت کا ارتکاب کرتا ہو، مثلاً ایک آدمی علانیہ شراب پیتا ہو، لوگوں سے جگا ٹیکس وصول کرتا ہو، علانیہ رشوت لیتا ہو تو اس کے انہی عیوب کا ذکر کرنا جائز ہے۔

(۶)۔ کسی شخص کو متعین کرنے اور اس کی شناخت کے لیے اس کے عیوب کو بیان کرنا بشرطیکہ وہ ان عیوب کے ساتھ مشہور ہو، جیسے ایک شخص اعمش (نابینا)، ایک شخص اعرج (لنگڑے) اور ایک شخص اصم (بہرے) کے لقب سے مشہور ہو، اس کے باوجود ان کی شناخت ان عیوب کے علاوہ دوسرے القاب کے ساتھ ہو سکے تو وہ افضل ہے۔[1]

امام غزالی شافعی[2] اور علامہ آلوسی حنفی نے بھی غیبت کی ان چھ مباح صورتوں کا ذکر کیا ہے۔[3]

علامہ قرطبی مالکی نے فاسق معلن، بدعقیدہ اور ظالم حاکم کی غیبت کو جائز کہا ہے، نیز فتویٰ طلب کرتے وقت اور مشورہ دیتے وقت بھی غیبت کو جائز کہا ہے۔[4]

علامہ شامی حنفی نے گیارہ صورتوں میں غیبت کو جائز کہا ہے جن میں سے بعض صورتوں میں غیبت کرنا واجب ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ مجہول شخص کی غیبت جائز ہے مثلاً کہے بعض لوگ سود کھاتے ہیں یا فلاں دیہات (مثلاً دارچھا) کے لوگ برہنہ نہاتے ہیں، کیونکہ اس میں کسی شخص کی تعیین نہیں ہے۔

(۲) جو شخص علانیہ معصیت کرے اس کی غیبت جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اپنے چہرے سے حیا کی چادر اتار دے اس کی کوئی غیبت نہیں ہے۔" ہاں جو شخص چھپ کر معصیت کرے اس کی غیبت جائز نہیں ہے۔

(۳)۔ جو شخص نکاح، سفر، شراکت، پڑوس، امانت رکھوانے اور اس قسم کے دوسرے کاموں میں مشورہ طلب کرے تو اس معاملہ میں مشورہ دیتے ہوئے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

(۴)۔ جو شخص اپنی بدعقیدگی کو مخفی رکھتا ہو اس کے ضرر سے بچانے کے لیے اس کی غیبت کرنا واجب ہے اور جو شخص علی الاعلان بدعقیدہ ہو اس کا حکم دوسری قسم سے واضح ہو گیا۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۵۳، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[3] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶، ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۳۳۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

(۵)۔ حاکم یا قاضی کے سامنے دادرسی کے لیے ظالم کے ظلم کو بیان کرنا جائز ہے۔

(۶)۔ کسی برائی کو مٹانے اور نہی عن المنکر پر مدد حاصل کرنے کے لیے کسی کی غیبت کرنا واجب ہے۔

(۷)۔ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی برائیوں کو غم اور افسوس کی وجہ سے بیان کرے تو یہ غیبت نہیں ہے، مثلاً یہ کہے کہ افسوس فلاں شخص جواری ہو گیا! کیونکہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب وہ کسی کی برائی غصہ اور غضب سے یا اس کو بدنام اور رسوا کرنے کی غرض سے بیان کرے، اس صورت میں غیبت اس وقت مباح ہے جب وہ اپنے غم اور افسوس میں صادق ہو ورنہ وہ نہ صرف غیبت کرنے والا بلکہ ریاکار، منافق اور خودستائی کرنے والا ہوگا کیونکہ اس نے لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ وہ اس کام کو بُرا جانتا ہے اور اس کا قصد اصلاح ہے اور اس نے ان عیوب کو بطور غیبت نہیں بلکہ افسوس اور حسرت کی بنا پر بیان کیا ہے حالانکہ درحقیقت وہ اپنے مسلمان بھائی کی مذمت کر کے اس کو رسوا کر رہا ہے سو اس شخص نے غیبت کے علاوہ نفاق، دکھاوا اور خودستائی کا بھی ارتکاب کیا۔

نعوذ باللہ من تلک القبائح۔

(۸)۔ مفتی سے مسئلہ معلوم کرنے کے لیے کسی شخص کی غیبت کرنا جائز ہے۔

(۹)۔ بائع خریدار کو عیب والی چیز بیچ رہا ہو یا خریدار بائع کو کھوٹے یا جعلی سکے دے رہا ہو تو ان کو ضرر سے بچانے کے لیے ان میں سے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

(۱۰)۔ جو آدمی کسی عیب (مثلاً اندھا یا لنگڑا) والے لقب سے معروف ہو تو اس کا اس عیب کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے۔

(۱۱)۔ مجروح راویوں، گواہوں اور مصنفوں کے عیوب بیان کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔ [۱]

فقہاء مذاہب نے جن صورتوں میں غیبت کرنے کو مباح کہا ہے ہم چاہتے ہیں کہ قرآن اور سنت سے ان کے دلائل اور ان کی اصل کو بیان کر دیں: فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق

قاضی یا حاکم کے سامنے مظلوم کی غیبت کا جواز

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم ط (نساء: ۱۴۸)

اللہ تعالیٰ مظلوم کے علاوہ اور کسی شخص سے بری بات کا آشکارا کرنا پسند نہیں فرماتا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتقاضاہ فاغلظ فھم بہ اصحابہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعوہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (یہ کافر یا یہودی تھا، نووی) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (اپنے حق کا) تقاضا کیا اور درشت کلام کیا،

[۱] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

فان لصاحب الحق مقالاً [1]

آپ کے اصحاب نے اس کو مارنے کا ارادہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو کیونکہ حقدار کو بولنے کا حق ہوتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم [2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطل الغنی ظلم [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار آدمی کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [5]

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لیّ الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ [6]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مالدار کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا اس کی عزت (پر حملہ) اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن شرید عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیّ الواجد یحل عرضہ و عقوبتہ یحبس لہ۔ [7]

عمرو بن شرید اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مالدار کا (ادائیگی میں) تاخیر کرنا اس کی عزت (پر حملہ) اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے، ابن المبارک نے کہا عزت حلال کرنے کا مطلب ہے اس سے درشت کلام کرنا اور سزا سے مراد ہے اس کو قید کرنا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۱، ۳۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۵۶، ۴۱۶، ۲۶۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[6] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[7] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

اس حدیث کو امام نسائی[1] اور امام احمد[2] نے بھی روایت کیا ہے۔

فتویٰ سے متعلق شخص کی غیبت کرنے کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں

عن عائشۃ ان ھند بنت عتبۃ قالت یارسول اللہ ان ابا سفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت وھو لا یعلم فقال خذی ما یکفیک وولدک بالمعروف۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضرت ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ خرچ کے لیے مجھے اتنی رقم نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو، الا یہ کہ میں ان کی لاعلمی میں کچھ رقم لے لوں، آپ نے فرمایا اتنی رقم لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہارے بچوں کے لیے دستور کے مطابق کافی ہو۔

اس حدیث کو امام مسلم[4]، امام ابوداؤد[5] اور امام احمد[6] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان امراۃ رفاعۃ القرظی جاءت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللہ ان رفاعۃ طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعدہ عبدالرحمن بن الزبیر القرظی وانما معہ مثل الھدبۃ۔[7]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رفاعہ قرظی کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اور کہنے لگی یارسول اللہ! بے شک رفاعہ نے مجھے طلاق مغلظہ دے دی، میں نے ان کے بعد حضرت عبدالرحمن بن زبیر قرظی سے نکاح کیا، ان کے پاس تو صرف کپڑے کا پلو ہے! (یعنی نامرد ہیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[8]

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

[1] امام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۲۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۳۸۹، ۳۸۸، ۲۲۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۳۳-۳۲، ج ۲ ص ۸۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[5] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۴۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[6] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۶، ۵۰، ۳۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ،
[7] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۹، ج ۲ ص ۸۶۲، ۷۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[8] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۴۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

عن ابی هریرة وزید بن خالد قالا کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام رجل فقال انشدک الا قضیت بیننا بکتاب اللہ فقام خصمه وکان افقه منه فقال اقض بیننا بکتاب اللہ وائذن لی قال قل قال ان ابنی کان عسیفا علی هذا فزنی بامراته الحدیث۔ [1]

حضرت ابوہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان صرف کتاب اللہ سے فیصلہ کریں، دوسرے فریق نے جو اس سے زیادہ سمجھ دار تھا کھڑے ہو کر کہا ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ کریں اور مجھے بیان کرنے کی اجازت دیں، آپ نے فرمایا: کہو، اس نے کہا میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدوری کرتا تھا اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کیا........

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

برائی کے ازالہ کے لیے غیبت کا جواز

عن ابی الدرداء قال کنت جالسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ اقبل ابوبکر اخذا بطرف ثوبه حتی ابدی عن رکبتیه فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما صاحبکم فقد غامر فسلم فقال انما کان بینی وبین ابن الخطاب شیء فاسرعت الیه ثم ندمت فسالته ان یغفر لی فابی علی فاقبلت الیک فقال یغفر اللہ لک یا ابا بکر ثلثا ثم ان عمر ندم فاتی منزل ابی بکر فسال اثم ابو بکر قالوا لا فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجعل وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتمعر حتی اشفق ابو بکر فجثا علی رکبتیه فقال یا رسول اللہ واللہ انا کنت

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر اپنی چادر کا پلو اٹھائے ہوئے آئے حتیٰ کہ ان کے گھٹنے ظاہر ہوئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا صاحب غصہ میں بھرا ہوا ہے! حضرت ابوبکر نے سلام کر کے عرض کیا: میرے اور عمر بن الخطاب کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی، میں نے جلدی میں کچھ کہا سنا، پھر میں نادم ہوا اور میں نے عمر سے کہا مجھے معاف کر دیں، عمر نے اس کا انکار کیا، پھر میں آپ کے پاس آیا ہوں، آپ نے تین بار فرمایا: اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے! پھر حضرت عمر نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے گھر گئے اور پوچھا کہ کیا یہاں ابوبکر ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں! پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا، حضرت ابوبکر ڈر

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اظلم مرتین فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ فھل انتم تارکوالی صاحبی مرتین فما اوذی بعدھا ۔[1]

گئے اور انھوں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو بار کہا یا رسول اللہ زیادتی میری ہی تھی! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس بھیجا تو تم لوگوں نے میری تکذیب کی اور ابوبکر نے میری تصدیق کی، اور اپنے مال اور جان سے میری غم خواری کی، آپ نے دو بار فرمایا تو کیا تم میری خاطر میرے صاحب کو (ایذار رسانی سے) چھوڑ دو گے؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر کو ایذار نہیں دی گئی۔

حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کے معاف نہ کرنے کی غیبت ان کی اصلاح کے لیے کی تھی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث جیشا وامر علیھم رجلا فاوقد نارا وقال ادخلوھا فاراد ناس ان یدخلوھا وقال الآخرون انا فررنا منھا فذکر ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذین ارادوا ان یدخلوھا لو دخلتموھا لم تزالوا فیھا الی یوم القیٰمۃ وقال للآخرین قولا حسنا قال لا طاعۃ لمعصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف ۔[2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک شخص کو امیر بنایا، اس نے آگ جلائی اور لوگوں سے کہا اس آگ میں داخل ہو، بعض نے اس میں داخل ہونے کا ارادہ کیا دوسروں نے کہا ہم آگ سے ہی تو بھاگ کر آئے ہیں! پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (امیر کے اس حکم کا واقعہ) ذکر کیا گیا، تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا جنھوں نے آگ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا، اگر تم اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس میں رہتے، اور دوسروں کی تعریف کی اور فرمایا گناہ میں کسی کی اطاعت نہیں ہے، اطاعت صرف نیکی میں ہے۔

صحابہ نے اس امیر کی غیبت اس کی اصلاح کے لیے کی تھی۔

مشورہ دینے کے لیے غیبت کا جواز

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن فاطمۃ بنت قیس ان اباعمرو بن حفص طلقھا البتۃ وھو غائب فارسل الیھا وکیلہ بشعیر فسخطتہ فقال واللہ

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے ان کو طلاق مغلظہ دے دی، درآں حالیکہ وہ اس وقت غائب تھے، حضرت ابوعمرو نے

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مالك علينا من شيء فجاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكرت ذلك له فقال ليس لك عليه نفقة فامرها ان تعتد فی بيت ام شريك ثم قال تلك امرأة يغشاها اصحابي اعتدي عند ابن ام مکتوم فانه رجل اعمٰی تضعين ثيابك فاذا حللت فاذنيني قالت فلما حللت ذكرت له ان معاوية بن ابي سفيان وابا جهم خطباني فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما ابو جهم فلا يضع عصاه عن عاتقه واما معاوية فصعلوك لا مال له انكحي اسامة بن زيد فكرهته ثم قال انكحي اسامة فنكحته فجعل الله فيه خيرا واغتبطت۔

اپنے وکیل کے ہاتھ حضرت فاطمہ کے لیے کچھ جو بھیجے حضرت فاطمہ بنت قیس اس پر ناراض ہوئیں، اس وکیل نے کہا بہ خدا آپ کا ہم پر کوئی حق نہیں ہے، حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا تمہارا نفقہ اس پر واجب نہیں ہے، اور ان کو ام شریک کے گھر عدت گذارنے کا حکم دیا، پھر فرمایا اس عورت کے ہاں میرے اصحاب جمع رہتے ہیں، تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گذارو، وہ ایک نابینا آدمی ہے تم اپنے (فالتو) کپڑے اتار سکتی ہو، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتا دینا، حضرت فاطمہ بنت قیس نے کہا جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ سے ذکر کیا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور حضرت ابو جہم نے مجھے نکاح کا پیغام دیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہے ابو جہم تو وہ اپنے کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتے، اور رہے معاویہ تو وہ مفلس شخص ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے تم اسامہ بن زید سے نکاح کر لو، میں نے حضرت اسامہ کو ناپسند کیا، آپ نے فرمایا اسامہ سے نکاح کر لو میں نے حضرت اسامہ سے نکاح کر لیا اور پھر مجھ پر رشک کیا جاتا تھا۔[1]

اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دینے کے لیے تین آدمیوں کے پس پشت عیوب بیان فرمائے، حضرت ابن ام مکتوم کے متعلق فرمایا وہ نابینا ہے، حضرت ابو جہم کے متعلق فرمایا وہ کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا، یعنی مارتا بہت ہے، اور حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا وہ مفلس ہیں اور اس حدیث کے ذریعہ یہ تعلیم دی کہ مشورہ کے وقت خیر خواہی کی نیت سے کسی کی غیبت کرنا جائز ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فاتاه رجل فاخبره انه تزوج امرأة من الانصار فقال له رسول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا ایک شخص نے آکر خبر دی کہ وہ انصار کی ایک عورت سے

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۸۴، ۴۸۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انظرت الیہا قال لا قال فاذھب فانظر الیہا فان فی اعین الانصار شیئا۔[1]

نکاح کا ارادہ رکھتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے اس کو دیکھ لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا: جاؤ اس کو دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔

فاسق معلن کی غیبت کا جواز

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ اخبرتہ استاذن رجل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ائذنوا لہ بئس اخو العشیرۃ او ابن العشیرۃ فلما دخل الان لہ الکلام قلت یا رسول اللہ قلت الذی قلت ثم النت لہ الکلام قال ای عائشۃ ان شر الناس من ترکہ الناس او ودعہ الناس اتقاء فحشہ۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (ملاقات کی) اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو، یہ برا آدمی ہے جب وہ آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق وہ کہا جو آپ نے کہا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے بات کی! آپ نے فرمایا: اے عائشہ! بدترین لوگ وہ ہیں جن کی بدکلامی کی بنا پر لوگ ان سے ملنا چھوڑ دیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے سامنے اس شخص کی برائی اس لیے بیان کی تاکہ اس کے ساتھ نرم گفتاری کی وجہ سے اس کو نیک اور صالح آدمی نہ سمجھ لیا جائے اور یہ مسئلہ معلوم ہو جائے کہ جو شخص مفسد اور فاسق معلن ہو اس کی غیبت جائز ہے۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترعون عن ذکر الفاجر ان تذکروہ فاذکروہ یعرفہ الناس رواہ الخطیب ورواہ ابن ابی الدنیا عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترعون ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاسق کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو؟ اس کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، اس حدیث کو امام خطیب نے روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی الدنیا نے بہز بن حکیم کے والد اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

اذکروہ بما فیہ یحذرہ الناس واخرجہ کذلک ابو یعلی والترمذی الحکیم فی نوادر الاصول والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب والعقیلی والبیہقی والخطیب۔ [1]

ہو پھر اس کو لوگ کیسے پہچانیں گے، اس میں جو کچھ ہے اس کو بیان کرو تاکہ لوگ اس سے احتراز کریں، اس حدیث کو امام ابو یعلی، حکیم ترمذی، امام حاکم، امام شیرازی، امام عقیلی، امام بیہقی اور امام خطیب نے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عیینۃ یقول: ثلاثۃ لیست لہم غیبۃ الامام الجائر والفاسق المعلن والمبتدع الذی یدعو الناس الی بدعتہ [2]

ابن عیینہ کہتے ہیں کہ تین آدمیوں کی غیبت نہیں ہے، ظالم حاکم، فاسق معلن اور وہ بدعتی جو لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف دعوت دے۔

عن الحسن قال: لیس فی اصحاب البدع غیبۃ [3]

حسن بصری کہتے ہیں کہ بدعتیوں کی بدعت کا ذکر کرنا غیبت نہیں ہے۔

عن زید بن اسلم قال انما الغیبۃ لمن لم یعلن بالمعاصی۔ [4]

زید بن اسلم کہتے ہیں اس کی غیبت (ممنوع) ہوتی ہے جو علانیہ معصیت نہ کرے۔

وصف مشہور کا ذکر غیبت نہیں ہے

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر رکعتین ثم سلم ثم قام الی خشبۃ فی مقدم المسجد ووضع یدہ علیہا وفی القوم یومئذ ابوبکر وعمر فہاباہ ان یکلماہ ویخرج سرعان الناس فقالوا اقصرت الصلوٰۃ وفی القوم رجل کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدعوہ ذا الیدین [5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز دو رکعت پڑھا دی پھر سلام پھیر کر مسجد کے اگلے حصہ میں لگے ہوئے ایک لکڑی کے ستون کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس پر ہاتھ رکھ دیا، حاضرین میں اس وقت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی تھے وہ آپ کو کچھ بتلانے سے ڈر رہے، لوگ جلدی سے نکلنے لگے، حاضرین نے کہا نماز کی رکعتیں کم ہو گئی ہیں، نمازیوں میں ایک شخص تھا جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (لمبے) ہاتھوں والا فرماتے تھے۔

---

[1] علامہ محمد بن محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۷ ص ۵۵۷ ملخصا مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[2] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[3] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، " " " " "

[4] " " " " ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، " " " " "

[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابراھیم بن سوید قال صلی بنا علقمۃ الظھر خمسا فلما سلم قال القوم یا ابا شبل قد صلیت خمسا قال کلا ما فعلت قالوا بلی وکنت فی ناحیۃ القوم وانا غلام فقلت بلی قد صلیت خمسا قال لی وانت ایضا یا اعور تقول ذلک قال قلت نعم۔[1]

ابراہیم بن سوید بیان کرتے ہیں کہ علقمہ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھا دیں، جب انھوں نے سلام پھیرا تو نمازیوں نے کہا اے ابو شبل! آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھی ہیں، انھوں نے کہا ہرگز نہیں میں نے نہیں پڑھیں! لوگوں نے کہا کیوں نہیں، ابراہیم بن سوید کہتے ہیں میں اس وقت لڑکا تھا اور ایک کونے میں کھڑا تھا، میں نے کہا ہاں ہاں آپ نے پانچ رکعت پڑھی ہیں، علقمہ نے کہا اے کانے! تم بھی یہ کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا جی!

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان الیھود اتوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل وامرأۃ منھم قد زنیا فقال ما تجدون فی کتابکم فقالوا نسخم وجوھھما ویخزیان فقال کذبتم ان فیھا الرجم فاتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صادقین فجاء وا بالتوراۃ وجاؤا بقاری لھم اعور۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود ایک ایسے مرد اور عورت کو لے کر آئے جنھوں نے زنا کیا تھا، آپ نے فرمایا تمہاری کتاب میں ان کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا ہم ان کا منہ کالا کر کے ان کو رسوا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ کہا تورات میں رجم کا حکم ہے، اگر تم سچے ہو تو تورات کو لا کر پڑھو، وہ تورات لے کر آئے اور اس کو پڑھنے کے لیے ایک کانے قاری کو لائے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبدۃ بن سلیمان قال: سمعت ابن المبارک وسئل عن فلان القصیر وفلان الاعرج وفلان الاصغر وحمید الطویل قال اذا اراد صفتہ ولم یرد عیبہ فلا باس۔[3]

عبدہ بن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ امام ابن مبارک سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کوتاہ قامت، فلاں لنگڑا، فلاں ٹھگنا، حمید لمبا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب اس کا قصد اس کا عیب بیان کرنا نہ ہو، بلکہ صرف اس کی شناخت مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۵ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

ہم نے غیبت کے جواز کی گیارہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے چھ کی اصل پر قرآن اور سنت سے تصریحات پیش کی ہیں، غیبت کی باقی اقسام کا جواز بھی انہی دلائل سے مستنبط ہے۔

غیبت کرنے کے مشہور اسباب

امام غزالی نے غیبت کے گیارہ اسباب بیان کیے ہیں ہم ان میں سے بعض بیان کر رہے ہیں۔

۱۔ جب آدمی کو کسی پر غصہ ہو تو اس کی برائی بیان کر کے دل کے پھپھولے پھوڑتا ہے۔

۲۔ بعض اوقات انسان کسی محفل میں اپنے دوست یا اہل مجلس کی ہاں میں ہاں ملانے کے لیے کسی کی برائی بیان کرتا ہے۔

۳۔ بعض مرتبہ اپنے کسی عیب میں تخفیف کے لیے دوسروں میں بھی اس عیب کا بیان کرتا ہے کہ صرف میں تو اس برائی میں منفرد نہیں ہوں فلاں فلاں بھی اس برائی کے مرتکب ہیں۔

۴۔ کبھی انسان اپنی بڑائی، اہمیت اور شان جتلانے کے لیے دوسروں کی تنقیص کرتا ہے اور ان کے عیوب نکالتا ہے تاکہ لوگ دوسروں کے مقابلہ میں اس کو اہم اور بڑا سمجھیں۔ [۱]

غیبت کس طرح ترک کی جائے؟

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

غیبت کرنے میں اکثر لوگ مبتلا ہیں، غیبت میں کھجوروں کی سی مٹھاس ہے اور شراب کی سی تیزی اور سرور ہے، اور حقیقت میں غیبت لوگوں کے گوشت کا سالن ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ [۲]

غیبت سے اجتناب کے لیے انسان کو چاہیے کہ قرآن مجید اور احادیث میں غیبت پر عذاب کی جو وعیدیں بیان کی گئی ہیں ان میں غور و فکر کرے اور یہ سوچے کہ غیبت کر کے دنیا میں وقتی طور پر اس کو وہ لذت حاصل ہو گی جو غیبت میں شیطان کے شکر گھولنے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے، لیکن اس کے بدلہ میں انتہائی محنت و مشقت اٹھا کر اور مال و دولت خرچ کر کے جو عبادتیں کی ہیں وہ اس کو آخرت میں دینی ہوں گی اور اگر عبادتیں نہ ہوئیں تو گناہ برداشت کرنے پڑیں گے، تو کیا یہ سودا سود مند ہے؟

آدمی مخالفین کی غیبت تو کرتا ہی ہے، اپنے دوستوں کی بھی غیبت کرتا ہے، جو دوست سامنے نہ ہو اس کی دوسروں کے سامنے اور دوسروں کی غیبت اس کے سامنے کرتا ہے اس معاملہ میں بھی یہ سوچنا چاہیے کہ اگر اس کے دوست کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس شخص کی دوستی کا میں دم بھرتا تھا جس کی دوستی پر میں مان کرتا تھا وہ محفلوں میں کس طرح میرے عیوب بیان کرتا ہے تو اس پر کیا گزرے گی! اور یہ دوستی پھر کیسے قائم رہے گی اور دوستی رہے گی بھی یا دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی!۔

جب آدمی کسی شخص کی برائی بیان کرے تو ایک بات تو یہ سوچے کہ جس برائی کی وجہ سے میں اس کی مذمت کر رہا ہوں

۱۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۷، ص ۵۴۵-۵۴۷ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

آیا وہ برائی مجھ میں تو موجود نہیں ہے اگر وہ برائی مجھ میں بھی ہے تو دوسروں کی مذمت کا کیا جواز ہے؟ سو اگر آدمی اپنے عیوب پر غور کرتا رہے تو اس کو دوسروں کے عیوب بیان کرنے کی فرصت نہیں ملے گی۔

کراچی میں ایک شاہ صاحب رہتے ہیں، اکثر و بیشتر میری مذمت کرتے رہتے ہیں، مجھ سے ایک دوست نے کہا شاہ صاحب آپ سے بڑی دشمنی رکھتے ہیں، اکثر و بیشتر آپ کی برائی کرتے رہتے ہیں، میں نے کہا شاہ صاحب تو مجھ پر مہربانی کرتے ہیں دشمنی تو دراصل میں ان سے کر رہا ہوں، انھوں نے پوچھا وہ کیسے؟ میں نے کہا شاہ صاحب تو دن رات نیکیاں کر کے میرے نامہ اعمال میں داخل کر رہے ہیں، اور میں ان کی برائی بالکل نہیں کرتا تاکہ میری کوئی نیکی ان کے نامہ اعمال میں نہ چلی جائے!

غیبت کے موضوع پر بھی میں نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے، اگر اس کو پڑھ کر کسی غیبت کرنے والے نے غیبت ترک کر دی تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی! الٰہ العالمین میری اس تحریر کو نفع آور بنا دے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین اکرم الاولین والآخرین قائد الغر المحجلین شفیعنا یوم الدین وعلی الہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

باب ۹۱۶ بَشَارَةِ مَنْ سَتَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَيْبَهٗ فِى الدُّنْيَا بِاَنْ يَّسْتُرَ عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرَةِ

جس شخص کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پردہ پوشی کی اس کو آخرت میں پردہ پوشی کی بشارت

۶۴۷۰ - حَدَّثَنِىْ اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامٍ الْعَيْشِىُّ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ (يَعْنِى ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ فِى الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص (کے عیب) پر اللہ تعالیٰ دنیا میں پردہ رکھتا ہے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ اس کا پردہ رکھے گا۔

۶۴۷۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَسْتُرُ عَبْدٌ عَبْدًا فِى الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی کے عیب کا پردہ رکھے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پردہ رکھے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ اس کی شرح میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو اہل محشر سے مخفی رکھے گا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ ان کے عیوب کا حساب نہیں لے گا اور ان کا ذکر نہیں فرمائے گا، لیکن پہلا احتمال زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ دوسری حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا پھر فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کی پردہ پوشی کی تھی اور آج تمہیں بخش دیتا ہوں۔

بَابُ ۹۱ مُدَارَاةِ مَنْ يُتَّقَى فُحْشُهُ

جس شخص سے درشت کلامی کا خدشہ ہو اس سے نرم گفتگو کرنا

۶۴۷۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ (وَهُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ) عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ سَمِعَ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ يَقُولُ حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ رَجُلًا اسْتَأْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ فَلَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ بِئْسَ رَجُلُ الْعَشِيرَةِ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ أَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ قُلْتَ لَهُ الَّذِي قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ وَدَعَهُ أَوْ تَرَكَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو، یہ شخص اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے، جب وہ شخص آیا تو آپ نے اس کے ساتھ نرمی سے گفتگو کی، حضرت عائشہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے اس کے متعلق وہ فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس سے نرمی سے بات کی، آپ نے فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا شخص وہ ہوگا جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا ترک کر دیں۔

۶۴۷۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بِئْسَ أَخُو الْقَوْمِ وَابْنُ الْعَشِيرَةِ.

یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے، اس میں بئس اخو القوم اور ابن العشیرۃ کا لفظ ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس شخص کا نام عیینہ بن حصن تھا، یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا، اگرچہ اس نے اسلام ظاہر کر دیا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یہ تھا کہ اس کا حال بیان کریں تاکہ لوگ اس کو پہچان لیں، اور جو شخص اس کا حال نہ جانتا ہو وہ اس سے دھوکا نہ کھائے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اور آپ کی حیات ظاہرہ کے بعد اس سے ایسے امور صادر ہوئے جو اس کے ضعف ایمان پر دلالت کرتے تھے، یہ مرتدین کے ساتھ مرتد ہو گیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس قید کر کے لایا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کے متعلق یہ ارشاد کہ "یہ اپنے قبیلہ کا برا آدمی ہے"، آپ کی نبوت کی دلیل ہے، کیونکہ آپ نے جس طرح فرمایا تھا اسی طرح ظاہر ہوا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کے ساتھ نرم گفتاری سے پیش آنا، اس کی اور اس جیسے لوگوں کی تالیف کے لیے تھا تاکہ

ان کو اسلام پر مائل کیا جا سکے، اس حدیث میں فاسق معلن کی غیبت کے جواز کا بیان ہے۔ لے

باب ۹۱۸ فَضْلِ الرِّفْقِ! نرمی کی فضیلت

۶۴۷۴- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِيرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ) كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حُرِمَ الرِّفْقَ حُرِمَ الْخَيْرَ أَوْ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملائمت سے محروم رہا وہ خیر سے محروم رہا۔

۶۴۷۷- حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي حَيْوَةُ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

لے علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عَمْرَةَ (يَعْنِي بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ) عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ۔

فرمایا: اے عائشہ اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق اور نرمی کو پسند کرتا ہے، وہ نرمی کی وجہ سے اتنی چیزیں عطا فرماتا ہے جو سختی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے عطا نہیں فرماتا۔

۶۴۷۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْمِقْدَامِ (وَهُوَ ابْنُ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ) عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اس کو خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جاتی ہے اس کو بدصورت کر دیتی ہے۔

۶۴۷۹۔ حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ الْمِقْدَامَ بْنَ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ رَكِبَتْ عَائِشَةُ بَعِيرًا فَكَانَتْ فِيهِ صُعُوبَةٌ فَجَعَلَتْ تُرَدِّدُهُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سرکش اونٹ پر سوار ہوئیں اور اس کو چکر دینے لگیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ نرمی کرو، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

اللہ تعالیٰ پر "رفیق" کے اطلاق کا محمل

حدیث نمبر ۶۴۷۷ میں ہے: اللہ تعالیٰ رفیق ہے اور رفق سے محبت کرتا ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ رفیق کا معنی ہے جو بہت رفق اور نرمی کرتا ہے اور رفق کا معنی ہے تسہیل (کسی چیز کو آسان اور سہل کرنا) یہ عنف کی ضد ہے، عنف کا معنی ہے تشدید اور تصعیب (کسی چیز کو مشکل اور دشوار کرنا) رفق ارفاق کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی کسی چیز کی آسانی اور سہولت کے اسباب مہیا کرنا، یہ دونوں معنی صحیح ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رفق کی نسبت اس لیے ہے کہ وہ مسہل (آسانی کرنے والا) اور معطی ہے، کبھی رفق تانی (تاخیر) کے معنی میں بھی آتا ہے، اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر رفیق کا اطلاق حلیم کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو عذاب دینے میں جلدی نہیں فرماتا۔ [1]

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان اسماء اور صفات کے اطلاق کی تحقیق جن کا ذکر کتاب اور سنّت میں نہیں ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اشاعرہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ عزوجل پر اسی نام کا اطلاق کیا جائے گا جو قرآن مجید اور احادیث میں وارد ہے یا جس نام پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور جس نام کے متعلق اذن ثابت نہ ہو اس میں اختلاف ہے:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے گا اس کو جائز یا ناجائز نہیں کہا جائے گا۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایسے اسماء کا اطلاق ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وللہ الاسماء الحسنیٰ (اعراف: ۱۸۰) "سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں" اور سب سے اچھے نام وہی ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہوں۔

توقف کے قائلین کا اس میں اختلاف ہے کہ جس نام کا خبر واحد میں ثبوت ہو اس کا اطلاق جائز ہے یا نہیں؟ جو جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کسی نام کے اطلاق کے لیے قیاس کافی نہیں ہے۔ [1]

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے کہ کتاب وسنت میں جو اسماء وارد نہیں ہیں اور کمال، جلال اور مدح کے جو اوصاف شریعت میں ثابت نہیں ہیں ان اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موسوم کرنا اور ان صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو موصوف کرنا جائز ہے یا نہیں، ایک جماعت نے اس کی اجازت دی ہے اور دوسروں نے منع کیا ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیونکہ اس میں قرآن مجید کی اس آیت پر عمل ہے۔ [2]

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا (اعراف: ۱۸۰) سب سے اچھے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں سو اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں کے ساتھ پکارو۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا ہے کہ اللہ عزوجل پر انہی اسماء اور صفات کا اطلاق کیا جائے گا جن کا اللہ عزوجل نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق کیا ہے یا جن اسماء کے اطلاق کے جواز پر امت کا اجماع ہے، اور جن اسماء اور صفات کے متعلق اجازت ہے نہ ممانعت ان میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا ان پر جواز یا عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور بعض نے اس سے منع کیا،... جن اسماء کا ثبوت

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ، ص ۴۰ - ۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

خبر واحد سے ہے ان میں بھی اختلاف ہے، بعض اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض نا جائز کہتے ہیں۔ [۱]

اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ "خدا" کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن اور سنت میں وارد نہیں ہوا ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زبان اور لغت میں علم اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے، مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنگری کہنا بالاتفاق جائز ہے البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب وسنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے اگر اس کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو تو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے، جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب متکلمین اور مفسرین کے حوالوں سے بیان کریں گے۔

ہمارے زمانہ میں بعض لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ پر لفظ خدا کا اطلاق کرنا جائز نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا العیاذ باللہ گناہ اور عذاب خداوندی کا موجب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو توقیفی اور غیر توقیفی کی بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ باحوالہ بیان کریں گے، دوسری وجہ یہ ہے کہ غیر توقیفی اسم وہ ہے جس کے اطلاق پر علماء کا اجماع نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے علامہ نووی اور قاضی عیاض وغیرہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے، اور عہد صحابہ سے لے کر آج تک تمام علماء اللہ پر لفظ خدا کا اطلاق کرتے رہے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ عہد صحابہ میں ان لوگوں کے لیے فارسی میں نماز پڑھنے کی اجازت تھی جو عربی میں اچھی طرح نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

ولو كبر بالفارسية جاز عند ابي حنيفة رحمه الله بناءً على اصله ان المقصود هو الذكر وذلك حاصل بكل لسان ولا يجوز عند ابي يوسف ومحمد رحمهما الله الا ان لا يحسن العربية (الى قوله) وابو حنيفة رحمه الله استدل بما روى ان الفرس كتبوا الى سلمان رضى الله عنه ان يكتب لهم الفاتحة بالفارسية فكانوا يقرؤن ذلك فى الصلوٰة حتى لانت السنتهم للعربية۔ [۲]

اگر فارسی میں تکبیر تحریمہ پڑھی تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے خواہ کسی زبان میں ہو، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک یہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب وہ عربی اچھی طرح نہ پڑھ سکے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فارس کے لوگوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ان کے پاس سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھ کر بھیجیں، پھر وہ نمازوں میں سورۂ فاتحہ کو فارسی میں پڑھتے رہے حتیٰ کہ ان کی زبانوں پر عربی رواں ہو گئی۔

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳-۳۲۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۷-۳۶، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۸ھ

اور علامہ قاضی خان اوزجندی لکھتے ہیں:

ولو قال بالفارسیة خدائے بزرگ است او قال خدائے بزرگ او قال بنام خدائے بزرگ یصیر شارعًا فی الصلوٰة فی قول ابی حنیفة رحمہ اللہ [۱]

اگر فارسی میں خدائے بزرگ است یا خدائے بزرگ کہا یا بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

ولو افتتح الصلوٰة بالفارسیة بان قال خدائے بزرگ تر او خدائے بزرگ یصیر شارعًا عند ابی حنیفة [۲]

اگر فارسی میں نماز پڑھنی شروع کی اور خدائے بزرگ تر یا خدائے بزرگ تر کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کا نماز میں شروع ہونا صحیح ہے۔

علامہ بدر الدین عینی ہدایہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

وان افتتح الصلوٰة بالفارسیة ش بان قال موضع اللہ اکبر خدائے بزرگ م وسمی بالفارسیة ش بان قال بنام خدائے بزرگ م اجزأہ عند ابی حنیفة [۳]

اگر کسی نے فارسی میں نماز کو شروع کیا بایں طور کہ اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہا یا فارسی میں بسم اللہ پڑھی بایں طور کہ بنام خدائے بزرگ کہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز جائز ہے۔

تکبیر تحریمہ کو غیر عربی میں کہنے کے متعلق علامہ ابن قدامہ کا بھی یہی موقف ہے وہ لکھتے ہیں:

لان التکبیر ذکر اللہ وذکر اللہ تعالیٰ یحصل بکل لسان [۴]

کیونکہ تکبیر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر زبان سے حاصل ہوتا ہے۔

ان حوالہ جات کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز ہے اور ہر دور میں ائمہ اور فقہاء، اللہ تعالیٰ کی ذات کو خدا سے تعبیر کرنے کو جائز کہتے رہے ہیں ہر چند کہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لفظ اللہ سے ہی تعبیر کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو خدا سے تعبیر کرنا بھی جائز ہے اور اس کا مسئلہ توقیف سے کوئی تعلق نہیں اولاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق اجماعاً جائز ہے اور جس کے جواز پر اجماع ہو وہ غیر توقیفی نہیں ہے، ثانیاً اس لیے کہ اطلاق کے جواز اور عدم جواز کی یہ بحث صفات میں ہے اسماء اور اعلام میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کے اطلاق کے لیے ثبوت شرع کی ضرورت ہے اور اس کی ذات کو کسی اسم سے تعبیر کرنے کے لیے ثبوت شرع کی احتیاج نہیں ہے۔

....

[۱] علامہ حسن بن منصور اوزجندی حنفی معروف بہ قاضی خان متوفی ۲۹۵ھ فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

[۲] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۳۱ مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

[۳] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۱ ص ۶۰۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنو

[۴] علامہ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

جن اسماء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کیا جائے ان کا کتاب وسنت میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے۔

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

تسمیۃ اللہ تعالی بالاسماء توقیفیۃ ای یتوقف اطلاقہا علی الاذن ولیس الکلام فی اسماء الاعلام الموضوعۃ فی اللغات و انما النزاع فی اسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال۔[1]

اللہ تعالیٰ پر اسماء کا اطلاق کرنا توقیفی ہے یعنی شارع کی اجازت پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

علامہ شعرانی اس بحث میں فرماتے ہیں:

ولیس الکلام فی اسمائہ الموضوعۃ فی اللغات و انما الخلاف فی الاسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال (الی ان قال)

وقد قال اللہ تعالی سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون فنزہ نفسہ فی ھذہ الآیۃ عن الصفۃ لا من الاسم۔[2]

یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جن کا اطلاق مختلف لغات میں اس کی ذات پر کیا جاتا ہے۔ بحث صرف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "آپ کا رب، رب العزت (مشرکین کی) بیان کردہ صفات سے پاک ہے" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو مشرکین کی بیان کردہ صفات سے منزہ فرمایا ہے اپنی ذات پر ان کے اطلاق کردہ اسم سے منزہ نہیں فرمایا۔

علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

اعلم انہ لا کلام فی جواز اطلاق اسمائہ الاعلام الموضوعۃ فی اللغات بل انما النزاع فی الاسماء الماخوذۃ من الصفات والافعال۔[3]

جان لو کہ مختلف لغات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے موضوع ہیں ان کے اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف ان اسماء میں ہے جو اس کی صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

واختلفوا حیث لا اذن ولا منع فی جواز

جس لفظ کے اطلاق کی شارع کی طرف سے نہ اجازت

---

[1] علامہ میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۵۸، مطبوعہ نولکشور، ہند

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر

[3] علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیۃ السیالکوٹی علی الخیالی ص ۴۲، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ۔

اطلاق ما کان سبحانہ وتعالیٰ متصفا بمعناہ ولم یکن من الاسماء الاعلام الموضوعۃ فی سائر اللغات اذ لیس جواز اطلاقہا علیہ تعالیٰ محل نزاع لاحد۔[1]

ہو نہ شارع نے منع کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اس لفظ کے معنی کے ساتھ متصف ہو اور وہ لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا عَلَم (نام) نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کے اطلاق میں علماء کا اختلاف ہے جو لفظ کسی لغت میں اللہ تعالیٰ کا عَلَم (نام) ہو اس کے اطلاق میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان مسئلۃ التوقیف اختلف فیہا اختلافا کثیرا قال بعض المحققین لانزاع فی جواز اطلاق اسمائہ الاعلام الموضوعۃ فی اللغات کخدائی بالفارسیۃ وتنکری بالترکیۃ وانما النزاع فی الاسماء الماخوذۃ من صفات الافعال وقال المعتزلۃ والکرامیۃ یجوز اطلاق کل ما دل العقل علی اتصافہ تعالیٰ بہ ولو لم یاذن بہ الشرع وقال قوم یجوز ما یرادف الاسماء الشرعیۃ الا ما کان مخصوصا بلغۃ الکفار۔[2]

جان لو کہ مسئلہ توقیف میں بہت اختلاف ہے۔ بعض محققین نے کہا کہ جو اسماء مختلف لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے عَلَم (نام) ہیں جیسے فارسی میں لفظ خدا اور ترکی میں تنکری ان کے اطلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ البتہ وہ اسماء جو صفات سے ماخوذ ہیں ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، معتزلہ اور کرامیہ نے کہا جس لفظ کے معنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا موصوف ہونا عقلاً معلوم ہو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ شریعت میں اس کا ثبوت نہ ہو۔ اور ایک قوم نے کہا جو الفاظ اسماء شرعیہ کے مترادف ہیں ان کا اطلاق جائز ہے ماسوا ان الفاظ کے جو قوم کفار کے ساتھ خاص ہیں۔

خاص طور پر لفظ خدا کے بارہ میں متکلمین اور مفسرین نے جواز کی تصریح کی ہے علامہ پرہاروی شرح عقائد کی شرح میں لفظ خدا ذکر کرتے ہیں۔

فان قیل کیف صح اطلاق الموجود والواجب والقدیم ونحو ذلک کلفظ خدا بالفارسیۃ مما لم یرد بہ الشرع قلنا بالاجماع۔[3]

اگر کہا جائے کہ موجود، واجب اور قدیم اور ان کی مثل الفاظ مثلاً فارسی میں لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیسے جائز ہوگا ہم کہیں گے کہ یہ اطلاق اجماع سے ثابت ہے۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

ومال الیہ القاضی ابوبکر شیوع اطلاق نحو خدا وتنکری من غیر نکیر

اور قاضی ابوبکر کا بھی اسی طرف میلان ہے کیونکہ مثل لفظ خدا اور تنکری کا اطلاق بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] علامہ عبدالعزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ، نبراس ص ۱۷۲ - ۱۷۳، مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی بندیال

[3] " " " ، نبراس ص ۱۷۳ - ۱۷۲،

فکان اجماعاً والاجماع کاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت[1] اور اجازت شرعیہ کے لیے اجماع کافی دلیل ہے۔

اللہ میاں کہنا ناجائز ہے

ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے کیونکہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عام طور پر ہمارے ہاں بعض لوگ اللہ میاں یا اللہ سائیں بھی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے لیے میاں یا سائیں کا لفظ استعمال کرنا ناجائز ہے کیونکہ میاں شوہر، بوڑھے شخص اور دلال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور سائیں فقیر یا غریب اور سادہ لوح آدمی کو کہتے ہیں۔ اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جو الفاظ نقص کے موہم ہوں ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز نہیں ہے اور جو دلائل ہم نے ذکر کیے ہیں ان میں اس بات کو سمجھنے کے لیے وافر روشنی موجود ہے۔

باب ۹۱۹ النَّهْيِ عَنْ لَعْنِ الدَّوَابِّ وَغَيْرِهَا — جانوروں وغیرہ پر لعنت کرنے کی ممانعت

۶۴۸۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ وَامْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ عَلَى نَاقَةٍ فَضَجِرَتْ فَلَعَنَتْهَا فَسَمِعَ ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَدَعُوهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ قَالَ عِمْرَانُ فَكَأَنِّي أَرَاهَا الْآنَ تَمْشِي فِي النَّاسِ مَا يَعْرِضُ لَهَا أَحَدٌ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں جا رہے تھے انصار کی ایک عورت اونٹنی پر سوار تھی اچانک وہ اونٹنی مضطرب ہوئی، اس عورت نے اس پر لعنت کی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سن لیا، آپ نے فرمایا اونٹنی پر جو سامان ہے وہ لے لو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے، حضرت عمران کہتے ہیں کہ میری آنکھوں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ وہ اونٹنی لوگوں کے درمیان پھر رہی ہے اور اس سے کوئی شخص تعرض نہیں کر رہا۔

۶۴۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا الثَّقَفِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ بِإِسْنَادِ إِسْمَاعِيلَ نَحْوَ حَدِيثِهِ إِلَّا أَنَّ فِي حَدِيثِ حَمَّادٍ قَالَ عِمْرَانُ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهَا نَاقَةً وَرْقَاءَ وَفِي حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ فَقَالَ خُذُوا مَا عَلَيْهَا وَأَعْرُوهَا فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے مروی ہے حضرت عمران نے کہا گویا کہ میں اس خاکی اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں، دوسری سند میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے جو سامان اس اونٹنی پر ہے وہ لے لو اور اس کی پیٹھ کو خالی کر کے چھوڑ دو، کیونکہ اس پر لعنت کی گئی ہے۔

۶۴۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ فُضَيْلُ بْنُ

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۴۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

حسین حدثنا یزید (یعنی ابن زریع) حدثنا التیمی عن ابی عثمان عن ابی برزۃ الاسلمی قال بینما جاریۃ علی ناقۃ علیھا بعض متاع القوم اذ بصرت بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وتضایق بھم الجبل فقالت حل اللھم العنھا قال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تصاحبنا ناقۃ علیھا لعنۃ۔

کہ ایک باندی ایک اونٹنی پر سوار تھی جس پر لوگوں کا کچھ سامان رکھا ہوا تھا، اچانک اس نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا دراں حالیکہ ان کے درمیان پہاڑ کا تنگ درہ تھا، اس باندی نے کہا "چل" اے اللہ اس پر لعنت کر، تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر لعنت کی گئی ہے۔

۶۴۸۳ - حدثنا محمد بن عبد الاعلی حدثنا المعتمر ح وحدثنی عبید اللہ بن سعید حدثنا یحیی (یعنی ابن سعید) جمیعا عن سلیمان التیمی بھذا الاسناد وزاد فی حدیث المعتمر لا ایم اللہ لا تصاحبنا راحلۃ علیھا لعنۃ من اللہ او کما قال

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کی ہیں ایک سند کے ساتھ آپ کا یہ ارشاد مروی ہے "بہ خدا ہمارے ساتھ وہ اونٹنی نہ رہے جس پر اللہ کی طرف سے لعنت ہے۔"

۶۴۸۴ - حدثنا ھرون بن سعید الایلی حدثنا ابن وھب اخبرنی سلیمان (وھو ابن بلال) عن العلاء بن عبد الرحمن حدثہ عن ابیہ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینبغی لصدیق ان یکون لعانا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق کو زیادہ لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے۔

۶۴۸۵ - حدثنیہ ابو کریب حدثنا خالد بن مخلد عن محمد بن جعفر عن العلاء بن عبد الرحمن بھذا الاسناد مثلہ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۶۴۸۶ - حدثنی سوید بن سعید حدثنی حفص بن میسرۃ عن زید بن اسلم ان عبد الملک بن مروان بعث الی ام الدرداء بانجاد من عندہ فلما ان کان ذات لیلۃ قام عبد الملک من اللیل فدعا خادمہ فکانہ ابطا علیہ فلعنہ فلما اصبح قالت لہ ام الدرداء سمعتک اللیلۃ لعنت خادمک حین دعوتہ فقالت سمعت ابا الدرداء یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکون اللعانون شفعاء ولا شھداء یوم القیامۃ۔

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان نے اپنے پاس سے حضرت ام درداء کو گھر کا کچھ آرائشی سامان بھیجا، پھر ایک رات کو عبد الملک اٹھا اور اپنے خادم کو آواز دی اس نے دیر کر دی عبد الملک نے اس پر لعنت کی جب صبح ہوئی تو حضرت ام درداء نے کہا میں نے رات کو سنا تم نے جس وقت اپنے خادم کو بلایا تم نے اس پر لعنت کی، ——اور میں نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ سنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شفاعت کریں گے نہ گواہی دیں گے۔

۶۴۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَعَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنٰى حَدِيثِ حَفْصِ بْنِ مَيْسَرَةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں اور بیان کیں۔

۶۴۸۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ وَأَبِي حَازِمٍ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللَّعَّانِينَ لَا يَكُونُونَ شُهَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شہادت دیں گے نہ شفاعت کریں گے۔

۶۴۸۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ (يَعْنِيَانِ الْفَزَارِيَّ) عَنْ يَزِيدَ (وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِينَ قَالَ إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: مشرکین کے خلاف دعا کیجئے آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں مبعوث کیا گیا، مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

زیادہ لعنت کرنے والے سے شہادت کی نفی کی توجیہات

حدیث نمبر ۶۴۸۶ میں ہے: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن شہادت نہیں دیں گے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نفی شہادت کے تین محمل ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن دوسری امتوں کے سامنے ان کے رسولوں کی تبلیغ کی شہادت نہیں دیں گے، دوسرا محمل یہ ہے کہ ان کے فسق کی وجہ سے دنیا میں ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی، تیسرا محمل یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی نعمت سے محروم رہیں گے، اس حدیث میں آپ نے زیادہ لعنت کرنے کی مذمت کی ہے، اسی طرح آپ نے فرمایا صدیق کو زیادہ لعنت کرنے والا نہیں ہونا چاہیے اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ لعنت کرنا مذموم ہے اور ایک دو بار (لعنت کے مستحق پر) لعنت کرنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ اس قاعدے سے وہ لعنت خارج ہو جائے جس کا شرع میں ثبوت ہے مثلاً ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، شراب پینے والے اور سود کھانے والے پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنا نسب اپنے باپ کے غیر سے منسوب کرے اس پر لعنت ہو، وغیرہا۔ ۱؎

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

لعنت کی تعریف، اقسام، اور لعنت کرنے کی تحقیق

امام غزالی لکھتے ہیں:
لعنت کا معنی ہے کسی کو اللہ تعالیٰ کے پاس سے دور اور مسترد کرنا، اس لیے لعنت اسی شخص پر کرنا جائز ہے جو ایسی صفات سے متصف ہو جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مردود اور دُور ہونے کو مستلزم ہوں، اور یہ صفات کفر اور ظلم ہیں مثلاً یوں کہے کافروں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو، لعنت انہی پر کرنی چاہیے جن پر شریعت میں لعنت کی گئی ہے، کیونکہ کسی شخص پر لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ اس نے فلاں شخص کو مسترد اور دور کر دیا اور یہ غیب ہے جس پر سوائے اللہ عزوجل کے اور کوئی مطلع نہیں ہے یا اللہ تعالیٰ کے مطلع کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مطلع ہیں۔

تین صفات لعنت کی مقتضی ہیں، کفر، بدعت اور فسق اور ہر صفت کے اعتبار سے لعنت کی تین اقسام ہیں، وصف عام کے ساتھ، وصف خاص کے ساتھ اور تعیین شخصی کے ساتھ، وصف عام کے ساتھ جیسے کافروں، بدعتیوں اور فاسقوں پر لعنت ہو۔ وصف خاص کے ساتھ جیسے یہود و نصاریٰ، منکرین تقدیر، خارجیوں، رافضیوں اور زانیوں، سود خوروں اور ظالموں پر لعنت ہو، یہ تمام اقسام جائز ہیں لیکن بدعت کی معرفت بہت دقیق ہے اس لیے عام لوگوں کو بدعتیوں پر لعنت کرنے سے منع کرنا چاہیے، تیسری قسم ہے شخص معین پر لعنت کرنا اس میں خطرہ ہے مثلاً زید کافر، بدعتی یا فاسق ہے تو "زید پر اللہ کی لعنت ہو" کہنا درست نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے علم میں زید کا خاتمہ ایمان، ہدایت یا توبہ پر ہو اس لیے جس شخص معین پر شریعت میں لعنت ثابت ہے اسی پر لعنت کرنا جائز ہے مثلاً فرعون پر اللہ کی لعنت ہو ابوجہل پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ ان کا کفر پر مرنا شریعت میں معلوم ہے، ہمارے زمانہ میں اگر کوئی شخص معین یہودی ہو تب بھی اس پر لعنت جائز نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اسلام پر ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرب ہو اس لیے اس کو ملعون اور مردود کہنا جائز نہیں ہوگا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ چونکہ اس حال میں وہ کافر ہے اس لیے اس کو اس وقت تک ملعون کہہ سکتے ہیں جیسے جو شخص اس وقت مسلمان ہو اس پر سلام اور رحمت بھیجنا جائز ہے، اگرچہ (العیاذ باللہ) اس کا مرتد ہونا متصور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان پر سلام اور رحمت بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اسلام پر قائم اور ثابت رکھے جو سلامتی اور رحمت کا سبب ہے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی کافر کو لعنت کی جائے اور یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کفر پر ثابت رکھے جو لعنت کا سبب ہے، کیونکہ یہ کفر کی دعا ہے جو بجائے خود کفر ہے۔

مرے ہوئے کافروں پر بھی اس طرح لعنت نہ کی جائے جس سے زندہ مسلمانوں کو تکلیف ہو کیونکہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نے سعید بن العاص پر لعنت کی جس سے اس کے بیٹے حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کو رنج ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم کفار کا ذکر کرو تو بر سبیل عموم ذکر کرو کیونکہ جب تم کسی کو خاص کر کے اس کا ذکر کرو گے تو باپ کی (بدگوئی کی) وجہ سے بیٹے ناراض ہوں گے، اور حضرت نعیمان نے شراب پی ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کئی بار حد لگائی گئی، ایک صحابی نے ان پر لعنت کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اور فرمایا یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی معین فاسق پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ معین کر کے کسی پر لعنت کرنا خطرہ سے خالی نہیں اور ابلیس پر بھی لعنت کرنے سے سکوت میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور شخص پر لعنت کی جائے، اگر یہ پوچھا جائے کہ یزید پر لعنت کی جائے یا نہیں؟ کیونکہ اس

نے حضرت حسین سے قتال کیا یا ان کو قتل کرنے کا حکم دیا، ہم کہتے ہیں کہ یہ ہرگز ثابت نہیں ہے، اس لیے لعنت تو الگ رہی یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے حضرت حسین کو قتل کیا یا قتل کرنے کا حکم دیا کیونکہ اس میں ایک مسلمان کی طرف بلا تحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو اور ابولؤلؤ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو قتل کیا کیونکہ یہ خبر تواتر سے ثابت ہے، اس لیے بلا تحقیق کسی مسلمان کی طرف کفر یا فسق کی نسبت کرنا جائز نہیں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوسرے شخص پر کفر یا فسق کی تہمت لگاتا ہے تو اگر وہ اس کا مصداق نہ ہو تو وہ تہمت کہنے والے کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ کیا یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والے یا قتل کا حکم دینے والے پر لعنت ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل یا قتل کا حکم دینے والا اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو اس پر لعنت ہو کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے حالت کفر میں قتل کیا پھر انھوں نے کفر اور قتل سے توبہ کر لی، اس لیے ان قیودات کے بغیر لعنت کرنے میں خطرہ ہے اور لعنت سے سکوت کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے، لہٰذا مومن کو چاہیے کہ صرف انھی پر شخصی لعنت کرے جن کی کفر پر موت دلیل قطعی سے معلوم ہو، اور یا عمومی اوصاف پر لعنت کرے اور ہر حال میں اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا کسی پر لعنت کرنے سے بہتر ہے۔ [1]

یزید پر لعنت کرنے کے متعلق تفصیلی بحث جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثالث کا مطالعہ کریں۔

بَابُ ۹۲ مَنْ لَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سَبَّهُ أَوْ دَعَا عَلَيْهِ وَلَيْسَ هُوَ أَهْلًا لِذٰلِكَ كَانَ لَهُ زَكٰوةً وَّأَجْرًا وَّرَحْمَةً

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا غیر مستحق پر لعنت کرنا یا اس کے خلاف دعاء ضرر کرنا اس کے لیے اجر اور رحمت ہے

۶۴۹۰ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي الضُّحٰى عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ فَكَلَّمَاهُ بِشَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَأَغْضَبَاهُ فَلَعَنَهُمَا وَسَبَّهُمَا فَلَمَّا خَرَجَا قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ أَصَابَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا مَا أَصَابَهُ هٰذَانِ قَالَ وَمَا ذَاكِ قَالَتْ قُلْتُ لَعَنْتَهُمَا وَسَبَبْتَهُمَا قَالَ أَوَمَا عَلِمْتِ مَا شَارَطْتُ عَلَيْهِ رَبِّي قُلْتُ اللّٰهُمَّ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُسْلِمِينَ لَعَنْتُهُ أَوْ سَبَبْتُهُ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكٰوةً وَّأَجْرًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے اور نہ جانے کسی مسئلہ پر آپ سے گفتگو کی جس کے نتیجہ میں انھوں نے آپ کو ناراض کر دیا، آپ نے ان پر لعنت کی اور ان کی مذمت کی، جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا: ان دونوں کو جو مصیبت پہنچی ہے وہ کسی اور کو نہ پہنچی ہو گی! آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ میں نے عرض کیا آپ نے ان کو لعنت اور سب کی ہے، آپ نے فرمایا کیا تم کو علم نہیں ہے میں نے اپنے رب سے کیا شرط کی ہے؟ میں نے کہا اے اللہ میں صرف بشر ہوں، سو میں جس مسلمان کو لعنت یا سب

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج، ص ۴۹۱ ـ ۴۸۵، مطبوعہ مطبع میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

کروں تو تو اس لعنت کو اس کے گناہوں کی پاکیزگی اور اجر کا سبب بنا دے۔

۶۴۹۱- حَدَّثَنَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ جَمِیْعًا عَنْ عِیْسَى بْنِ یُوْنُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَ حَدِیْثِ جَرِیْرٍ وَقَالَ فِیْ حَدِیْثِ عِیْسٰى فَخَلَوَا بِهٖ فَسَبَّهُمَا وَلَعَنَهُمَا وَاَخْرَجَهُمَا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں عیسیٰ کی سند سے مروی ہے، آپ نے ان سے خلوت میں ملاقات کی، ان پر سبّ اور لعنت کی اور ان کو نکال دیا۔

۶۴۹۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّمَا رَجُلٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ سَبَبْتُهٗ اَوْ لَعَنْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ زَكٰوةً وَّرَحْمَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں صرف بشر ہوں سو میں جس مسلمان کو سبّ کروں یا اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے۔

۶۴۹۳- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ اِلَّا اَنَّ فِیْهِ زَكٰوةً وَّاَجْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی اس میں پاکیزگی اور اجر کا ذکر ہے۔

۶۴۹۴- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ اَخْبَرَنَا عِیْسَى بْنُ یُوْنُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِاِسْنَادِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَیْرٍ مِثْلَ حَدِیْثِهٖ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ عِیْسٰى جَعَلَ وَاَجْرًا فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَجَعَلَ وَرَحْمَةً فِیْ حَدِیْثِ جَابِرٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند سے اجر اور دوسری سے رحمت مروی ہے۔

۶۴۹۵- حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا الْمُغِیْرَةُ (یَعْنِی ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِیَّ) عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کے خلاف نہیں کرتا، میں

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰذَيْتُهٗ شَتَمْتُهٗ لَعَنْتُهٗ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَكٰوةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

صرف ایک بشر ہوں سو میں جس بشر کو اذیت دوں اس کو سب کروں، اس پر لعنت کروں یا اس کو سزا دوں اس سب وغیرہ کو اس شخص کے لیے رحمت، پاکیزگی اور ایسا درجہ قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

٦٤٩٦ - حَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ اَوْ جَلَدُّهٗ قَالَ اَبُو الزِّنَادِ وَهِيَ لُغَةُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاِنَّمَا هِيَ جَلَدْتُّهٗ ۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں اوجلدتہ ہے، ابوالزناد نے کہا یہ ابوہریرہ کی لغت ہے یہ لفظ جلدتہ ہے۔

٦٤٩٧ - حَدَّثَنِيْ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

٦٤٩٨ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ سَالِمٍ مَوْلَى النَّصْرِيِّيْنَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ يَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ وَاِنِّيْ قَدِ اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَاَيُّمَا مُؤْمِنٍ اٰذَيْتُهٗ اَوْ سَبَبْتُهٗ اَوْ جَلَدْتُّهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ كَفَّارَةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف بشر ہے جس طرح بشر کو غصہ آتا ہے اسے غصہ آتا ہے اور میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا، سو میں جس مومن کو ایذا دوں یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے کفارہ اور ایسا قرب بنا دے کہ وہ قیامت کے دن تیرے قریب ہو۔

٦٤٩٩ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ فَاَيُّمَا عَبْدٍ مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهٗ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ لَهٗ قُرْبَةً اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! میں جس بندۂ مومن کو سب کروں، تو اس کو اس بندے کے لیے قیامت کے دن قرب بنا دے۔

٦٥٠٠ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ میں تجھ

حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ أَوْ جَلَدْتُهُ فَاجْعَلْ ذٰلِكَ كَفَّارَةً لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

سے عہد کرتا ہوں تو عہد کے خلاف نہیں کرتا میں جس مومن کو بھی سب کروں یا سزا دوں تو قیامت کے دن اس کو اس کے لیے کفارہ بنا دے۔

۶۵۰۱ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَيُّ عَبْدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ أَوْ شَتَمْتُهُ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ لَهُ زَكَاةً وَأَجْرًا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ میں بشر ہوں اور میں نے اپنے رب عز وجل سے یہ عہد کیا ہے کہ میں جس بندہ مسلمان کو سب وشتم کروں تو اس سب وشتم کو اس کے لیے پاکیزگی اور اجر بنا دے۔

۶۵۰۲ - حَدَّثَنِيهِ ابْنُ أَبِي خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۵۰۳ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ فَرَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ فَقَالَ أَنْتِ هِيَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ لَا كَبِرَ سِنُّكِ فَرَجَعَتِ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتِ الْجَارِيَةُ دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتّٰى لَقِيَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہ ام انس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا تو تو وہی ہے تو بڑی ہو گئی ہے، تیری عمر بڑی نہ ہو، وہ لڑکی روتی ہوئی حضرت ام سلیم کے پاس گئی، حضرت ام سلیم نے پوچھا: اے بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر ہرگز زیادہ نہ ہوگی، یا کہا اب میرا سانہ زیادہ نہیں ہوگا، حضرت ام سلیم جلدی سے دوپٹہ اوڑھتی ہوئی نکلیں، حتیٰ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے ام سلیم! کیا بات ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ نے میری یتیم لڑکی کے خلاف دعا ضرر کی ہے؟ آپ نے پوچھا

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ تَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ أَبُو مَعْنٍ يُتَيِّمَةٌ بِالتَّصْغِيرِ فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَةِ مِنَ الْحَدِيثِ۔

اس سوال کا کیا سبب ہے؟ حضرت ام سلیم نے کہا وہ کہتی ہے کہ آپ نے دعا کی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، یا فرمایا اس کا قرن زیادہ نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر آپ نے فرمایا: اے ام سلیم کیا تم کو یہ علم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ عہد لیا ہے کہ میں ایک بشر ہوں، جس طرح بشر راضی ہوتے ہیں، میں راضی ہوتا ہے اور جس طرح بشر غصہ ہوتے ہیں میں غصہ ہوتا ہوں میں اپنی امت میں سے جس غیر مستحق کے لیے دعا ضرر کروں، اس دعا کو اس کے لیے پاکیزگی، رحمت اور ایسا قرب بنا دے جس کے ساتھ وہ قیامت کے دن اللہ کے قریب ہو، راوی ابومعن نے تینوں جگہ تصغیر کے ساتھ یتیمہ کہا ہے۔

۶۵۰۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَنَزِيُّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الْقَصَّابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى قُلْتُ لِأُمَيَّةَ مَا حَطَأَنِي قَالَ قَفَدَنِي قَفْدَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگئے میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ نے آکر میرے شانوں کے درمیان تھپکی دی اور فرمایا جاؤ میرے لیے معاویہ کو بلا کر لاؤ، میں نے آپ سے آکر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے پھر مجھ سے فرمایا جاؤ معاویہ کو بلاؤ، میں نے پھر آکر کہا وہ کھانا کھا رہے ہیں، آپ نے فرمایا: ”اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے“ ابن المثنی کہتے ہیں میں نے امیہ سے حطانی کا معنی پوچھا انہوں نے کہا تھپکی دینا۔

۶۵۰۵ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو حَمْزَةَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاخْتَبَأْتُ مِنْهُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں آپ سے چھپ گیا۔

غیر مستحق کے لیے آپ کی دعا ضرر کی توجیہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت پر کس قدر شفقت اور رحمت تھی، اور آپ ان کی خیر خواہی پر بہت حریص تھے، حدیث نمبر ۶۵۰۳ میں ہے "اگر میں غیر مستحق کے خلاف دعا ضرر کروں تو اے اللہ تو اس کو ان کے لیے پاکیزگی اور رحمت بنا دے" یہ قید تمام احادیث میں معتبر ہے، اس لیے آپ کی دعا ضرر اس مسلمان کے حق میں رحمت ہوگی جو دعا ضرر کا مستحق نہ ہو، اور رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار اور منافقین کے لیے جو دعا ضرر کی وہ ان کے حق میں رحمت نہیں ہوتی بلکہ کسی رد و بدل کے بغیر وہ دعا مستجاب ہوگئی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مستحق کے لیے دعا ضرر کیوں کی؟ اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور باطن میں دعا ضرر کا غیر مستحق تھا اور ظاہر میں مستحق تھا، ظاہری علامات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا استحقاق ظاہر ہوا ہر چند کہ باطن میں وہ ایسا نہ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر کے مکلف ہیں، باطن کے مکلف نہیں ہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ نے بہ ظاہر ضرر کے جو کلمات فرمائے، ان سے آپ نے ان کے حقیقی معنی کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یہ ان کلمات کی طرح ہیں جن کو اہل عرب معنی کی نیت اور قصد کے بغیر بولتے ہیں، جیسے تربت یمینک (تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں)، عقری (زخمی)، حلقی (سر منڈی) وغیرہ، اور ان کلمات کا صدور بھی شاذ و نادر ہوا، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم درشت کلام نہیں تھے، لعنت کرنے والے تھے نہ اپنے نفس کا بدلہ لینے والے، صحابہ نے آپ سے کہا دوس پر لعنت کریں، آپ نے فرمایا: اے اللہ دوس کو ہدایت دے، اور فرمایا اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما وہ میرا مقام نہیں پہچانتے۔ [1]

حدیث نمبر ۶۵۰۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کو شکم سیر نہ کرے" علامہ نووی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ کے متعلق یہ ارشاد بلا نیت اور بلا قصد جاری ہوا اور یا اس وجہ سے کہ انھوں نے آنے میں تاخیر کی، امام مسلم نے یہ سمجھا کہ یہ حضرت معاویہ کے خلاف دعا ضرر ہے اس لیے انھوں نے اس حدیث کو اس باب میں ذکر کیا اور دوسرے ائمہ حدیث نے اس کو حضرت معاویہ کے حق میں دعا خیر قرار دیا اور اس کو ان کے مناقب میں شمار کیا۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر کوئی کھیل حرام نہ ہو تو بچوں کو اس کھیل سے منع نہیں کرنا چاہیے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کھیل سے منع نہیں فرمایا۔ [2]

اس حدیث کی بنا پر بعض لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کوئی حدیث مروی نہیں ہے، اس لیے ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث بیان کرنا چاہتے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۵، ؍؍ ؍؍ ؍؍

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں احادیث

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابی عمیرة و کان من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لمعاویة اللھم اجعله ھادیا مھدیا واھد به ھذا حدیث حسن غریب۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبد الرحمن بن عمیرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے متعلق فرمایا: اے اللہ معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے سبب سے ہدایت دے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حدثنا ابو امیة عمرو بن یحیی بن سعید قال سمعت جدی یحدث ان معاویة اخذ الاداوة بعد ابی ھریرة یتبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھا واشتکی ابو ھریرة فبینا ھو یوضئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع راسه الیه مرة او مرتین فقال یا معاویة ان ولیت امرا فاتق اللہ عز وجل واعدل قال فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ابتلیت [2]

ابو امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا کہ حضرت ابو ہریرہ کے بیمار ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر انھیں ایک یا دو بار دیکھا پھر فرمایا: اے معاویہ! اگر تم حاکم بنو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا، حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے مجھے ہمیشہ یہ گمان رہا کہ میں اس عمل میں مبتلا کیا جاؤں گا یہاں تک کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

امام ابو یعلی روایت کرتے ہیں:

عن معاویة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضؤا قال فلما توضأ نظر الی فقال یا معاویة ان ولیت امرا فاتق اللہ واعدل فما زلت اظن انی مبتلی بعمل لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی ولیت۔ [3]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو کرو، جب آپ نے وضو کیا تو میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے معاویہ! جب تم کسی جگہ حکومت کرو تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا، سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے میں ہمیشہ یہ گمان کرتا رہا کہ میں حکومت میں مبتلا کیا جاؤں گا، حتی کہ مجھے حاکم بنا دیا گیا۔

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۰۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ امام ابو یعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلی ج ۶ ص ۲۴۲، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۴ھ

حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام احمد اور امام ابو یعلیٰ کی اس روایت کے راوی صحیح ہیں۔ [1]

عن العرباض بن سارية قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب رواه البزار واحمد فى حديث طويل۔ [2]

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو لکھنا اور حساب سکھلا، اور اس کو عذاب سے بچا، اس حدیث کو امام بزار اور امام احمد نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال جاء جبريل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا محمد استوص معاوية فانه امين على كتاب الله ونعم الامين هو رواه الطبرانى فى الاوسط وفيه محمد بن فطر ولم اعرفه وعلى بن سعيد الرازى فيه لين، وبقية رجاله رجال الصحيح [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اے محمد! معاویہ سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین ہیں اور وہ کیا ہی اچھے امین ہیں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی محمد بن فطر ہیں اور میں اس کو نہیں پہچانتا، اور دوسرا علی بن سعید رازی ہے اس میں ضعف ہے اور اس کے باقی راوی صحیح ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو ان معاوية كان يكتب بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم رواه الطبرانى واسناده حسن [4]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھتے تھے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن يزيد بن الاصم قال قال على رضى الله عنه قتلاى وقتلى معاوية فى الجنة رواه الطبرانى ورجاله وثقوا وفى بعضهم خلاف۔ [5]

حضرت یزید بن اصم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اور معاویہ کے لشکروں کے شہید جنت میں ہیں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے بعض راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

عن ابى الدرداء قال ما رايت احدا

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۶، " " "

[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، " " "

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، " " "

[5] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، " " "

بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشبہ صلوٰۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امیرکم ھذا یعنی معاویۃ رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر قیس۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حضرت معاویہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مختصر سوانح

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی قرشی رضی اللہ عنہما بعثت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے، واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوگئے تھے لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ کے سال اپنے اسلام کا اعلان کیا، خالد بن معدان نے بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ طویل القامت تھے، رنگ سفید تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ کے کاتب تھے، مدائنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربوں کو جو خطوط بھیجتے تھے ان خطوط کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھتے تھے۔ ابونعیم نے کہا حضرت معاویہ حلیم، حساب دان اور کاتب تھے۔ حضرت عمر نے ان کو شام کا گورنر مقرر کیا، حضرت عثمان نے ان کو اس منصب پر تاحیات برقرار رکھا، حضرت معاویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی، ان سے جنگ کی اور ملک شام کے مستقل فرمانروا ہو گئے، پھر مصر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کر لی تو پھر وہ تمام دنیا اسلام کے واحد سربراہ اور خلیفہ اسلام ہو گئے، عبدالملک بن مروان نے کہا حضرت معاویہ بیس سال شام کے گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے، محمد بن اسحاق نے اسی پر اعتماد کیا ہے، لیکن یہ تغلیباً ہے کیونکہ حضرت حسن سے صلح کے بعد انیس سال سے کچھ کم عرصہ گذرا تھا کہ حضرت معاویہ کا انتقال ہو گیا، ۲۲ رجب ۶۰ھ میں حضرت معاویہ کا انتقال ہوا تھا۔ [۲]

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ کا انتقال ۱۵ رجب ۶۰ھ میں ہوا اور ایک قول بائیس رجب کا ہے، اس وقت حضرت معاویہ کی عمر بیاسی سال تھی، حضرت معاویہ نے وصیت کی تھی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی، حضرت معاویہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے تراشے تھے، حضرت معاویہ نے وصیت کی تھی کہ ان کے منہ اور آنکھوں پر وہ ناخن رکھ دیئے جائیں انہوں نے کہا اس کے بعد مجھے ارحم الراحمین کے پاس تنہا چھوڑ دینا۔ حضرت معاویہ کی وفات کے وقت یزید موجود نہیں تھا، ضحاک نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [۳]

بَابُ ۹۲ ذَمِّ ذِی الْوَجْھَیْنِ وَتَحْرِیْمِ فِعْلِہٖ

دو رُخے آدمی کی مذمت

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۵۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاصابہ ج ۳ ص ۴۳۳-۴۳۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ علامہ محمد بن محمد شیبانی المعروف بابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، ایران

۶۵۰۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین شخص وہ ہے جو دو رخا ہو، ان لوگوں سے ایک چہرے سے ملاقات کرے اور ان لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

۶۵۰۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین شخص وہ ہے جو دو چہروں والا ہو، ان لوگوں کے ساتھ ایک چہرے سے ملاقات کرے اور ان لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ ملاقات کرے۔

۶۵۰۸ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عُمَارَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُونَ مِنْ شَرِّ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دیکھو گے کہ لوگوں میں بدترین شخص وہ ہے جس کے دو چہرے ہوں، ان لوگوں سے ایک چہرے کے ساتھ ملاقات کرے اور ان لوگوں سے دوسرے چہرے کے ساتھ۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ دو رخا شخص وہ ہے جو فساد اور باطل نیت سے ایک شخص کے سامنے اس کے کاموں کی تعریف اور دوسرے کی مذمت کرے اور دوسرے کے سامنے اس کی تعریف اور پہلے کی مذمت کرے، اس کے برخلاف اصلاح اور مدارات میں ہر ایک کے سامنے دوسرے کی طرف سے معذرت اور اس کے کام کی کوئی عمدہ توجیہ پیش کی جاتی ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اصلاح میں دو رخا پن محمود ہے خواہ اس کو جھوٹ بولنا پڑے جیسا کہ عنقریب حدیث میں آئے گا کہ جو شخص لوگوں میں صلح کرائے وہ جھوٹا نہیں ہے کلمہ خیر کہے اور دوسرے کی طرف خیر منسوب کرے۔ [۱]

باب ۹۲۲ تَحْرِيمِ الْكَذِبِ وَبَيَانِ مَا يُبَاحُ مِنْهُ. جھوٹ کی حرمت اور اس کے جواز کی صورتیں

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

۶۵۰۹ - حَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا ابْنُ وَھْبٍ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ اَخْبَرَنِیْ حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اُمَّہٗ اُمَّ کُلْثُوْمٍ بِنْتَ عُقْبَۃَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ وَکَانَتْ مِنَ الْمُھَاجِرَاتِ الْاُوَلِ اللَّاتِیْ بَایَعْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّھَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا وَّیَنْمِیْ خَیْرًا قَالَ ابْنُ شِھَابٍ وَلَمْ اَسْمَعْ یُرَخَّصُ فِیْ شَیْءٍ مِّمَّا یَقُوْلُ النَّاسُ کَذِبٌ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ اَلْحَرْبُ وَالْاِصْلَاحُ بَیْنَ النَّاسِ وَحَدِیْثُ الرَّجُلِ امْرَاَتَہٗ وَحَدِیْثُ الْمَرْاَۃِ زَوْجَھَا۔

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا جو ان عورتوں میں سے ہیں جنھوں نے ابتداءً ہجرت کی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، وہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرائے۔ اچھی بات کہے اور دوسرے کی طرف اچھی بات منسوب کرے، ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے صرف تین موقعوں پر جھوٹ کی اباحت سنی ہے، جنگ اور جہاد میں، دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لیے اور ایک شخص کا بیوی کو راضی کرنے کے لیے اس سے جھوٹ بولنا اور عورت کا اپنے خاوند سے جھوٹ بولنا۔

۶۵۱۰ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا اَبِیْ عَنْ صَالِحٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ شِھَابٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ صَالِحٍ وَقَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْہُ یُرَخِّصُ فِیْ شَیْءٍ مِّمَّا یَقُوْلُ النَّاسُ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ بِمِثْلِ مَا جَعَلَہٗ یُوْنُسُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ شِھَابٍ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس سند کے ساتھ ان تین باتوں میں جھوٹ کی اجازت حضرت ام کلثوم بنت عقبہ سے مروی ہے۔

۶۵۱۱ - وَحَدَّثَنَاہُ عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّھْرِیِّ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰی قَوْلِہٖ وَنَمٰی خَیْرًا وَّلَمْ یَذْکُرْ مَا بَعْدَہٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں دوسرے کی طرف خیر کی نسبت کرنے کا ذکر ہے اس کے بعد حدیث کا باقی حصہ نہیں ہے۔

قرآن مجید کی آیات، احادیث، آثار صحابہ اور فقہاء کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ جس جگہ کسی مصلحت سے جھوٹ بولنا پڑے تو توریہ اور تعریض سے کام لینا چاہیے۔ تاہم بعض مواقع پر صراحۃً جھوٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے، اس کا تفصیلاً ذکر امام غزالی اور علامہ شامی نے کیا ہے، کہ مسلمان کے لیے اپنی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن یہ رخصت ہے اور عزیمت اس کے برعکس ہے اور دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت بچانے کے لیے جھوٹ بولنا واجب ہے۔ اس بحث کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۲۹۶ - ۲۰۹ کا مطالعہ کریں۔

باب ۹۲۳ تَحْرِيمِ النَّمِيمَةِ — چغلی کی حرمت

۶۵۱۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَقَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ إِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ هِيَ النَّمِيمَةُ الْقَالَةُ بَيْنَ النَّاسِ وَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ يَصْدُقُ حَتَّى يُكْتَبَ صِدِّيقًا وَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ كَذَّابًا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ نہ بتاؤں کہ کیا چیز سخت حرام ہے؟ یہ چغلی ہے جو لوگوں کے درمیان پھیل جاتی ہے اور حضرت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔

چغلی کا معنی

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

النم اظہار الحدیث بالوشایۃ۔[1]

کسی بات کا بہ طریق چغلی اظہار کرنا، نمیمہ ہے۔

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

النمیمۃ نقل الحدیث من قوم الی قوم علی جہۃ الافساد والشر۔[2]

شر اور فساد ڈالنے کے لیے ایک قوم کی بات دوسری قوم تک پہنچانا نمیمہ (چغلی) ہے۔

علامہ زبیدی قاموس سے نقل کرتے ہیں:

النم لتوریش والاغراء ورفع الحدیث اشاعۃ لہ وافسادًا وتزیین الکلام بالکذب۔[3]

اکسانے، بھڑکانے اور فساد ڈالنے کے لیے کسی بات کو پھیلانا اور اپنی بات کو جھوٹ سے مزین کرنا نمیمہ (چغلی) ہے۔

قرآن مجید سے چغلی کی ممانعت کا بیان

اللہ عزوجل مذموم عیوب کے بیان میں فرماتا ہے۔

ھماز مشاء بنمیم۔ (قلم: ۱۱)

بڑا طعنہ زن بہت چلتا پھرتا چغلخور۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔ (ھمزۃ: ۱)

ہر پس پشت طعنہ دینے والے، لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے کے لیے عذاب ہے۔

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۵۰۶، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران، ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ محمد بن اثیر جذری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۸۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۷ھ

احادیث سے چغلی کی ممانعت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورھما فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدھما لا یستتر من بولہ وکان الآخر یمشی بالنمیمۃ ثم دعا بجریدۃ فکسرھا کسرتین فوضع علی کل قبر منھما کسرۃ فقیل لہ یا رسول اللہ لم فعلت ھذا قال لعلہ ان یخفف عنھما مالم ییبسا [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں گذر ہوا، آپ نے دو ایسے انسانوں کی آواز سنی جن کو قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، پھر فرمایا کیوں نہیں! ایک پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا، پھر آپ نے ایک شاخ کو لے کر دو ٹکڑے کیے اور ہر قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا، آپ سے عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن حذیفۃ انہ بلغہ ان رجلا ینم الحدیث فقال حذیفۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یدخل الجنۃ نمام [2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص چغلی کرتا ہے، حضرت حذیفہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے چغلخور جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کو امام احمد[3] اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن غنم یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیار عباد اللہ الذین اذا رؤوا ذکر اللہ وشرار عباد اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبۃ الباغون البراء العنت [5]

عبد الرحمان بن غنم یہ کہتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے بہترین بندے وہ ہیں جو دکھائی دیں تو اللہ یاد آئے اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چلتے پھرتے چغلی کرتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور بے قصور لوگوں میں عیب تلاش کرتے ہیں۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵ - ۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۴۰۲، ۳۹۹، ۳۹۶، ۳۹۱، ۳۸۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد، ج ۴ ص ۲۲۷، ج ۶ ص ۴۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

حافظ نور الدین الہیثمی نے اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی کے حوالوں سے ذکر کیا ہے۔ [1]

عن ابن عمر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن النمیمۃ والاستماع الی النمیمۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیہ فرات بن السائب وھو متروک۔ [2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چغلی کرنے اور چغلی سننے سے منع فرمایا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اس میں ایک راوی فرات بن سائب ہے اور وہ متروک ہے۔

عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول النمیمۃ والشتیمۃ والحمیۃ فی النار، رواہ الطبرانی من روایۃ محمد بن یزید بن سنان عن ابیہ وکلاھما ضعیف وقد وثقا۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا چغلی، گالی اور تعصب جہنم میں ہیں۔ امام طبرانی نے اس حدیث کو محمد بن یزید بن سنان سے اور انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے، یہ دونوں ضعیف راوی ہیں لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔

چغلی سننے کا حکم

امام غزالی لکھتے ہیں:
جو آدمی ایک شخص سے جاکر یہ کہے کہ فلاں آدمی تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا اس کو چغلی کہتے ہیں، چغلی کی صرف اتنی ہی تعریف نہیں ہے بلکہ جس چیز کا افشاء کرنا ناپسندیدہ ہو اس کا افشاء کرنا چغلی ہے، عام ازیں کہ یہ افشاء کرنا قول سے ہو فعل سے ہو، تحریر سے ہو یا اشارہ وکنایہ سے، چغلی کی حقیقت ہے کسی راز کا افشاء کرنا اور کسی شخص کی پردہ دری کرنا۔

جب انسان لوگوں کے احوال میں ناپسندیدہ چیزوں کو دیکھے تو ان پر سکوت کرے، ہاں اگر اس کے بیان کرنے میں کسی انسان کا فائدہ ہو یا کسی معصیت کا سد باب ہو تو پھر اس کو بیان کر سکتا ہے، جب کوئی شخص کسی انسان سے دوسرے شخص کی چغلی کرے یعنی فلاں شخص تمہارے متعلق یہ کہہ رہا تھا تو اس کو چھ چیزیں لازم ہیں:

۱۔ اس کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ چغلی کرنے والا فاسق ہے اور فاسق مردود الشہادۃ ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نٰدمین۔ (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو (اس کی) تحقیق کر لو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۱،

[3] ،، ،، ،، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۹۱،

۲۔ اس شخص کو چغلی کرنے سے منع کرے اور چغلی کی قباحت اس پر ظاہر کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وامر بالمعروف وانہ عن المنکر (لقمان: ۱۷) اور نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔

۳۔ اس شخص سے بغض رکھے، کیونکہ اللہ اس سے بغض رکھتا ہے اور جو شخص اللہ کے لیے کسی سے بغض رکھے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

۴۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے اپنے غائب بھائی کے متعلق بدگمانی نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یا یہا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔ (حجرات: ۱۲) اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بیشک بعض گمان گناہ ہیں۔

۵۔ اس شخص کی چغلی کی وجہ سے تم اس چھان بین میں نہ لگ جاؤ کہ آیا اس شخص نے وہ بات کہی ہے یا نہیں کیونکہ یہ تجسس ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تجسسوا (حجرات: ۱۲) "تجسس نہ کرو۔"

۶۔ اس چغلی کو تم پسند نہ کرو اور نہ آگے اس چغلی کو نقل کرو ورنہ تم بھی چغلی کرنے والے ہو جاؤ گے۔ حکایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک شخص آیا اور کہا فلاں شخص آپ کے متعلق یہ کہہ رہا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر تم چاہو تو ہم اس معاملہ کی تحقیق کریں اگر جھوٹ نکلے تو تم اس آیت کے مطابق فاسق قرار پاؤ گے ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶) اور اگر جھوٹ نہ ہو تو تم اس آیت کے مطابق چغلخور ہو گے ھماز مشاء بنمیم (قلم: ۱۲) "بڑا طعنہ زن بہت چلتا پھرتا چغلخور" اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں معاف کر دیں اس شخص نے کہا اے امیر المومنین مجھے معاف کر دیں میں آئندہ چغلی نہیں کروں گا۔[1]

باب ۹۴۴ قُبْحِ الْكَذِبِ وَحُسْنِ الصِّدْقِ وَفَضْلِهِ — جھوٹ کا قبح اور سچ کی فضیلت

۶۵۱۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتّٰى يُكْتَبَ صِدِّيقًا وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتّٰى يُكْتَبَ كَذَّابًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، ایک آدمی سچ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور فسق جہنم کا راستہ دکھاتا ہے، ایک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۱۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچ نیکی ہے اور

---

[1] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۶، ص ۵۶۵-۵۶۴ مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الصِّدْقَ بِرٌّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِنَّ الْکَذِبَ فُجُوْرٌ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ کَذَّابًا قَالَ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نیکی جنت کی رہنمائی کرتی ہے اور بندہ سچ کا قصد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ فسق ہے اور فسق جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور بندہ جھوٹ کا قصد کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے، ابن ابی شیبہ کی روایت میں عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

۶۵۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ وَوَکِیْعٌ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ کُرَیْبٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ شَقِیْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَصْدُقُ وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ صِدِّیْقًا وَاِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّ الْکَذِبَ یَھْدِیْ اِلَی الْفُجُوْرِ وَاِنَّ الْفُجُوْرَ یَھْدِیْ اِلَی النَّارِ وَمَا یَزَالُ الرَّجُلُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سچ کو لازم رکھو کیونکہ سچ نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی ہدایت دیتی ہے۔ انسان ہمیشہ سچ بولتا رہتا ہے اور سچ کا قصد کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے اجتناب کرو کیونکہ جھوٹ گناہ کا راستہ دکھاتا ہے اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے، انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کا قصد کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۱۶ - حَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِیْمِیُّ اَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْھِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ الْحَنْظَلِیُّ اَخْبَرَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ کِلَاھُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ فِیْ حَدِیْثِ عِیْسٰی وَیَتَحَرَّی الصِّدْقَ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ مُسْھِرٍ حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں عیسیٰ کی روایت میں ہے صدق کا قصد کرتا ہے اور کذب کا قصد کرتا ہے، اور ابن مسہر کی روایت میں ہے حتیٰ کہ اللہ اس کو لکھ لیتا ہے۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ ان احادیث میں صدق کا قصد کرنے پر اور کذب سے اجتناب کرنے پر برانگیختہ کیا ہے، اور لکھنے سے مراد یہ ہے کہ فرشتوں کے نزدیک لکھ دیا جاتا ہے، یا لوگوں کے دلوں اور ان کی زبانوں پر لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص صادق یا کاذب ہے۔

بَابُ ۹۲۵ فَضْلِ مَنْ يَّمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ وَبِاَيِّ شَيْءٍ يُّذْهِبُ الْغَضَبَ

غصہ کے وقت نفس پر قابو پانے کی فضیلت اور کس چیز سے غصہ جاتا رہتا ہے

۶۵۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَعُدُّوْنَ الرَّقُوْبَ فِيْكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِيْ لَا يُوْلَدُ لَهٗ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ بِالرَّقُوْبِ وَلٰكِنَّهُ الرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يُقَدِّمْ مِنْ وَّلَدِهٖ شَيْئًا قَالَ فَمَا تَعُدُّوْنَ الصُّرَعَةَ فِيْكُمْ قَالَ قُلْنَا الَّذِيْ لَا يَصْرَعُهُ الرِّجَالُ قَالَ لَيْسَ بِذٰلِكَ وَلٰكِنَّهُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ رقوب کا کیا معنی سمجھتے ہو؟ ہم نے عرض کیا جو شخص لاولد ہو، آپ نے فرمایا یہ رقوب نہیں ہے، رقوب وہ شخص ہے جس نے (آخرت میں پیشوائی کے لیے) پہلے اولاد کو نہ بھیجا ہو، آپ نے فرمایا تم پہلوان کسے کہتے ہو؟ ہم نے کہا جس کو لوگ پچھاڑ نہ سکیں، آپ نے فرمایا وہ پہلوان نہیں ہے، پہلوان تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھ سکے۔

۶۵۱۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَ مَعْنَاهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔

۶۵۱۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَعَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ كِلَاهُمَا قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص طاقت ور نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے، پہلوان وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھ سکے۔

۶۵۲۰ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرَعَةِ قَالُوْا فَالشَّدِيْدُ اَيُّمَ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْ يَمْلِكُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص طاقتور نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے، صحابہ نے پوچھا پھر طاقت ور کون ہے؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جو خود کو غصہ میں قابو رکھ سکے۔

۶۵۲۱ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ بَهْرَامَ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اس روایت کو ذکر کیا۔

۶۵۲۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْدَاجُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ الرَّجُلُ وَهَلْ تَرَى بِي مِنْ جُنُونٍ قَالَ ابْنُ الْعَلَاءِ فَقَالَ وَهَلْ تَرَى وَلَمْ يَذْكُرِ الرَّجُلَ.

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی جھگڑے، دو میں سے ایک کی آنکھیں سرخ ہو گئیں اور گردن کی رگیں پھول گئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایک ایسا کلمہ معلوم ہے اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس کا غصہ چلا جائے گا وہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، اس شخص نے کہا کیا آپ کے خیال میں، میں پاگل ہوں؟ ابن العلاء کی روایت میں فقط ھل تری کا لفظ ہے رجل نہیں ہے۔

۶۵۲۳ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ يَقُولُ سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ ثَابِتٍ يَقُولُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَدٍ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا يَغْضَبُ وَيَحْمَرُّ وَجْهُهُ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ ذَا عَنْهُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَامَ إِلَى الرَّجُلِ رَجُلٌ مِمَّنْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَدْرِي مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آنِفًا قَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ ذَا عَنْهُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ أَمَجْنُونًا تَرَانِي.

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمی لڑے، ان میں سے ایک کا غصے سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ کلمہ یہ شخص کہہ دے تو اس سے اس کا غصہ چلا جائے گا، وہ کلمہ ہے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر اس شخص کو جا کر یہ بات بتائی اور کہا کیا تم جانتے ہو ابھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں جس کو یہ شخص کہہ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا وہ کلمہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے، اس شخص نے کہا کیا تمہارے خیال میں، میں پاگل ہوں؟

۶۵۲۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۶۵۱۷ میں، اولاد کی موت کی فضیلت اور ان کی موت پر صبر کے اجر کا بیان ہے اور یہ اس بات کو متضمن ہے کہ نکاح کرنا تجرد سے افضل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے، نیز اس حدیث میں غصہ کو ضبط کرنے اور انتقام لینے اور جھگڑا کرنے سے اپنے آپ کو روکنے کی فضیلت ہے، حدیث نمبر ۶۵۲۲ میں جس غضب ناک شخص کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اگر یہ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا، اور اس نے جواب میں یہ کہا کیا تمہارے خیال میں میرا دماغ خراب ہے، یہ شخص یا تو منافق تھا یا سخت دل اعرابی تھا، اس شخص کو اللہ کے دین کی سمجھ نہیں تھی اور نہ اس کا دل انوار شریعت سے منور تھا اور اس کو یہ وہم تھا کہ اعوذ باللہ پڑھنا صرف مجنونوں کے ساتھ خاص ہے اور اس کو یہ علم نہیں تھا کہ غصہ کا سبب شیطان ہے اور غصہ کی وجہ سے انسان حالت اعتدال سے نکل جاتا ہے اور اعمال باطلہ اور افعال مذمومہ کرتا ہے۔

باب ۹۲۶ خُلِقَ الْإِنْسَانُ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ — بے قابو ہونا انسان کی سرشت میں ہے

۶۵۲۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللَّهُ آدَمَ فِي الْجَنَّةِ تَرَكَهُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَتْرُكَهُ فَجَعَلَ إِبْلِيسُ يُطِيفُ بِهِ يَنْظُرُ مَا هُوَ فَلَمَّا رَآهُ أَجْوَفَ عَرَفَ أَنَّهُ خُلِقَ خَلْقًا لَا يَتَمَالَكُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی صورت بنائی تو جب تک چاہا ان (کے جسد) کو وہاں رکھا، ابلیس اس کے ارد گرد گھوم کر دیکھنے لگا، جب اس نے یہ دیکھا کہ یہ جسم اندر سے کھوکھلا ہے تو اس نے جان لیا کہ یہ ایسی سرشت پر پیدا کیا گیا کہ یہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے گا۔

۶۵۲۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں: انسان شہوات پر قابو پانے کی طاقت نہیں رکھتا یا وسوسوں کو دفع نہیں کر سکتا یا غصہ کے وقت خود پر قابو نہیں رکھ سکتا، ذکر حضرت آدم کا ہے اور مراد جنس انسان ہے۔

باب ۹۲۷ النَّهْيِ عَنْ ضَرْبِ الْوَجْهِ — چہرے پر مارنے کی ممانعت

۶۵۲۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ (يَعْنِي الْحِزَامِيَّ) عَنْ أَبِي الزِّنَادِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

اپنے بھائی سے لڑے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

۶۵۲۸ - حَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُكُمْ

ایک اور سند سے یہ الفاظ مروی ہیں: جب تم میں سے کوئی شخص مارے۔

۶۵۲۹ - حَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ سُهَیْلٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْیَتَّقِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو چہرہ کو مارنے سے اجتناب کرے۔

۶۵۳۰ - حَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ اَبَا اَیُّوْبَ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلَا یَلْطِمَنَّ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے پر طمانچہ نہ مارے۔

۶۵۳۱ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَهْضَمِیُّ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا الْمُثَنّٰی ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ عَنِ الْمُثَنّٰی بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْهَ فَاِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو اس کے چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔

۶۵۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ یَحْیَی بْنِ مَالِكٍ الْمَرَاغِیِّ (وَهُوَ اَبُوْ اَیُّوْبَ) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْیَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو چہرے پر مارنے سے اجتناب کرے۔

اللہ تعالیٰ پر صورت کے اطلاق کی توجیہ اور صورت کی وجہ تخصیص

حدیث نمبر ۶۵۳۱ میں ہے" اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے" علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بعض علماء اس قسم کی احادیث میں بحث کرنے سے تعرض نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ یہ احادیث حق ہیں، ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، یہاں ایسا معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے، جمہور سلف کا یہی مذہب ہے اور اسی میں زیادہ سلامتی اور احتیاط ہے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ کے مطابق ان احادیث میں تاویل کرنی چاہیے اور یہ کہ اللہ کسی چیز کے مماثل نہیں ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ ثابت ہے، بعض علماء نے اس طرح روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو صورت رحمن پر پیدا کیا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں، جس نے یہ الفاظ بیان کیے ہیں اس نے روایت بالمعنی کی ہے، اور معنی کی تعیین میں اس کو مغالطہ ہوا ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ علامہ ابن قتیبہ نے اس حدیث میں غلطی کی اور اس کو اس کے ظاہر پر محمول کیا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صورت ہے جو عام صورتوں کی طرح نہیں ہے، علامہ ابن قتیبہ کا یہ قول بداہۃً باطل ہے، کیونکہ صورت ایک ہیئت ترکیبیہ پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر مرکب حادث ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ حدوث سے پاک ہے،

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک ہے تو پھر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس حدیث کا کیا محمل ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ اس حدیث میں ضمیر مضروب کی طرف راجع ہے اور اس کا معنی یہ ہے: اپنے بھائی کے چہرے پر نہ مارو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اس (یعنی اس کے بھائی کی) صورت پر بنایا ہے، بعض علماء نے کہا یہ ضمیر آدم کی طرف لوٹتی ہے یعنی حضرت آدم کو ان کی صورت پر بنایا، لیکن یہ تاویل ضعیف ہے اور بعض علماء نے کہا کہ یہ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا اور صورت کی اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت تعظیم اور تشریف کی وجہ سے ہے، جیسے حضرت صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ اور کعبہ کو بیت اللہ فرمایا، حضرت عیسیٰ کی روح کو روح اللہ فرمایا اسی طرح حضرت آدم کی صورت کو صورت اللہ فرمایا۔ [1] یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی پسندیدہ صورت پر بنایا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ صورت کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور یہ اضافت تشریفاً ہے اور حضرت آدم کی صورت کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا وہ ارحام میں منقلب نہیں ہوئے اور نہ ان کی نشوونما تدریجاً ہوئی۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ چہرے پر مارنے کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ یہ حضرت آدم کے چہرے کے مشابہ ہے تو باقی اعضاء بھی تو حضرت آدم کے اعضاء کے مشابہ ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چہرے میں ایسی خصوصیات ہیں جو باقی اعضاء میں نہیں ہیں، چہرے میں کان ہیں جو سماعت کا آلہ ہیں، آنکھیں ہیں جو بصارت کا آلہ ہیں اور سننے اور دیکھنے سے انسان کو تمام علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں، چہرے میں زبان ہے جو نطق کا آلہ ہے اور دماغ ہے جس میں عقل ہے جس کی وجہ سے انسان کو تمام حیوانوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ [2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج، ص ۵۳، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

صورت سے یہاں صفت مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم، حیات، سمع، بصر اور دیگر صفات کمالیہ پر پیدا کیا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مماثل کوئی چیز نہیں ہے۔ [1]

چہرے پر مارنے سے ممانعت کی وجہ

مصنف کی رائے یہ ہے کہ چہرے پر مارنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں سب سے مکرم عضو چہرہ ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بھی چہرے سے تعبیر فرمایا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ (بقرہ: ۱۱۵)

مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے لیے ہیں سو تم جس طرف منہ کرو وہیں اللہ کی ذات ہے۔

وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ۔ (بقرہ: ۲۷۱)

اور تم صرف اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو۔

کل من علیہا فان ○ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ (رحمان: ۲۷-۲۶)

زمین پر جو کچھ ہے فانی ہے، صرف آپ کے رب کی ذات باقی ہے، جو صاحب عظمت اور صاحب جلال ہے۔

انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا۔ (الدھر: ۹)

ہم تمہیں صرف اللہ کی ذات کے لیے کھلاتے ہیں، ہم تم سے صلہ چاہتے ہیں نہ شکر۔

لا الہ الا ھو کل شیء ھالک الا وجہہ۔ (قصص: ۸۸)

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے۔ حضرت آدم کے چہرے کا اپنی طرف تشریفاً اضافت کی ہے اور وجہ تشریف یہ ہے کہ انسان کا چہرہ عقل اور حواس کے آلات پر مشتمل ہے اور یا اس کی تشریف اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو چہرہ سے تعبیر فرمایا ہے جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے اور یہ تمام اطلاقات تفہیم کے لیے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کسی شئے کے مماثل نہیں ہے اور ہر چیز سے منزہ ہے۔ فتبارک اسم ربک ذوالجلال والاکرام۔

بَابُ ۹۲۸ الْوَعِيدِ الشَّدِيدِ لِمَنْ عَذَّبَ النَّاسَ بِغَيْرِ حَقٍّ

انسانوں کو ناحق عذاب دینے پر سخت وعید کا بیان

۶۵۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ مَرَّ بِالشَّامِ

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کا ملک شام میں کچھ لوگوں پر گذر ہوا، جن کو دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا اور ان کے سروں پر روغن زیتون بہایا

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۰ ص ۳، مطبوعہ دار نشر کتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علی اناس وقد اقیموا فی الشمس وصب علی رؤسهم الزیت فقال ما هذا قیل یعذبون فی الخراج فقال اما انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله یعذب الذین یعذبون فی الدنیا۔

جارہا تھا، انھوں نے پوچھا ان کو یہ سزا کیوں مل رہی ہے؟ بتایا گیا کہ ان کو خراج (نہ دینے) کی وجہ سے یہ سزا دی جا رہی ہے، حضرت حکیم بن حزام نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

٦٥٣٤ - حدثنا ابو کریب حدثنا ابو اسامة عن هشام عن ابیه قال مر هشام بن حکیم بن حزام علی اناس من الانباط بالشام قد اقیموا فی الشمس فقال ما شانهم قالوا حبسوا فی الجزیة فقال هشام اشهد لسمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا۔

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا شام کے چند قبطیوں پر گذر ہوا جو دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے، انھوں نے پوچھا ان کو یہ عذاب کیوں ہو رہا ہے؟ لوگوں نے کہا ان کو جزیہ وصول کرنے کے لیے بند کیا گیا ہے، حضرت ہشام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

٦٥٣٥ - حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع وابو معاویة ح وحدثنا اسحق بن ابراهیم اخبرنا جریر کلهم عن هشام بهذا الاسناد وزاد فی حدیث جریر قال وامیرهم یومئذ عمیر بن سعد علی فلسطین فدخل علیه فحدثه فامر بهم فخلوا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں ایک سند میں ہے اس وقت ان کا فلسطین میں امیر عمیر بن سعد تھا، ہشام ان کے پاس گئے ان کو حدیث سنائی تو اس نے ان کو چھوڑنے کا حکم دیا اور ان کو چھوڑ دیا گیا۔

٦٥٣٦ - حدثنی ابو الطاهر اخبرنا ابن وهب اخبرنی یونس عن ابن شهاب عن عروة ابن الزبیر ان هشام بن حکیم وجد رجلا وهو علی حمص یشمس ناسا من النبط فی اداء الجزیة فقال ما هذا انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا۔

حضرت ہشام بن حکیم نے دیکھا کہ حمص کے حاکم نے کچھ قبطیوں کو ادائے جزیہ کے لیے دھوپ میں کھڑا کر رکھا ہے، پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔

ف: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ یہ احادیث ناحق سزا دینے پر محمول ہیں اور جس شخص کو اس کے واقعی جرم پر سزا دی جائے وہ اس میں داخل نہیں ہے، مثلاً قصاص، حدود اور تعزیر کے مطابق سزا دی جائے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

بَابُ ۹۲۹ أَمْرِ مَنْ مَرَّ بِسِلَاحٍ فِي مَسْجِدٍ أَوْ سُوقٍ أَوْ غَيْرِهِمَا مِنَ الْمَوَاضِعِ الْجَامِعَةِ لِلنَّاسِ أَنْ يُمْسِكَ بِنِصَالِهَا

جو شخص مسجد، بازار اور مجمعوں میں تیر لے کر چلے تو اس کے پیکان پکڑنے کا حکم

۶۵۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو سَمِعَ جَابِرًا يَقُولُ مَرَّ رَجُلٌ فِي الْمَسْجِدِ بِسِهَامٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ بِنِصَالِهَا.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں چند تیر لے کر گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے تیروں کے پیکان پکڑ لو۔

۶۵۳۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو الرَّبِيعِ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيَى (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَجُلًا مَرَّ بِأَسْهُمٍ فِي الْمَسْجِدِ قَدْ أَبْدَى نُصُولَهَا فَأُمِرَ أَنْ يَأْخُذَ بِنُصُولِهَا كَيْ لَا يَخْدِشَ مُسْلِمًا.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں چند تیر لے کر گزرا جن کے پیکان کھلے ہوئے تھے، آپ نے حکم دیا کہ وہ ان کے پیکان پکڑ لے تاکہ وہ کسی مسلمان کے چبھ نہ جائیں۔

۶۵۳۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا كَانَ يَتَصَدَّقُ بِالنَّبْلِ فِي الْمَسْجِدِ أَنْ لَا يَمُرَّ بِهَا إِلَّا وَهُوَ آخِذٌ بِنُصُولِهَا وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ كَانَ يَصَّدَّقُ بِالنَّبْلِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں تیر صدقہ کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ تیروں کے پیکان پکڑ کر مسجد میں آیا کرے، ابن رمح نے "یصدق بالنبل" کہا ہے۔

۶۵۴۰ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَرَّ أَحَدُكُمْ فِي مَجْلِسٍ أَوْ سُوقٍ وَبِيَدِهِ نَبْلٌ فَلْيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا ثُمَّ لِيَأْخُذْ بِنِصَالِهَا قَالَ فَقَالَ أَبُو مُوسٰى وَاللّٰهِ مَا مُتْنَا حَتّٰى سَدَّدْنَاهَا بَعْضُنَا فِي وُجُوهِ بَعْضٍ.

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد یا بازار میں جائے اور اس کے ہاتھ میں تیر ہوں تو وہ اس کے پیکان کو پکڑ لیا کرے، پھر اس کے پیکان کو پکڑے، پھر اس کے پیکان کو پکڑے، حضرت ابوموسیٰ نے کہا (اور ہمارا حال یہ ہے کہ) بہ خدا ہم میں سے بعض لوگ تا حیات ایک دوسرے کے چہروں پر تیر مارتے رہے۔

٦٥٤١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ (وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ اللّٰهِ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّ اَحَدُكُمْ فِيْ مَسْجِدِنَا اَوْ فِيْ سُوْقِنَا وَمَعَهُ نَبْلٌ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى نِصَالِهَا بِكَفِّهِ اَنْ تُصِيْبَ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْهَا بِشَيْءٍ اَوْ قَالَ لِيَقْبِضْ عَلٰى نِصَالِهَا۔

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص ہماری مسجد یا ہمارے بازار میں جائے اور اس کے پاس تیر ہو تو وہ اس کے پیکان کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لے تا کہ کسی مسلمان کو کوئی چیز چبھ نہ جائے یا فرمایا اس کے پیکان کو اپنے قبضہ میں رکھے۔

ف: ہر ضرر دینے والی چیز کا یہی حکم ہے، اس چیز کو اس طرح رکھا جائے کہ اس سے کسی مسلمان کو ضرر پہنچنے کا خطرہ نہ رہے۔

بَابُ ٩٣ النَّهْيِ عَنِ الْاِشَارَةِ بِالسِّلَاحِ اِلٰى مُسْلِمٍ

مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرنے کی ممانعت

٦٥٤٢ - حَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ عَمْرٌو حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَشَارَ اِلٰى اَخِيْهِ بِحَدِيْدَةٍ فَاِنَّ الْمَلَآئِكَةَ تَلْعَنُهُ حَتّٰى يَدَعَهُ وَاِنْ كَانَ اَخَاهُ لِاَبِيْهِ وَاُمِّهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے ہیں جب تک وہ اس اشارہ کو ترک نہیں کرتا، خواہ وہ اس کا سگا بھائی ہو۔

٦٥٤٣ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هٰرُوْنَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

٦٥٤٤ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشِيْرُ اَحَدُكُمْ اِلٰى اَخِيْهِ بِالسِّلَاحِ فَاِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ اَحَدُكُمْ لَعَلَّ الشَّيْطَانَ يَنْزِعُ فِيْ يَدِهٖ فَيَقَعُ فِيْ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث ذکر کیں، ان میں سے یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، تم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ شاید شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار چھین کر کسی کو لگا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔

ف: اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس جگہ لوگوں کا اجتماع ہو وہاں ہتھیاروں کو اس طرح پکڑ کر نہ لے جایا جائے

جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جس سے مسلمانوں کو ضرر ہو اس سے اجتناب کرنا واجب ہے۔

باب ۹۳۱ فَضْلِ اِزَالَةِ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ

راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کی فضیلت

۶۵۴۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلٰى اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِيْ بِطَرِيْقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيْقِ فَاَخَّرَهٗ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص جا رہا تھا راستہ میں اس نے ایک خاردار شاخ دیکھی اس نے اس کو اٹھا کر ایک طرف کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ نیکی قبول کرلی اور اس کو بخش دیا۔

۶۵۴۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغُصْنِ شَجَرَةٍ عَلٰى ظَهْرِ طَرِيْقٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَاُنَحِّيَنَّ هٰذَا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ لَا يُؤْذِيْهِمْ فَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص راستہ میں درخت کی ایک شاخ کے پاس سے گذرا اس نے کہا بخدا میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ سے ہٹا دوں گا تاکہ یہ ان کو ایذا نہ دے پھر وہ شخص جنت میں داخل کر دیا گیا۔

۶۵۴۷ - حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِيْ شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيْقِ كَانَتْ تُؤْذِي النَّاسَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو جنت میں پھرتے ہوئے دیکھا کیونکہ اس نے راستہ میں گرے ہوئے ایک درخت کو کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔

۶۵۴۸ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ شَجَرَةً كَانَتْ تُؤْذِي الْمُسْلِمِيْنَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَطَعَهَا فَدَخَلَ الْجَنَّةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک درخت مسلمانوں کو ایذا دیتا تھا، ایک شخص نے اس کو کاٹ دیا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

۶۵۴۹ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ اَبَانَ بْنِ صَمْعَةَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الْوَازِعِ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَلِّمْنِيْ شَيْئًا اَنْتَفِعُ بِهٖ قَالَ اعْزِلِ الْاَذٰى عَنْ

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! مجھے ایسی چیز بتائیے جس سے میں نفع حاصل کروں، آپ نے فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز دور کر دو۔

طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ .

٦٥٥٠ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ عَنْ أَبِي الْوَازِعِ الرَّاسِبِيِّ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ أَنَّ أَبَا بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا أَدْرِي لَعَسَى أَنْ تَمْضِيَ وَأَبْقَى بَعْدَكَ فَزَوِّدْنِي شَيْئًا يَنْفَعُنِي اللَّهُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْعَلْ كَذَا افْعَلْ كَذَا أَبُو بَكْرٍ نَسِيَهُ وَأَمِرَّ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ .

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نہیں جانتا شاید آپ (دنیا سے) تشریف لے جائیں اور میں آپ کے بعد رہ جاؤں سو آپ مجھے آخرت کے لیے کوئی زادراہ بیان کر دیجیے، جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس طرح کرو، اس طرح کرو، (راوی ابوبکر نے ابو برزہ کا نسب بھی بیان کیا تھا) اور راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کر دو۔

ف: اس باب کی احادیث میں راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے کی فضیلت اور اجر وثواب کا بیان ہے، خواہ وہ کوئی درخت ہو، درخت کی شاخ ہو، پتھر ہو ـــــ کسی پھل کا پھسلانے والا چھلکا یا شیشہ کا ٹکڑا ہو یا کوئی گندگی اور مردار ہو۔

باب ۹۳: تَحْرِيمِ تَعْذِيبِ الْهِرَّةِ وَنَحْوِهَا مِنَ الْحَيَوَانِ الَّذِي لَا يُؤْذِي

بلی اور دیگر ایذاء نہ دینے والے جانوروں کو عذاب دینے کی حرمت

٦٥٥١ - حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ بْنِ عُبَيْدٍ الضُّبَعِيُّ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ (يَعْنِي ابْنَ أَسْمَاءَ) عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِي هِرَّةٍ سَجَنَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ فَدَخَلَتْ فِيهَا النَّارَ لَا هِيَ أَطْعَمَتْهَا وَسَقَتْهَا إِذْ هِيَ حَبَسَتْهَا وَلَا هِيَ تَرَكَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْأَرْضِ .

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو بلی کو عذاب دینے کی وجہ سے عذاب دیا گیا، اس عورت نے بلی کو باندھ رکھا تھا حتیٰ کہ وہ مر گئی اور وہ اس سبب سے جہنم میں داخل ہو گئی، کیونکہ عورت نے جب بلی کو باندھا تو اس نے اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو کھولا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

٦٥٥٢ - حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَالِدٍ جَمِيعًا عَنْ مَعْنِ بْنِ عِيسَى عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ جُوَيْرِيَةَ .

حضرت ابن عمر نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

٦٥٥٣ - وَحَدَّثَنِيهِ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُذِّبَتِ امْرَاَۃٌ فِیْ ہِرَّۃٍ اَوْثَقَتْہَا فَلَمْ تُطْعِمْہَا وَلَمْ تَسْقِہَا وَلَمْ تَدَعْہَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت کو بلی کے سبب سے عذاب دیا گیا جس نے بلی کو باندھے رکھا، اس کو کھانے کو دیتی تھی نہ پینے کو دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

۶۵۵۴ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَہْضَمِیُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ عَنْ سَعِیْدٍ الْمَقْبُرِیِّ عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل مروی ہے۔

۶۵۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ہَمَّامِ بْنِ مُنَبِّہٍ قَالَ ہٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ ہُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ اَحَادِیْثَ مِنْہَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَتِ امْرَاَۃٌ النَّارَ مِنْ جَرَّآءِ ہِرَّۃٍ لَہَا اَوْ ہِرٍّ رَبَطَتْہَا فَلَا ہِیَ اَطْعَمَتْہَا وَلَا ہِیَ اَرْسَلَتْہَا تُرَمِّمُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰی مَاتَتْ ہَزْلًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت اپنی بلی ہی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی جس کو اس نے باندھ کر رکھا تھا، اس کو خود کھلایا نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی چبا لیتی حتیٰ کہ وہ لاغری سے مر گئی۔

قاضی عیاض نے کہا اس عذاب سے مراد حساب میں مناقشہ ہے یا اس طور کہ وہ بلی کہے گی تم نے مجھے کیوں قتل کیا یا اس وجہ سے کہ یہ فعل عبث ہے کیونکہ اس فعل سے اس نے کوئی نفع حاصل کیا نہ کسی ضرر کو دور کیا، یا یہ عورت کافر تھی اور اس فعل کی وجہ سے اس کے عذاب میں زیادتی ہوئی۔

پرندوں اور دیگر جانوروں کو مقید کر کے رکھنے کا حکم

علامہ خطابی نے کہا اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بلی کے مالک پر واجب ہے کہ یا تو اس کو خوراک مہیا کرے اور یا پھر اس کو چھوڑ دے تاکہ وہ زمین میں چل پھر کر کھائے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں: یہ حدیث حیوانات کو عذاب دینے کی حرمت پر دلیل ہے اور اس کو عذاب دینے کی ایک صورت اس کو بھوکا پیاسا رکھنا ہے، جو لوگ پرندوں کو پنجروں میں رکھتے ہیں اس کے متعلق بعض شیوخ نے کہا کہ انسان کو قید کرنے اور پرندوں کو قید کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، ابن عبدالسلام نے بیان کیا ہے کہ ابن الزیتون نے چڑیوں کی آواز سننے کے لیے چڑیوں کو پنجروں میں رکھا اور چھ ماہ کے بعد ان کو آزاد کر دیا اور یہ مال کو ضائع کرنا نہیں تھا، کیونکہ اس نے اس فعل سے خیر کا ارادہ کیا تھا، اور ہو سکتا ہے اس کو چڑیوں کے آزاد کرنے پر اجر ملے۔

پرندوں کو پنجروں میں رکھنے کے مسئلہ میں زیادہ ظاہر ممانعت ہے اور حدیث نغیر سے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا (کیونکہ وہ ایک بچہ کا معاملہ تھا) یہ واقعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا اور اس سے تمام موانع منتفی تھے، اسی طرح امام مالک کے اس قول سے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا کہ اگر کسی شخص نے پنجرہ کا دروازہ کھول دیا اور پرندہ اڑ

گیا تو پنجرہ کھولنے والا ضامن ہوگا، کیونکہ امام مالک نے اس مسئلہ کا حل بتلایا ہے پرندوں کو پنجروں میں بند کرنے کا حکم نہیں بتلایا۔ [1]

علامہ ابی مالکی اور علامہ سنوسی مالکی کی یہی رائے ہے کہ پرندوں کو پنجروں میں بند کرنا منع ہے اور یہ اس کو انسان کے قید کرنے پر قیاس کرتے ہیں، لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ پرندوں اور دیگر جانوروں کو بند کر کے رکھنا جائز ہے بہ شرطیکہ ان کے کھانے پینے اور ان کی دیگر ضروریات کا خیال رکھا جائے کیونکہ اس حدیث میں بلی کو باندھنے پر وعید نہیں ہے اس کو بھوکا مارنے پر وعید ہے اور جو موذی جانور ہوں ان کی ایذاء سے بچنے کے لیے ان کو مارنا جائز ہے۔

بَابُ ۹۳۳ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ — تکبر کی حرمت

۶۵۵۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَغَرِّ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِزُّ إِزَارُهُ وَالْكِبْرِيَاءُ رِدَاؤُهُ فَمَنْ يُنَازِعُنِي عَذَّبْتُهُ۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عزت اللہ عزوجل کی ازار ہے اور کبریائی اس کی رداء ہے جو شخص مجھ سے ان صفات کو لینے کی کوشش کرے گا میں اس کو عذاب دوں گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ازار وہ چادر ہے جس کو کمر پر باندھتے ہیں اور رداء وہ چادر ہے جس کو کندھوں پر ڈالتے ہیں۔ یہ دونوں چادریں لباس ہیں اور لباس اجسام کے خواص میں سے ہے اور اللہ عزوجل جسم سے منزہ ہے لہٰذا ان چادروں سے مراد اس کی صفات ہیں یعنی عزت اور کبریاء اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں جو شخص ان صفات سے متصف ہونے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا۔

تکبر کی اقسام اور اسباب کا بیان

امام غزالی لکھتے ہیں:

تکبر کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر کرنا (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تکبر کرنا۔ (۳) مخلوق کے مقابلہ میں تکبر کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کیا جائے جیسا کہ گزشتہ دور میں فرعون وغیرہ نے تکبر کیا اور اس دور میں ملحد اور دہریے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے قائل نہیں ہیں۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی آبی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج، ص ۵۹ - ۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولا الملٰئکۃ المقربون ط ومن یستنکف عن عبادتہ ویستکبر فسیحشرھم الیہ جمیعا۔ (نساء: ۱۷۲)

مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے ہرگز عار محسوس کریں گے نہ (اللہ کے) مقرب فرشتے اور جو اللہ کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو اکٹھا کر کے اپنے حضور لائے گا۔

انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ ان کی نبوت اور رسالت کا انکار کیا جائے، اللہ تعالیٰ کفار کا قول نقل فرماتا ہے:

قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیء ان انتم الا تکذبون (یٰس: ۱۵)

کافروں نے کہا تم تو صرف ہم جیسے بشر ہو، اور رحمٰن نے کچھ نازل نہیں کیا، تم محض جھوٹ بولتے ہو۔

مخلوق کے مقابلہ میں تکبر یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے اور جب اس سے کوئی حق بات کہی جائے تو وہ غرور اور تکبر کی وجہ سے اس کو ماننے سے انکار کر دے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

واذا قیل لہ اتق اللہ اخذتہ العزۃ بالاثم فحسبہ جھنم (بقرہ: ۲۰۶)

اور جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈرو تو اس کو تکبر گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے سو اس کو جہنم کافی ہے۔

تکبر خود کو بڑا سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے اور انسان کسی کمال کی وجہ سے خود کو بڑا سمجھتا ہے کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی، دینی کمال علم اور زہد و تقویٰ ہے، بعض لوگ کمال علم کی وجہ سے اور بعض کمال عبادت کی بناء پر تکبر کرتے ہیں، اور دنیاوی کمال میں نسب، حسن و جمال، قوت، مال و دولت اور احباب کی کثرت وغیرہ شامل ہیں سو بعض لوگ ان کمالات کی بناء پر تکبر کرتے ہیں[۵]

باب ۹۲۴ النھی عن تقنیط الانسان من رحمۃ اللہ تعالٰی

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کرنے کی ممانعت

۶۵۵۷۔ حدثنا سوید بن سعید عن معتمر بن سلیمان عن ابیہ حدثنا ابو عمران الجونی عن جندب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدث ان رجلا قال واللہ لا یغفر اللہ لفلان و ان اللہ تعالٰی قال من ذا الذی یتالٰی علیّ ان لا اغفر لفلان فانی قد غفرت لفلان و احبطت عملک او کما قال۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک آدمی نے کہا بخدا اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کون شخص ہے جو میرے متعلق یہ قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا، میں نے اس فلاں شخص کو بخش دیا اور تیرے عمل کو ضائع کر دیا۔ یا جس طرح فرمایا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

۵۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش اتحاف السادۃ المتقین ج ۸ ص ۳۶۷۔۳۶۳، ملخصاً، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

اس شخص نے قطعی طور پر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو نہیں بخشے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے جہالت ہے اور اس نے قسم کھا کر یہ بتلایا کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مقام یہ ہے کہ جس طرح وہ کہے گا اللہ ویسا کرے گا، اور اللہ کے نزدیک وہ گنہ گار بہت ذلیل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ادب سے کلام کرنا لازم ہے اور اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں کرنا چاہیے، قاضی عیاض نے کہا اس میں اہل سنت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی گناہ بخش دیتا ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، لیکن اس میں ان کی دلیل نہیں ہے کیونکہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی بخشش سے مایوسی پر قطعی حکم لگایا وہ کافر ہو گیا، اور کفر سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ [1]

باب ۹۳۵ فَضْلِ الضُّعَفَاءِ وَالْخَامِلِينَ

ضعیفوں اور خاک نشینوں کی فضیلت

۶۵۵۸ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رُبَّ أَشْعَثَ مَدْفُوعٍ بِالْأَبْوَابِ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے غبار آلودہ بکھرے ہوئے بالوں، دروازوں سے دھتکارے جانے والے ایسے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم میں سچا کر دیتا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اگر یہ خاک نشین لوگ کسی کام کے ہونے کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ اس کام کو کر دیتا ہے اور ان کی دعا قبول فرما لیتا ہے، اور ان کی قسم کو جھوٹی ہونے سے محفوظ رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ عظیم ہوتا ہے اگرچہ لوگ ان کو حقیر جانتے ہیں۔ [2]

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اگر وہ کسی کام کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول فرما لیتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں قسم کھانا مراد ہو، علامہ خطابی نے کہا یہاں قسم سے دعا مراد لینا بہت بعید ہے، اس کی تائید یہ ہے کہ ایک بار کفار کے خلاف جنگ بہت طویل ہو گئی تو حضرت براء نے کہا اے اللہ! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ تو ان کافروں پر ہم کو فتح عطا کر اور مجھے اپنے نبی کے ساتھ لاحق کر دے، سو ایسا ہی ہو گیا۔

علامہ اُبی لکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کو مخفی رکھا ہے، ان میں سے ایک اللہ کا ولی ہے جس کو اللہ نے لوگوں سے مخفی رکھا ہے، اس کی تائید میں بے شمار واقعات ہیں۔ [3]

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج، ص ۷۱ - ۶۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج، ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

باب ۹۳۶ النَّهْيِ مِنْ قَوْلِ هَلَكَ النَّاسُ

یہ کہنے کی ممانعت کہ "لوگ ہلاک ہو گئے"

۶۵۵۹ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ابْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ لَا أَدْرِي أَهْلَكَهُمْ بِالنَّصْبِ أَوْ أَهْلَكُهُمْ بِالرَّفْعِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے ہیں تو وہ ان سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

۶۵۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ رَوْحِ بْنِ الْقَاسِمِ ح وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ جَمِيعًا عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوئے اور اپنی برتری ظاہر کرتے ہوئے کہے لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ شخص خود تکبر کے عذاب میں ہلاک ہونے والا ہے، اور اگر کوئی شخص صالحین کے فوت ہو جانے کے تاسف کے اظہار کے لیے کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے یا قحط، کسی آفت اور بلاد کے نازل ہونے کے وقت کہے لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔ [۱]

باب ۹۳۷ الْوَصِيَّةِ بِالْجَارِ وَالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ

ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کرنا

۶۵۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ كُلُّهُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جبرئیل ہمیشہ مجھ کو ہمسایہ کے متعلق وصیت کرتے رہے حتی کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ ہمسایہ کو وارث بنا دیں گے۔

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۶۲-۶۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ (يَعْنِي الثَّقَفِيَّ) سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ (وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ) أَنَّ عَمْرَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ لَيُوَرِّثَنَّهُ۔

۶۵۶۲ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت عائشہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

۶۵۶۳ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل ہمیشہ مجھ کو پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے یہ گمان کیا کہ وہ اس کو وارث بنادیں گے۔

۶۵۶۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِإِسْحَقَ) قَالَ أَبُو كَامِلٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔

۶۵۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ إِنَّ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي إِذَا طَبَخْتَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت کی کہ جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ رکھو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو دیکھو اور اچھی چیز ان کو بھیج دو۔

مَرَقًا فَاكْثِرْ مَاءَهٗ ثُمَّ انْظُرْ اَهْلَ بَيْتٍ مِّنْ جِيْرَانِكَ فَاَصِبْهُمْ مِنْهَا بِمَعْرُوْفٍ۔

ہمسایہ کی تعریف اور اس کے حقوق

علامہ اُبّی مالکی لکھتے ہیں:

جس شخص کا گھر یا دکان تمہارے گھر یا دکان سے متصل ہو وہ تمہارا پڑوسی ہے، بعض علماء نے چالیس گھروں تک اتصال کا اندازہ کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان تھا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے گا، حضور نے یہ کلام مبالغۃً فرمایا ورنہ حضور کے ظن کے مطابق احکام شرعیہ نازل ہو جاتے تھے۔ علامہ خطابی نے کہا آپ نے جو فرمایا ہے سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو یہ امر استحباب ہے اس میں حسن سلوک کی ہدایت دی ہے اس عمل سے ہمسایوں کی الفت اور محبت حاصل ہوگی اور پڑوسیوں کی ضروریات پوری ہوں گی، کیونکہ کبھی پڑوسی اپنے ضعف، کثرت عیال اور تنگ دستی کی وجہ سے سالن پکانے پر قادر نہیں ہوتا اور کبھی اس کے پڑوس میں یتیم بچے اور بیوائیں ہوتی ہیں۔ [1]

بَابٌ ۹۳۸ اِسْتِحْبَابِ طَلَاقَةِ الْوَجْهِ عِنْدَ اللِّقَاءِ

ملاقات کے وقت کشادہ چہرے سے ملنے کا استحباب

۶۵۶۶ - حَدَّثَنِيْ اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ (يَعْنِي الْخَزَّازَ) عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَيْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰى اَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نیکی کو حقیر نہ جانو خواہ اپنے بھائی کے ساتھ کشادہ روئی سے ملنا ہو۔

ف: اس حدیث میں ملاقات کے وقت کشادہ روئی سے ملنے کا استحباب ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی خلق کریم تھا۔

بَابٌ ۹۳۹ اِسْتِحْبَابِ الشَّفَاعَةِ فِيْمَا لَيْسَ بِحَرَامٍ

جو کام حرام نہ ہوں ان میں شفاعت کا استحباب

۶۵۶۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ طَالِبُ حَاجَةٍ اَقْبَلَ عَلٰى جُلَسَائِهٖ فَقَالَ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ضرورت مند آتا تو آپ اپنے ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے تم (اس کی) شفاعت کرو تمہیں اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان سے وہی حکم جاری کرے گا جو اس کو پسند

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اِشْفَعُوْا فَلْتُؤْجَرُوْا وَلْيَقْضِ اللّٰهُ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهٖ مَا اَحَبَّ۔ ہو گا۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:
قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جن لوگوں کو بادشاہ یا کسی حاکم کے ہاں کوئی جائز کام ہو ان کی سفارش کرنا مستحب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

من يشفع شفاعة حسنة يكن له نصيب منها ومن يشفع شفاعة سيئة يكن له كفل منها (نساء: ۸۵)

جو اچھی سفارش کرے اس میں سے اس کے لیے حصہ ہے اور جو بُری سفارش کرے اس میں سے اس کے لیے حصہ ہے۔

جو شخص قول یا فعل سے کسی نیک کام میں مدد دیتا ہے اس کو بھی اجر ملتا ہے، اگر کسی شخص سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کی معافی کے لیے سفارش کرنی چاہیے بشرطیکہ وہ اس پر نادم ہو اور اس کی اصلاح کی امید ہو، لیکن جو شخص کسی باطل کام پر اصرار کرے اس کے حق میں شفاعت نہیں کرنی چاہیے اور حدود میں شفاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ [۱]

بَابُ ۹۴ اِسْتِحْبَابِ مُجَالَسَةِ الصَّالِحِيْنَ وَمُجَانَبَةِ قُرَنَاءِ السُّوْءِ

نیکوں کی صحبت اختیار کرنے اور بُروں کی صحبت سے اجتناب کرنے کا استحباب

۶۵۶۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ بُرَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْهَمْدَانِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال مُشک والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے، مُشک والا یا تو تم کو یونہی مشک دے دے گا، یا تم اس سے مشک خرید لو گے، ورنہ کم از کم تم کو اس سے اچھی خوشبو آئے گی اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا ورنہ تم کو اس سے بدبو تو آئے گی۔

مُشک اور نافہ کی طہارت کی تحقیق

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:
قاضی عیاض نے کہا ہے کہ بعض علماء نے مشک اور اس کے نافہ کی

---

[۱] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۴۳، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

طہارت پر اجماع نقل کیا ہے، نافہ چمڑے کا وہ مردہ ٹکڑا ہے جس میں مشک ہوتی ہے اور غیر مسلم کا کیا ہوا شکار مردہ کے حکم میں ہے، اگر یہ اجماع منقول نہ ہوتا تو ہم ان دونوں کو نجس قرار دیتے، نافہ کو اس لیے کہ وہ مردار چمڑے کا ٹکڑا ہے، یا غیر مسلم کا کیا ہوا شکار ہے، اور غیر مسلم کا شکار مردار ہے اور اگر زندہ ہرن سے نافہ کو کاٹ کر نکال لیا جائے تب بھی زندہ کے جسم سے جو ٹکڑا کاٹ کر الگ کیا جائے وہ مردار ہے، اور مشک اس لیے نجس ہے کہ مشک وہ خون ہے جو نافہ میں جمع ہو کر متعفن ہو جاتا ہے سو یہ خون کے حکم میں ہے اور خون نجس ہے اس لیے مشک کے طاہر ہونے پر یا اجماع دلیل ہے یا اس کی طہارت پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اس کو استعمال کرنا اس کی تعریف کرنا اس کے بیچنے والے اور خریدنے والے، اور اس کے استعمال کرنے والے کی تعریف کرنا دلیل ہے، ہمارے بعض اصحاب (بعض مالکی فقہا) نے کہا ہے کہ مشک نجس ہے لیکن اس کو لگا کر نماز پڑھی جا سکتی ہے یعنی قیاساً یہ نجس ہے لیکن شرعاً یہ نجاست معاف ہے، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مشک کی کراہت منقول ہے لیکن یہ نقل صحیح نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عمر نے مدینہ کی عورتوں میں مشک کو تقسیم کیا اور حضرت ابن عمر کا مشک کو استعمال کرنا مشہور ہے، ہمارے بعض شیوخ نے مشک کی طہارت کو انڈے کی طہارت پر قیاس کیا ہے، دونوں میں یہ چیز مشترک ہے کہ یہ دونوں حیوان میں پیدا ہوتے، اور ان کے مادے سے حیات حاصل ہوتی ہے، لیکن یہ قیاس فاسد ہے کیونکہ انڈا حیوان کی زندگی میں اس سے بنفسہ منفصل ہو جاتا ہے اور وہ حیوان کے جسم سے منفصل نہیں ہوتا، اس لیے وہ پیدا ہونے والے بچہ کی طرح ہے، اس کے برخلاف نافہ چمڑے کا ایک ٹکڑا ہے اور مشک جما ہوا خون ہے اس لیے ان کی طہارت پر اجماع اور اتباع سنت کے سوا اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مشک ایک خون ہے جو ہرن کے غدود میں جمع ہو جاتا ہے اور اس غدود میں متعفن ہو کر سوکھ کر جھڑ جاتا ہے، اس غدود کو نافہ کہتے ہیں۔[1]

باب ۹۴۱ فَضْلِ الْإِحْسَانِ إِلَى الْبَنَاتِ — بیٹیوں کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت

۶۵۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُهْزَاذَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ح وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ (وَاللَّفْظُ لَهُمَا) قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بیان کرتی ہیں میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، اس نے مجھ سے (کھانے کا) سوال کیا، میرے پاس ایک کھجور کے سوا اور کچھ نہیں تھا، میں نے وہ کھجور اس کو دے دی، اس نے وہ کھجور لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان کو اپنی دو بیٹیوں میں تقسیم کر دیا اور خود اس سے کچھ نہیں کھایا، پھر وہ کھڑی ہوئی، اور وہ

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۶۵ - ۶۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ جَاءَتْنِي امْرَأَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَأَلَتْنِي فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا فَأَخَذَتْهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا شَيْئًا ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ وَابْنَتَاهَا فَدَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ حَدِيثَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ابْتُلِيَ مِنَ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ.

اور اس کی دونوں بیٹیاں چلی گئیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ کے سامنے اس عورت کا واقعہ بیان کیا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص پر ان بیٹیوں کی پرورش کا بار پڑ جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے حجاب ہو جاتی ہیں۔

۶۵۷۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بَكْرٌ (يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ) عَنِ ابْنِ الْهَادِ أَنَّ زِيَادَ بْنَ أَبِي زِيَادٍ مَوْلَى ابْنِ عَيَّاشٍ حَدَّثَهُ عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ جَاءَتْنِي مِسْكِينَةٌ تَحْمِلُ ابْنَتَيْنِ لَهَا فَأَطْعَمْتُهَا ثَلَاثَ تَمَرَاتٍ فَأَعْطَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا تَمْرَةً وَرَفَعَتْ إِلَى فِيهَا تَمْرَةً لِتَأْكُلَهَا فَاسْتَطْعَمَتْهَا ابْنَتَاهَا فَشَقَّتِ التَّمْرَةَ الَّتِي كَانَتْ تُرِيدُ أَنْ تَأْكُلَهَا بَيْنَهُمَا فَأَعْجَبَنِي شَأْنُهَا فَذَكَرْتُ الَّذِي صَنَعَتْ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَوْجَبَ لَهَا بِهَا الْجَنَّةَ أَوْ أَعْتَقَهَا بِهَا مِنَ النَّارِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی، جس نے دو بیٹیاں اٹھائی ہوئی تھیں، میں نے اس کو تین کھجوریں دیں، اس نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دی، پھر جس کھجور کو وہ کھانا چاہتی تھی اس کے دو ٹکڑے کر کے وہ بھی ان کو کھلا دی، مجھے اس واقعہ سے بہت تعجب ہوا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کا ایثار بیان فرمایا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس ایثار کی وجہ سے اس عورت کے لیے جنت کو واجب کر دیا یا (فرمایا) اس کو دوزخ سے آزاد کر دیا۔

۶۵۷۱ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو لڑکیوں کی بلوغت تک پرورش کی، قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔

حدیث نمبر ۶۵۶۹ میں دخول جنت کی بشارت اس شخص کے لیے ہے جو لڑکیوں کی پرورش میں مبتلا ہو، اس حدیث پر یہ سوال ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اس پرورش کو بلا سمجھے یہ اس کے لیے بشارت ہے اور جو خوشی سے ان کی پرورش کرے اس کے لیے یہ بشارت نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ عام طور پر لوگ لڑکیوں کی پیدائش سے ناخوش ہوتے ہیں اور ان کی پرورش کو بلاء اور بار سمجھتے ہیں اس لیے آپ کا ارشاد اکثر اور اغلب لوگوں کے اعتبار سے ہے۔

باب ۹۴۲ فضل من يموت له ولد فيحتسبه

بچوں کی وفات پر ثواب کی نیت سے صبر کرنے کی فضیلت

٦٥٧٢ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يموت لأحد من المسلمين ثلاثة من الولد فتمسه النار إلا تحلة القسم.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے فوت ہو جائیں اس کو آگ صرف قسم پورا کرنے کے لیے چھوئے گی۔

٦٥٧٣ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وعمرو الناقد وزهير بن حرب قالوا حدثنا سفيان بن عيينة ح وحدثنا عبد بن حميد وابن رافع عن عبد الرزاق أخبرنا معمر كلاهما عن الزهري بإسناد مالك وبمعنى حديثه إلا أن في حديث سفيان فيلج النار إلا تحلة القسم.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، سفیان کی روایت میں یہ الفاظ ہیں وہ صرف قسم پوری ہونے کے لیے آگ میں داخل ہوگا۔

٦٥٧٤ - حدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا عبد العزيز (يعني ابن محمد) عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنسوة من الأنصار لا يموت لإحداكن ثلاثة من الولد فتحتسبه إلا دخلت الجنة فقالت امرأة منهن أو اثنين يا رسول الله قال أو اثنين.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ ان پر صبر کرے تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گی، ان میں سے ایک عورت نے کہا یا دو یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یا دو۔

٦٥٧٥ - حدثنا أبو كامل الجحدري فضيل بن حسين حدثنا أبو عوانة عن عبد الرحمن بن الأصبهاني عن أبي صالح ذكوان عن أبي سعيد الخدري قال جاءت امرأة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ذهب الرجال بحديثك فاجعل لنا من نفسك يوما نأتيك فيه تعلمنا مما علمك الله قال اجتمعن يوم كذا وكذا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت نے آکر کہا: یا رسول اللہ! آپ کی احادیث تو مرد لے گئے، آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمادیں جس میں ہم آپ کے پاس حاضر ہوں، اور آپ ہم کو ان چیزوں کی تعلیم دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم کی ہیں، آپ نے فرمایا تم فلاں، فلاں دن جمع ہونا، ہم جمع ہوئیں، پھر ان کے پاس رسول اللہ صلی

فَاجْتَمَعْنَ فَأَتَاهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ مِنِ امْرَأَةٍ تُقَدِّمُ بَيْنَ يَدَيْهَا مِنْ وَلَدِهَا ثَلَاثَةً إِلَّا كَانُوا لَهَا حِجَابًا مِنَ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ وَاثْنَيْنِ۔

اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا تھا اس میں سے ان کو تعلیم دی، آپ نے فرمایا: تم میں سے جو عورت خود سے پہلے اپنے تین بچے روانہ کرے گی، وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ سے حجاب ہو جائیں گے، ایک عورت نے کہا اور دو، اور دو، اور دو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور دو اور دو، اور دو۔

۶۵۷۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ وَزَادَ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ ثَلَاثَةً لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں۔ شعبہ کی روایت میں ہے، حضرت ابوہریرہ نے کہا تین ایسے بچے جو بالغ نہ ہوتے ہوں۔

۶۵۷۷۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى (وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ) قَالَا حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي السَّلِيلِ عَنْ أَبِي حَسَّانَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ إِنَّهُ قَدْ مَاتَ لِيَ ابْنَانِ فَمَا أَنْتَ مُحَدِّثِي عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثٍ تُطَيِّبُ بِهِ أَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ قَالَ نَعَمْ صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَتَلَقَّى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ أَوْ قَالَ أَبَوَيْهِ فَيَأْخُذُ بِثَوْبِهِ أَوْ قَالَ بِيَدِهِ كَمَا آخُذُ أَنَا بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هٰذَا فَلَا يَتَنَاهَى أَوْ قَالَ فَلَا يَنْتَهِي حَتَّى يُدْخِلَهُ اللّٰهُ وَأَبَاهُ الْجَنَّةَ وَفِي رِوَايَةِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو السَّلِيلِ۔

ابو حسان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ سے کہا میرے دو بچے فوت ہو گئے، کیا آپ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنا سکتے ہیں جس سے اپنے فوت شدہ لوگوں کے متعلق ہمارے دلوں کی تسلی ہو؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں! چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں، ان میں سے جس کی ملاقات اپنے باپ، یا ماں باپ سے ہوگی، وہ اس کے ہاتھ یا اس کے دامن کو پکڑے گا جیسے میں تمہارا یہ دامن پکڑ رہا ہوں، پھر اس کو اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اس کو اور اس کے باپ کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کر دے گا۔

۶۵۷۸۔ وَحَدَّثَنِيهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) عَنِ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَهَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا تُطَيِّبُ بِهِ أَنْفُسَنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ۔

اسی سند سے مروی ہے کہا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیث سنی ہے جس سے ہمارے فوت شدہ لوگوں کے متعلق ہمارے دلوں کو تسلی ہو، حضرت ابوہریرہ نے کہا ہاں۔

۶۵۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا حَفْصٌ (يَعْنُونَ ابْنَ غِيَاثٍ) ح وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّهِ طَلْقِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَتِ امْرَأَةٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ لَهَا فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ لَهُ فَلَقَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً قَالَ دَفَنْتِ ثَلَاثَةً قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ قَالَ عُمَرُ مِنْ بَيْنِهِمْ عَنْ جَدِّهِ وَقَالَ الْبَاقُونَ عَنْ طَلْقٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا الْجَدَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بچے کو لے کر آئی اور کہا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کیجئے، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں، آپ نے فرمایا تم نے بچوں کو دفن کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا تمہارے لیے دوزخ سے مضبوط بندش ہوگئی۔

۶۵۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ طَلْقِ بْنِ مُعَاوِيَةَ النَّخَعِيِّ أَبِي غِيَاثٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ يَشْتَكِي وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْهِ قَدْ دَفَنْتُ ثَلَاثَةً قَالَ لَقَدِ احْتَظَرْتِ بِحِظَارٍ شَدِيدٍ مِنَ النَّارِ قَالَ زُهَيْرٌ عَنْ طَلْقٍ وَلَمْ يَذْكُرِ الْكُنْيَةَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے بیٹے کو لے کر آئی، اس نے کہا یا رسول اللہ! یہ بیمار ہے اور مجھے اس (کی موت) کا خدشہ ہے، میں تین بچے دفن کر چکی ہوں، آپ نے فرمایا تم نے دوزخ سے مضبوط آڑ مہیا کر لی۔

ف: قرآن مجید میں ہے وان منکم الا واردھا (مریم: ۷۱) "تم میں سے ہر شخص دوزخ سے گذرے گا" اس سے پہلے قسم مقدر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا پل صراط سے گذرنے سے اس آیت کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے گا یا ہر شخص کو نفس جہنم سے گذرنا ہوگا، اس باب کی احادیث کا یہ مطلب ہے کہ صرف قسم پوری کرنے کے لیے ان لوگوں کا جہنم سے گذر ہو گا۔

مسلمانوں کے نابالغ بچے جنت میں ہوں گے

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کے (نابالغ) بچے جنت میں ہوں گے، قرآن مجید میں ہے:

والذین اٰمنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم۔ (طور: ۲۱)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی۔ ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ ملا دینگے۔

بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ [1]

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

غیر مسلموں کے نابالغ بچے بھی جنت میں ہوں گے

غیر مسلموں کی اولاد آخرت میں کہاں ہوگی، ان کو عذاب ہوگا یا ثواب؟ صحیح مذہب یہ ہے کہ ان کو عذاب نہیں ہوگا اور وہ جنت میں ہوں گے،

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور نابالغ بچوں کے حق میں بعثت رسل متحقق نہیں ہوتی، انسان بالغ ہونے کے بعد اللہ اور رسول پر ایمان لانے اور دیگر احکام شرعیہ کا مکلف ہوتا ہے اس لیے نابالغ بچے مکلف ہیں نہ ان سے کسی امر پر باز پرس ہوگی۔

امام بخاری نے حضرت سمرہ بن جندب کی ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا حضرت جبرائیل اور میکائیل نے آپ کو رات بھر سیر کرائی ایک جگہ آپ نے دیکھا:

حتی اتینا الی روضۃ خضراء فیھا شجرۃ عظیمۃ وفی اصلھا شیخ وصبیان۔

حتیٰ کہ ہم ایک سرسبز باغ میں گئے اس میں ایک عظیم درخت تھا، اس کی جڑ میں ایک بزرگ شخص اور بچے بیٹھے ہوئے تھے۔

پھر حضرت جبرئیل نے آپ کو بتایا:

والشیخ الذی فی اصل الشجرۃ ابراھیم والصبیان حولہ فاولاد الناس[1]

درخت کی جڑ میں آپ نے جس بزرگ کو دیکھا وہ حضرت ابراہیم تھے، اور ان کے پاس جو بچے تھے وہ لوگوں کی اولاد ہیں۔

اس حدیث میں آپ نے لوگوں کی اولاد فرمایا، مسلمانوں کی اولاد نہیں فرمایا، اس عموم سے معلوم ہوا کہ مسلمان ہوں یا کافر سب کی اولاد جنت میں ہوگی۔

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وھذا صریح فی کون اولاد الناس کلھم فی الجنۃ ویدخل فیہ اولاد المشرکین[2]

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ تمام لوگوں کی اولاد جنت میں ہوگی، اور اس عموم میں مشرکین کی اولاد بھی داخل ہے۔

اس قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التعبیر میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

واما الرجل الطویل الذی فی الروضۃ

وہ دراز قامت شخص جو باغ میں تھے وہ حضرت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، ۱۳۴۸ھ

فانه ابراهیم واما الولدان الذین حوله فکل مولود مات علی الفطرة قال فقال بعض المسلمین یا رسول الله! واولاد المشرکین فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم واولاد المشرکین۔ [1]

ابراہیم تھے، اور ان کے پاس جو بچے تھے، سو یہ وہ تمام بچے تھے جو فطرت (کسی دین کو اختیار کرنے سے پہلے) پر فوت ہوئے تھے، راوی نے کہا بعض مسلمانوں نے پوچھا: یارسول اللہ! مشرکین کی اولاد بھی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وظاهره انه صلی الله علیه وسلم الحقهم باولاد المسلمین فی حکم الاخرة ولا یعارض قوله: هم من ابائهم لان ذلك حکم الدنیا [2]

ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی اولاد کو آخرت کے حکم میں مسلمانوں کی اولاد کے ساتھ لاحق کر دیا، اس کے معارض یہ حدیث نہیں ہے "اولاد مشرکین اپنے آباء سے ہیں" کیونکہ یہ دنیا کا حکم ہے۔

آخرت میں غیر مسلموں کی نابالغ اولاد کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

مشرکین کی اولاد کے حکم آخرت کے متعلق صحیح مذہب بیان کرنے کے بعد ہم اس مسئلہ میں فقہاء کے تمام اقوال نقل کر رہے ہیں، علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: اس مسئلہ میں متقدمین اور متاخرین علماء کے حسب ذیل اقوال ہیں:

(۱)۔ کفار کی اولاد آخرت میں اللہ کی مشیت پر موقوف ہیں، یہ مسلک حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبد اللہ بن مبارک، اسحاق اور امام شافعی سے منقول ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵)

(۲)۔ نابالغ بچے اپنے آباء کے حکم میں ہوں گے۔ مسلمانوں کے بچے جنت میں ہوں گے اور کفار کے بچے دوزخ میں ہوں گے، اس نظریہ کو شیخ ابن حزم نے خوارج سے نقل کیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے بچوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا، وہ جنت میں ہوں گے۔ اور میں نے آپ سے مشرکین کے بچوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا دوزخ میں، اور اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کے دوزخ میں چلانے کی آواز سنا دوں"۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ابو عقیل ہے جو متروک الحدیث ہے۔

(۳)۔ مشرکین کی اولاد جنت اور دوزخ کے درمیان برزخ میں ہوگی کیونکہ نہ ان کی نیکیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ جنت

---

[1]۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2]۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۴۴۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

میں جائیں نہ ان کی برائیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ دوزخ میں جائیں۔

(۴)۔ مشرکین کے بچے جنت میں اہل جنت کے خدام ہوں گے، امام ابوداؤد طیالسی نے حضرت سمرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مشرکین کے بچے اہل جنت کے خدام ہیں۔

(۵)۔ اولاد مشرکین کی آخرت میں آزمائش کی جائے گی، ان کے لیے ایک آگ جلائی جائے گی جو اس میں داخل ہو جائیگا اس پر وہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی، اور جو انکار کرے گا اس کو عذاب دیا جائے گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام بزار نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا گمان یہ ہے کہ زمانہ فترت میں فوت ہونے والے، کم عقل اور (نابالغ) بچوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا فترت میں فوت ہونے والے کہیں گے ہمارے پاس کتاب آئی نہ نبی آیا، کم عقل کہے گا: اے اللہ! تو نے مجھے عقل کیوں نہ دی، میں اس سے خیر اور شر کو پہچانتا اور بچہ کہے گا میں نے عمل کا زمانہ نہیں پایا، آپ نے فرمایا پھر ان کے لیے آگ بلند کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا اس میں داخل ہو جاؤ، سو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں سعید ہوگا یا جو عمل پانے والا ہوگا وہ اس میں داخل ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں شقی ہوگا وہ اس میں داخل نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے تو میری نافرمانی کی ہے تم میرے رسولوں کی اطاعت کیسے کرتے، امام بزار کہتے ہیں اس حدیث کو صرف فضیل نے حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے، امام بزار نے اس حدیث کو حضرت انس بن مالک سے بھی روایت کیا ہے اس میں ان تین کے علاوہ شیخ فانی کا بھی ذکر ہے، امام بیہقی نے کتاب الاعتقاد میں بیان کیا ہے کہ فترت میں فوت ہونے والوں اور مجنونوں کے متعلق امتحان کا مسئلہ مذہب صحیح ہے، اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ آخرت دار تکلیف نہیں ہے اس میں کوئی عمل ہوگا نہ آزمائش ہوگی، اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ جنت اور دوزخ میں دخول اور استقرار کے بعد عمل نہیں ہوگا، اس سے پہلے میدان قیامت میں عمل سے کوئی مانع نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود فلا یستطیعون۔ (قلم: ۴۲)

جس دن ساق (کی تجلی) ظاہر کی جائے گی اور وہ (نافرمان) سجدہ کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ سجدہ نہ سکیں گے۔

اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ لوگوں کو سجدہ کا امر کیا جائے گا تو منافقوں کی کمر طباق کی طرح ہو جاتے گی اور وہ سجدہ نہ سکیں گے۔

(۶)۔ مشرکین کے (نابالغ) بچے جنت میں جائیں گے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہی مذہب صحیح اور مختار ہے، اور اسی کو محققین نے اختیار کیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور جب عاقل شخص کو اس لیے عذاب نہیں دیا جائے گا کہ اس کے پاس رسولوں کا پیغام نہیں پہنچا تو غیر عاقل شخص کو بطریق اولیٰ عذاب نہیں دیا جائے گا، علامہ نووی نے صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی صلے اللہ

علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو جنت میں دیکھا اور ان کے گرد لوگوں کی اولاد تھی، اور جس حدیث میں ہے اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ "اللہ ہی زیادہ جانتا ہے وہ کیا کرنے والے تھے" اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ دوزخ میں جائیں گے[1]

بَابُ ۹۴۳ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا اَمَرَ جِبْرِيْلَ فَاَحَبَّهٗ وَاَحَبَّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِى الْاَرْضِ

جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو اس سے محبت کا حکم دیتا ہے، پھر آسمان اور زمین والے اس سے محبت کرتے ہیں

۶۵۸۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَقَالَ اِنِّىْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ قَالَ فَيُحِبُّهٗ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِىْ فِى السَّمَآءِ فَيَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَآءِ قَالَ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقَبُوْلُ فِى الْاَرْضِ وَاِذَا اَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيْلَ فَيَقُوْلُ اِنِّىْ اُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضْهُ قَالَ فَيُبْغِضُهٗ جِبْرِيْلُ ثُمَّ يُنَادِىْ فِىْ اَهْلِ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَاَبْغِضُوْهُ قَالَ فَيُبْغِضُوْنَهٗ ثُمَّ تُوْضَعُ لَهُ الْبَغْضَآءُ فِى الْاَرْضِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، سو جبرئیل اس سے محبت کرتا ہے، پھر جبرئیل آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی فلاں سے محبت کرو، پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبرائیل کو بلا کر فرماتا ہے میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تم اس سے بغض رکھو، سو جبرائیل اس سے بغض رکھتا ہے، پھر وہ آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے بغض رکھتا ہے تم اس سے بغض رکھو سو وہ اس سے بغض رکھتے ہیں پھر اس کے لیے زمین میں بغض رکھ دیا جاتا ہے۔

۶۵۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ (يَعْنِى ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِىَّ) وَ قَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِى الدَّرَاوَرْدِىَّ) ح وَحَدَّثَنَاهُ سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِىُّ اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ح وَحَدَّثَنِىْ هٰرُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِىُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِىْ مَالِكٌ (وَهُوَ ابْنُ اَنَسٍ) كُلُّهُمْ عَنْ سُهَيْلٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، علاء بن مسیب کی روایت میں بغض کا ذکر نہیں ہے۔

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۱۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الْبُغْضِ۔

۶۵۸۳ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونُ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ قَالَ كُنَّا بِعَرَفَةَ فَمَرَّ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ عَلَى الْمَوْسِمِ فَقَامَ النَّاسُ يَنْظُرُونَ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لِأَبِي يَا أَبَتِ إِنِّي أَرَى اللّٰهَ يُحِبُّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ لِمَا لَهُ مِنَ الْحُبِّ فِي قُلُوبِ النَّاسِ فَقَالَ بِأَبِيكَ أَنْتَ سَمِعْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ

سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ ہم عرفہ میں تھے، حضرت عمر بن عبد العزیز کا وہاں سے گذر ہوا درآں حالیکہ وہ حج کے امیر تھے لوگ کھڑے ہو کر انھیں دیکھنے لگے، میں نے اپنے والد سے کہا اے ابا جان! میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبد العزیز سے محبت کرتا ہے، انھوں نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے، میں نے کہا کیونکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ہے، انھوں نے کہا تمہیں اپنے باپ کی قسم! تم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی ہوگی!

ف: اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے لیے اس کی خیر اور صلاح کا ارادہ فرمائے اس کو ہدایت فرمائے اور اس پر انعام فرمائے، اور اللہ تعالیٰ کے بغض کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے، اور حضرت جبرائیل اور دیگر فرشتوں کی محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ بندے کے لیے استغفار کریں اور اس کی تعریف و توصیف کریں۔

بَابُ ۹۴۴ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ

روحیں باہم مجتمع تھیں

۶۵۸۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام روحیں باہم مجتمع تھیں جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہوگئی، اور جو (اس وقت) اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں۔

۶۵۸۵ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِحَدِيثٍ يَرْفَعُهُ قَالَ النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا وَالْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ لوگ سونے چاندی کی کانوں کی طرح معدنیات ہیں، جو زمانہ جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں بشرطیکہ فقیہ ہوں، تمام روحیں باہم مجتمع تھیں جن کا (اس وقت) تعارف تھا ان میں الفت ہوگئی، اور جو اس وقت اجنبی تھیں وہ مختلف رہیں۔

الارواح جنود مجندۃ کا معنی

علامہ وشتانی لکھتے ہیں:
جنود مجندہ کا معنی ہے جماعات مجتمعہ یا اجناس مختلفہ، تعارف کا مطلب ہے بعض جبلی صفات میں تناسب اور تشابہ، یا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں ہر روح کو دوسری روح کی خصوصیات سے مطلع فرما دیا تھا، یا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو اجتماعی طور پر پیدا فرمایا پھر ان کو مختلف جسموں میں متفرق کر دیا، پھر جس شخص کی روح اس کے جسم کے موافق ہو گئی وہ روح اس جسم سے محبت کرتی ہے اور جس شخص کی روح اس کے جسم کے ناموافق ہوتی ہے وہ اس سے متنفر ہوتی ہے، علامہ خطابی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں اجسام کو سعادت اور شقاوت کے اعتبار سے پیدا فرمایا پھر ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا، ایک گروہ آپس میں موافق ہوتا اور دوسرا گروہ مخالف ہوتا، جیسے دو لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوں۔ علامہ خطابی نے کہا ہے کہ روحیں بہ حیثیت روح کے تو ایک دوسرے سے متفق ہیں لیکن نوع اور شخص کے اعتبار سے ایک دوسرے سے متباین ہیں، پس جن روحوں کی صفات عالم ارواح میں ایک دوسرے کے موافق تھیں وہ ایک دوسرے سے مانوس تھیں اور الفت کرتی تھیں اور ان کے ساتھ تھیں اور جن روحوں کی صفات ایک دوسرے کے مخالف اور متباین تھیں وہ روحیں عالم ارواح میں دوسری روحوں سے الگ تھیں۔ [1]

اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو روحیں عالم ارواح میں ایک دوسرے سے مانوس تھیں وہ عالم اجسام میں بھی ایک دوسرے سے مانوس ہو سکتی ہیں۔ علی ما لااقباس۔

باب ۹۴۵ المرء مع من احب
جو شخص جس کے ساتھ محبت رکھے گا اسی کے ساتھ ہو گا

۶۵۸۶ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ حُبَّ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ قَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہو گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت! آپ نے فرمایا: تم اس کے ساتھ رہو گے جس سے تم کو محبت ہو گی۔

۶۵۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا فَلَمْ يَذْكُرْ كَبِيرًا قَالَ وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہو گی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کسی بڑی عبادت کا ذکر نہیں کیا اور یہ کہا کہ لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تم اس کے ساتھ ہو گے جس کے ساتھ تمہیں محبت ہو گی۔

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

رَسُولَهُ، قَالَ فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ .

۶۵۸۸ - حَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثِيرٍ أَحْمَدُ عَلَيْهِ نَفْسِي .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا، اس کے بعد مثل سابق ہے البتہ اس روایت میں ہے کہ میں نے اتنی زیادہ تیاری نہیں کی جس پر میں اپنی تعریف کروں۔

۶۵۸۹ - حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ وَمَا أَعْدَدْتَ لِلسَّاعَةِ قَالَ حُبَّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ قَالَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَمَا فَرِحْنَا بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَرَحًا أَشَدَّ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّكَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ قَالَ أَنَسٌ فَأَنَا أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِأَعْمَالِهِمْ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت! آپ نے فرمایا تم اسی کے ساتھ رہو گے جس سے محبت ہوگی، حضرت انس کہتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بڑھ کر اور کسی چیز سے خوشی نہیں ہوئی، "تم اس کے ساتھ ہوگے جس سے تم کو محبت ہوگی" حضرت انس کہتے ہیں سو میں اللہ اس کے رسول اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں ان کے ساتھ ہوں گا ہر چند کہ میرے اعمال ان کے اعمال کی طرح نہیں ہیں۔

۶۵۹۰ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ أَنَسٍ فَأَنَا أُحِبُّ وَمَا بَعْدَهُ .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو روایت کیا، اس حدیث میں حضرت انس کا یہ قول کہ میں ان سے محبت کرتا ہوں، اور اس کے بعد والا جملہ نہیں ہے۔

۶۵۹۱ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجَيْنِ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَقِينَا رَجُلًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے جا رہے تھے تو مسجد کی چوکھٹ کے پاس ہماری ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا: تم نے اس کی کیا تیاری کی

عِنْدَ سُدَّةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَعْدَدْتَ لَهَا قَالَ فَكَأَنَّ الرَّجُلَ اسْتَكَانَ ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا أَعْدَدْتُ لَهَا كَبِيرَ صَلٰوةٍ وَلَا صِيَامٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ قَالَ فَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ۔

ہے؟ وہ خاموش سا ہو گیا، پھر اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے قیامت کے لیے زیادہ (نفلی) نمازیں، زیادہ (نفلی) روزے اور زیادہ (نفلی) صدقات تو تیار نہیں کیے، لیکن میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا تم کو جس کے ساتھ محبت ہوگی، اسی کے ساتھ رہو گے۔

۶۵۹۲ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الْيَشْكُرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ جَبَلَةَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

۶۵۹۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعْتُ أَنَسًا ح وَحَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذٌ (يَعْنِي ابْنَ هِشَامٍ) حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

۶۵۹۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرَى فِي رَجُلٍ أَحَبَّ قَوْمًا وَلَمَّا يَلْحَقْ بِهِمْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس نے کہا یا رسول اللہ! آپ کا اس شخص کے متعلق کیا ارشاد ہے جو کسی قوم سے محبت کرتا ہو اور ان سے واصل نہ ہو؟ آپ نے فرمایا جو شخص جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہوگا!

۶۵۹۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ح وَحَدَّثَنِيهِ بِشْرُ بْنُ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِي ابْنَ جَعْفَرٍ) كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَوَّابِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ قَوْمٍ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۶۵۹۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، پھر حسب سابق حدیث بیان کی

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان احادیث سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور صالحین اور اہل خیر کے ساتھ محبت رکھنے کی فضیلت معلوم ہوئی خواہ وہ حیات ہوں یا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے افضل محبت یہ ہے کہ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے اور مستحبات شرعیہ پر عمل کیا جائے۔ صالحین سے محبت کی شرط یہ نہیں ہے کہ ان کے اعمال کے مطابق عمل کیا جائے، نیز صالحین اور اہل خیر کے ساتھ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو ان کا درجہ من کل الوجوہ مل جائے گا۔[1]

بَابُ ۹۲۶ إِذَا أُثْنِيَ عَلَى الصَّالِحِ فَهِيَ بُشْرَى وَلَا تَضُرُّهُ

نیک آدمی کی تعریف اس کے حق میں بشارت ہے۔

۶۵۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَأَبُو الرَّبِيعِ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ قَالَ تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یہ فرمائیے کہ ایک شخص اچھے کام کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔

۶۵۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، ایک روایت میں ہے لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۲-۳۳۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا النَّضْرُ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ بِإِسْنَادِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِهِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِهِمْ عَنْ شُعْبَةَ غَيْرَ عَبْدِ الصَّمَدِ وَيُحِبُّهُ النَّاسُ عَلَيْهِ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الصَّمَدِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ كَمَا قَالَ حَمَّادٌ۔

تعریف کرتے ہیں۔

لوگوں کا کسی نیک شخص سے محبت کرنا اور اس کی تعریف کرنا اس کے حق میں دنیاوی بشارت اور جزا ہے، قرآن مجید میں ہے:

ان الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحت سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا۔

(مریم: ۹۶)

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے عنقریب رحمٰن ان کے لیے (اپنے بندوں کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین۔

(شعراء: ۸۴)

اور میرے لیے میرے بعد آنے والوں میں ذکر جمیل (نیکیوں کی تعریف) کو جاری رکھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب القدر

(تقدیر کا بیان)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر. (قمر: ۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔

یعنی دنیا کی کوئی چیز ایک اتفاقی حادثہ نہیں ہے، بلکہ ہر چیز کو ایک منصوبہ سے بنایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا کامل علم تھا، اس علم کے مطابق اس کو ایک مقررہ وقت پر ایک خاص شکل وصورت میں بنایا گیا، اس کو ایک خاص حد تک نشوونما دی گئی، ایک خاص وقت تک اس کو باقی رکھا گیا اور اس کی مدت پوری ہونے کے بعد اس کو ختم کر دیا گیا، اسی طرح اپنا وقت پورا ہونے کے بعد یہ تمام دنیا بھی ختم کر دی جائے گی، یہی ہر چیز کی اور پوری دنیا کی تقدیر ہے۔

علامہ راغب اصفہانی تقدیر کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بان یجعلھا علی مقدار مخصوص ووجہ مخصوص حسبما اقتضت الحکمۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مخصوص مقدار اور مخصوص شکل وصورت پر اشیاء کو پیدا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اشیاء کو دو طریقہ سے پیدا فرماتا ہے، بعض چیزوں کو ابتداءً علی وجہ الکمال پیدا فرماتا ہے اور ان میں فنا طاری ہونے تک کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہوتا جیسے آسمان وغیرہ، اور بعض چیزوں کے پہلے اصول پیدا فرماتا ہے پھر بتدریج ان کی نشوونما کرتا ہے، جیسے کھجور کی گٹھلی سے کھجور پیدا ہوتی ہے سیب پیدا نہیں ہوتا اور انسان کے نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے کوئی اور حیوان پیدا نہیں ہوتا۔[1]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زمانوں کا علم تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سابق کے مطابق ان اشیاء کو پیدا فرمایا، عالم علوی ہو یا سفلی ہر عالم میں جو چیز پیدا ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے وجود میں آتی ہے کسی چیز کی ایجاد میں مخلوق کے کسب اور نسبت اور اضافت کے علاوہ مخلوق کا کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ کسب بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت، توفیق، الہام اور تیسیر سے حاصل ہوتا ہے

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ، المفردات، ص ۳۹۵، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

جیسا کہ قرآن اور سنت کی نصوص اس پر شاہد ہیں اس کے برخلاف قدریہ نے یہ کہا ہے کہ عمل کو ہم نے خلق کیا اور اجل کو ہمارے غیر نے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نجران کے وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا کہ اعمال ہمارے قبضہ میں ہیں، تب یہ آیت نازل ہوئی:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹) بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قدریہ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، میری شفاعت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ یہ مجھ سے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قسم کھا کر فرماتے تھے کہ اگر ان میں سے کوئی شخص پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے تو وہ تقدیر پر ایمان لائے بغیر قبول نہیں ہوگا۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

کسی چیز کا علم، ارادہ اور قول کے مطابق موجود ہونا تقدیر ہے، علامہ کرمانی نے کہا قدر سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے علماء نے بیان کیا ہے کہ ازل میں حکم کلی اجمالی قضاء ہے اور اس حکم کی تفصیلات اور جزئیات قدر ہیں، علامہ سمعانی نے کہا اس کو جاننے میں عقل اور قیاس کا دخل نہیں ہے اس کو جاننا صرف کتاب اور سنت پر موقوف ہے، جو شخص کتاب و سنت کے بغیر تقدیر کو جاننا چاہے گا وہ یا گمراہ ہو جائے گا یا دریائے حیرت میں غرق ہوگا، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، اس کا علم کسی نبی مرسل کو ہے نہ ملک مقرب کو، ایک قول یہ ہے کہ جنت میں دخول کے بعد تقدیر کا علم منکشف ہو جائے گا اس سے پہلے نہیں ہوگا۔ امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تو بحث نہ کرو" امام مسلم نے طاؤس سے روایت کیا ہے کہ میں نے متعدد صحابہ رسول سے یہ سنا کہ ہر چیز تقدیر سے ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ دانائی اور نادانی بھی تقدیر سے ہے۔ [2]

بَابُ ۹۴۷ كَيْفِيَّةِ خَلْقِ الْاٰدَمِيِّ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ وَكِتَابَةِ رِزْقِهٖ وَاَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَشَقَاوَتِهٖ وَسَعَادَتِهٖ

ماں کے پیٹ میں انسان کی تخلیق کی کیفیت، اس کے رزق، مدت حیات، عمل اور سعادت و شقاوت کا لکھا جانا

۶۵۹۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق اور مصدوق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۷ ص ۱۴۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۷۸، ۴۷۷، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيعٌ قَالُوا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يَكُونُ فِي ذَلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيهِ الرُّوحَ وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهِ وَأَجَلِهِ وَعَمَلِهِ وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَوَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا۔

٦٦٠٠ - **حَدَّثَنَا** عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ إِنَّ خَلْقَ أَحَدِكُمْ يُجْمَعُ فِي بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً وَقَالَ فِي حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ شُعْبَةَ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعِينَ يَوْمًا وَأَمَّا فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَعِيسَى أَرْبَعِينَ يَوْمًا۔

٦٦٠١ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي

ہے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے، پھر فرشتہ کو بھیجا جاتا ہے وہ اس میں روح پھونک دیتا ہے، پھر اس کو چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا رزق، اس کی مدت حیات، اس کا عمل، اور اس کا شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے، پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے پھر وہ جہنمیوں کے سے عمل کرتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس شخص اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، وکیع کی روایت میں ہے تم میں سے ہر شخص کی خلقت اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس راتوں تک ہوتی ہے، شعبہ کی روایت میں چالیس راتوں یا چالیس دنوں کا ذکر ہے، جریر اور عیسیٰ کی روایت میں چالیس دنوں کا ذکر ہے۔

حذیفہ بن اسید بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب چالیس یا پینتالیس راتوں میں نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے، تو فرشتہ (رحم میں) داخل ہوتا

الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ الْمَلَكُ عَلَى النُّطْفَةِ بَعْدَ مَا تَسْتَقِرُّ فِي الرَّحِمِ بِاَرْبَعِيْنَ اَوْ خَمْسَةٍ وَّاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فَيَقُوْلُ يَارَبِّ اَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ فَيُكْتَبَانِ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ اَذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى فَيُكْتَبَانِ وَيُكْتَبُ عَمَلُهٗ وَاَثَرُهٗ وَاَجَلُهٗ وَرِزْقُهٗ ثُمَّ تُطْوَى الصُّحُفُ فَلَا يُزَادُ فِيْهَا وَلَا يُنْقَصُ۔

ہے اور کہتا ہے اے رب یہ شقی ہے یا سعید ہے؟ پھر یہ امر لکھ دیے جاتے ہیں، پھر کہتا ہے کہ یہ مذکر ہے یا مؤنث، پھر یہ امر لکھ دیے جاتے ہیں، پھر اس کے عمل اثر، مدت حیات اور اس کا رزق لکھ دیا جاتا ہے پھر صحیفے لپیٹ دیے جاتے ہیں اور ان میں کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

۶۶۰۲ - حَدَّثَنِي اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ الْمَكِّيِّ اَنَّ عَامِرَ بْنَ وَاثِلَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ الشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ اُمِّهٖ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ فَاَتٰى رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهٗ حُذَيْفَةُ بْنُ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيُّ فَحَدَّثَهٗ بِذٰلِكَ مِنْ قَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ وَكَيْفَ يَشْقٰى رَجُلٌ بِغَيْرِ عَمَلٍ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ اَتَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ فَاِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا مَرَّ بِالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ لَيْلَةً بَعَثَ اللهُ اِلَيْهَا مَلَكًا فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا ثُمَّ قَالَ يَارَبِّ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى فَيَقْضِي رَبُّكَ مَا شَاءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَقُوْلُ يَارَبِّ اَجَلُهٗ فَيَقُوْلُ رَبُّكَ مَا شَاءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَقُوْلُ يَارَبِّ رِزْقُهٗ فَيَقْضِي رَبُّكَ مَا شَاءَ وَيَكْتُبُ الْمَلَكُ ثُمَّ يَخْرُجُ الْمَلَكُ بِالصَّحِيْفَةِ فِي يَدِهٖ فَلَا يَزِيْدُ عَلٰى مَا اُمِرَ وَلَا يَنْقُصُ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ شقی وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں شقی ہو، اور سعید وہ ہے جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت قبول کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص آتے جن کا نام حضرت حذیفہ بن اسید غفاری تھا، عامر بن واثلہ نے ان کو حضرت ابن مسعود کا یہ قول سنایا انھوں نے کہا وہ شخص کوئی عمل کیے بغیر شقی کیسے ہو جاتا ہے؟ ایک شخص نے کہا کیا آپ اس پر تعجب کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ جب نطفہ پر بیالیس راتیں گذر جاتی ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے، وہ اس کی صورت بناتا ہے، اس کے کان، آنکھیں، کھال، گوشت اور اس کی ہڈیاں بناتا ہے، پھر کہتا ہے اے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے پھر فرشتہ کہتا ہے، اے رب اس کی مدت حیات؟ پھر تمہارا رب جو چاہتا ہے وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ کتاب اپنے ہاتھ میں لے کر نکل جاتا ہے اس میں اللہ کے حکم پر کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔

۶۶۰۳ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ النَّوْفَلِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي اَبُو الزُّبَيْرِ اَنَّ اَبَا الطُّفَيْلِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ۔

۶۶۰۴۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ بْنِ اَبِيْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ اَبِيْ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ اَبُوْ خَيْثَمَةَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَطَاءٍ اَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ حَدَّثَهٗ اَنَّ اَبَا الطُّفَيْلِ حَدَّثَهٗ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى اَبِيْ سَرِيْحَةَ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيِّ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاُذُنَيَّ هَاتَيْنِ يَقُوْلُ اِنَّ النُّطْفَةَ تَقَعُ فِي الرَّحِمِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ يَتَصَوَّرُ عَلَيْهَا الْمَلَكُ قَالَ زُهَيْرٌ حَسِبْتُهٗ قَالَ الَّذِيْ يَخْلُقُهَا فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَذَكَرٌ اَوْ اُنْثٰى فَيَجْعَلُهُ اللّٰهُ ذَكَرًا اَوْ اُنْثٰى ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَسَوِيٌّ اَوْ غَيْرُ سَوِيٍّ فَيَجْعَلُهُ اللّٰهُ سَوِيًّا اَوْ غَيْرَ سَوِيٍّ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا رِزْقُهٗ مَا اَجَلُهٗ مَا خُلُقُهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ شَقِيًّا اَوْ سَعِيْدًا۔

حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے اپنے دونوں کانوں سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رحم میں چالیس راتیں نطفہ ٹھہرا رہتا ہے پھر فرشتہ اس کی صورت بناتا ہے۔ زہیر نے کہا میرا گمان ہے تخلیق کرتا ہے پھر کہتا ہے: اے رب مذکر یا مؤنث؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو مذکر یا مؤنث بنا دیتا ہے، پھر کہتا ہے اے رب اس کو کامل الاعضاء بناؤں یا ناقص الاعضاء؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو کامل الاعضاء یا ناقص الاعضاء بنا دیتا ہے، پھر کہتا ہے: اے رب! اس کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ اس کے اخلاق کیسے ہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو شقی یا سعید بنا دیتا ہے۔

۶۶۰۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ حَدَّثَنَا رَبِيْعَةُ بْنُ كُلْثُوْمٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ كُلْثُوْمٌ عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اَسِيْدٍ الْغِفَارِيِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَفَعَ الْحَدِيْثَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ مَلَكًا مُوَكَّلًا بِالرَّحِمِ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَخْلُقَ شَيْئًا بِاِذْنِ اللّٰهِ لِبِضْعٍ وَاَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِهِمْ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رحم پر ایک فرشتہ مقرر ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے اذن سے کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو چالیس اور کچھ راتیں گذارنے کے بعد ...... پھر حسب سابق حدیث ہے۔

۶۶۰۶۔ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَرَفَعَ الْحَدِيْثَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ وَكَّلَ بِالرَّحِمِ مَلَكًا فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ نُطْفَةٌ اَيْ رَبِّ عَلَقَةٌ اَيْ رَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَقْضِيَ خَلْقًا قَالَ قَالَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے وہ کہتا ہے: اے رب یہ نطفہ ہے، اے رب یہ جما ہوا خون ہے، اے رب یہ گوشت کا لوتھڑا ہے، جب اللہ تعالےٰ کوئی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے، تو فرشتہ کہتا ہے اے رب مذکر یا مونث؟ شقی یا سعید؟ اس

الْمَلَكُ أَيْ رَبِّ ذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى شَقِيٌّ أَوْ سَعِيدٌ فَمَا
الرِّزْقُ فَمَا الْأَجَلُ فَيُكْتَبُ كَذٰلِكَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ.

۶۶۰۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ
ابْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ)
قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ
عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ
الرَّحْمٰنِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنَّا فِي جَنَازَةٍ فِي بَقِيعِ الْغَرْقَدِ
فَأَتَانَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ
وَقَعَدْنَا حَوْلَهُ وَمَعَهُ مِخْصَرَةٌ فَنَكَّسَ فَجَعَلَ
يَنْكُتُ بِمِخْصَرَتِهِ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ
مَا مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ إِلَّا وَقَدْ كَتَبَ اللّٰهُ مَكَانَهَا
مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَإِلَّا قَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً أَوْ
سَعِيدَةً قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَفَلَا
نَمْكُثُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَقَالَ مَنْ كَانَ
مِنْ أَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيرُ إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ
السَّعَادَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيرُ
إِلٰى عَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَقَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ
أَمَّا أَهْلُ السَّعَادَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ السَّعَادَةِ
وَأَمَّا أَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُونَ لِعَمَلِ أَهْلِ الشَّقَاوَةِ
ثُمَّ قَرَأَ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى
فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرٰى وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَ
كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرٰى.

۶۶۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ
بْنُ السَّرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ مَنْصُورٍ
بِهٰذَا الْإِسْنَادِ فِي مَعْنَاهُ وَقَالَ فَأَخَذَ عُودًا وَلَمْ
يَقُلْ مِخْصَرَةً وَقَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي حَدِيثِهِ
عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۶۶۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ

کا رزق کتنا ہے؟ اس کی مدت حیات کتنی ہے؟ پھر اس کے مطابق اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازے کے ساتھ تھے، ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ نے سر جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے، پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص، ہر جاندار شخص کا ٹھکانا جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! ہم اپنے متعلق لکھے ہوئے پر اعتماد کیوں نہ کر لیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو شخص اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا، پھر آپ نے فرمایا عمل کرو اہل سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے، اور اہل شقاوت کے لیے برے اعمال آسان کر دیے جائیں گے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ:) جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی ہم اس کے لیے نیکیوں کو آسان کر دیں گے اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کے لیے برائیوں کو آسان کر دیں گے

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن

بْنُ حَرْبٍ وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ قَالُوْا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهٗ) حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسًا وَفِيْ يَدِهٖ عُوْدٌ يَنْكُتُ بِهٖ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ نَفْسٍ اِلَّا وَقَدْ عُلِمَ مَنْزِلُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلِمَ نَعْمَلُ اَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ لَا اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى اِلٰى قَوْلِهٖ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی، اس سے آپ زمین کرید رہے تھے، آپ نے اپنا سر اقدس اٹھاکر فرمایا: تم میں سے ہر ذی روح کا جنت یا دوزخ میں ایک مقام معلوم ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پھر ہم کس لیے عمل کریں، ہم اس (لکھے ہوئے) پر تکیہ کیوں نہ کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں، تم عمل کرو، ہر شخص کے لیے انہی کاموں کو آسان کیا جاتا ہے جن کے لیے اس کی تخلیق کی گئی ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ:) جس نے صدقہ کیا اور اللہ سے ڈرا اور نیکی کی تصدیق کی، ہم اس کے لیے نیکیوں کو آسان کردیں گے اور جس نے بخل کیا اور لاپرواہی کی اور نیکی کی تکذیب کی ہم اس کے لیے برائیوں کو آسان کردیں گے۔

۶۶۱۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ وَالْاَعْمَشِ اَنَّهُمَا سَمِعَا سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُهٗ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

حضرت علی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

۶۶۱۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا اَبُو الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَاءَ سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَيِّنْ لَنَا دِيْنَنَا كَاَنَّا خُلِقْنَا الْاٰنَ فِيْمَا الْعَمَلُ الْيَوْمَ اَفِيْمَا جَفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيْرُ اَمْ فِيْمَا نَسْتَقْبِلُ قَالَ لَا بَلْ فِيْمَا جَفَّتْ بِهِ الْاَقْلَامُ وَجَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيْرُ قَالَ فَفِيْمَ الْعَمَلُ قَالَ زُهَيْرٌ ثُمَّ تَكَلَّمَ اَبُو الزُّبَيْرِ بِشَيْءٍ لَمْ اَفْهَمْهُ فَسَاَلْتُ مَا قَالَ فَقَالَ اعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے دین کو بیان کیجئے، گویا کہ ہم ابھی پیدا کیے گئے ہیں، ہم آج جو عمل کر رہے ہیں کیا یہ ان چیزوں کے متعلق ہے جن کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں، یا ہم نیا عمل کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا: نہیں تمہارا عمل اس کے مطابق ہے جس کو لکھ کر قلم خشک ہو چکے ہیں، اور جو تقدیر الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے، انھوں نے کہا پھر ہم کس لیے عمل کریں؟ زہیر کہتے ہیں پھر ابوالزبیر نے کوئی کلمہ کہا جس کو میں سمجھ نہیں سکا، میں نے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا تھا، انھوں نے کہا آپ نے فرمایا تھا، عمل کرو، ہر ایک کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

٦٦١٢ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْمَعْنَى وَفِيهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَامِلٍ مُيَسَّرٌ لِعَمَلِهِ.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر عمل کرنے والے کے لیے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے۔

٦٦١٣ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ يَزِيدَ الضُّبَعِيِّ حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعُلِمَ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ قِيلَ فَفِيمَ يَعْمَلُ الْعَامِلُونَ قَالَ كُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! کیا اہل نار سے اہل جنت کا علم متعین ہو گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، کہا پھر عمل کرنے والے کس لیے عمل کریں؟ آپ نے فرمایا ہر شخص جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے لیے وہ عمل آسان کر دیا گیا ہے

٦٦١٤ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، عبد الوارث کی سند میں ہے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

٦٦١٥ - حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ قَالَ قَالَ لِي عِمْرَانُ بْنُ الْحُصَيْنِ أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى عَلَيْهِمْ مِنْ قَدَرِ مَا سَبَقَ أَوْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُونَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقُلْتُ بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى عَلَيْهِمْ قَالَ فَقَالَ أَفَلَا يَكُونُ ظُلْمًا قَالَ فَفَزِعْتُ مِنْ ذَلِكَ فَزَعًا شَدِيدًا

ابو الاسود دیلی بیان کرتے ہیں مجھ سے حضرت عمران بن حصین نے کہا مجھے یہ بتاؤ کہ آج لوگ کس لیے عمل کر رہے ہیں؟ اور مشقت برداشت کر رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الٰہی مقرر ہو چکی ہے؟ یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق یہ از سر نو عمل کر رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں ان کا عمل ان چیزوں کے متعلق ہے جن کا حکم ہو چکا ہے اور تقدیر ثابت ہو گئی ہے، انھوں نے کہا کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ وہ کہتے ہیں میں اس بات سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا، میں نے کہا ہر چیز

وَقُلْتُ كُلُّ شَيْءٍ خَلْقُ اللّٰهِ وَمِلْكُ يَدِهِ فَلَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ فَقَالَ لِي يَرْحَمُكَ اللّٰهُ إِنِّي لَمْ أُرِدْ بِمَا سَأَلْتُكَ إِلَّا لِأَحْزُرَ عَقْلَكَ إِنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ مُزَيْنَةَ أَتَيَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ الْيَوْمَ وَيَكْدَحُونَ فِيهِ أَشَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ مِنْ قَدَرٍ قَدْ سَبَقَ أَوْ فِيمَا يُسْتَقْبَلُونَ بِهِ مِمَّا أَتَاهُمْ بِهِ نَبِيُّهُمْ وَثَبَتَتِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ لَا بَلْ شَيْءٌ قُضِيَ عَلَيْهِمْ وَمَضَى فِيهِمْ وَتَصْدِيقُ ذٰلِكَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی ملکیت اور اس کے قبضہ میں ہے وہ اپنے کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور مخلوق سے ہر چیز کے متعلق سوال ہوگا، انھوں نے مجھ سے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے! میں اپنے اس سوال سے صرف آپ کی عقل کا امتحان لینا چاہتا تھا، مزینہ کے دو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! آج لوگ کس لیے عمل کر رہے اور عمل کی مشقت اٹھا رہے ہیں؟ کیا یہ کوئی ایسی چیز ہے جس کے متعلق حکم ہو چکا ہے اور تقدیر الٰہی ثابت ہو چکی ہے؟ یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور دلائل ثابتہ کے مطابق وہ از سر نو عمل کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ (ان کا عمل) اس کے مطابق ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس کی تقدیر ثابت ہو چکی ہے اور اس کی تصدیق اللہ عزوجل کی کتاب میں ہے (ترجمہ:) قسم ہے انسان کی اور جس نے اس کو بنایا، اور اس کو نیکی اور بدی کا الہام فرمایا۔

۶۶۱۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيلَ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ الزَّمَنَ الطَّوِيلَ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ ثُمَّ يُخْتَمُ لَهُ عَمَلُهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص مدت طویل تک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے، پھر اس کا اہل نار کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے، اور ایک شخص زمانہ دراز تک اہل نار کے عمل کرتا رہتا ہے اور اس کا اہل جنت کے اعمال پر خاتمہ ہوتا ہے۔

۶۶۱۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِيَّ) عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلَ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص لوگوں کے نزدیک اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل نار میں سے ہوتا ہے اور ایک شخص لوگوں کے نزدیک اہل نار کے سے عمل کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟

حدیث نمبر ۶۶۰۷ میں ہے، تم میں سے ہر شخص، ہر جاندار شخص کا ٹھکانا، جنت یا جہنم اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اور اس کا سعید ہونا یا شقی ہونا بھی اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ ہم اپنے متعلق لکھے ہونے پر اعتماد کیوں نہ کر لیں اور عمل کو ترک کیوں نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل سعادت کے عمل کی طرف راجع ہوگا اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا وہ عنقریب اہل شقاوت کے عمل کی طرف راجع ہوگا، پھر آپ نے فرمایا عمل کرو، اہل سعادت کے لیے نیک اعمال آسان کر دیے جائیں گے، اور اہل شقاوت کے لیے برے اعمال آسان کر دیے جائیں گے۔ الحدیث۔

اس مقام پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب انسان کا جنتی یا جہنمی ہونا پہلے سے لکھ دیا گیا ہے تو انسان کو افعال کا مکلف کیوں کیا گیا ہے اور اس کو جزا یا سزا کیوں دی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا ہے ہم اس کے تابع ہیں اور اس کے مطابق کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے اختیار اور ارادہ سے کرنا تھا، اس کا پہلے اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور اس نے اپنے اس علم کو لکھ کر لوح میں محفوظ کر لیا۔ یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم، علم کے تابع نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وكل شیء فعلوه في الزبر۔ (قمر: ۵۲)

اور انھوں نے جو کچھ کام کیے وہ سب کام نوشتوں میں (لکھے ہوئے) ہیں

یعنی ان کے کیے ہوئے کام لوح میں لکھے ہوئے ہیں، یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ لوح میں لکھا ہوا ہے وہی ان کو کرنا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ ہم ایک ماہ پہلے ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ کراچی سے اسلام آباد بک کرا لیتے ہیں، اب ہمیں ایک ماہ پہلے یہ علم ہوتا ہے کہ فلاں دن اتنے بجے ہوائی جہاز کراچی سے اڑے گا اور اسی دن اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا اور ہم نے اپنے اس پروگرام کو اپنی ڈائری میں لکھ کر محفوظ کر لیا، اب واقعہ یہ نہیں ہے کہ چونکہ ہم کو پہلے علم تھا اور ہم نے اپنی ڈائری میں لکھ لیا تھا کہ فلاں دن جہاز اتنے بجے کراچی سے پرواز کر کے اتنے بجے اسلام آباد پہنچے گا، اس لیے ہمارے علم اور ہماری ڈائری کے تابع ہو کر جہاز پرواز کر رہا ہے اور اس مقررہ وقت میں کراچی سے اسلام آباد پہنچ رہا ہے، بلکہ جہاز تو اپنے پروگرام اور شیڈول کے مطابق پرواز کر رہا ہے، ہمیں اس کے شیڈول کا پہلے علم ہو گیا ہے، سو ہمارا علم جہاز کے شیڈول کے تابع ہے جہاز کا شیڈول ہمارے علم کے تابع نہیں ہے، ہم گھڑی میں ایک سال کی کارکردگی والا سیل ڈال دیں تو ہمیں پہلے علم ہوتا ہے کہ یہ سیل ایک سال چلے گا اب اگر ایک سال بعد وہ سیل ختم ہو جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ سیل ہمارے پیشگی علم کی وجہ سے ختم ہو گیا اور اس کی ایک سال تک کی کارکردگی ہمارے علم کے مطابق تھی بلکہ ہمارا علم اس کی مدت کارکردگی کے مطابق تھا، ایک انجینیر ایک ڈیم بنانے سے پہلے اس کے مادہ اور دیگر اجزاء کی استعداد اور صلاحیت کا جائزہ لے کر یہ پیش گوئی کرتا ہے کہ یہ سو سال تک کام کرے گا تو اب اس کی سو سال تک کی کارکردگی انجینیر کے علم کے تابع نہیں ہے بلکہ ڈیم کے اجزاء ترکیبی اور اس کی صلاحیت کے مطابق انجینیر کا علم ہے علی ہذا القیاس مختلف مشینوں کی کارکردگی کی مدت کی گارنٹی دی جاتی ہے، تو ان مشینوں کی کارکردگی اس گارنٹی کے تابع نہیں بلکہ گارنٹی ان کی کارکردگی کے تابع ہوتی ہے، لیکن مخلوق

کا علم ناقص ہوتا ہے اس لیے بعض اوقات ان کے قبل از وقت اندازے غلط ہو جاتے ہیں اس کے برخلاف اللہ عزوجل کا علم کامل ہے اور اس نے جو اپنی مخلوق کی کارکردگی کا قبل از وقت اندازہ لگایا ہے وہ صحیح علم اور صحیح تقدیر ہے اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی نہ ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدر۔ (قمر: ۴۹)

بے شک ہم نے ہر چیز ایک تقدیر (اندازے) کے ساتھ پیدا کی ہے۔

قد جعل اللہ لکل شیء قدرا۔ (طلاق: ۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ (تقدیر) مقرر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ روزانہ لاتعداد مخلوق کو پیدا فرما رہا ہے، اگر اس کو ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ علم نہ ہو کہ کس چیز میں کیا صلاحیت اور استعداد ہے، وہ دنیا میں کیا کرے گی اور کتنی مدت تک باقی رہے گی اور اس نظام کائنات میں اس کا کیا رول ہے تو اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) اس لاعلمی کے ساتھ اس عظیم کائنات کا یہ ہمہ گیر نظام کیا ایک دن بھی جاری رکھ سکتا ہے؟ جب ایک ڈیم بنانے والا انجنیئر اپنے ڈیم کی کارکردگی سے بے خبر نہیں ہوتا تو یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اس پوری کائنات کا خالق اور مربی اپنی مخلوق کے حال اور مستقبل سے لاعلم ہو، اور اس کو کسی شخص کے نیک اور بد افعال کا اسی وقت علم ہو جب وہ ان افعال کو انجام دے چکے! اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے اس کو ازل ہی اس بات کا علم تھا کہ جس وقت جو انسان پیدا ہوگا وہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا کام کرے گا، انسان کو جزاء اور سزا اس کے ارادے اور اختیار کی وجہ سے ملتی ہے انسان اگر نیکی کو اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ نیکی کو پیدا کر دیتا ہے اور بدی کو اختیار کرے تو بدی کو، اور ازل میں جو اللہ تعالیٰ کو انسان کے ارادہ اور اختیار کا علم تھا اس علم سے انسان کے اختیار اور آزادی عمل کی نفی ہوتی ہے نہ ان پر جزاء اور سزا کے استحقاق کی نفی ہوتی ہے۔

جبر اور قدر کے اعتبار سے مسئلہ تقدیر پر اشکال اور اس کا جواب

اس مقام پر دوسری بحث جبر و قدر کی ہے، جبریہ کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کا اصلاً کوئی فعل نہیں ہے اور اس کی حرکات بہ منزلہ جمادات کی حرکات ہیں، انسان کی کوئی قدرت ہے نہ اختیار، اس کا قصد ہے نہ ارادہ۔ یہ نظریہ قطعاً باطل ہے کیونکہ ہم رعشہ کے مریض اور صحت مند انسان کی حرکات میں بداہۃً فرق کرتے ہیں، صحت مند آدمی اپنے قصد اور اختیار سے حرکت کرتا ہے اور رعشہ کے مریض کی حرکت غیر اختیاری ہوتی ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر انسان مجبور ہوتا تو اس کو مکلف کرنا اور اس کے افعال پر جزاء اور سزا کا ترتب صحیح نہ ہوتا اور نہ حقیقۃً یہ کہنا صحیح ہوتا کہ اس نے مثلاً نماز پڑھی، روزہ رکھا، کھانا کھایا اور سفر کیا، اس کے برخلاف جب ہم کہتے ہیں کہ لڑکا جوان ہو گیا، جوان بوڑھا ہو گیا، فلاں بیمار ہو گیا، فلاں مر گیا تو ہم بداہۃً جانتے ہیں کہ پہلی قسم کے افعال اختیاری ہیں اور دوسری قسم کے افعال غیر اختیاری ہیں اور پہلی قسم کے افعال میں انسان مختار ہے اور دوسری قسم کے افعال میں انسان مجبور ہے۔ نیز قرآن مجید کی متعدد آیات جبر کی نفی کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ

ان کے لیے جو آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی رکھی گئی ہے وہ کسی

اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ (سجدہ ۱۷) | کو معلوم نہیں، یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

اولئک اصحب الجنۃ خلدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون (احقاف: ۱۴) | وہ لوگ جنتی ہیں اس میں ہمیشہ رہنے والے، یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

جزاء بما کانوا یعملون۔ (واقعہ: ۲۴) | یہ ان (نیک) کاموں کی جزاء ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

انھم رجس وماواھم جھنم جزاء بما کانوا یکسبون۔ (توبہ: ۹۵) | یہ (منافقین) بے شک ناپاک ہیں، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان (برے) کاموں کی سزا ہے جو وہ (دنیا میں) کرتے تھے۔

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر۔ (کہف: ۲۹) | جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے،

دوسرا مذہب معتزلہ کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا خالق ہے ورنہ رسولوں کو بھیجنا، جزاء اور سزا اور جنت اور جہنم تمام امور کا عبث ہونا لازم آئے گا یہ مذہب بھی باطل ہے، قرآن مجید میں ہے:

واللہ خلقکم وما تعملون۔ (صفت: ۹۶) | تمہیں اور تمہارے تمام اعمال کو اللہ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔

ذلکم اللہ ربکم لا الہ الا ھو خالق کل شیء فاعبدوہ۔ (انعام: ۱۰۲) | یہی ہے تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہ) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو۔

اللہ خالق کل شیء۔ (زمر: ۶۲) | اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ (المرسلت: ۳) | اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔

وما تشاءون الا ان یشاء اللہ رب العلمین۔ (تکویر: ۲۹) | اور تم نہیں چاہ سکتے جب تک اللہ رب العلمین نہ چاہے۔

اہل سنت وجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور کاسب خود انسان ہے، انسان کسب کرتا ہے اور اللہ خلق کرتا ہے، خلق کا معنی ہے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا اور کسب کی متعدد تفسیریں کی گئی ہیں، علامہ محب اللہ بہاری نے لکھا ہے کہ کسب قصد مصمم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ ہے کہ وہ قصد مصمم کے بعد فعل پیدا کر دیتا ہے، چونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کے افعال کا خالق ہے اس لیے اہل سنت نے یہ کہا کہ انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسولوں کو بھیجا جنہوں نے نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ تعالیٰ نے نیکی پر جزاء اور برائی پر سزا دینے کا نظام قائم کیا اور جنت اور جہنم کو بنایا اس لیے یہ ضروری تھا کہ انسان کے لیے قصد اور اختیار کو تسلیم کیا جائے کیونکہ اگر انسان کو نیکی اور بدی اور اچھائی اور برائی پر اختیار نہ ہو تو رسولوں کو بھیجنے اور جزاء اور سزا کے نظام کا کوئی معنی نہیں ہے۔

اب یہ سوال ہے کہ جب ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر قصد مصمم (پختہ ارادہ) کا خالق کون ہے؟ اگر اس کا خالق

اللہ تعالیٰ ہے تو جبر لازم آئے گا اور اگر اس کا خالق انسان ہے تو پھر یہ معتزلہ کے مذہب کی طرف رجوع ہے، یہ بہت مشکل سوال ہے، اس کا صحیح جواب اور حقیقی کشف تو ان شاء اللہ آخرت میں ہوگا، تاہم علماء اہل سنت نے اس سوال کے متعدد جواب دیئے ہیں جن سے کچھ نہ کچھ تسکین ہو جاتی ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، یہ عام مخصوص عنہ البعض ہے یعنی قصد مصمم کے سوا ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے، اور قصد اور کسب کا انسان خالق ہے اور اس تخصیص کی عقل مخصص ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر چیز کے لیے خالق ہونا اپنے عموم پر ہے اور انسان نے قصد کا خلق نہیں احداث کیا ہے اور انسان خالق تو نہیں ہو سکتا لیکن محدث ہو سکتا ہے، کیونکہ خلق کا تعلق موجود بالذات سے ہوتا ہے اور قصد موجود بالذات ہے نہ معدوم بالذات، بلکہ بالتبع موجود ہے اس کو اصطلاح میں "حال" کہتے ہیں، علامہ بہاری نے کہا انسان ادراکات جزئیہ جسمانیہ میں مختار ہے اور علوم کلیہ عقلیہ میں مجبور ہے، علامہ عبدالحق خیر آبادی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ علامہ بہاری نے فطرت الہیہ میں لکھا ہے کہ انسان وہماً مختار ہے اور عقلاً مجبور ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا تعلق امور جزئیہ مثلاً نماز اور روزے کے ساتھ ہوتا ہے اور امور جزئیہ کے صدور کے لیے انسان میں مبادی جزئیہ قریبہ ہوتے ہیں، مثلاً تخیل جزئی، شوق جزئی خاص اور ارادہ خاصہ اور انہی کے اعتبار سے افعال جزئیہ صادر ہوتے ہیں اور ارادہ ہی کے سبب سے انسان کے افعال، افعال قسریہ اور افعال طبعیہ سے ممتاز ہوتے ہیں اور امور جزئیہ کے صدور کے لیے مبادی کلیہ بعیدہ ہوتے ہیں جو بلا ارادہ واجبۃ التحقق ہیں اور مبادی جزئیہ کا وہم سے ادراک ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی جزئیہ ہیں اور مبادی کلیہ کا ادراک عقل سے ہوتا ہے کیونکہ وہ معانی کلیہ ہیں، سو انسان علوم جزئیہ کے اعتبار سے مختار ہے اور ادراکات کلیہ کے اعتبار سے غیر مختار ہے اور جب کہ احکام شرعیہ امور جزئیہ ہیں تو اس میں وہم کے حکم کا اعتبار ہے، اور مکلف ہونے کی صحت مبادی قریبہ کے اعتبار سے ہے، خلاصہ یہ ہے کہ انسان وہم کے حکم کے اعتبار سے مختار ہے اور عقل کے حکم کے اعتبار سے مجبور ہے۔

علامہ خیر آبادی نے علامہ تفتازانی سے بھی ایک جواب نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاریہ کے کچھ اسباب قریب ہیں اور کچھ اسباب بعیدہ ہیں، اسباب قریبہ کے اعتبار سے وہ مختار ہے اور اسباب بعیدہ کے اعتبار سے وہ مجبور ہے۔ [۵۷]

مؤخر الذکر دونوں جوابوں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ادراکات جزئیہ یا اسباب قریبہ کے اعتبار سے جب انسان کسی فعل کو صادر کرتا ہے تو وہ اس کے صدور میں مستقل ہے یا نہیں اگر وہ اس کے صدور میں مستقل ہے تو یہ اعتزال کی طرف رجوع ہے ورنہ جبر کی طرف رجوع ہے، میں اس اشکال کے حل میں مدتوں سرگرداں رہا بالآخر مجھے اس حدیث سے تسکین ہو گئی:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن الدیلمی قال اتیت ابی بن کعب فقلت له وقع فی نفسی شیء من القدر فحدثنی

ابن دیلمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ میرے دل

[۵۷] - علامہ عبدالحق خیر آبادی متوفی ۱۳۱۶ھ، شرح مسلم الثبوت ص ۷۷ - ۷۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

لعل اللہ تعالیٰ ان یذھبہ من قلبی فقال لو ان اللہ تعالیٰ عذب اھل سمٰوٰتہ واھل ارضہ عذبھم وھو غیر ظالم لھم ولو رحمھم کانت رحمتہ خیرا لھم من اعمالھم ولو انفقت مثل احد ذھبا فی سبیل اللہ تعالیٰ ما قبلہ اللہ تعالیٰ منک حتی تؤمن بالقدر وتعلم ان ما اصابک لم یکن لیخطئک وان ما اخطاک لم یکن لیصیبک ولومت علی غیر ھذا لدخلت النار

قال ثم اتیت عبد اللہ بن مسعود فقال مثل ذلک ثم اتیت حذیفۃ بن یمان فقال مثل ذلک ثم اتیت زید بن ثابت فحدثنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل ذلک ۔[1]

ہیں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہوا ہے، آپ مجھے کوئی حدیث بیان کیجئے شاید اللہ تعالیٰ میرے دل سے اس شبہ کو زائل کر دے، حضرت ابی بن کعب نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ عذاب دے گا اور یہ اس کا ظلم نہیں ہوگا (کیونکہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک اپنی ملک میں جو چاہے کرے یہ اس کا ظلم نہیں ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہے، اور اگر تم اللہ کے راستے میں احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ، اور جب تک تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ ٹل نہیں سکتی تھی اور جو چیز تم سے ٹل گئی ہے وہ تم پر آ نہیں سکتی تھی، اگر تم اس کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر مر گئے تو جہنم میں جاؤ گے، پھر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ[2] اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ان تمام احادیث میں اہل سنت وجماعت کی تائید ہے جو تقدیر کے قائل ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تمام واقعات خواہ خیر ہوں یا شر، مفید ہوں یا مضر اللہ تعالیٰ کی قضاء سے وابستہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون ۔ (انبیاء: ۲۳) "اللہ تعالیٰ جو کام کرتا ہے اس سے ان کے متعلق سوال نہیں ہو سکتا اور ان سب سے سوال کیا جائے گا" تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی ملک ہے، وہ جو چاہے کرے، مالک سے اپنی

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹-۸، مطبوعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۷، ۱۸۹، ج ۶ ص ۴۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

ملکیت میں تصرف پر کوئی سوال نہیں ہو سکتا، نیز اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے، اس مسئلہ میں عقل اور قیاس کی گنجائش نہیں ہے، اور صرف کتاب اور سنت کی تصریحات پر توقف کرنا لازم ہے، اور جو شخص اس سے عدول کریگا وہ گمراہ ہوگا اور دریائے حیرت میں غرق ہوگا، اس کے نفس کو شفاء حاصل نہیں ہوگی اور نہ اس کا قلب مطمئن ہوگا، کیونکہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ علم کسی عالم کو نہیں دیا، کسی نبی مرسل کو نہ کسی مقرب فرشتے کو، ایک قول یہ ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مسئلہ تقدیر منکشف ہو جائے گا، ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقدیر پر تکیہ کر کے عمل ترک کرنا ممنوع ہے، بلکہ احکام شرعیہ کے مطابق عمل کرنا واجب ہے، جس شخص کو جس کام کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لیے آسان ہو جاتے گا، نیکوکاروں کے لیے نیکی اور بدکاروں کے لیے بدی [1]

بَابُ ۹۴۶ حِجَاجِ اٰدَمَ وَمُوْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ

۶۶۱۸ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَاِبْرَاهِيْمُ بْنُ دِيْنَارٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ وَاَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ حَاتِمٍ وَابْنِ دِيْنَارٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰى فَقَالَ مُوْسٰى يَا اٰدَمُ اَنْتَ اَبُوْنَا خَيَّبْتَنَا وَاَخْرَجْتَنَا مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ لَهٗ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسَى اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِكَلَامِهٖ وَخَطَّ لَكَ بِيَدِهٖ اَتَلُوْمُنِيْ عَلٰى اَمْرٍ قَدَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيَّ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَنِيْ بِاَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰى وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ اَبِيْ عُمَرَ وَابْنِ عَبْدَةَ قَالَ اَحَدُهُمَا خَطَّ وَقَالَ الْاٰخَرُ كَتَبَ لَكَ التَّوْرَاةَ بِيَدِهٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مباحثہ ہوا، حضرت موسیٰ نے کہا: اے آدم! آپ ہمارے باپ ہیں اور آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: تم موسیٰ ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمکلامی کے لیے منتخب فرمایا، اور اپنے دست قدرت سے تمہارے لیے تورات لکھی کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سو حضرت آدم، حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔ ایک روایت میں حضرت آدم کے کلام میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے تمہارے لیے تورات لکھی۔

۶۶۱۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں مباحثہ ہوا، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ تَحَاجَّ آدَمُ وَمُوسٰی فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰی فَقَالَ لَهٗ مُوسٰی أَنْتَ آدَمُ الَّذِیْ أَغْوَیْتَ النَّاسَ وَأَخْرَجْتَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ الَّذِیْ أَعْطَاهُ اللّٰهُ عِلْمَ كُلِّ شَیْءٍ وَاصْطَفَاهُ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَتِهٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی أَمْرٍ قُدِّرَ عَلَیَّ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ۔

۶۶۲۰- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسٰی بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُوسٰی بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ یَزِیْدَ الْأَنْصَارِیُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِیَاضٍ حَدَّثَنِی الْحَارِثُ بْنُ أَبِیْ ذُبَابٍ عَنْ یَزِیْدَ (وَهُوَ ابْنُ هُرْمُزَ) وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ قَالَا سَمِعْنَا أَبَا هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَّ آدَمُ وَمُوسٰی عَلَیْهِمَا السَّلَامُ عِنْدَ رَبِّهِمَا فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰی قَالَ مُوسٰی أَنْتَ آدَمُ الَّذِیْ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِیَدِهٖ وَنَفَخَ فِیْكَ مِنْ رُوْحِهٖ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهٗ وَأَسْكَنَكَ فِیْ جَنَّتِهٖ ثُمَّ أَهْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِیْئَتِكَ إِلَی الْأَرْضِ فَقَالَ آدَمُ أَنْتَ مُوسَی الَّذِی اصْطَفَاكَ اللّٰهُ بِرِسَالَتِهٖ وَبِكَلَامِهٖ وَأَعْطَاكَ الْأَلْوَاحَ فِیْهَا تِبْیَانُ كُلِّ شَیْءٍ وَقَرَّبَكَ نَجِیًّا فَبِكَمْ وَجَدْتَ اللّٰهَ كَتَبَ التَّوْرَاةَ قَبْلَ أَنْ أُخْلَقَ قَالَ مُوسٰی بِأَرْبَعِیْنَ عَامًا قَالَ آدَمُ فَهَلْ وَجَدْتَ فِیْهَا وَعَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی قَالَ نَعَمْ قَالَ أَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰی أَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیَّ أَنْ أَعْمَلَهٗ قَبْلَ أَنْ یَخْلُقَنِیْ بِأَرْبَعِیْنَ سَنَةً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ آدَمُ مُوسٰی۔

۶۶۲۱- حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِیْ حَاتِمٍ

پر غالب ہو گئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم وہ آدم ہو جس نے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان کو جنت سے نکال دیا! حضرت آدم نے فرمایا تم وہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم دیا اور جس کو رسالت کے سبب سے لوگوں پر فضیلت دی؟ انھوں نے کہا ہاں! فرمایا کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے پہلے مقدر کر دیا تھا!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے سامنے مباحثہ کیا، سو حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے، حضرت موسیٰ نے کہا تم وہ آدم ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور تم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی اور فرشتوں سے تم کو سجدہ کرایا اور تم کو اپنی جنت میں رکھا، پھر تم نے اپنی خطا کے سبب لوگوں کو جنت سے زمین کی طرف نکالا! حضرت آدم نے فرمایا تم وہ موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے فضیلت دی اور تم کو (تورات کی) وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے اور تم کو سرگوشی کے لیے اپنا مقرب بنایا، بتاؤ تمہاری معلومات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے کتنا عرصہ پہلے تورات کو لکھ دیا تھا، حضرت موسیٰ نے کہا چالیس سال پہلے، حضرت آدم نے کہا کیا تم نے تورات میں یہ پڑھا ہے کہ آدم نے اپنے رب کی (ظاہراً) معصیت کی اور وہ (صورۃً) گمراہ ہوا! انھوں نے کہا ہاں! حضرت آدم نے فرمایا کیا تم میرے اس عمل پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا کہ میں یہ عمل کروں گا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پس حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے!

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قالا حدثنا يعقوب بن ابراهيم حدثنا ابي عن ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتج آدم وموسى فقال له موسى انت آدم الذي اخرجتك خطيئتك من الجنة فقال له آدم انت موسى الذي اصطفاك الله برسالته وبكلامه ثم تلومني على امر قد قدر علي قبل ان اخلق فحج آدم موسى۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام میں بحث ہوئی، حضرت موسیٰ نے فرمایا تم وہ آدم ہو جس کی خطا نے اس کو جنت سے نکالا حضرت آدم نے کہا تم وہ موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی رسالت اور اپنی ہم کلامی سے مشرف کیا، پھر تم مجھ کو اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا کیے جانے سے پہلے مقدر کر دیا تھا، پھر حضرت آدم حضرت موسیٰ پہ غالب ہو گئے۔

۶۶۲۲ - حدثني عمرو الناقد حدثنا ايوب بن النجار اليمامي حدثنا يحيى بن ابي كثير عن ابي سلمة عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم ح وحدثنا ابن رافع حدثنا عبد الرزاق اخبرنا معمر عن همام بن منبه عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم بمعنى حديثهم۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت ذکر کی۔

۶۶۲۳ - وحدثنا محمد بن منهال الضرير حدثنا يزيد بن زريع حدثنا هشام بن حسان عن محمد بن سيرين عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم نحو حديثهم۔

حضرت ابوہریرہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت ذکر کی۔

۶۶۲۴ - حدثني ابو الطاهر احمد بن عمرو بن عبد الله بن عمرو بن سرح حدثنا ابن وهب اخبرني ابو هانئ الخولاني عن ابي عبد الرحمن الحبلي عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كتب الله مقادير الخلائق قبل ان يخلق السموات والارض بخمسين الف سنة قال وعرشه على الماء۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا اور عرش پانی پر تھا۔

۶۶۲۵ - حدثنا ابن ابي عمر حدثنا المقرئ حدثنا حيوة ح وحدثني محمد بن سهل التميمي حدثنا ابن ابي مريم اخبرنا نافع (يعني ابن يزيد) كلاهما عن ابي هانئ بهذا الاسناد مثله غير انهما

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ عرش پانی پہ تھا۔

لَمْ يَذْكُرَا وَعَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔

کیا معصیت کے ارتکاب پر تقدیر کا عذر پیش کیا جا سکتا ہے

حدیث نمبر ۶۶۲۰ میں ہے: حضرت آدم نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: کیا تم میرے اس عمل پر ملامت کر رہے ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے مقدر کر دیا تھا؟

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس جگہ تقدیر سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے، یا تورات کے صحیفوں یا اس کی تختیوں میں لکھنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر حضرت آدم حضرت موسیٰ پر غالب ہو گئے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت آدم کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اے موسیٰ علیک السلام! تم کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پیدا کرنے سے پہلے یہ امر لکھ دیا تھا، اور میرے حق میں مقدر کر دیا تھا، اس لیے اس کا وقوع یقینی تھا، اور اگر میں تمام مخلوق کے ساتھ مل کر بھی اس امر میں سے ایک ذرہ کے برابر بھی رد کرنا چاہتا تو نہ کر سکتا! تو تم مجھے اس پر کیوں ملامت کرتے ہو، نیز ذنب پر شرعاً ملامت ہوتی ہے، عقلاً ملامت نہیں ہوتی، اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی اور ان کی مغفرت کر دی تو ان سے ملامت کی وجہ زائل ہو گی، اب جو شخص ان کو ملامت کرے گا اس کی حجت شرعاً مغلوب ہو گی۔

اب یہ اعتراض ہو کہ اگر ہم میں سے کوئی گناہ کرنے والا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے یہ معصیت مقدر کر دی تھی تو اس سے ملامت اور سزا ساقط نہیں ہو گی، تو حضرت آدم علیہ السلام سے ملامت کے سقوط کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ گناہ کرنے والا دار التکلیف میں ابھی باقی ہے اور اس پر مکلفین کے احکام جاری ہیں اور ان احکام میں سزا اور ملامت بھی ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے جس وقت یہ مکالمہ ہوا وہ دار التکلیف سے رحلت فرما چکے تھے اور جس وقت وہ دار التکلیف میں تھے اس وقت انھوں نے شجر ممنوعہ کھانے پر تقدیر کا عذر نہیں پیش کیا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس فعل پر مسلسل توبہ اور استغفار کرتے رہے۔

حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان یہ مکالمہ عالم ارواح میں ان کی روحوں کے درمیان ہوا، یا یہ دونوں حضرات جسد شخصی کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے اور باہم مکالمہ ہوا، جیسے شب معراج انبیاء علیہم السلام کی آپس میں ملاقات ہوئی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے زمانہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملا دیا ہو اور ان کی زیارت کرائی ہو۔ [1]

حدیث نمبر ۶۶۲۴ میں ہے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیر کو لکھا۔ علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ زمانہ سورج کی حرکت سے مقدر ہوتا ہے جو افلاک کی حرکت کے تابع ہے تو آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے سے پہلے پچاس ہزار سالوں کا کیسے ثبوت ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد کثرت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

ہے یا مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ عرصہ اتنا تھا جو پچاس ہزار سال کے برابر تھا۔ [1]

اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو شجر ممنوعہ کھانے پر ملامت کی اور یہ کہا کہ آپ نے اپنے گناہ کے سبب لوگوں کو جنت سے نکالا، اور حضرت آدم نے اس پر تقدیر کا عذر پیش کیا اور حضرت موسیٰ پر غلبہ پایا۔ تقدیر کی بحث سے پہلے یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ کیا انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے، اگر ان سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے تو پھر ان کے معصوم ہونے کا کیا معنی؟ اور اگر ان سے گناہوں کا صدور نہیں ہوتا تو پھر ان کی طرف گناہوں کی نسبت کرنے کی کیا توجیہ ہے؟ اس لیے ہم پہلے عصمت کی تحقیق کر رہے ہیں، اس بحث میں ہم پہلے عصمت کا لغوی معنی بیان کریں گے، پھر عصمت کا اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر عصمت اور حفاظت کا فرق بیان کریں گے، پھر عصمت انبیاء پر دلائل ذکر کریں گے، پھر انبیاء علیہم السلام کی طرف جو بعض آیات اور احادیث میں گناہوں کی نسبت کی گئی ہے اس کی توجیہ بیان کریں گے اللهم ارنی الحق حقا وارزقنی اتباعه، وارنی الباطل باطلا وارزقنی اجتنابه۔

عصمت کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

العصمة: المنعة والعاصم المانع الحامی والاعتصام الامتساك بالشیء۔ [2]

عصمت کا معنی ہے روک لینا، محفوظ رکھنا، عاصم کا معنی ہے محفوظ رکھنے والا، حمایت کرنے والا، اعتصام کا معنی ہے کسی شئ کو مضبوطی سے پکڑنا، باز رکھنا۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

العصمة فی کلام العرب: المنع، و عصمة الله عبده: ان یعصمه مما یوبقه۔ [3]

کلام عرب میں عصمت کا معنی ہے روکنا، محفوظ رکھنا، اور جب اللہ کی عصمت کا بندہ سے تعلق ہو تو اس کا معنی ہے بندہ کو ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچانا۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

عصمة الانبیاء حفظه ایاهم اولا بما خصهم به من صفاء الجوهر ثم بما اولاهم من الفضائل الجسمیة والنفسیة ثم بالنصرة و بتثبیت اقدامهم ثم بانزال السکینة علیهم وبحفظ قلوبهم وبالتوفیق۔ [4]

عصمت انبیاء کا معنی یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی ذوات کی خصوصیات کی حفاظت کرنا، پھر ان کے جسمانی اور روحانی فضائل کی حفاظت کرنا، پھر ان کی مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھنا، پھر ان پر سکینہ نازل کر کے ان کے دلوں کو محفوظ رکھنا اور ان کو توفیق دینا۔

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۸۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۳ ص ۲۴۹، مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۲ ص ۴۰۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ایران ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۳۳۷، مطبوعہ المکتبۃ المرتضویہ ایران، ۱۳۴۲ھ

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال الزجاج العصمۃ الحبل ——— وکل ما امسک شیئا فقد عصمہ وقال المناوی العصمۃ ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن منہا۔[1]

زجاج نے کہا عصمت کا معنی ہے رسی، ہر وہ چیز جو کسی چیز کو روک لے وہ اس کے لیے عصمت ہے، علامہ مناوی نے کہا: گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے رکنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

علماء اہل سنت کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی

علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقیقۃ العصمۃ ان لا یخلق اللہ تعالی فی العبد الذنب مع بقاء قدرتہ واختیارہ وھذا معنی قولہم ھی لطف من اللہ تعالی یحملہ علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقا للابتلاء ولھذا قال الشیخ ابو منصور الماتریدی العصمۃ لا تزیل المحنۃ وبھذا یظھر فساد قول من قال انہا خاصیۃ فی نفس الشخص فی بدنہ یمتنع بسببہا صدور الذنب عنہ کیف ولو کان الذنب ممتنعا لما صح تکلیفہ بترک الذنب ولما کان مثابا علیہ۔[2]

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے باوجود اس کے کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح ہے اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفوں سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور بعض معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کو مکلف کرنا صحیح ہو گا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہو گا۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی نے بھی اسی عبارت کو وضاحت سے بیان کیا ہے اور اس سے اتفاق کیا ہے۔[3]

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

ھی ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن فیہا۔[4]

گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۹۹، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[3] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۳۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

[4] علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۶، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ

مولانا عصام الدین نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کیساتھ کرنے سے اختلاف کیا ہے اور یہ تعریف کی ہے:

بل ماھیۃ العصمۃ عند اھل السنۃ ان لا یخلق اللہ الذنب فی العبد الی قولہ قال الشارح فی شرح المقاصد غیر المعصوم من لیس لہ ملکۃ العصمۃ لا یلزم ان یکون عاصیا بالفعل فضلا عن ان یکون ظالما لکن یحتمل ان یکون تفسیر الشارح العصمۃ تساھما منہ توسعۃ فی الجواب [1]

بلکہ اہل سنت کے نزدیک عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ پیدا نہ کرے ——— علامہ تفتازانی نے شرح المقاصد میں لکھا ہے کہ جب عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ کی جائے گی تو یہ لازم نہیں آئے گا کہ غیر معصوم گنہ گار ہو، چہ جائیکہ ظالم ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علامہ خیالی نے عصمت کی تعریف ملکہ اجتناب معاصی کے ساتھ اسی وجہ سے کی ہو تاکہ یہ جواب دیا جا سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب معصوم کی تعریف یہ کی جائے گی کہ "اللہ تعالیٰ اس میں گناہ پیدا نہ کرے" تو غیر معصوم وہ شخص ہوگا جس میں اللہ تعالیٰ گناہ پیدا کرے اور اس اعتبار سے ہر غیر معصوم شخص کا بالفعل گنہ گار ہونا لازم آئے گا، اس وجہ سے علامہ شمس الدین خیالی نے اس تعریف سے عدول کر کے دوسری تعریف کی کہ عصمت ایک ملکہ ہے جس کی وجہ سے انسان گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچا رہتا ہے اور شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی کا بھی اسی طرف میلان ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا:

غیر المعصوم من لیس لہ ملکۃ العصمۃ [2]

غیر معصوم وہ ہے جس کو عصمت کا ملکہ نہ ہو۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال الشیخ ابو منصور: العصمۃ لا تزیل المحنۃ ای التکلیف المتضمن للکلفۃ لانھا خاصیۃ فی نفس الشخص و بدیہ و لسانہ یمتنع بسببھا صدور الذنب عنہ کما قیل، لانہ لو کان الذنب ممتنعا، لما صح تکلیفہ بترک الذنب کالاعمی لا ینھی عن النظر والمرتعش لا ینھی عن السکون لانہ تحصیل الحاصل [3]

شیخ ابو منصور نے کہا عصمت سے مکلف ہونا زائل نہیں ہوتا یہ بات نہیں ہے کہ عصمت سے کسی کے نفس شخص یا اس کے ہاتھوں یا اس کی زبان میں کوئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر کسی شخص سے گناہوں کا صدور ممتنع ہو تو اس کو گناہوں کے ترک کرنے کے ساتھ مکلف کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ جس طرح اندھے کو دیکھنے سے منع نہیں کیا جاتا اور کپکپانے والے کو سکون سے نہیں منع

---

[1] مولانا عصام الدین متوفی ۹۴۳ھ، حاشیۃ العصام علی شرح العقائد ص ۲۲۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۱۴۷، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ

کیا جاتا۔ کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

والجمهور قائل بانهم معصومون من ذلك من قبل الله معتصمون باختيارهم وكسبهم الاحسينا النجار فانه قال لا قدرة لهم على المعاصى اصلا[1]

جمہور اس نظریہ کے قائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اپنے کسب اور اختیار سے اللہ کی طرف سے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اس کے برخلاف حسین نجار (معتزلی) نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

وقد تقرر ان العصمة عند المتكلمين ان لا يخلق الله فى النبى ذنبا وعند الحكماء ملكة تمنع من الفجور حاصلة من العلم بالقبائح والمحاسن فانه الزاجر عن المعاصى والداعى للطاعة ويتاكد فى الانبياء بالوحى الالهى[2]

متکلمین کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی میں کوئی گناہ پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے یہ ملکہ نیکیوں اور برائیوں کے علم (یقین) سے حاصل ہوتا ہے، یہی علم برائیوں سے باز رکھتا ہے اور نیکیوں پر ابھارتا ہے، انبیاء علیہم السلام میں وحی الٰہی سے یہ علم اور موکد ہو جاتا ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی لکھتے ہیں:

وهى عندنا ان لا يخلق فيهم ذنبا وهى عند الحكماء ملكة تمنع الفجور[3]

ہمارے نزدیک عصمت کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء میں گناہ نہ پیدا فرمائے اور حکماء کے نزدیک عصمت ایک ملکہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی لکھتے ہیں:

حقيقة العصمة ان لا يخلق الله تعالىٰ فى العبد الذنب مع قدرته عليه واختياره[4]

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ کو نہ پیدا کرے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۲۵، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

[2] علامہ احمد شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ ھ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ ھ شرح مواقف ص ۶۹۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[4] علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۸۱ ھ، شرح المسائرہ ص ۲۹۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان

وهی عدم قدرۃ المعصیۃ او خلق غیر ملجیٔ[1] — عصمت گناہوں پر قدرت نہ ہونا ہے یا ایسا وصف ہے جو اختیاری ہے

علامہ ابن ہمام نے پہلی تعریف وہ ذکر کی ہے جو بعض معتزلہ اور بعض شیعہ کا بیان کردہ ہے اور دوسری تعریف وہ ہے جو اہل سنت نے بیان کی ہے، اس کی وضاحت مسلم الثبوت اور اس کی شرح سے ہوتی ہے، مولانا عبد العلی لکھتے ہیں:

(وھی عدم قدرۃ المعصیۃ) عند البعض ونسبہ بعض الروافض الی الشیخ ابی الحسن الاشعری قدس سرہ (او) ھی (خلق مانع) عن ارتکاب المعصیۃ (غیر ملجیٔ) حتی لا یکون المعصوم مضطرا فی ترک المعصیۃ وفی فعل الواجب وھو المختار عند الجمہور[2]

بعض کے نزدیک عصمت معصیت پر قدرت نہ ہونا ہے، بعض روافض نے اس قول کو شیخ ابو الحسن اشعری کی طرف منسوب کر دیا ہے، یا عصمت وہ وصف ہے جو قدرت اور اختیار سے ارتکاب معصیت سے مانع ہو، حتی کہ معصوم نیکی کرنے اور گناہ نہ کرنے میں مجبور نہ ہو، یہ تعریف جمہور کے نزدیک مختار ہے۔

میر سید شریف جرجانی نے "تعریفات" میں حکماء کی تعریف ذکر کی ہے:

العصمۃ ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن منھا[3] — گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

علامہ شرتونی لکھتے ہیں:

العصمۃ ملکۃ اجتناب المعاصی مع التمکن منھا[4] — گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے بچنے کا ملکہ عصمت ہے۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی نے دو تعریفیں ذکر کی ہیں، اشاعرہ کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

عدم خلق اللہ الذنب فی العبد۔ — اللہ تعالیٰ کا بندہ میں گناہ کو پیدا نہ کرنا۔

اور حکماء کے حوالے سے یہ تعریف ذکر کی ہے:

ملکۃ نفسانیۃ تمنع عن المعاصی[5] — عصمت ایک ملکہ نفسانیہ ہے جو گناہوں سے روکتا ہے۔

علامہ ابن ابی شریف لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، تحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ۔
[2] بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین متوفی ۱۲۲۵ھ، فواتح الرحموت ج ۲ ص ۹۷، مطبوعہ مطبع امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۴ھ
[3] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۶۵، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ
[4] علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی، اقرب الموارد، ج ۳ ص ۹۱۷، مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ
[5] مولانا عبد العزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۳۲، ۵۳۱، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

قال صاحب البداية ومعنا قول ابی منصور انها لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله يحمله على فعل الخير ويزجره عن فعل الشر مع بقاء الاختيار تحقيقا للابتلاء۔ [1]

صاحب بدایہ نے یہ کہا ہے کہ امام ابو منصور ماتریدی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ عصمت عبادت پر مجبور کرتی ہے نہ معصیت سے عاجز کرتی ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو بندہ کو قدرت اور اختیار کے باوجود نیکی پر برانگیختہ کرتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے۔

اشاعرہ اور ماتریدیہ نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے کہ "بندہ میں گناہ کی قدرت اور اختیار کے باوجود اللہ تعالیٰ گناہ کو پیدا نہیں کرتا" اور حکماء اسلام نے عصمت کی یہ تعریف کی ہے، عصمت ایک ملکہ ہے جس کی وجہ سے بندہ گناہ پر قدرت کے باوجود گناہوں سے مجتنب رہتا ہے، ان دونوں تعریفوں کا مآل واحد ہے، علماء شیعہ کے مابین عصمت کی تعریف میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ گناہ پر قدرت کے باوجود گناہ سے بچے رہتے ہیں اور بعض نے کہا انھیں گناہ پر قدرت نہیں ہوتی اور ان کے لیے گناہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

علماء شیعہ کے نزدیک عصمت کا اصطلاحی معنی اور بحث و نظر

شیخ محمد باقر مجلسی لکھتے ہیں:

باید دانست کہ معصوم بر ترک گناہ مجبور نیست ولیکن حق تعالیٰ بلطفے چند نسبت باو کند کہ باو باختیار خود ترک معصیت کند۔ [2]

جاننا چاہیے کہ معصوم گناہ کے ترک پر مجبور نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ اس پر ایسے لطف کی نسبت کرتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے معصیت کو ترک کر دیتا ہے۔

اس کے برخلاف شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی لکھتے ہیں:

ان الانبياء عليهم السلام لا يجوز عليهم فعل شیء من القبيح لا قبل النبوة ولا بعدها لا صغيرها ولا كبيرها۔ [3]

انبیاء علیہم السلام کے لیے کوئی برا کام کرنا ممکن نہیں ہے، نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد، صغیرہ نہ کبیرہ۔

اور شیخ نصیر الدین طوسی لکھتے ہیں:

العصمة عند الاشاعرة هي القدرة على الطاعة وعدم القدرة على المعصية۔ [4]

اشاعرہ کے نزدیک عصمت عبادت پر قدرت اور معصیت پر عدم قدرت ہے۔

دراصل یہ نظریہ بعض شیعہ کا ہے جس کو شیخ طوسی نے تلبیس کر کے اشاعرہ کی طرف منسوب کر دیا ہے جیسا

۱۔ علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامرہ ص ۲۰۵، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ بلوچستان
۲۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ کتاب فروشے اسلامیہ ایران، ۱۳۵۷ھ
۳۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ، تبیان ج ۱ ص ۱۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔
۴۔ شیخ نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد طوسی متوفی ۶۷۲ھ، شرح تجرید ص ۱۰۸،

کہ بحر العلوم مولانا عبد العلی نے شرح مسلم الثبوت میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا ہم نے ابھی باحوالہ ذکر کیا ہے۔ روافض کی اسی تلبیس سے مغالطہ کھا کر بعض علماء اہل سنت نے بھی اس تعریف کو اپنی تصانیف میں ذکر کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اہل سنت کی تعریف کا بھی ذکر کیا ہے، جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے تحریر اور مسائرہ میں، علامہ محب اللہ بہاری نے مسلم الثبوت میں اور ملا علی قاری نے شیخ قونوی کے حوالے سے اس تعریف کو ذکر کیا ہے اور پھر اہل سنت کی تعریف کو امام ابو منصور ماتریدی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کی تحقیق کی[1] پھر اسی کتاب کے آخر میں روافض کی اس تعریف کو رد کر دیا۔[2] ہم ملا علی قاری کی اس عبارت کو شروع میں بیان کر چکے ہیں۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد (ص ۱۰۹)، علامہ پرہاروی نے نبراس (ص ۵۳۵)، علامہ خفاجی نے نسیم الریاض (ج ۴ ص ۳۰۶)، میر سید شریف جرجانی نے شرح مواقف (ص ۶۹۹)، ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر (ص ۱۴۷)، بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت (ج ۲ ص ۹۰) اور علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی نے شرح المسائرہ (ص ۲۹۰) میں روافض کی اس تعریف کو رد کر دیا ہے اور اہل سنت کی بیان کردہ تعریف کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ ہم نے روافض کے رد میں علامہ تفتازانی، ملا علی قاری اور بحر العلوم کی عبارات نقل کی ہیں، اور باقی علماء نے بھی چونکہ یہی دلائل دیے تھے اس لیے ان کا اختصار کی بناء پر ذکر نہیں کیا، البتہ حوالہ جات ذکر کر دیے ہیں جو حضرات چاہیں اصل کتاب کی طرف مراجعت کر لیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر ہے۔

عصمت کی تعریف پر اعتراضات کے جوابات

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں بعض شیعہ علماء نے عصمت کی اپنی تعریف کو اشاعرہ کی طرف منسوب کر دیا اور اس نسبت سے مغالطہ کھا کر بعض علماء اہل سنت نے بھی شیعہ کی تعریف کو اپنی تصانیف میں درج کر دیا۔ البتہ ان میں سے محققین نے، اہل سنت کی تعریف کو بھی ذکر کیا اور بعض نے شیعہ کی تعریف کا صراحۃً رد بھی کر دیا، اور بعض متاخرین علماء نے صرف شیعہ کی تعریف کو ذکر کیا، شیعہ کی اس تلبیس کی وجہ سے بعض معاصر اہل قلم بھی متاثر ہوئے، وہ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام گناہ کبیرہ وصغیرہ پر ہرگز ہرگز قادر نہیں، وہ ہستیاں گناہ کر سکتی ہی نہیں، گناہ کے معاملے میں انبیاء عظام علیہم الصلوۃ والسلام بالکل بے اختیار و بے قدرت ہیں، اسی لیے انبیاء علیہم السلام صرف امر میں مکلف ہوتے ہیں نہی میں مکلف نہیں ہوتے، قرآن پاک میں جتنی بھی نواہی اور ممانعتیں وارد ہوئی ہیں ان میں بعض اگرچہ ظاہراً انبیاء سے خطاب ہیں مگر حقیقۃً وہ تمام ممانعتیں امت کو ہیں۔ ہاں امر میں انبیاء پاک مکلف ہوتے ہیں اور ان کو عبادات بلکہ ہر فعل پر یہاں تک کہ سونے جاگنے، کھانے پینے پر ثواب ملتا ہے۔

(العطایا الاحمدیہ ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

معاصر مذکور نے اس عبارت میں یہ تسلیم کر لیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام امر میں مکلف ہیں اور ان کو عبادات اور تمام

---

[1] - ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح فقہ اکبر ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۷۵ھ
[2] " " " " ، شرح فقہ اکبر ص ۱۴۷، " " " "

افعال پر ثواب ملتا ہے اور انبیاء علیہم السلام مکلف اسی وقت ہوں گے جب مامور بہ کا کرنا اور نہ کرنا دونوں ان کی قدرت اور اختیار میں ہو اور مامور بہ مثلاً نماز کا پڑھنا ثواب اور نہ پڑھنا گناہ ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کو امر میں مکلف ماننا اور مامور بہ کو ان کے زیر قدرت ماننا، ان کے لیے بعینہٖ گناہوں پر قدرت تسلیم کرنا ہے۔ اور کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے پر قدرت اور اختیار کے بغیر مکلف کرنا صحیح ہے نہ اس پر ثواب ملنے کی کوئی وجہ ہے۔

اس عبارت کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر انبیاء علیہم السلام کے لیے معصیت ممتنع بالذات ہو تو اس کی ضد یعنی عبادت واجب بالذات ہوگی، اور انبیاء علیہم السلام ممکن بالذات ہیں اور ممکن بالذات کی کوئی صفت واجب بالذات نہیں ہو سکتی۔

اس عبارت کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ معاصر مذکور کے والد رحمہ اللہ حضرت مفتی احمد یار خان بدایونی مذکور ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ومن اصدق من اللہ حدیثا۔ (نساء: ۸۷) اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا جھوٹ ممتنع بالذات ہے، کیونکہ پیغمبر کا جھوٹ ممتنع بالغیر اور رب تعالیٰ تمام سے زیادہ سچا تو اس کا سچا ہونا واجب بالذات ہونا چاہیے، ورنہ اللہ کے صدق اور رسول کے صدق میں فرق نہ ہوگا۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۱۴۴، مطبوعہ ادارہ کتب اسلامیہ گجرات)

اس عبارت میں حضرت مفتی احمد یار خان نے نبی کے جھوٹ کو ممتنع بالغیر لکھا ہے اور ممتنع بالغیر، ممکن بالذات اور تحت قدرت ہوتا ہے ـــــ اس عبارت سے واضح ہوا کہ جھوٹ انبیاء علیہم السلام کے لیے ممکن بالذات اور تحت قدرت ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام اپنے قصد اور اختیار سے جھوٹ اور باقی تمام معاصی اور معایب سے مجتنب رہتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عصمت اگر بمعنی امتناع صدور و عدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن و درخشندہ صادق آیا کہ من اصدق من اللہ قیلا اور العزۃ للہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر من اصدق من اللہ حدیثا ٥ دیکھو بہ نشاء تعالیٰ علماء کے اس ارشاد کا زیر آیہ کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیوں کر اصدق ہو سکے، کہ اس پر تو کذب محال اوروں پہ ممکن والحمد للہ رب العالمین۔

(سبحان السبوح ص ۳۰، مطبوعہ دار الاشاعت جامع گنج بخش لاہور)

اعلیٰ حضرت نے یہاں عصمت کی تعریف بر سبیل تنزل کی ہے، یعنی اوّل تو عصمت کی تعریف یہ ہے کہ انبیاء باوجود گناہوں پر قدرت کے گناہوں سے مجتنب رہتے ہیں اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے کذب کا ممتنع بالذات اور انبیاء علیہم السلام کے کذب کا ممکن بالذات (ممتنع بالغیر) ہونا بالکل واضح ہے، اور اگر عصمت کی تعریف امتناع صدور اور عدم قدرت کرو (جیسا کہ بعض شیعہ اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے) تب بھی ہمارے استدلال کے خلاف نہیں کیونکہ عصمت جائز السلب ہے اور جب عصمت کا سلب ممکن بالذات ہے تو کذب کا ثبوت بھی ممکن بالذات ہوا یعنی عصمت کی ہر دو تعریفوں پر انبیاء علیہم السلام کا کذب ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب ممتنع بالذات ہے، اسی مفہوم کو اعلیٰ حضرت نے یوں لکھا ہے کہ "اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن"۔

حضرت مفتی احمد یار خان اور اعلیٰ حضرت دونوں کی ان عبارتوں سے واضح ہو گیا کہ ان کے نزدیک عصمت کی تعریف وہی ہے جو تمام اہل سنت کی متفق علیہ تعریف ہے "یعنی گناہوں پر قدرت کے باوجود گناہوں سے باز رہنا۔"

انبیاء علیہم السلام نہی کے مخاطب ہیں

معاصر مذکور کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو قرآن مجید میں حقیقۃً نہی سے خطاب نہیں کیا گیا، قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام کو نہی سے مخاطب کیا گیا ہے، ہم اختصار کے پیش نظر صرف ایک آیت پیش کر رہے ہیں جس میں نہی تحریم کے لیے ہے، ترجمہ اعلیٰ حضرت کا ہے اور تفسیر مفتی احمد یار خاں کی:

واذ بوأنا لابراهيم مكان البيت ان لا تشرك بي شيئا وطهر بيتي للطائفين و القائمين والركع السجود.

(حج: ۲۶)

اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانا ٹھیک بتا دیا، اور حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ کر اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لیے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:

یعنی شرک نہ کرنے پر قائم رہو، (یعنی جس طرح پہلے شرک نہیں کیا آئندہ بھی نہ کرنا۔ سعیدی غفرلہ) ورنہ انبیاء کرام ایک آن کے لیے بھی شریک نہیں کرتے، وہ گناہوں سے بھی معصوم ہیں۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان ص ۴۳۵ مطبوعہ گجرات)

اس آیت میں حضرت ابراہیم کو شرک کی ممانعت کی گئی ہے اور شرک کرنے کی حرمت بدیہی ہے۔

معاصر مذکور نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو یہ لکھا کہ وہ گناہوں پر قادر نہیں ہوتے اور اس معاملہ میں ان کا قطعاً بے بس اور بے اختیار ہونا بیان کیا اور اس میں ان کی فضیلت خیال کی یہ ان کی کم فہمی ہے، انھوں نے یہ غور نہیں کیا کہ اگر انبیاء علیہم السلام کو معصیت پر قدرت نہ ہو تو پھر ان کا معصیت کو ترک کرنا لائق تحسین اور وجہ ثواب نہیں ہوگا، اور نہ ان کا معصیت کو ترک کرنا امت کے لیے حجت اور نمونہ ہوگا، پھر معاصر انبیاء علیہم السلام کو امر کا مکلف مانتے ہیں، اور جب وہ امر کے مکلف ہوئے تو ان کے لیے مامور بہ کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار ماننا پڑے گا اور مامور بہ کو نہ کرنا گناہ ہے اس لیے مامور بہ پر قدرت اور اختیار ماننا گناہ پر قدرت ماننے کو مستلزم ہے۔

امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے

معاصر مذکور کو یہ اشکال لاحق ہوا کہ اگر انبیاء علیہم السلام کو گناہوں پر قدرت ہو اور ان کا کذب ممکن بالذات ہو تو ساری آیات قرآنیہ و احادیث مشکوک ہو گئیں، اس شک کو کس طرح دور کیا جائے؟ (العطایا الاحمدیہ ج ۲ ص ۳۰۰ ملخصاً)

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام کا کذب ممتنع بالذات ہے کیونکہ امور تبلیغیہ میں انبیاء علیہم السلام جو کچھ فرماتے ہیں وہ ان کا کلام نہیں، اللہ تعالیٰ کا کلام ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں کذب ممتنع بالذات ہے۔

علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

اجمع اھل الملل والشرائع کلھا علی وجوب عصمتھم عن تعمد الکذب فیما دل المعجز القاطع علی صدقھم فیہ کدعوی الرسالۃ وما یبلغونہ من اللہ الی الخلائق اذلوجاز علیھم التقول والافتراء فی ذلک عقلا لادی الی ابطال دلالۃ المعجزۃ وھو محال۔ [1]

تمام ادیان اور مذاہب والوں کا اس پر اجماع ہے کہ جن امور میں معجزہ انبیاء علیہم السلام کے صدق پر قطعی دلالت کرتا ہے، ان میں عمداً کذب سے انبیاء علیہم السلام کی عصمت واجب ہے، مثلاً دعوی رسالت اور وہ احکام جو اللہ کی طرف سے بندوں کو پہنچاتے ہیں، کیونکہ احکام تبلیغیہ میں اگر ان پر کذب اور افتراء عقلاً جائز ہو تو اس سے معجزہ کی دلالت باطل ہو جائے گی اور یہ محال ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج نے بھی یہی لکھا ہے۔ [2]

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

ما یتعلق بالتبلیغ فقد اجمعت الامۃ علی کونھم معصومین عن الکذب والتحریف فیما یتعلق بالتبلیغ والا لارتفع الوثوق بالاداء واتفقوا علی ان ذلک کما لا یجوز وقوعہ منھم عمدا لا یجوز ایضا سھوا ومن الناس من جوز ذلک سھوا قالوا لان الاحتراز عنہ غیر ممکن۔ [3]

امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو امور تبلیغ سے متعلق ہیں ان میں انبیاء علیہم السلام کذب اور تحریف سے معصوم ہیں ورنہ شریعت پر اعتماد نہیں رہے گا، اور اس پر اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں کذب عمداً ممکن ہے نہ سہواً، بعض لوگوں نے کہا کہ ان امور میں سہو ممکن ہے کیونکہ اس سے احتراز ناممکن ہے۔

عصمت انبیاء کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات اور مذاہب

امام رازی نے عصمت انبیاء کے متعلق حسب ذیل اقوال نقل کیے ہیں:

(۱)۔ حشویہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز ہے۔

(۲)۔ اکثر معتزلہ کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً گناہ کبیرہ کا صدور جائز نہیں، البتہ عمداً گناہ صغیرہ کا صدور جائز ہے، البتہ ان صغائر کا صدور جائز نہیں جن سے لوگ متنفر ہوں۔

(۳)۔ جبائی کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے عمداً کبائر اور صغائر دونوں کا صدور جائز نہیں البتہ تاویلاً جائز ہے۔

(۴)۔ انبیاء علیہم السلام سے بغیر سہو اور خطاء کے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، لیکن ان سے سہو اور خطاء پر بھی مواخذہ

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۸۸، مطبوعہ مطبع منشی نول کشور لکھنؤ۔

[2] علامہ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

ہوتا ہے۔

(۵)۔ رافضیوں کا مذہب ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کسی گناہ کا صدور نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، سہواً نہ عمداً، تاویلاً نہ خطاً۔[۱]

مذکور الصدر اقوال نقل کرنے کے بعد امام رازی اپنا مختار بیان کرتے ہیں:

عصمت انبیاء کے متعلق محققین کا مذہب

امام رازی لکھتے ہیں:

والمختار عندنا انه لم یصدر عنهم الذنب حال النبوة البتة لا الکبیرة ولا الصغیرة[۲]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے زمانہ نبوت میں یقینی طور پر کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا کبیرہ نہ صغیرہ۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں

والمذهب عندنا منع الکبائر بعد البعثة مطلقا والصغائر عمدا لا سهوا لکن لا یصرون ولا یقرون بل ینبهون فینتبهون[۳]

ہمارا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت کے بعد گناہ کبیرہ مطلقاً نہیں کرتے، اور صغائر عمداً نہیں کرتے، البتہ ان سے سہواً صغیرہ کا صدور ہوجاتا ہے لیکن وہ اس پر اصرار نہیں کرتے اور نہ وہ اس پر برقرار رکھے جاتے ہیں بلکہ ان کو تنبیہ کی جاتی ہے اور وہ متنبہ ہوجاتے ہیں۔

میر سید شریف جرجانی حنفی لکھتے ہیں:

المختار عندنا وهو ان الانبیاء فی زمان نبوتهم معصومون عن الکبائر مطلقا وعن الصغائر عمدا[۴]

ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنے زمانہ نبوت میں مطلقاً گناہ کبیرہ سے اور عمداً صغیرہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وجاز تعمد غیرها بلا اصرار عند الشافعیة والمعتزلة ومنعه الحنفیة وجوزوا الزلة فیهما بان یکون القصد الی مباح فیلزم معصیة کوکز

شافعیہ اور معتزلہ نے بغیر اصرار کے عمداً کبیرہ کے صدور کو جائز کہا ہے اور حنفیہ نے اس کا انکار کیا ہے البتہ انہوں نے کہا کہ انبیاء سے کبیرہ اور صغیرہ کا لغزش

---

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲] " " " " " " تفسیر کبیر ج ۱ ص ۳۰۲

[۳] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۳، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ

[۴] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۸۹، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ۔

موسٰی علیہ السلام و یقترن بالتنبیہ و کانہ شبہ عمد فلم یسموہ خطأ ۔[۱]

کے سبب سے صدور ہو سکتا ہے بایں طور کہ وہ کوئی جائز کام کرنے کا ارادہ کریں اور اس سے معصیت لازم آجائے جیسے موسیٰ علیہ السلام کا گھونسا مارنا (جس سے قبطی ہلاک ہو گیا) اس پر تنبیہ کی جاتی ہے، یہ شبہ عمد ہے وہ اس کو خطاء نہیں کہتے۔

علامہ اسنوی شافعی لکھتے ہیں:

والحق فی ھذا ما قالہ صاحب جمع الجوامع والجلال علیہ من ان الانبیاء علیھم الصلاۃ والسلام معصومون لا یصدر عنھم ذنب اصلا لا کبیرۃ ولا صغیرۃ لا عمدا ولا سھوا وفاقا للاستاذ ابی اسحٰق الاسفرائنی وابی الفتح الشھرستانی والقاضی عیاض والشیخ الامام والد صاحب جمع الجوامع لکرامتھم علی اللہ تعالٰی عن ان یصدر منھم ذنب والمراد کما قال العطار انہ لا یصدر عنھم ذنب ولو قبل النبوۃ وتسمیۃ حینئذ ذنبا مجاز اذ لا حکم قبل الشرع[۲]

اس مسئلہ میں حق وہ ہے جس کو صاحب جمع الجوامع اور علامہ جلال نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اصلاً کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، کبیرہ نہ صغیرہ عمداً نہ سہواً، استاذ ابو اسحٰق اسفرائنی، ابو الفتح شہرستانی قاضی عیاض مالکی اور صاحب جمع الجوامع کے والد کا یہی مختار ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء کی ایسی کرامت ہے کہ ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، عطار نے کہا انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے بھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اور اعلان نبوت سے پہلے کسی کام کو گناہ کہنا بھی مجاز ہے، کیونکہ ورود شرع سے پہلے کوئی حکم نہیں ہوتا۔

علامہ اسنوی شافعی نے قاضی عیاض مالکی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

والصحیح ان شاء اللہ تنزیھھم من کل عیب وعصمتھم من کل ما یوجب الریب[۳]

ان شاء اللہ صحیح مسلک یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر عیب سے منزہ ہیں اور ہر اس چیز سے معصوم ہیں جس سے گناہ کا شک پیدا ہو۔

علامہ عبد العزیز پرہاروی حنفی لکھتے ہیں:

المذکور فی کلام الشارح ھو مذھب عامۃ المتکلمین وخالفھم جمھور جمع من العلماء فذھبوا الی العصمۃ عن الصغائر والکبائر

شرح عقائد میں جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے اعلان نبوت سے پہلے کبیرہ اور اعلان نبوت کے بعد صغیرہ کا صدور جائز ہے، یہ عام متکلمین کا مذہب ہے

---

[۱] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، تحریر مع التقریر والتحبیر ج ۲ ص ۲۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[۲] علامہ جمال الدین اسنوی متوفی ۷۷۲ھ، شرح المنہاج للبیضاوی علی ہامش التقریر والتحبیر ج ۳ ص ۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[۳] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی، متوفی ۵۴۴ھ، شفاء ج ۲ ص ۱۲۸، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان

قبل الوحی و بعدہ وھومختار ابی المنتھٰی شارح الفقہ الاکبر والشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی (الی قولہ) فان قلت فھٰذہ العصمۃ مذھب الشیعۃ قلت اولا لا باس فی الاتفاق الاتفاقی اذمقصود المشائخ اتباع الحق لاوفاق الشیعۃ و ثانیا ان بین الفریقین بعد المشرقین لان الشیعۃ علی تجویز الکفر تقیۃ۔ [1]

اور جمہور علماء کی ایک جماعت نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام اعلان نبوت سے پہلے اور بعد صغیرہ اور کبیرہ سے معصوم ہوتے ہیں، ابوالمنتہیٰ شارح فقہ اکبر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بھی یہی مختار ہے، اگر تم یہ کہو کہ عصمت میں یہ مذہب شیعہ کا ہے تو میں اولاً یہ کہوں گا کہ اتفاقاً کسی مسئلہ میں شیعہ سے موافقت ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ مشائخ کا مقصود حق کی اتباع کرنا ہے نہ کہ شیعہ کی موافقت کرنا، اور ثانیاً یہ کہ ہمارے اور شیعہ کے مذہب میں بہت فرق ہے، کیونکہ وہ عصمت کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے تقیۃً کفر کے صدور کے قائل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا، صغیرہ نہ کبیرہ، اعلان نبوت سے پہلے نہ اعلان نبوت کے بعد، اور قرآن اور حدیث میں انبیاء علیہم السلام کے جن بعض افعال پر ذنب (گناہ) کا اور معصیت کا اطلاق کیا گیا ہے، وہ اطلاق مجازی ہے، وہ افعال حقیقت میں نسیان ہیں، یا اجتہادی خطاء ہیں یا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہیں، اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم عنقریب بیان کر رہے ہیں، عصمت انبیاء میں فقہاء اسلام کے مذاہب کے بیان میں ہم نے امام رازی اور دیگر علماء کی جو عبارات نقل کی ہیں، ان سب نے انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کے صدور کی نفی کی ہے کسی نے یہ نہیں لکھا کہ انبیاء علیہم السلام سے گناہ ممکن نہیں ہیں اور ممتنع بالذات ہیں جیسا کہ بعض شیعہ اور بعض معتزلہ کا مذہب ہے، اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے معصیت کا صدور ممکن بالذات ممتنع بالغیر ہے۔

معصوم اور محفوظ میں فرق

دوسری اہم بحث یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ ہمارے نزدیک معصوم نہیں ہیں بلکہ محفوظ ہیں تو یہ جاننا ضروری ہے کہ معصوم اور محفوظ میں فرق کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے یا اس کا ثبوت قطعی ہے اور خلفاء راشدین اور دیگر اکابر صحابہ کے لیے عصمت کا ثبوت واجب نہیں ہے یا ظنی الثبوت ہے، علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

اگر عصمت کی تعریف یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ معصوم میں گناہ پیدا نہیں کرتا تو لازم آئے گا کہ غیر معصوم میں اللہ تعالیٰ گناہ پیدا کرے، اس اعتبار سے مثلاً حضرت ابوبکر کا گنہ گار ہونا لازم آئے گا اور یہ کلمہ سب ہے۔ اور اگر عصمت کی یہ تعریف کی جائے کہ وہ ایک ملکہ نفسانیہ ہے جس کی وجہ سے انسان گناہ سے مجتنب رہتا ہے تو لازم آئے گا کہ غیر معصوم میں یہ ملکہ نہ ہو اور اس کا بالفعل گنہ گار ہونا لازم نہیں آئے گا اس لیے تعریف اول کے لحاظ سے یہ کہا جائے گا

[1] مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۴۵۴، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

کہ مثلاً حضرت ابوبکر کے لیے عصمت واجب نہیں یا اس کا ثبوت قطعی نہیں۔[۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

وعصمة الانبیاء علی نبینا وعلیهم الصلاة والسلام حفظهم من النقائص وتخصیصهم بالکمالات النفیسة والنصرة والثبات فی الامور وانزال السکینة، والفرق بینهم و بین غیرهم ان العصمة فی حقهم بطریق الوجوب و فی حق غیرهم بطریق الجواز۔[۲]

ہمارے نبی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی عصمت یہ ہے کہ وہ نقائص سے محفوظ ہوں اور کمالات نفیسہ نصرت الٰہی، ثابت قدمی اور انزال سکینہ کے ساتھ مختص ہوں انبیاء اور غیر انبیاء میں فرق یہ ہے کہ انبیاء کے لیے عصمت کا ثبوت واجب ہے (کیونکہ یہ قطعی الثبوت ہے)۔ اور غیر انبیاء کے حق میں جائز ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

والفرق بین عصمة المؤمنین وعصمة الانبیاء علیهم السلام ان عصمة الانبیاء بطریق الوجوب و فی حق غیرهم بطریق الجواز۔[۳]

انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی عصمت میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا ثبوت واجب ہے، (کیونکہ اس کا ثبوت قطعی ہے۔ سعیدی) اور ان کے غیر کی عصمت جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی عصمت چونکہ قرآن مجید کے قطعی دلائل سے ثابت ہے اس لیے وہ واجب الثبوت ہے اور خلفاء راشدین، اکابر صحابہ اور کبار اولیاء کی عصمت پر ظنی یا خطابی دلائل قائم ہیں اس لیے وہ ظنی الثبوت یا جائز الثبوت ہے اس لیے عرف میں انبیاء علیہم السلام کی عصمت کو عصمت سے اور دیگر مومنین کاملین کی عصمت کو حفاظت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ملائکہ کی عصمت کا بیان

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور مشکل کاموں کی طاقت رکھتے ہیں وہ عباد مکرمون ہیں، ہمیشہ اطاعت اور عبادت کرتے ہیں اور تذکیر و تانیث کے ساتھ متصف نہیں ہیں، مسلمانوں کے درمیان ان کی عصمت میں اختلاف ہے جو علماء عصمت ملائکہ کے قائل ہیں ان کا استدلال حسب ذیل آیات سے ہے:

وهم لا یستکبرون ٥ یخافون ربهم من فوقهم ویفعلون ما یؤمرون ٥ (نحل: ۵۰-۴۹)

وہ فرشتے تکبر نہیں کرتے وہ اپنے اوپر اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں اور جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

۱۔ مولانا عبدالعزیز پرہاروی، نبراس ص ۵۳۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۷ھ

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۵۰۲، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

۳۔ حافظ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۵۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

عباد مکرمون ہ لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ۔ (انبیاء : ۲۷-۲۶)

(وہ سب فرشتے) عزت والے بندے ہیں، کسی بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے، اور وہ اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔

لا یستکبرون عن عبادتہ ولا یستحسرون ہ یسبحون الیل والنھار لا یفترون ہ (انبیاء : ۲۰-۱۹)

وہ اس کی عبادت کرنے سے سرکشی نہیں کرتے، اور نہ تھکتے ہیں، رات اور دن اس کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، (اور ذرا) سستی نہیں کرتے۔

لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ (تحریم : ۶)

وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی معصیت نہیں کرتے اور جس کام کا انھیں حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔

اس قسم کی آیات سے اگرچہ عمومی حکم کا یقین حاصل نہیں ہوتا تاہم ظن حاصل ہو جاتا ہے، اور ظنی دلائل سے عقیدہ قطعیہ تو ثابت نہیں ہوتا لیکن عقیدہ ظنیہ ثابت ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کی عصمت پر اعتراضات کے جوابات

جو علماء فرشتوں کی عصمت کا انکار کرتے ہیں ان کے شبہات اور شبہات کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ چونکہ ابلیس کو فرشتوں میں شامل کر کے سجدہ کا حکم دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ تھا، حالانکہ اس نے سجدہ نہیں کیا اور وہ علم الٰہی میں کافروں میں سے تھا، یہ دلیل مردود ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ط کان من الجن ففسق عن امر ربہ ۔ (کہف : ۵۰)

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا، وہ جنوں میں سے تھا اس نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔

قرآن مجید کی اس نص صریح سے معلوم ہوا کہ ابلیس جن تھا، فرشتہ نہیں تھا، اور فرشتوں میں شامل کر کے اس کو سجدہ کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ فرشتوں میں مل جل کر رہتا تھا۔

(۲)۔ فرشتوں کا اللہ تعالیٰ سے یہ کہنا:

اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک ۔ (بقرہ : ۳۰)

کیا تو زمین میں اسے (خلیفہ) بنائے گا جو وہاں فساد کرے اور خون بہائے؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح کرتے ہیں!

فرشتوں کا یہ قول خلیفہ کی غیبت ہے اور اللہ تعالیٰ کے فعل پر اعتراض ہے یعنی اس کو یہ کام نہیں کرنا چاہیے، ظن کی اتباع اور رجم بالغیب ہے اور اپنی خودستائی ہے اور اس قسم کا قول لامحالہ عصمت کے منافی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ غیبت اس وقت ہوتی ہے جب دوسرے کی تنقیص اور تذلیل مقصود ہو اور یہ علام الغیوب کے سامنے غیر متصور ہے، اور تزکیہ اور خودستائی اس وقت ہوتی ہے جب اپنی شان بیان کرنی مطلوب ہو، فرشتوں کی اس کلام سے غرض استفسار اور تعجب اور خلیفہ بنانے کی حکمت معلوم کرنا تھا، فرشتوں کو انسان کے فساد کرنے کا علم اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے یا لوح محفوظ کے مطالعہ سے یا جنوں پر قیاس کرنے سے ہوا، اگر یہ سوال ہو کہ لوح محفوظ میں تو خلیفہ بنانے کی حکمت بھی لکھی ہوئی تھی

اس کا جواب یہ ہے کہ فرشتوں پر وہ حکمت منکشف نہیں کی گئی تھی، اور جب ان پر حکمت منکشف ہو گئی تو انھوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔

(۳)۔ ہاروت اور ماروت نام کے دو فرشتوں کو بابل میں عذاب دیا جا رہا ہے کیونکہ انھوں نے جادو کیا تھا اور یہ عصمت کے منافی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہاروت اور ماروت نے جادو نہیں کیا نہ اس کی تاثیر کا اعتقاد رکھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی آزمائش کے لیے ان پر جادو نازل کیا، جو اس کا سیکھنا اور اس پر عمل کرتا وہ کافر ہو جاتا، اور جو اس سے مجتنب رہتا وہ مومن رہتا، وہ لوگوں کو نصیحت کرتے تھے اور کہتے تھے جادو نہ سیکھو اس کی تاثیر کا اعتقاد نہ رکھو اور اس پر عمل نہ کرو یہ کفر ہے، انھوں نے کسی کبیرہ کا ارتکاب نہیں کیا اور ان کو جو عذاب دیا جا رہا ہے وہ بہ طریق عتاب ہے جیسے انبیاء کو سہو اور زلت پر عتاب ہوتا ہے۔ [1]

علامہ تفتازانی کا ہاروت ماروت کے عذاب کو انبیاء علیہم السلام پر عتاب سے تشبیہ دینا باطل ہے، انبیاء پر عتاب، عذاب نہیں ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا ان پر ایک قسم کا لطف و کرم ہے، پھر علامہ تفتازانی نے ہاروت ماروت سے کبیرہ گناہ کی نفی کی اور عذاب کا اقرار کیا، حالانکہ عذاب کبیرہ گناہ پر ہی ہوتا ہے، درحقیقت ہاروت ماروت کی طرف منسوب شدہ قصہ باطل ہے کہ فرشتوں نے بنو آدم کے مقابلہ میں اپنی عبادات پر فخر کیا، اللہ سبحانہ نے فرمایا کہ میں نے انسان میں شہوت رکھی ہے، اگر تم میں شہوت رکھی گئی تو تم بھی معصیت کرو گے، انھوں نے کہا اگر ہم میں شہوت رکھی گئی تو ہم پھر بھی معصیت نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دو فرشتے منتخب کر لو، تو فرشتوں نے ہاروت اور ماروت کو منتخب کیا، ان میں شہوت رکھی گئی اور ان کو زمین پر عراق کے شہر بابل میں اتار دیا گیا، وہ زہرہ نام کی ایک عورت پر عاشق ہو گئے، زہرہ نے ان کو زنا کرنے اور شراب پینے پر برانگیختہ کیا، تب اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں سے کسی ایک عذاب کا اختیار دیا تو انھوں نے دنیا کے عذاب کو اختیار کر لیا۔ وہ بابل کے کنویں میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کو عذاب دیا جا رہا ہے، اور وہ عورت آسمان پر چڑھ کر ستارہ بن گئی! امام رازی، قاضی عیاض اور قاضی بیضاوی نے اس قصہ کو رد کر دیا اور کہا ہے کہ یہودیوں کا گھڑا ہوا جھوٹا اور باطل قصہ ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

فھذہ القصۃ قصۃ رکیکۃ یشھد کل عقل سلیم بنھایۃ رکاکتھا۔ [2]

یہ قصہ انتہائی رکیک ہے اور ہر عقل سلیم اس کی رکاکت پر شاہد ہے۔

ملائکہ کے مکلف ہونے اور نیکی اور بدی پر قادر ہونے کا بیان

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وللہ یسجد ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من دابۃ والملئکۃ وھم لا یستکبرون ○

جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں (تمام جاندار اور سب) فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں اور

---

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۰۰-۱۹۹، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ، ۱۴۰۱ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یؤمرون ۰ (نحل : ۵۰-۴۹)

وہ تکبر نہیں کرتے، وہ اپنے اوپر اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ فرشتے احکام الٰہیہ کے مکلف ہیں اور وہ معصیت پر قدرت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی نہیں کرتے اور یہی ان کی عصمت کا تقاضا ہے کہ وہ خوف خدا کے سبب معصیت سے مجتنب رہتے ہیں۔

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں:

وقال الکرمانی والملئکۃ موصوفون بالخوف لانھم قادرون علی العصیان وان کانوا لایعصون (الی قولہ) وفی نسبۃ الخوف لمن نسب الیہ السجود والملئکۃ خاصۃً دلیل علی تکلیف الملئکۃ کسائر المکلفین وانھم بین الخوف والرجاء مدارون علی الوعد والوعید کما قال تعالیٰ وھم من خشیتہ مشفقون۔[1]

علامہ کرمانی نے کہا کہ فرشتوں کا خوف زدہ ہونا بیان فرمایا ہے کیونکہ فرشتے معصیت پر قادر ہیں، ہر چند کہ وہ معصیت نہیں کرتے، سجدہ کرنے والوں خصوصاً فرشتوں کی طرف جو خوف کی نسبت ہے اس میں باقی مکلفین کی طرح فرشتوں کے مکلف ہونے کا بیان ہے اور یہ کہ وہ بھی وعد اور وعید کی وجہ سے (عذاب کے) خوف اور (ثواب کی) امید کے درمیان دائر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے خوف کی وجہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

دلت ھذہ الآیۃ علی ان الملائکۃ مکلفون من قبل اللہ تعالیٰ وان الامر والنھی متوجہ علیھم کسائر المکلفین ومتی کانوا کذلک وجب ان یکونوا قادرین علی الخیر والشر۔[2]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ فرشتے اللہ کی طرف سے مکلف ہیں، اور باقی مکلفین کی طرح ان کی طرف بھی امر اور نہی متوجہ ہیں، اور جب وہ مکلف ہیں تو پھر واجب ہے کہ وہ نیکی اور بدی دونوں پر قادر ہوں۔

قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

وفیہ دلیل علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء۔[3]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امید اور خوف کے درمیان دائر ہیں۔

---

[1] علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۵ ص ۴۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3] قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش عنایۃ القاضی ج ۵ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار صادر بیروت

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی لکھتے ہیں:

فیہ دلیل علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون علی الامر والنھی وانھم بین الخوف والرجاء۔[۱]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور ان کا امر اور نہی پر مدار ہے اور وہ خوف اور امید کے درمیان متردد ہیں۔

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

وفیہ ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء۔[۲]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور خوف اور امید کے درمیان دائر ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی حنفی لکھتے ہیں:

وفیہ ان الملائکۃ مکلفون مدارون علی الامر والنھی والوعد والوعید وبین الخوف والرجاء۔[۳]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امر اور نہی اور وعد اور وعید پر ان کا مدار ہے اور وہ امید اور خوف کے درمیان متردد ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

واستدل بالآیۃ علی ان الملائکۃ مکلفون مدارون بین الخوف والرجاء، اما دلالتھا علی التکلیف فلمکان الامر و اما علی خوف فھو اظھر من ان یخفی و اما علی الرجاء فلاستلزم الخوف لہ علی ما قیل (الی قولہ) وزعم بعضھم ان خوفھم لیس الاخوف اجلال ومھابۃ لاخوف وعید وعذاب ویردہ قولہ تعالٰی وھم من خشیتہ مشفقون ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم ولا ینافی ذلک عصمتھم۔[۴]

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ فرشتے مکلف ہیں اور امید اور خوف کے درمیان متردد ہیں، ان کے مکلف ہونے کی دلیل امر ہے اور خوف کی دلیل بالکل ظاہر ہے، اور امید خوف کو مستلزم ہے، بعض علماء نے یہ کہا کہ فرشتوں کو صرف جلال ذات کا خوف ہے عذاب کا خوف نہیں ہے، ان کا یہ قول قرآن مجید کی اس آیت کی وجہ سے مردود ہے: "وہ فرشتے اللہ کے رعب اور جلال سے ڈرتے ہیں، اور ان میں سے جو کہے کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں تو ہم اسے جہنم کی سزا دیں گے۔ (انبیاء: ۲۹-۲۸) فرشتوں کا مکلف ہونا اور عذاب الٰہی سے ڈرنا ان کی عصمت کے منافی نہیں ہے۔

علامہ آلوسی نے سورہ انبیاء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے اس کی تفسیر میں علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی حنفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۳ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

۲۔ علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابوالسعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۳۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۳۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۵ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۴۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۵۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

وھٰذا دلیل علی انھم وان اکرموا بالعصمۃ فھم متعبدون ولیسوا مضطرین الی العبادۃ کما ظنہ بعض الجھال [1]

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ہر چند کہ فرشتے معصوم ہیں لیکن وہ اپنے اختیار سے عبادت کرتے ہیں اور وہ جبراً عبادت نہیں کرتے ہیں جیسا کہ بعض جاہلوں کا خیال ہے۔

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں فرشتوں کا مکلف ہونا، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا اور ان کا معصوم ہونا بیان کیا ہے۔ [2]

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ سورہ نحل کی آیت ۵۰ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
اس آیت سے ثابت ہوا کہ فرشتے مکلف ہیں۔

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ نے بھی حاشیہ نور العرفان میں یہی لکھا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر دلائل

انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے پر حسب ذیل دلائل ہیں:

(۱) اگر انبیاء علیہم السلام سے (العیاذ باللہ) گناہ صادر ہو تو ان کی اتباع حرام ہوگی، حالانکہ ان کی اتباع کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم۔ (آل عمران: ۳۱)

آپ فرما دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(۲)۔ جس شخص سے گناہ صادر ہوں ان کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ (حجرات: ۶)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔

اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شہادت کو بلا تحقیق قبول کرنا واجب ہے۔

(۳)۔ فاسق نبوت کا اہل نہیں ہے، قرآن مجید میں ہے:

قال لاینال عھدی الظلمین۔ (بقرہ: ۱۲۴)

اللہ نے فرمایا ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچتا۔

(۴)۔ اگر نبی سے گناہ صادر ہوں تو ان کو (العیاذ باللہ) ملامت کرنا جائز ہوگا، اور اس سے نبی کو ایذاء پہنچے گی اور انبیاء علیہم السلام کو ایذاء پہنچانا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ۔ (احزاب: ۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

(۵)۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذکر عبدنا ابراھیم واسحٰق ویعقوب

ہمارے بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجئے

---

[1]۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۱ ص ۲۸۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[2]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

اولی الایدی والابصار ○ انا اخلصنا ھم۔ جو قوت اور نگاہ بصیرت والے ہیں، ہم نے ان کو مخلص کر دیا۔

(ص: ۴۶-۴۵)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مخلصین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا!

قال فبعزتك لاغوینھم اجمعین ○ الا عبادك منھم المخلصین۔ (ص: ۸۳-۸۲)

ابلیس نے کہا تیری عزت کی قسم! تیرے مخلص بندوں کے سوا میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔

(۶)۔ گناہ گار لائق مذمت ہے اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی عزت افزائی کی ہے۔

وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔ (ص: ۴۷)

اور بے شک وہ (سب) ہماری بارگاہ میں ضرور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں

(۷)۔ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اگر وہ خود گناہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون۔ (صف: ۳)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناراضگی کی موجب ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ انبیاء سے راضی ہے۔ ارشاد ہے:

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احدا ○ الا من ارتضی من رسول۔ (جن: ۲۷-۲۶)

وہ عالم الغیب ہے، تو وہ اپنے غیب پر کسی کو (بذریعہ وحی) مطلع نہیں فرماتا بجز ان کے جن سے وہ راضی ہے جو اس کے (سب) رسول ہیں۔

اس آیت میں واضح فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ سب رسولوں سے راضی ہے، اور نیکی کا حکم دے کر خود عمل نہ کرنے والے سے وہ راضی نہیں ہے۔

(۸)۔ اگر معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کا صدور ہوتا تو وہ مستحق عذاب ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابدا۔ (جن: ۲۳)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو لاریب اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔

اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام جہنم سے محفوظ اور مامون ہیں اور ان کا مقام جنت خلد ہے۔

(۹)۔ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں اور فرشتوں سے گناہ صادر نہیں ہوتے تو انبیاء علیہم السلام سے بطریق اولیٰ گناہ صادر نہیں ہوں گے، فرشتوں سے افضلیت کی دلیل یہ ہے کہ فرشتے عالمین میں داخل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تمام عالمین پر فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللہ اصطفی آدم ونوحا وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین۔ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے۔

(۱۰)۔ اگر انبیاء علیہم السلام معصیت کریں تو ہم پر معصیت کرنا واجب ہوگی کیونکہ ان کی اتباع واجب ہے اور دوسرے دلائل سے ہم پر معصیت کرنا حرام ہے سو لازم آئے گا کہ ہم پر معصیت کرنا واجب بھی اور حرام بھی ہو اور یہ اجتماع

شدید ہے۔

تفسیر کبیر شرح مقاصد اور شرح مواقف کا مطالعہ کر کے ہم نے یہ دلائل جمع کیے اور ان کو اپنے انداز اور اپنی ترتیب سے پیش کیا ہے، ان میں سے اکثر دلائل ان کتابوں سے لیے ہیں اور بعض ہماری فکر کا نتیجہ ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر اعتراضات کا اجمالی جواب

انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا اجمالی جواب یہ ہے کہ کچھ روایات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف بعض ایسے واقعات منسوب ہیں جو عصمت کے خلاف ہیں، یہ تمام واقعات اخبار احاد سے مروی ہیں اور یہ روایات ضعیف اور ساقط الاعتبار ہیں، اور قرآن مجید کی بعض آیات میں جو انبیاء علیہم السلام کی طرف عصیان غوایت اور ذنب کی نسبت ہے وہ سہو، نسیان، ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء پر محمول ہے اور انبیاء علیہم السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی کمال تواضع، انکسار اور امتثال امر ہے، اس کے بعد ہم انبیاء علیہم السلام کی عصمت پر کیے جانے والے اعتراضات کے تفصیلی جوابات پیش کر رہے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر اعتراض کا جواب

حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

فعصیٰ اٰدم ربہ فغوی ۔ (طٰہٰ: ۱۲۱)

آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، (تو وہ سکونت جنت کی راہ سے) بے راہ ہو گئے۔

اس آیت میں حضرت آدم کی معصیت کا ثبوت ہے، اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حضرت آدم کی طرف ظاہراً اور صورۃً معصیت کا اسناد کیا گیا ہے کیونکہ حضرت آدم نے بھول کر شجر ممنوعہ کھایا تھا اور گناہ تب ہوتا ہے جب قصد اور ارادہ سے عمداً معصیت کا ارتکاب کیا جاتے، مثلاً اگر کوئی روزہ میں بھول کر کھا، پی لے تو گناہ ہے نہ اس سے روزہ ٹوٹتا ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام کے بھول کر شجر ممنوعہ کھانے پر یہ آیت دلیل ہے:

ولقد عھدنا الیٰ اٰدم من قبل فنسی ولم نجد لہ عزما ۔ (طٰہٰ: ۱۱۵)

اور بے شک اس سے پہلے ہم نے آدم سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں) تو وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا کوئی قصد نہیں پایا۔

اس جواب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی مذکور ذیل آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت آدم نے بھول کر نہیں بلکہ قصد اور ارادہ سے شجر ممنوعہ کھایا تھا وہ آیت یہ ہے:

وقال ما نھٰکما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخٰلدین ٥ وقاسمھما انی لکما لمن النٰصحین ٥ فدلٰھما بغرور، فلما ذاقا الشجرۃ بدت لھما سواٰتھما ۔ (اعراف: ۲۰، ۲۲)

اور شیطان نے کہا (اے آدم وحوا) تمہارے رب نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ اور ان سے قسم کھا کر کہا بے شک میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں، پھر شیطان نے انہیں (اپنی طرف) فریب سے جھکا لیا تو جب انہوں نے اس درخت کو چکھا تو ان کی شرم گاہیں ان کے لیے ظاہر

ہوگئیں۔

اس آیت میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت آدم نے شیطان کے اس قول کی تصدیق کی اور اس کے بعد اس درخت سے کھالیا، اور حضرت آدم سے شیطان کے اس قول کی تصدیق کیونکر متصور ہو سکتی ہے، کیونکہ وہ اگر شیطان کے اس قول کی تصدیق کرتے تو یہ شجر ممنوعہ کھانا بڑا گناہ تھا، کیونکہ شیطان نے انھیں اللہ سے بدگمان ہونے کے لیے کہا اور اللہ کا حکم نہ ماننے کی دعوت دی اور اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا، اگر حضرت آدم علیہ السلام ان امور کی تصدیق کر دیتے تو یہ بڑا شدید گناہ تھا حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کے سجدہ نہ کرنے اور اس کے بغض و حسد کا علم تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا تھا:

فقلنا یآدم ان ھٰذا عدو لك ولزوجك فلا یخرجنكما من الجنۃ فتشقٰی۔ (طٰہٰ: ۱۱۷)

تو ہم نے فرمایا اے آدم یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا یکا دشمن ہے تو ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو اور آپ کی بیوی کو جنت سے نکال دے اور آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں حضرت آدم شیطان کی خیر خواہی کی تصدیق نہیں کر سکتے تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت آدم یہ بھول گئے کہ یہ نہی تحریم ہے اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ یہ نہی تنزیہ ہے سو انھوں نے اپنے اجتہاد سے شجر ممنوعہ عمداً کھالیا اور یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی اور اجتہادی خطاء گناہ نہیں ہے بلکہ اس پر اجر ملتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا توبہ اور استغفار کرنا ان کی تواضع اور انکسار ہے، اور ان کو جنت سے زمین کی طرف آنے کا حکم دینا سزا نہیں ہے، بلکہ یہ ان کے مقصد تخلیق کی تکمیل ہے کیونکہ ان کو زمین پر خلافت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا تھا، یہ نہ خیال کیا جائے کہ اس معرکہ میں شیطان کامیاب ہوگیا، کیونکہ شیطان حضرت آدم کے جنت میں عارضی قیام کو بھی برداشت نہیں کر سکا۔ اور اب وہ دنیا میں آکر اور فرائض نبوت پورے کر کے دائمی قیام کے لیے جنت میں جائیں گے، نیز وہ ان کے تنہا وجود کو برداشت نہیں کر سکا اور دنیا میں آنے کے بعد حضرت آدم اپنی بے شمار ذریت کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور شیطان لعنتی ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائے گا، اس لیے حضرت آدم کا دنیا میں آنا ایک بہت بڑی کامیابی کا پیش خیمہ تھا اور شیطان کی ناکامی اور نامرادی کا مقدمہ تھا سو اس معرکہ میں حضرت آدم علیہ السلام کامیاب ہوئے اور شیطان خائب و خاسر ہوا۔

قرآن مجید میں ہے:

فلما اٰتٰھما صالحا جعلا لہ شرکاء فیما اٰتٰھما۔ (اعراف: ۱۹۰)

جب اللہ نے انہیں بہترین بچہ دے دیا تو دونوں (میاں بیوی) اللہ کے لیے (دوسروں کو) اس چیز میں شریک بنانے لگے جو اللہ نے انھیں دی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ یہ ضمیریں حضرت آدم اور حواء کی طرف راجع ہیں، حالانکہ اگر یہ مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی نے شرک کیا ہو اور یہ خلاف اجماع ہے، اس لیے اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ ضمیریں حضرت آدم اور حضرت حواء کی طرف نہیں مطلقاً مرد اور عورت کی طرف راجع ہیں اور یہی قرآن مجید سے ظاہر ہے اگر اس جگہ مرد اور عورت سے حضرت آدم اور حواء مراد ہوں تو یہاں اولادھما محذوف ہے یعنی ان کی اولاد نے اس میں اللہ کا شریک بنایا۔

٭

حضرت نوح علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت نوح کے متعلق یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح نے کہا تھا:

فقال رب ان ابنی من اھلی۔ (ھود: ۴۵)

نوح نے عرض کیا اے میرے رب بیشک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا نوح انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح۔ (ھود: ۴۶)

اے نوح وہ آپ کے اہل سے نہیں، بیشک اس کے بُرے کام ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی تکذیب کر دی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تکذیب نہیں ہے، بلکہ حضرت نوح کو اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے اہل کے متعلق وعدہ کیا تھا وہ اہل صالح کے متعلق تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے تین جھوٹ بولے تھے، ھذا ربی، بل فعلہ کبیرھم، انی سقیم۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کا چاند سورج وغیرہ کو ھذا ربی کہنا بر تقدیر فرض تھا جیسے کسی چیز پر بطلان کا حکم لگانے کے لیے اس کو فرض کیا جاتا ہے یا یہاں یہ استفہام محذوف ہے یعنی اھذا ربی؟ کیا یہ میرا رب ہے؟ اور جو یہ فرمایا تھا بل فعلہ کبیرھم۔ خود بتوں کو توڑ کر فرمایا: "بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہے!" یہ بطور تعریض اور استہزاء فرمایا تاکہ کفار خود اعتراف کریں کہ یہ بڑا بت تو اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا یہ ان بتوں کو کیسے توڑ سکتا ہے اور یہ جو فرمایا تھا انی سقیم "میں بیمار ہوں" اس سے یہ مراد تھی کہ میں قوم کی بت پرستی کی وجہ سے غم و غصہ میں مبتلا ہوں۔ اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس کتاب الفضائل میں بیان کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے ایک گھونسا مارا، جس سے وہ ہلاک ہو گیا، قرآن مجید میں ہے:

فوکزہ موسیٰ فقضیٰ علیہ قال ھذا من عمل الشیطن انہ عدو مضل مبین ۔ قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفر لہ۔ (قصص: ۱۶-۱۵)

موسیٰ نے اس کے مکا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا، (اس کے بعد کہا) یہ کام شیطان کی طرف سے سرزد ہوا بیشک وہ دشمن ہے کھلا گمراہ کرنے والا، موسیٰ نے (اللہ سے) عرض کیا اے میرے رب بیشک میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے معاف فرما دے، تو اللہ نے انہیں معاف فرما دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کرنے کے قصد سے گھونسا نہیں مارا، بلکہ تادیباً ایک گھونسا مار دیا اور وہ قضاء الٰہی سے ہلاک ہو گیا، آپ کا یہ فعل گناہ نہیں تھا، اس پر آپ کا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا آپ کے عجز و انکسار کا کمال ہے انبیاء علیہم السلام سے نسیاناً اور خطاءً بھی کوئی ایسا کام ہو جاتے جس کا عمداً کرنا گناہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو تورات کی الواح گرا دی تھیں تو وہ شدت غضب اور دہشت کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں

سے ساقط ہو گئیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کو سر پکڑ کر کھینچنا ان کو ایذاء پہنچانے کی نقصد سے نہیں کیا تھا بلکہ وہ ان کو قریب کرنا چاہتے تھے، ان میں سے کوئی کام بھی گناہ نہیں تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

سورۂ ص میں حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق چند آیات ہیں، ان کے شانِ نزول میں بعض اسرائیلی روایات میں ایسے امور مذکور ہیں جو منصب نبوت کے خلاف ہیں، ہم پہلے وہ آیات بیان کریں گے، اس کے بعد ان آیات کا صحیح محمل بیان کریں گے اور اخیر میں اسرائیلی روایات بیان کریں گے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وهل اتٰك نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب ۝ اذ دخلوا علٰى داؤد ففزع منهم قالوا لا تخف خصمٰن بغٰى بعضنا علٰى بعض فاحكم بيننا بالحق ولا تشطط واهدنا الٰى سواء الصراط ۝ ان هٰذا اخى له تسع وتسعون نعجة ولى نعجة واحدة فقال اكفلنيها وعزنى فى الخطاب ۝ قال لقد ظلمك بسؤال نعجتك الٰى نعاجه وان كثيرا من الخلطاء ليبغى بعضهم علٰى بعض الا الذين اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت وقليل ما هم وظن داؤد انما فتنٰه فاستغفر ربه وخر راكعا واناب ۩ فغفرنا له ذٰلك وان له عندنا لزلفٰى وحسن ماٰب ۝

(ص: ۲۱ - ۲۵)

کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر آئی جب وہ دیوار پھاند کر (حضرت داؤد کے عبادت کے) حجرے میں آئے، جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو وہ ان سے گھبرا گئے، انھوں نے کہا آپ نہ گھبرائیں، ہم دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی، سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دیں اور حق کے خلاف نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیں، بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کی ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے دے دے اور مجھ پر اپنی تقریر سے دباؤ ڈالتا ہے، داؤد نے کہا بے شک اس نے اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کے لیے تجھ سے دنبی مانگ کر زیادتی کی، اور بے شک اکثر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں ماسوا ان کے جو ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں، اور اس وقت داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انھوں نے فوراً اپنے رب سے استغفار کیا اور سجدہ میں گر گئے، تو ہم نے ان کو معاف کر دیا، اور بیشک ان کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب خاص اور بہترین ٹھکانا ہے۔

ان آیات کے آخر میں ذکر ہے کہ داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے تو انھوں نے فوراً اپنے رب سے استغفار کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے کس آزمائش کا گمان کیا تھا اور کس چیز پر استغفار کیا؟ اس کے متعلق علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ ابوالحیان اندلسی لکھتے ہیں: قرآن مجید کی ان ظاہر آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو دن محض عبادت کے لیے مقرر کیا تھا (حضرت داؤد نے ایک دن عام لوگوں سے خطاب کے لیے، ایک دن مقدمات کے فیصلہ کے لیے، ایک دن اہل وعیال کے لیے اور ایک دن محض اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مقرر کیا تھا) اور جس میں وہ مقدمات کا فیصلہ نہیں کرتے تھے اس دن اچانک چند انسان حجرے کی دیوار پھاند کر آ گئے، حضرت داؤد گھبرا گئے اور یہ گمان کیا کہ یہ لوگ لوٹ مار کے لیے آئے ہیں کیونکہ اس وقت حضرت داؤد حجرے میں بالکل تنہا تھے اور جب ان پر یہ واضح ہوا کہ یہ لوگ ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے آئے ہیں اور ان میں سے دو انسانوں نے آگے بڑھ کر اپنا مقدمہ پیش کیا جیسا کہ تفصیل سے ان آیات میں مذکور ہے، تب حضرت داؤد پر منکشف ہوا کہ ان لوگوں کا آنا کسی لوٹ مار کے لیے نہ تھا بلکہ وہ صرف فیصلہ کراتے آئے تھے اور حضرت داؤد نے یہ گمان کر لیا تھا کہ یہ لوٹ مار کے لیے آتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش ہے، اور جب ان کے گمان کے مطابق واقعہ پیش نہیں آیا تو ان کو اس گمان پر ندامت ہوئی اور انھوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی اور اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور ان کی تعریف و تحسین فرمائی۔

ہر چند کہ حضرت داؤد کا یہ گمان عین تقاضا فطرت تھا، اور یہ گناہ نہیں تھا لیکن چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، اس لیے وہ ہر آن اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں اور معمولی سی بات پر بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں اور ہم کو قطعی طور پر معلوم ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے کسی قسم کا کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا اور اگر ہم بالفرض ان سے گناہوں کا صدور اور وقوع مان لیں تو تمام شریعتیں باطل ہو جائیں گی اور ان کی کسی بات پر اعتماد نہیں رہے گا، اور جس چیز کو وہ وحی الٰہی کہتے ہیں اس پر ایمان لانے کا کوئی داعیہ نہیں رہے گا۔

قرآن مجید میں صرف یہ ذکر ہے کہ حضرت داؤد نے یہ گمان کیا کہ "ہم نے ان کی آزمائش کی ہے اور اپنے رب سے استغفار کیا، سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس کو نہیں مانتے جو قصہ گو راویوں نے بیان کیا ہے جس میں منصب رسالت کی تنقیص ہے۔ [1]

علامہ ابوالحیان اندلسی کے حوالہ سے علامہ آلوسی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہی ان آیات کا صحیح محمل ہے تاہم گفتگو مکمل کرنے کے لیے ہم ان آیات کی وہ تفسیر بھی بیان کر رہے ہیں جو بعض مفسرین نے اسرائیلی روایات کے حوالے سے بیان کی ہے:

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی قوم کے مسلمانوں میں سے اوریا نام کے ایک شخص کی بیوی کو دیکھ لیا، (بعض روایات میں ہے کہ وہ ان کا وزیر تھا) حضرت داؤد کا دل اس عورت کی طرف مائل ہوا (اس کا نام ام سلیمان تھا) حضرت داؤد نے اس شخص سے کہا اس عورت کو طلاق دے دو، وزیر کو ان کی بات رد کرنے سے حیاء آئی، اس نے طلاق دے دی اور آپ نے اس سے شادی کر لی، یہ امر ان کی شریعت میں جائز تھا اور اس پر عموماً عمل ہوتا تھا اور اس کو مروت کے خلاف

---

[1] ۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۸۶ ۔ ۱۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] ۔ علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۷ ص ۳۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

نہیں سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ جس شخص کو کسی کی بیوی اچھی لگتی وہ اس کے خاوند سے طلاق کے لیے کہتا اور اس سے شادی کر لیتا لیکن چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کا مرتبہ اور مقام بہت بلند تھا اس لیے ان آیات میں ان کو اس فرضی مقدمہ سے یہ تنبیہ کی گئی کہ عام لوگ جو کام کرتے ہیں حضرت داؤد کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے، جب کہ ان کے نکاح میں بکثرت ازواج ہیں تو ان کو اس شخص سے طلاق کا سوال نہیں کرنا چاہیے جس کے نکاح میں صرف ایک بیوی ہے بلکہ ان پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنے میلان طبعی کو مغلوب کرتے اور اس آزمائش کے موقع پر صبر سے کام لیتے، بعض روایات میں ہے کہ اوریا نے اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا نکاح کا پیغام دیا تھا، حضرت داؤد نے اس کے پیغام کے اوپر اپنا پیغام دیا، بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ کو اوریا کے پیغام دینے کا علم نہیں تھا، بعض روایات میں یہ ہے کہ ان کی شریعت میں یہ مقرر تھا کہ جب کوئی شخص مر جائے تو اس کی بیوی کے رشتہ دار اس کے ساتھ نکاح کے زیادہ حقدار ہوتے الا یہ کہ وہ اس عورت کو ناپسند کریں، اور یا ایک جنگ میں قتل ہو گیا تو حضرت داؤد نے اس عورت کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور اس عورت کے رشتہ دار حضرت داؤد کی جلالت شان کی وجہ سے اس پیغام کو مسترد نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں جو زیادہ بعید ہیں، لیکن یہ تمام اقوال اور روایات حضرت داؤد علیہ السلام کے مرتبہ اور مقام سے بہت فروتر ہیں اور ان میں سے کوئی چیز بھی اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ان قصوں کو بیان کرے گا میں اس کو ایک سو ساٹھ کوڑے ماروں گا اور انبیاء علیہم السلام پر تہمت لگانے والے کی یہی حد ہے، حضرت علی نے اپنے اجتہاد سے یہ حد مقرر کی جو آزاد مسلمان پر تہمت لگانے کی دگنی حد ہے اور یہ مستحسن ہے، البتہ زین عراقی نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ [1]

حضرت سلیمان علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

حضرت سلیمان علیہ السلام پر متعدد اعتراضات کیے گئے ہیں، ایک اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

اذ عرض علیہ بالعشی الصٰفنٰت الجیاد ہ فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب ہ ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق ہ

(ص: ۳۳ - ۳۱)

جب پچھلے پہر سلیمان کو نہایت اصیل تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے تو انھوں نے کہا میں نے اس مال کی محبت محض اپنے رب کو یاد کرنے کی وجہ سے پسند کی (پھر ان گھوڑوں کو دوڑایا) حتیٰ کہ وہ گھوڑے پس پردہ چھپ گئے، (پھر حکم دیا) ان کو واپس لاؤ، تو ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

اس آیت کے تحت یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنہ میں اس قدر زیادہ مشغول رہے کہ سورج غروب ہو گیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا، اس پر ان کو ملال ہوا اور ان گھوڑوں کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ حافظ الہیثمی نے لکھا ہے کہ امام طبرانی نے یہ روایت اوسط میں حضرت ابی بن کعب سے روایت کی ہے، اس کی سند میں سعید بن بشیر ہے جس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] - علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] - حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۹۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

یہ روایت صحیح نہیں ہے قرآن مجید میں سورج کے چھپنے کا ذکر ہے نہ گھوڑوں کو قتل کرنے کا، حتیٰ توارت بالحجاب کا معنی یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے معائنہ کے لیے ان گھوڑوں کو دوڑانے کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے پھر ان کو واپس بلایا اور محبت سے ان کی گردن اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے، فطفق مسحا کا معنی تلوار سے قتل کرنا نہیں ہے ہر چند کہ آلات جہاد میں اشتغال کی وجہ سے بلاقصد نماز کا قضاء ہو جانا گناہ نہیں ہے، لیکن یہ ثابت نہیں ہے۔ اور گھوڑوں کو قتل کرنا مال کو ضائع کرنا ہے جو مقام نبوت سے بعید ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کا گھوڑوں پر محبت سے ہاتھ پھیرنا بھی اس سبب سے تھا کہ وہ آلہ جہاد ہیں اگر اللہ تعالیٰ آلات جہاد کو مہیا کرنے کا حکم نہ دیتا تو وہ اس سے محبت نہ کرتے یہ محبت بھی اللہ کی وجہ سے تھی۔

دوسرا اعتراض قرآن مجید کی اس آیت کے تحت ہے:

ولقد فتنا سلیمٰن والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب ۰ اور بے شک ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر انھوں نے ہماری طرف رجوع کیا۔ (ص: ۳۴)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس ابتلاء کا اس آیت میں ذکر ہے اس میں زیادہ ظاہر قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک دن کہا آج رات میں ستر ازواج کے پاس جاؤں گا اور ہر عورت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو گھوڑے پر سوار ہو کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرے گا اور (بھولے سے) ان شاء اللہ نہ کہا تو ان میں سے صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا تو دائی نے وہ نا تمام بچہ لا کر کرسی پر ڈال دیا، اس آیت میں اسی جسم کے کرسی پر ڈالنے کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان شاء اللہ نہ کہنا گناہ نہیں ہے زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے۔ (یہ روایت صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے)

امامیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا، جنوں اور شیاطین نے کہا اگر یہ بیٹا زندہ رہا تو ہم پر اس کی وجہ سے وہ آفات نازل ہوں گی جو اس کے باپ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کو ان سے خوف لاحق ہوا اور آپ نے اس بچے اور اس کی دایہ کو بادل میں چھپا دیا، پھر ایک دن اچانک وہ بچہ کرسی پر مردہ پڑا ہوا تھا اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ تنبیہ کی گئی کہ احتیاطی تدابیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتیں، نیز انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق یہ ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر کے توکل کریں، تاہم یہ بھی گناہ نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے، نیز یہ روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس آزمائش کے بعد آپ کے لیے ہوا مسخر کی گئی تھی، اس لیے بادل میں چھپانے کا واقعہ اس سے پہلے کس طرح ہو سکتا ہے!

امام نسائی، امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم اور علامہ سیوطی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت الخلاء جانے لگے تو انھوں نے اپنی انگوٹھی اپنی بیوی جرادہ کو دے دی، شیطان نے حضرت سلیمان کی صورت میں آکر ان سے کہا لاؤ میری انگوٹھی دو، جرادہ نے اس کو انگوٹھی دے دی، جب اس نے وہ انگوٹھی پہن لی تو تمام انسان جن اور شیاطین اس کے مطیع ہو گئے، حضرت سلیمان نے جب آکر جرادہ سے انگوٹھی مانگی تو انھوں نے کہا میں تو وہ

انگوٹھی سلیمان کو دے چکی ہوں، آپ نے کہا میں سلیمان ہوں! انھوں نے کہا تم جھوٹے ہو تم سلیمان نہیں ہو، حضرت سلیمان جس کے پاس بھی گئے اس نے آپ کی تکذیب کی حتیٰ کہ بچوں نے پتھر مارے، جب حضرت سلیمان نے یہ ماجرا دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ اللہ کا امر ہے، ادھر شیطان نے لوگوں پر حکومت کرنا شروع کر دی۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو ان کا ملک واپس کرنا چاہا تو لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف شکوک پیدا کر دیے، پھر لوگوں نے حضرت سلیمان کی ازواج سے پوچھا: کیا تم سلیمان سے کوئی اجنبیت محسوس کرتی ہو؟ انھوں نے کہا ہاں وہ حیض کی حالت میں بھی ہم سے مقاربت کرتے ہیں حالانکہ پہلے ایسا نہیں کرتے تھے، جب شیطان نے یہ جانا کہ اب اس کا بھانڈا پھوٹنے والا ہے تو اس نے شیاطین کو حکم دیا کہ جادو کو کتابوں میں لکھ دو اور ان کو حضرت سلیمان کی کرسی کے نیچے دفن کر دیا، پھر شیاطین نے لوگوں کے سامنے کرسی کے نیچے سے ان کتابوں کو نکالا اور کہا سلیمان اس جادو کے بل پر حکومت کرتے تھے، سو لوگوں نے حضرت سلیمان کا انکار کر دیا اور کافر ہو گئے، شیطان نے اس انگوٹھی کو سمندر میں پھینک دیا اور ایک مچھلی نے اس کو نگل لیا، ادھر حضرت سلیمان سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے، ایک آدمی نے مچھلیاں خریدیں جن میں وہ مچھلی بھی تھی اس نے حضرت سلیمان سے کہا وہ مچھلیاں اٹھا کر ان کے گھر لے جائے اور اجرت میں وہ مچھلی دے دی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مچھلی کو چاک کیا تو اس میں سے وہ انگوٹھی نکلی، حضرت سلیمان نے انگوٹھی کو پہن لیا، اور تمام انسان جنات اور شیاطین آپ کے مطیع ہو گئے اور دوبارہ آپ کی سلطنت قائم ہو گئی، اور شیطان سمندر کے کسی جزیرہ میں بھاگ گیا، حضرت سلیمان نے اس کی تلاش کرائی اور بالآخر اس کو باندھ کر لایا گیا، حضرت سلیمان نے اس کو ایک صندوق میں بند کرا کے سمندر میں پھنکوا دیا، اس شیطان کے نام میں اختلاف ہے۔ سدی سے مروی ہے کہ اس کا نام حبقیق ہے اور اکثرین سے مروی ہے کہ اس کا نام صخر ہے اور قرآن مجید میں جو ہے و القينا على كرسيه جسدًا "اور ہم نے ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا" اس جسم سے اس شیطان کا جسم مراد ہے جس نے حضرت سلیمان کی صورت بنالی تھی۔

علامہ ابوالحیان اور دیگر محققین نے کہا ہے کہ یہ مقالہ یہودیوں اور سوفسطائی زندیقوں کا وضع کردہ اور من گھڑت ہے کسی صاحب عقل کو اس پر اعتقاد نہیں رکھنا چاہیے، شیطان کے لیے نبی کی صورت میں متمثل ہونا حتیٰ کہ لوگوں پر اس کا معاملہ ملتبس ہو جائے کسی طرح ممکن نہیں ہے اور اگر یہ ممکن ہو تو کسی نبی کی رسالت پر اعتماد نہیں رہے گا اور اس روایت میں سب سے قبیح بات یہ ہے کہ نبی کی ازواج پر بھی اس شیطان کا معاملہ ملتبس ہو گیا اور وہ ان کے حیض کے ایام میں ان سے وطی کرتا رہا، نعوذ باللہ من ذالک، اللہ اکبر! یہ بہتان عظیم ہے اور اس روایت کی حضرت ابن عباس کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے۔ [۱]

حضرت یونس علیہ السلام پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

و ذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان

اور ذوالنون (یونس) کو یاد کیجئے جب وہ (قوم پر)

[ہ] علامہ ابوالحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۷، ص ۳۹۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[۱] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۴ ص ۱۹۹ - ۱۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

لن نقدر علیہ۔ (انبیاء: ۸۷) غضب ناک ہو کر نکلے انھوں نے گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہ کریں گے۔

اس آیت کے اعتبار سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت یونس اللہ سے ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ گمان کیا کہ اللہ ان کو نہ پکڑ سکے گا، معاذ اللہ!

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

حضرت یونس اپنی قوم کے معاند کفار پر غضب ناک ہوئے تھے نہ کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ پر، اور ان لن نقدر کا معنی ہے ان لن نضیق علیہ، یعنی انھوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر جانے پر اللہ ان پر گرفت اور تنگی نہیں کرے گا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ انھوں نے یہ گمان کیا کہ اللہ کو ان پر قدرت نہیں ہوگی یا وہ ان کو پکڑ نہیں سکے گا، معاذ اللہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک نہیں تھا، ان کا بلا اجازت جانا گناہ نہیں تھا ایک خلاف اولیٰ کام تھا اور حضرت یونس نے جو اس کو انی کنت من الظالمین میں ظلم سے تعبیر کیا یہ ان کی تواضع اور انکسار ہے[1]

قرآن مجید میں ہے: ولا تکن کصاحب الحوت (قلم: ۴۸) "اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جائیں" یعنی جس طرح حضرت یونس نے کفار اور معاندین پر صبر نہیں کیا تھا آپ بھی اس طرح نہ کریں۔

شیخ محمود الحسن نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

وذا النون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ۔ (انبیاء: ۸۷) اور مچھلی والے کو جب چلا گیا غصہ ہو کر پھر سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے اس کو۔

اس ترجمہ میں حضرت یونس کی طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان نہ ہونے کی نسبت کی گئی ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا کہ ہم نہ پکڑ سکیں گے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال الفراء فاما من اعتقد ان یونس علیہ السلام ظن ان لن یقدر اللہ علیہ فھو کافر لان من ظن ذلک غیر مومن و یونس علیہ السلام رسول لا یجوز الظن علیہ الی قولہ۔ قال الازھری فاما ان یکون قولہ ان لن نقدر علیہ من القدرۃ فلا یجوز لان من ظن ھذا کفر، والظن شک، والشک فی قدرۃ اللہ کفر، وقد عصم اللہ انبیاءہ عن مثل ماذھب الیہ ھذا المتاول ولا یتاول

فراء نے کہا کہ جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ حضرت یونس علیہ السلام نے یہ گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو پکڑ نہیں سکے گا، وہ کافر ہے، کیونکہ جو شخص اللہ کے متعلق عدم قدرت کا گمان رکھے وہ مومن نہیں ہے، اور حضرت یونس علیہ السلام رسول ہیں ان کا یہ گمان کرنا ممکن نہیں ہے، ازہری نے کہا ان لن نقدر کو قدرت سے ماخوذ ماننا جائز نہیں ہے کیونکہ جس نے اللہ کی عدم قدرت کا گمان کیا وہ کافر ہے، گمان شک ہے اور اللہ کی قدرت میں شک کفر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو اس کی مثل سے معصوم رکھا ہے اور اس آیت کا یہ

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۵ ص ۶۱، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

مثلہ الا الجاھل بکلام العرب ولغاتھا [۱]

معنی وہی شخص کرے گا جو کلام عرب اور اس کی لغات سے جاہل ہو۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال الازھری واما ان یکون من القدرۃ فلا یجوز لان من ظن ھذا کفر والظن شک والشک فی قدرۃ اللہ تعالیٰ کفر الخ [۲]

ازہری نے کہا ان لن نقدر کو قدرت سے ماخوذ ماننا جائز نہیں ہے، کیونکہ جس نے اللہ کی عدم قدرت کا گمان کیا وہ کافر ہے اور ظن شک ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنا کفر ہے (اس کے بعد بعینہٖ وہی عبارت ہے جس کو ہم ابھی لسان العرب سے نقل کر چکے ہیں)۔

شیخ محمود الحسن نے جو ان لن نقدر کا معنی عدم قدرت کیا ہے اور حضرت یونس کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عدم قدرت کا گمان کیا جس کو لسان العرب اور تاج العروس میں کفر لکھا ہے، اس کی شیخ عثمانی نے یہ تاویل کی ہے:

یا ایسی طرح نکل کر بھاگا جیسے کوئی یوں سمجھ کر جائے کہ اب ہم اس کو پکڑ کر واپس نہیں لا سکیں گے، گویا بستی سے نکل کر ہماری قدرت سے ہی نکل گیا۔ یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ یونس علیہ السلام فی الواقع ایسا سمجھتے تھے۔ ایسا خیال تو ایک ادنیٰ مومن بھی نہیں کر سکتا بلکہ غرض یہ ہے کہ صورت حال ایسی تھی جس سے یوں منتزع ہو سکتا تھا۔ [۳]

شیخ محمود الحسن نے حضرت یونس کی طرف جو اللہ تعالیٰ کی عدم قدرت کے گمان کی نسبت کی ہے، شیخ عثمانی نے اس کو ظاہر سے ہٹا کر ایک بعید تاویل کی ہے یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق جو توہین آمیز کلمات کہے جائیں اکابر دیوبند کے نزدیک بھی ان میں تاویل معتبر نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی حضور کو صنم یا بت کہنے کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ الفاظ قبیح بولنے والا اگرچہ معنی حقیقیہ بیانی ظاہرہ خود مراد نہیں رکھتا، بلکہ معنی مجازی ہی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی، اہانت و اذیت ذات پاک حق تعالیٰ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں (الی قولہ) پس ان کلمات کفر کے لکھنے والے کو منع کرنا شدید چاہیے اور مقدور ہو اگر باز نہ آوے تو قتل کرنا چاہیے کہ موذی و گستاخ شان جناب کبریا تعالیٰ اور اس کے رسول نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ [۴]

شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

وقد ذکر العلماء ان التھور فی عرض

علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان

---

[۱] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[۲] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۸۲ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[۳] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ

[۴] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۷۲ - ۷۱، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

الانبیاء وان لم یقصد السب کفر (اکفار الملحدین ص ۸۶) یعنی جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔

نیز شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حالہ۔ (اکفار الملحدین ص ۷۳)

کفر کے حکم کا دار و مدار ظاہر پر ہے قصد و نیت اور قرائن حال پر نہیں۔

یہاں تک ہم نے انبیاء سابقین علیہم السلام کی عصمت پر منکرین عصمت کے اعتراضات اور ان کے جوابات بیان کیے ہیں اب ہم بالخصوص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان کریں گے اور آپ کی عصمت پر جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات ذکر کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ آپ سے مطلقاً گناہوں کا صدور نہیں ہوا کبیرہ نہ صغیرہ، بعثت سے پہلے نہ بعثت کے بعد، سہواً نہ عمداً، صورۃً نہ حقیقۃً، البتہ حکمت تبلیغ اور احکام کی مشروعیت بیان کرنے کے لیے، آپ سے بظاہر بعض ایسے کاموں کا صدور ہوا جو فی نفسہ خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہیں، بعض کاموں سے آپ نے منع کیا اور پھر ان کاموں کو کیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ کام فی نفسہ جائز ہیں حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہیں، ہر چند کہ اگر آپ خود عمل نہ کرتے اور ان کاموں کو جائز ہونا صرف بتا دیتے تب بھی مسئلہ معلوم ہو جاتا، لیکن آپ نے اس لیے ان کاموں کو کیا تاکہ امت کو شرف بالاقتداء حاصل ہو جائے اور ہر کام کے لیے آپ کا نمونہ مہیا ہو جائے۔ لیکن ان کاموں کا کرنا کسی قسم کا گناہ نہیں ہے صورۃً نہ حقیقۃً، کیونکہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب گناہ ہوتا ہے نہ صغیرہ، اور چونکہ احکام شرعیہ کی تعلیم اور مسائل کے جواز یا عدم جواز کا بیان فرائض نبوت سے ہے اس لیے ان کاموں پر بھی آپ کو اجر و ثواب ملے گا، اور یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کاموں کو خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی کہا جاتا ہے ان کا خلاف اولیٰ یا مکروہ تنزیہی ہونا امت کے اعتبار سے ہے یعنی اگر امت ان کاموں کو کرے تو وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ کہلائیں گے، اور آپ نے جو ان کاموں کو کیا تو آپ کے اعتبار سے وہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ نہیں ہیں بلکہ ان کاموں کو کر کے ان کا جواز بیان کرنا اور امت کو شرف بالاقتداء کا موقع فراہم کرنا اور ہر عمل کے لیے اسوہ اور نمونہ مہیا کرنا فرائض نبوت اور رسالت سے ہے اور آپ کو ان کاموں کے کرنے پر فرض کا اجر و ثواب ملے گا۔

یاد رہے کہ حضور کا کوئی کام صورۃً بھی گناہ نہیں ہے، کیونکہ گناہ کی تعریف یہ ہے کہ قصد اور ارادہ سے حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا جائے یا قصداً فرض یا واجب کو ترک کیا جائے، آپ نے کسی فرض یا واجب کو ترک کیا نہ حرام یا مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا قصداً نہ سہواً، اس لیے آپ کا کوئی فعل حقیقۃً گناہ ہے نہ صورۃً۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات اجتہادی خطاء بھی ہوئی، لیکن اس اجتہادی خطاء کے نتیجہ میں بھی زیادہ سے زیادہ بظاہر خلاف اولیٰ یا خلاف افضل کام کا صدور ہوا، اور اس کا صدور بھی تکمیل دین، تبلیغ شریعت اور تعلیم امت کی وجہ سے ہوا غرض یہ کہ آپ کا کوئی فعل کسی اعتبار سے بھی گناہ نہیں ہے، اب ہم ان امور کا بیان کریں گے جن کی وجہ سے آپ کی عصمت میں شبہ کیا جاتا ہے اور ان کے جوابات بیان کریں گے۔

واستغفر لذنبک سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ۔ (مؤمن : ۵۵)

اور آپ اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں ۔

امام رازی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولیٰ یا ترک افضل ہے گناہ نہیں ہے ، دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں آپ کو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم محض تعبداً دیا ہے ، یعنی ہر چند کہ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا ، لیکن آپ محض اپنی عبدیت کے اظہار کے لیے توبہ کیجئے جیسا کہ ان آیات میں ہمیں محض تعبداً دعا کرنے کا حکم دیا ہے :

ربنا وآتنا ما وعدتنا علی رسلک ۔ (آل عمران : ۱۹۴)

اے ہمارے رب ! ہمیں وہ عنایت فرما جس کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ فرمایا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس کا دینا ضروری ہے ، ہم دعا نہ کریں تب بھی وہ ضرور عنایت فرمائے گا ، اس کے باوجود ہم کو محض تعبداً دعا کرنے کا حکم دیا تاکہ ہماری عبودیت ظاہر ہو اور ہماری اللہ کی طرف احتیاج کا اظہار ہو ۔

نیز فرمایا :

قال رب احکم بالحق ۔ (انبیاء : ۱۱۲)

(اللہ کے رسول نے) عرض کیا : اے میرے رب حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے ۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ ناحق نہیں ہوتا ، اس کے باوجود اللہ کے رسول نے اظہار عبدیت کے لیے یہ دعا کی ، سو اسی طرح ہر چند کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا اس کے باوجود آپ کو توبہ اور استغفار کا حکم دیا تاکہ آپ کی عبدیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج کا اظہار ہو ۔ [1]

نیز قرآن مجید میں ہے :

فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات ۔ (محمد : ۱۹)

تو آپ یقین رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں کی بخشش چاہیں اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے گناہوں کی معافی طلب کریں ۔

امام رازی لکھتے ہیں :

آپ کے ذنب سے مراد ترک افضل ہے کیونکہ آپ کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ آپ نے کوئی گناہ کیا ہو ، دوسرا جواب یہ ہے کہ ذنب سے استغفار کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی توفیق پر ہمیشہ برقرار رکھے ۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ استغفار کا مطلب ہے مغفرت کو طلب کرنا اور مغفرت کا مطلب ہے بری چیزوں پر ستر کرنا (یعنی ڈھانپنا) اور جس شخص کو گناہوں سے معصوم کر لیا گیا اس کو نفسانی خواہشوں

---

۱ ۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ ھ ، تفسیر کبیر ج ۷ ، ص ۳۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ، ۱۳۹۸ ھ

کے وبال سے ڈھانپ لیا گیا اس لیے طلبِ مغفرت کا معنی ہے "ہم کو رسوا نہ کر" اور یہ مدعا کبھی عصمت سے حاصل ہوتا ہے کہ اس سے گناہوں کا صدور ہی نہیں ہوتا تاکہ عذاب کی نوبت آئے اور کبھی یہ مدعا گناہوں کے ارتکاب کے بعد ستر سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ مومنین اور مومنات کے حق میں ہے، سو آپ کے حق میں استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو عصمت پر برقرار رکھے اور مومنین اور مومنات کے حق میں استغفار کا معنی ہے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں پر ستر کرے یعنی ان کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔

اس آیت میں لطیف نکتہ یہ ہے کہ اس آیت میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو تین حکم دیے گئے ہیں، اللہ کو واحد ماننے کا، اپنے لیے استغفار کا اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کا، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تین احوال ہیں، ایک حال صرف اللہ کے ساتھ ہے، ایک اپنے نفس کے ساتھ اور ایک عام مسلمانوں کے ساتھ، جو حال اللہ کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو واحد مانیے اور جو حال اپنے نفس کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے اپنی عصمت پر برقرار رہنے کی دعا کیجیے اور جو حال مسلمانوں کے ساتھ ہے اس کے اعتبار سے ان کے لیے عذاب سے نجات اور حفاظت کی دعا کیجیے۔[1]

ووجدك ضالا فهدى سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ووجدك ضالا فهدى ۔ (ضحیٰ: ۷) اور آپ کو (اپنی محبت میں) گم پایا تو (اپنی طرف) راہ دی۔

اس آیت سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ ضال کے معنی گمراہ ہیں اور یہ عصمت کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گمراہی اور کج روی کی نفی کر دی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ما ضل صاحبكم وما غوى ۔ (نجم، ۲) تمہارے آقا نہ (کبھی) گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے۔

علامہ زبیدی نے ضلالت کا ایک معنی فرطِ محبت ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

وقال اولاده ان ابانا لفي ضلال مبين اشارة الى شغفه بيوسف وشوقه اليه۔[2] حضرت یعقوب کی اولاد نے کہا ہمارا باپ ضلال مبین میں مبتلا ہے، یعنی یوسف کی فرطِ محبت میں مبتلا ہے۔

اس اعتبار سے اس آیت کا معنی ہے "ہم نے آپ کو اپنی محبت میں وارفتہ پایا"

علامہ زبیدی نے اس کا ایک معنی گم ہونا اور غائب ہونا بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

وضل الشيء اذا خفي وغاب ومنه جب کوئی شئے مخفی اور غائب ہو تو کہا جاتا ہے

---

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج، ص ۵۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضےٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج، ص ۴۱۱، مطبوعہ المطبعة الخیریة مصر، ۱۳۰۶ھ

ضل الماء فی اللبن[1] ضل الشئ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے پانی دودھ میں گم ہو گیا۔

اس اعتبار سے یہ معنی ہے "ہم نے آپ کو اپنی محبت میں گم پایا۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

بچپن میں آپ مکہ کی گھاٹیوں میں راستہ بھول گئے تھے تو ابوجہل نے آپ کو ابوطالب تک پہنچا دیا، بہر حال اس آیت کی معصیت اور ضلالت پر دلالت نہیں ہے قرآن مجید میں ہے: ماضل صاحبکم وما غوی۔[2]

امام رازی لکھتے ہیں:

جو درخت جنگل میں منفرد ہو اس کو اہل عرب شجرۃ ضالۃ کہتے ہیں گویا کہ یہ تمام شہر ایک جنگل کی مانند تھے اور یہاں پر کوئی ایسا درخت نہ تھا جو اللہ تعالے پر ایمان اور اس کی معرفت کا حامل ہو ماسوا آپ کی ذات کے، ریگ زار عرب کے کفر اور جہل میں معرفت الٰہی کے حامل صرف آپ ایک تنہا درخت تھے تو ہم نے آپ کے سبب سے مخلوق کو ہدایت دی۔

ضلال بمعنی محبت ہے جیسے انك لفی ضلالك القدیم (یوسف: ۹۵) "یقیناً آپ اسی اپنی پرانی محبت میں ہیں" یعنی آپ اللہ سے محبت کرنے والے تھے تو اللہ نے آپ کو احکام شرعیہ کی رہنمائی کی تاکہ آپ اپنے محبوب کا تقرب حاصل کر سکیں۔

امام رازی نے اس آیت کے بیس محامل بیان کیے ہیں۔[3]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

شجرۃ ضالۃ کے معنی ہیں تنہا اور اکیلا درخت اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کیا ایسا نہ تھا کہ آپ تنہا اور اکیلے تھے کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا تو ہم نے لوگوں کو آپ کی طرف ہدایت دی اور آپ کو تنہا نہ رہنے دیا۔

جنید قدس سرہ نے کہا: جو کتاب آپ پر نازل کی گئی تھی، ہم نے اس کے بیان میں آپ کو متحیر پایا تو ہم نے آپ کو اس کے بیان کرنے کی ہدایت دی۔

بعض علماء نے کہا ہم نے آپ کو اپنی ذات کے مرتبہ اور قدر و منزلت سے غافل پایا تو آپ کو آپ کے عظیم مقام سے مطلع کیا۔

امام جعفر صادق نے کہا: مجھے جو آپ سے محبت ہے ازل میں آپ اس سے ناواقف تھے سو میں نے اپنی معرفت عطا کر کے آپ پر احسان فرمایا۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ محض محبت سے ناواقف تھے تو اللہ نے آپ کو محبت اور قربت کے پیالہ سے پلایا اور

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۷ ص ۴۱۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

آپ کے سبب سے معرفت الٰہی کی ہدایت دی۔

علامہ آلوسی کی مختار تفسیر یہ ہے: وہ احکام شرعیہ جن تک ازخود عقول کی رسائی نہیں ہے آپ کو ان سے ناواقف پایا تو مسلسل وحی کر کے آپ کو ان احکام کی طرف ہدایت دی اور آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے۔ [۱]

صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

اور غیب کے اسرار آپ پر کھول دیے اور علوم ماکان و مایکون آپ کو عطا کیے، اپنی ذات و صفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور مراتب کی بھی خبر نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کی ذات و صفات، اور مراتب و درجات کی معرفت عطا فرمائی۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام سب معصوم ہوتے ہیں نبوت سے پہلے بھی اور نبوت کے بعد بھی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کے ہمیشہ سے عارف ہوتے ہیں۔

ووضعنا عنك وزرك سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ووضعنا عنك وزرك ○ الذي انقض ظهرك ○ (انشراح: ۳-۲)

اور آپ سے آپ (کی امت کے غم) کا وہ بوجھ اتار لیا جس نے آپ کی پشت (مبارک) کو گراں بار کر رکھا تھا۔

وِزر کے معنی ہیں گناہ اور بوجھ، منکرین عصمت اس آیت سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے معصیت ثابت کرتے ہیں، امام رازی نے اس اعتراض کے دس سے زیادہ جواب دیے ہیں، ہم ان جوابات میں سے چند جوابات ذکر کر رہے ہیں:

(۱) اس آیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے اس بوجھ کو کم کر دیا جس سے آپ کی پشت مبارک گراں بار ہو گئی تھی، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے حقوق کی خود حفاظت فرمائی اور اس کی ذمہ داریوں کو آسان کر دیا۔

(۲)۔ قوم نے حضرت ابراہیم کی سنت کو متغیر کر دیا تھا یہ چیز آپ کو ناپسند تھی جس کا آپ پر بوجھ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ملتِ ابراہیم کی پیروی کا حکم دے کر آپ کا قلق دور کر دیا۔

(۳)۔ امت کے گناہوں کے غم کا آپ پر بوجھ تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب شفاعت پر فائز کر کے وہ بوجھ ہلکا کر دیا۔

(۴)۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم بنا دیا تاکہ آپ پر گناہوں کا بوجھ نہ آسکے۔

(۵)۔ پہلی وحی کے موقع پر جو آپ کو حضرت جبرائیل کی ملاقات سے دہشت طاری ہوئی تھی اس دہشت کو دور کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ کو وحی کا اشتیاق ہونے لگا۔

(۶)۔ کفار کے سب و شتم سے جو آپ پر بوجھ طاری ہوتا تھا اس کو دور کر دیا، حتیٰ کہ پھر انھوں نے آپ کا چہرہ خون آلودہ کیا اور آپ نے ان کو دعائیں دیں اور فرمایا: اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے! [۲]

---

[۱]۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳۰ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

[۲]۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۴۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

عبس وتولّٰی سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

عبس و تولی ٥ ان جاءہ الاعمٰی ٥ وما یدریك لعلہ یزکّٰی ٥ او یذکر فتنفعہ الذکرٰی ٥ اما من استغنٰی ٥ فانت لہ تصدی ٥ و ما علیك الا یزکی ٥ اما من جاءك یسعٰی ٥ وھو یخشٰی ٥ فانت عنہ تلھی ۔ (عبس : ۱۰ - ۱)

انھوں نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا، اس بات پر کہ ان کے پاس نابینا حاضر ہوا، آپ کو کیا پتا شاید کہ وہ پاکیزگی حاصل کرے یا وہ نصیحت قبول کرے تو آپ کی نصیحت اس کو نفع دے جس نے بے پرواہی کی تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، حالانکہ اگر وہ پاکیزگی حاصل نہ کرے تو آپ کا کوئی نقصان نہیں اور جو دوڑتا ہوا آپ کے پاس آیا درآں حالیکہ وہ (اپنے رب سے) ڈر رہا تھا تو آپ اس سے بے پرواہی فرماتے ہیں۔

ان آیات کے تحت یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا دار کافروں کی وجہ سے ایک نابینا صحابی سے اعراض کرنا عصمت کے خلاف تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عصمت کے خلاف تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو اس کام سے تحریماً منع فرما دیا ہوتا اور پھر آپ اس کام کو کرتے اور جب کہ پہلے اس سے ممانعت نہیں کی گئی تھی تو آپ کا اس کام کو کرنا عصمت کے خلاف کیسے ہوگا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان دنیا دار کافروں کی طرف دنیا کی وجہ سے متوجہ نہیں تھے، بلکہ ان کو اسلام کی تبلیغ کرنے کے لیے ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور آپ کو توقع تھی کہ ان کے اسلام لانے کی وجہ سے ان کے باقی متبعین بھی اسلام لے آئیں گے اور اسلام کو تقویت حاصل ہوگی، ایسے میں ایک نابینا صحابی کا آپ کی تبلیغ کے دوران ایک مسئلہ پوچھنا اور آپ کے کام میں خلل ڈالنا بظاہر صحیح نہ تھا، قابل اعتراض اس صحابی کا فعل تھا کیونکہ اگرچہ وہ دیکھ نہیں رہے تھے لیکن سن تو رہے تھے کہ آپ تبلیغ میں مشغول ہیں اور ان کی بے وقت دخل اندازی پر آپ کا کبیدہ خاطر ہونا بالکل بجا اور فطرت کے مطابق تھا لیکن اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اس کو علم تھا کہ ان دنیا دار کافروں میں سے اکثر و بیشتر اسلام نہیں لائیں گے، اور آپ کی کاوش سے یہ کوئی فائدہ حاصل نہیں کریں گے، اور ان کے ایمان نہ لانے سے اسلام کی نشر و اشاعت میں کوئی کمی نہیں ہوگی اس کے برخلاف اس نابینا صحابی کو آپ کی تعلیم سے فائدہ ہوگا سو آپ اپنی توانائی وہاں خرچ کریں جہاں فائدہ ہو اور جو لوگ آپ کی تبلیغ سے فائدہ اٹھائیں انھیں تبلیغ کریں، لہٰذا باعتبار ظاہر کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بالکل صحیح تھا، اور باعتبار غیب اور مآل کار کے زیادہ سے زیادہ خلاف اولیٰ تھا، اور آپ ظاہر حال کے اعتبار سے مکلف ہیں باعتبار غیب کے مکلف نہیں ہیں، اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب اور انجام کار کی طرف متوجہ کیا ہے اور آپ کے کبیدہ خاطر ہونے کی ادا کا صیغہ غائب کے ساتھ تعظیم اور تکریم سے ذکر کیا ہے۔

امام رازی نے اس سوال کا یوں جواب دیا ہے:

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابن ام مکتوم آئے درآں حالیکہ آپ کے پاس اس وقت قریش کے سرداروں میں سے عتبہ، شیبہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور آپ کو توقع تھی ان کے اسلام قبول کرنے سے دوسرے بھی اسلام قبول کرلیں گے،

عبداللہ ابن ام مکتوم نے کہا: یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو علم دیا وہ مجھے سکھلائیے اور قرآن پڑھائیے! اور بار بار یہ کلام دہرایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کا آپ کی بات کو کاٹنا ناگوار ہوا، آپ نے ماتھے پر بل ڈالے اور ان سے منہ موڑ لیا اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اس جگہ یہ سوال ہے کہ اس مداخلت کی وجہ سے حضرت ابن ام مکتوم تادیب اور فہمائش کے مستحق تھے، تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ناگواری پر کیوں عتاب فرمایا؟ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم تادیب کے مستحق تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ وہ نابینا تھے لیکن وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کفار سے مخاطب ہونا سن تو رہے تھے اور گفتگو سننے سے ان کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھیں تبلیغ کرنے کو خصوصی اہمیت دے رہے تھے پھر درمیان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بات کاٹنا بجائے خود معصیت ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ بات یہی صحیح ہے لیکن اس واقعہ سے بظاہر اغنیاء کو فقراء پر مقدم کرنے کا وہم پیدا ہوتا ہے اور اس سے فقراء کی دل آزاری ہوتی ہے، اس لیے آپ پر عتاب کیا گیا۔

ولا تطرد الذین یدعون ربھم سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝

(انعام: ۵۲-۵۳)

اور ان (مساکین مومنین) کو دور نہ کرنے پر برقرار رہیں جو صرف اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے صبح اور شام اس کو پکارتے ہیں آپ سے ان کا کوئی حساب نہیں ہوگا اور ان سے آپ کا کوئی حساب نہیں ہوگا، پھر بھی اگر آپ نے ان کو (بالفرض) دور کر دیا تو آپ ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے، اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ آزمایا کہ بالآخر وہ (مالدار کفار، فقراء مومنین کو دیکھ کر حقارت سے) کہیں! کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ (ارے منکرو!) کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام طبرانی اور دیگر ائمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت خباب اور دیگر ضعفاء مسلمین بیٹھے ہوتے تھے، اس وقت قریش کی ایک جماعت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری اور انھوں نے یہ کہا: اے محمد! کیا آپ ان لوگوں سے خوش ہیں؟ کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ہے؟ کیا ہم ان لوگوں کی پیروی کریں؟ آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں، اگر آپ نے ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا تو پھر شاید ہم آپ کی اتباع کر لیں گے!۔[1]

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۷ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

یہ آیت بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے خلاف نہیں ہے، عصمت کے خلاف اس وقت ہوتا جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کے کہنے سے ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیا ہوتا اور یہ قرآن مجید میں ہے اور نہ کسی حدیث صحیح میں ہے یہ وہم نہ کیا جائے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ضعفاء مسلمین کو اپنی مجلس سے اٹھایا تھا یا اٹھانے لگے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ کسی کام کو منع کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ پہلے وہ کام کیا گیا ہو۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الامر لا یقتضی سابقة ترکہ ولا النھی سابقة فعلہ۔[1]

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا حکم دینا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ پہلے آپ نے اس کو ترک کیا ہو اور کسی چیز سے منع کرنا اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ منع کرنے سے پہلے آپ نے اس کام کو کیا ہو۔

بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کو مساکین مومنین کو دور کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس ممانعت پر مداومت کرنے اور برقرار رہنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ ہم نے ان آیات کے ترجمہ سے واضح کیا ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فقراء مسلمین اور مساکین مومنین کو کبھی اپنی مجلس سے نہیں اٹھایا اور جب صنادید قریش نے آپ سے یہ کہا کہ آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اٹھا دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید اور کفار کے رد میں یہ آیات نازل فرمائیں۔

غزوۂ بدر میں قیدیوں سے فدیہ لینے پر اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض ط تریدون عرض الدنیا ق واللہ یرید الاخرۃ ط واللہ عزیز حکیم ○ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم۔

(انفال: ۶۸ - ۶۷)

کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے لیے قیدی ہوں، یہاں تک کہ وہ زمین میں (اچھی طرح) کافروں کا خون بہا دے، تم لوگ (اپنے لیے) دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لیے) آخرت کا ارادہ فرماتا ہے، اور اللہ بڑا غالب بہت حکمت والا ہے، اگر پہلے سے اللہ کی طرف سے (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو تم نے (کافروں سے) جو (فدیہ کا مال) لیا تھا اس میں تمہیں ضرور بڑا عذاب پہنچتا۔

امام رازی اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غزوۂ بدر میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر قیدی لائے گئے، ان میں آپ کے چچا عباس بن عبد المطلب اور عقیل بن ابی طالب بھی تھے، آپ نے ان کے معاملہ میں حضرت ابوبکر سے مشورہ کیا، انھوں نے کہا یہ آپ کی قوم اور آپ کے خاندان کے لوگ ہیں ان کو چھوڑ دیجئے، شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان سے فدیہ لیجئے اس سے آپ کے اصحاب کو قوت حاصل ہوگی، حضرت عمر کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا ان لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ کو بے وطن

[1] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح المقاصد ج ۲ ص ۱۹۸، مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

کیا، آپ آگے بڑھ کر ان کی گردنیں اڑا دیجئے، یہ لوگ کفر کے سرغنہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے فدیہ سے مستغنی کر دیا ہے۔ آپ حضرت علی سے کہیں کہ وہ عقیل کو قتل کریں اور حمزہ سے کہیں کہ وہ عباس کو قتل کریں، اور مجھے حکم دیں میں فلاں شخص کو قتل کر دوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو نرم کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو سخت کر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابوبکر تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مثل ہو جنھوں نے کہا تھا:

فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور رحیم۔ (ابراهیم: ۳۶)

تو جس نے میری پیروی کی تو بے شک وہ میرا ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اور تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثل ہو جنھوں نے کہا تھا:

ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزیز الحکیم۔ (مائدہ: ۱۱۸)

اگر تو انھیں عذاب دے تو بے شک وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر انھیں بخش دے تو بے شک تو ہی بہت غالب ہے بڑی حکمت والا۔

اور حضرت عمر سے کہا اے ابا حفص! تمہاری مثل حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ہے جنھوں نے کہا تھا:

رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ (نوح: ۲۶) اے میرے رب! زمین پر کوئی بسنے والا کافر نہ رہنے دے۔

اور تمہاری مثل حضرت موسیٰ کی طرح ہے جنھوں نے کہا تھا:

ربنا اطمس علی اموالهم واشدد علی قلوبهم۔ (یونس: ۸۸)

اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے مشورہ کی طرف میلان کر لیا (امام احمد نے اس حدیث کو حضرت عمر سے اور امام ابو یعلیٰ موصلی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔)

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۱-۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۵ ص ۹۵-۹۴، مطبوعہ دار المامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ، مجمع الزوائد ج ۶ ص ۸۷-۸۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ)

علیدہ وسلمانی سے روایت ہے کہ ہر قیدی کا فدیہ بیس اوقیہ تھا، اور عباس کا فدیہ چالیس اوقیہ تھا، محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ ان کا فدیہ سو اوقیہ تھا اور ایک اوقیہ چالیس درہم یا چھ دینار کے مساوی ہے۔

روایت ہے کہ جب انھوں نے فدیہ لے لیا تو یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ اور حضرت ابوبکر رو رہے تھے، حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! آپ مجھے رونے کا سبب بتایئے تاکہ میں بھی روؤں ورنہ رونے کی شکل بنا لوں! آپ نے فرمایا مجھ پر ان لوگوں کا (فدیہ لینے والوں کا) عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت (قریب ہی ایک درخت تھا) کے قریب پہنچ گیا تھا، اگر آسمان سے یہ عذاب آتا تو عمر اور سعد بن معاذ (انھوں نے بھی قتل کا مشورہ دیا تھا) کے سوا (فدیہ لینے والوں میں سے) کوئی بھی نہ بچتا۔ [1]

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

امام رازی لکھتے ہیں کہ منکرین عصمت کہتے ہیں کہ:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ قید کر لیا، جب کہ قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پر ان کا خون بہانا لازم تھا اور فدیہ لے کر ان کو رہا کرنا جائز نہ تھا، اس اعتبار سے آپ کا ذنب لازم آیا!

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "کسی نبی کی شان کے لائق نہیں کہ اس کے قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں (اچھی طرح) کافروں کا خون بہا دے"۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کو قید کرنا جائز ہے بشرطیکہ پہلے ان کا خون بہا دیا جائے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ بدر کے دن صحابہ نے بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا، اور خون بہانے کو یہ لازم نہیں ہے کہ تمام کافروں کو قتل کر دیا جائے، سو کفار کو قتل کرنے کے بعد ان کو قید کرنا معصیت نہیں ہے اور یہ معصیت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ قرآن مجید میں ہے:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب ط حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق لا فاما منا بعد واما فداء۔ (محمد: ۴)

تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو (ان کی) گردنیں مارنا ہے حتیٰ کہ جب تم اچھی طرح ان کا خون بہا چکو تو (قیدیوں کو) مضبوط باندھ لو، پھر ان کو محض احسان کر کے رہا کر دو یا فدیہ لے کر۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب صحابہ نے ایک جائز کام کیا تھا تو پھر اس آیت میں یہ کیوں فرمایا کہ اگر پہلے سے ان کی معافی کا حکم لکھا ہوا نہ ہوتا تو ان کے فدیہ لینے پر ان کو عذاب پہنچتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ زمین میں اچھی طرح خون بہانے کے بعد کافروں کو قید کیا جا سکتا ہے اور کفار کو قتل کرنے کی کوئی معین مقدار نہیں بتائی گئی اس لیے یہ مسئلہ اجتہاد کی طرف مفوض ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظن غالب یہ تھا کہ جتنے افراد (ستر) کو قتل کر دیا گیا ہے اس سے زمین میں خون بہانے کا منشاء پورا ہو گیا، جبکہ اللہ کے نزدیک ابھی اس قدر خون ریزی نہیں ہوئی تھی سو جس معاملہ میں کوئی صریح نص نہیں تھی اس میں آپ نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں خطاء واقع ہوئی اور اجتہادی خطاء ذنب اور معصیت نہیں ہے اس میں آپ معذور بلکہ ماجور ہیں۔[۱]

قرآن مجید میں ہے: تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ "تم لوگ اپنے لیے دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت کا ارادہ فرماتا ہے"۔ اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنھوں نے مال دنیاوی کی طمع کی وجہ سے فدیہ کی رائے دی تھی اور فدیہ لینے پر جو عذاب دینے کا ذکر ہے وہ بھی انھی سے متعلق ہے اور مسند احمد کی روایت میں درخت کے قریب تک جس عذاب کے آنے کا ذکر ہے وہ بھی انھی سے متعلق ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا وہ دنیا کی وجہ سے نہیں بلکہ آخرت کی وجہ سے تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے اس مشورہ کو قبول کیا تھا۔ سو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور دوسرے آخرت کا ارادہ کرنے والے صحابہ کا اس عذاب کی وعید سے کوئی

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۸۸-۳۸۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

تعلق نہیں ہے، اس وعید کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے مال دنیاوی کی طمع سے فدیہ کی رائے دی اور شاید یہ وہ لوگ ہوں جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ یہ نکتہ ایک مجلس میں میرے شیخ علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ نے بیان فرمایا تھا۔

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم سے اعتراض کا جواب

قرآن مجید میں ہے:

عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین ٥ (توبہ: ۴۳)

اللہ نے آپ کو معاف فرمایا، آپ نے انہیں کیوں اذن دے دیا حتیٰ کہ آپ پر وہ لوگ ظاہر ہو جاتے جنہوں نے سچ بولا اور آپ جھوٹوں کو جان لیتے۔

غزوہ تبوک بہت مشکل اور دشوار تھا، تبوک کا سفر بہت دور تھا اور مسلمانوں کے پاس خوراک کی کمی اور جنگ کے ساز و سامان کی بہت قلت تھی، اس غزوہ میں منافقین آپ کے ساتھ نہیں گئے۔ بعض منافقین نے تو بعد میں جھوٹے حیلے بہانے کر لیے اور قسمیں کھائیں کہ وہ اس سفر میں جانے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، اور بعض نے آپ سے اس غزوہ میں نہ جانے کی پیشگی اجازت حاصل کر لی تھی۔

منکرین عصمت نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے ان کو اجازت دے دی تھی۔ آپ کا یہ فعل گناہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کی گرفت کی۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل گناہ اس وقت ہوتا جب پہلے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دینے سے منع کیا ہوتا اور آپ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود ان کو اجازت دے دیتے، اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اس سے منع نہیں کیا تھا تو یہ گناہ کیسے ہو گیا! جس کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی نص نہ ہو اس کا کرنا یا نہ کرنا آپ کی صوابدید اور اجتہاد پر موقوف ہوتا ہے اور بعد میں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے آپ کے اجتہاد کی تائید کر دیتا ہے یا اجتہادی خطاء پر تنبیہ کر دیتا ہے اس لیے آپ کا منافقین کو غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی اجازت دینا اجتہادی خطاء ہے اور زیادہ سے زیادہ ترک اولیٰ ہے اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کا کمال محبت یہ ہے کہ عفا اللہ عنک پہلے فرمایا اور اجتہادی خطاء پر تنبیہ بعد میں کی، نیز محاورات عرب میں عفا اللہ عنک ایک محبت آمیز کلمہ ہے، اس کا محمل استعمال یہ نہیں ہے کہ کسی نے کوئی قصور کیا ہو اور اس کی معافی کے اظہار کے لیے عفا اللہ عنک کہا جائے۔

علامہ ابو الحیان اندلسی لکھتے ہیں:

ابن عطیہ نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو بہت بڑے منافق تھے، ان لوگوں نے کوئی عذر پیش کرنے کے بجائے آپ سے غزوۂ تبوک میں نہ جانے اور مدینہ میں رہ جانے کی اجازت حاصل کر لی تھی، عبداللہ بن ابی، جد بن قیس، رفاعہ بن تابوت، اور ان کے متبعین نے اجازت حاصل کر لی تھی۔ بعض نے یہ کہا کہ ہمیں اجازت دیں اور آزمائش میں مبتلا نہ کریں، اور بعض نے کہا ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دے دیں، آپ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے ان کو اجازت دے دی اور زیادہ سہل معاملہ کو اختیار کر لیا۔

بعض لوگوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس آیت میں عتاب کیا گیا ہے، حالانکہ آپ اس سے بری ہیں،

جب تک کسی معاملہ میں وحی نازل نہ ہو آپ کو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے جب غزوہ تبوک میں نہ جانے والوں نے عذر پیش کیے اور آپ سے نہ جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دو کاموں میں سے آسان کو اختیار کر لیا کیونکہ آپ کے مزاج پر فضل وکرم کا غلبہ تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے اور ان کا دلی نفاق اور اطاعت رسول کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کلام کے افتتاح میں فرمایا عفا اللہ عنک (اللہ نے آپ کو معاف فرمایا) اور یہ ظاہر فرمایا کہ آپ کے اجازت دینے میں کوئی حرج یا گناہ نہیں ہے، اور یہ کسی گناہ کی معافی نہیں ہے، کیونکہ اللہ نے آپ پر یہ لازم نہیں کیا تھا کہ آپ ان کو اجازت نہ دیں، بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ محاورات عرب میں یہ ایک کلمہ افتتاح ہے اگر کسی شخص کی قدر ومنزلت اور تعظیم وتکریم کا اظہار مقصود ہو تو ابتداء میں اس قسم کا دعائیہ کلمہ کہتے ہیں جیسے اصلح اللہ الامیر۔ بہر حال اس کلمہ سے آپ کی ثناء اور قدر ومنزلت کا اظہار مقصود ہے کسی گناہ کی معافی کا بیان نہیں ہے۔ [1]

امام رازی، علامہ قرطبی اور علامہ آلوسی نے بھی حضور کے اجازت دینے کو اجتہادی خطاء اور ترک افضل پر محمول کیا اور عفا اللہ عنک کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کلمہ ثناء ہے۔

تنبیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات آپ سے اجتہادی خطاء واقع ہو جاتی تھی، اس کے صرف دو[2] واقعات ہیں، ایک غزوۂ بدر میں ان کفار کے تعین میں خطاء واقع ہوئی جن کا خون بہانا مطلوب تھا اور ایک ان منافقین کو اجازت دینے کے معاملہ میں ان کے سوا باقی تمام معاملات میں آپ کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا، اور ان دو معاملات میں خطاء واقع ہونا بھی رحمت تھا تاکہ اجتہادی خطاء کے لیے بھی آپ کی زندگی میں اسوۂ اور نمونہ ہو اور بالمومنین رءوف رحیم کا ظہور تام ہو۔

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر

قرآن مجید میں ہے:

انا فتحنا لک فتحا مبینا ۝ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویہدیک صراطا مستقیما ۝ وینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ (فتح: ۳-۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر پوری کر دے اور آپ کو صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے۔

علامہ ابن منظور افریقی نے لکھا ہے کہ ذنب کا معنی ہے اثم، جرم اور معصیت۔ [5]

---

[1] علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف غرناطی اندلسی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۵ ص ۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۴۴۳، ” ” ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۵۵-۱۵۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[4] علامہ ابو الفضل شہاب الدین محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۸-۱۰۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[5] علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱ ص ۳۸۹، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ زبیدی نے بھی یہی معنی بیان کیا ہے۔ [1]

لغت میں ذنب کا معنی اثم اور گناہ ہے جیسا کہ مذکور الصدر حوالوں سے ظاہر ہوا، لیکن جب ذنب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو پھر اس سے مجازاً اجتہادی خطا، ترک اولیٰ یا کراہت تنزیہی کا ارتکاب مراد ہوتا ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں اور ان سے اثم یا جرم سرزد نہیں ہوتا، اس لیے جب لفظ ذنب کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف ہو تو اس کو گناہ سے تعبیر کرنا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے، اور یہ انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور ادب کے منافی ہے جس طرح قرآن مجید کے بعض ایسے الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق وارد ہوئے جن کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں ہے اور ان کا مجازی معنی مراد لیا جاتا ہے سو یہاں بھی ایسا ہی کہا جائے گا۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے استہزاء کا لفظ استعمال ہوا جس کا معنی ہے مذاق اڑانا، لیکن جب اس لفظ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوئی تو اس کا معنی ہے:

اللہ یستھزئ بھم۔ (بقرہ: ۱۵) اللہ ان کو ان کے مذاق اڑانے کی سزا دیتا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کے معاف کر دینے کا ذکر ہے اور ذنب کو معاف کرنا فرع ہے، ذنب کے ثبوت کی، اس وجہ سے منکرین عصمت اس آیت سے آپ کی عصمت پر اعتراض کرتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد صغیرہ یا کبیرہ کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے، بلکہ ذنب کا اطلاق یہاں خلاف اولیٰ یا ترک افضل یا اجتہادی خطا پر کیا گیا ہے اور یہ امور ہر چند کہ حقیقۃً ذنب میں نہ صورۃً لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عالی نظر اور رفیع مقام کے اعتبار سے ان امور کو ذنب خیال فرماتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان امور کو ذنب سے تعبیر فرما کر ان کی بھی معافی کا اعلان کر دیا۔

لیغفر لک اللہ - کی تاویل میں مفسرین کرام کے اقوال

امام رازی نے اس اعتراض کے کئی جوابات دیے ہیں جو باہم متضاد اور متعارض ہیں مثلاً انھوں نے کہا اس آیت سے یا مومنوں کے گناہوں کو معاف کرنا مراد ہے، یا حضور کے صغیرہ گناہوں کو معاف کرنا مراد ہے اور یہ دونوں جواب متضاد ہیں۔ صحیح جواب صرف دو ذکر کیے ہیں۔

۱۔ اس آیت میں ترک افضل پر ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۲۔ اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت اس بات سے کنایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی اور پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کر دیا۔ [2]

علامہ خازن نے بھی متعارض اور متضاد جوابات ذکر کیے ہیں اور بعض جواب خلاف تحقیق ہیں مثلاً صغائر کی معافی کا ذکر کیا ہے، ان میں صحیح جواب یہ ہے کہ آپ سے سہو، نسیان اور اجتہاد سے جو امور سرزد ہوتے اس آیت میں ان کے معاف کرنے کا اعلان کیا گیا ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذنب عام لوگوں کی طرح نہیں ہے، اس لیے یہاں پر ذنب سے مراد سہو وغیرہ ہے کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہوتی ہیں لہٰذا سہو وغیرہ پر ذنب کا اطلاق کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ

---

[1] سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۲۵۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۵۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

نے اس قسم کے امور کو بھی معاف کرنے کا اعلان کر دیا۔ [1]

علامہ قرطبی نے متعدد خلاف تحقیق اقوال نقل کیے ہیں، مثلاً سفیان ثوری اور واحدی کا قول نقل کیا کہ زمانہ جاہلیت میں نزول وحی سے پہلے آپ نے جو کام کیے ان کی معافی کا اعلان کیا گیا، ایک قول یہ نقل کیا ما تقدم سے مراد آپ کے باپ ابراہیم کے گناہ ہیں اور ما تاخر سے دوسرے نبیوں کے گناہ ہیں۔ ایک قول یہ نقل کیا کہ ما تقدم سے مراد غزوہ بدر میں آپ کی یہ دعا ہے: ”اے اللہ اگر آج یہ جماعت ہار گئی تو تیری کبھی عبادت نہیں ہو گی“ یہ آپ کا پہلا گناہ ہے، اور ما تاخر سے مراد یہ ہے کہ غزوہ حنین میں آپ نے کفار کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکی اور ہر کافر کی آنکھ میں ریت اور کنکریاں جا کر لگیں اور مشرکین شکست کھا کر بھاگے تب آپ نے اپنے اصحاب سے کہا اگر میں کنکریاں نہ پھینکتا تو یہ شکست نہ کھاتے، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ”آپ نے (حقیقت میں) کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے (بظاہر) کنکریاں ماری تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ نے ماری تھیں“ یہ آپ کا پچھلا گناہ تھا۔ [2]

ان کے علاوہ علامہ قرطبی نے عطا خراسانی کا قول بھی نقل کیا ہے جس پر ان شاء اللہ ہم مفصل گفتگو کریں گے۔

علامہ قرطبی نے تمام خلاف تحقیق اور باطل اقوال نقل کیے ہیں اور اس آیت کی کوئی صحیح اور قابل ذکر توجیہ بیان نہیں کی۔

علامہ اسماعیل حقی نے ان مذکور الصدر باطل اقوال کے علاوہ ابن عطا کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ کا سدرہ پر جبرائیل کو تنہا چھوڑنا گناہ تھا، اس آیت کی توجیہ میں علامہ اسماعیل حقی نے جو صحیح بات کہی وہ یہ ہے:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اولیٰ کام کو جو ترک کر دیا یہاں اس کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے اور ترک اولیٰ کو آپ کے منصب جلیل کے اعتبار سے ذنب فرمایا کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہیں، اسی توجیہ کو علامہ اسماعیل حقی نے سب سے پہلے بیان کیا ہے اور یہی ان کی مختار توجیہ ہے اور باقی باطل اقوال انھوں نے صرف اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ دیگر علماء کے نظریات کا بیان کر دیا جائے۔ [3]

علامہ نسفی نے لکھا ہے کہ آپ سے جس قدر تفریط (فروگذاشت) ہوئی ہے وہ سب معاف کر دی گئی، یا ما تقدم سے مراد ماریہ کی حدیث ہے اور ما تاخر سے مراد زید کی عورت کا معاملہ ہے۔ [4]

علامہ نسفی نے تفریط کا جو ذکر کیا ہے اگر اس سے مراد ترک اولیٰ یا خلاف افضل ہے تو یہ توجیہ صحیح ہے، ورنہ یہ توجیہ مردود ہے، اور دوسری توجیہ جو ذکر کی ہے وہ باطل روایات پر مبنی باطل توجیہ ہے۔

علامہ ابوسعود لکھتے ہیں:

آپ کے وہ تمام کام جو ترک اولیٰ تھے معاف کر دیے گئے اور ترک اولیٰ کو آپ کے منصب جلیل کے اعتبار سے ذنب کہا گیا ہے۔ [5]

---

[1] علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۴۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[2] علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۲۶۳-۲۶۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ

[3] علامہ اسماعیل حقی حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۹-۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

[4] علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج ۴ ص ۱۴۴، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[5] علامہ ابوالسعود محمد بن محمد عمادی متوفی ۹۸۲ھ، تفسیر ابی السعود علی ہامش الکبیر ج ۸ ص ۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے کہ اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے معصیت کا ارتکاب کیا ہو کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کی سیئات ہوتی ہیں اور آخر میں انھوں نے عطا خراسانی کا باطل قول نقل کیا ہے۔ [۱]

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

ذنب سے مراد وہ کام ہیں جو خلاف اولیٰ ہیں اور ان کاموں کو آپ کے بلند مقام کے اعتبار سے ذنب کہا گیا ہے اور یہ حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ذنب سے مراد وہ کام ہیں جو فی نفسہ گناہ تھے نہ خلاف اولیٰ لیکن آپ اپنی نظر عالی کے اعتبار سے ان کاموں کو ذنب خیال فرماتے تھے ذنبك میں ذنب کی جو آپ کی طرف اضافت ہے اس میں یہی رمز ہے۔ [۲]

علامہ خفاجی لکھتے ہیں:

قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ آپ کے جن کاموں پر عتاب کرنا صحیح ہے ان کو معاف کر دیا گیا، اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کا کوئی حقیقی ذنب نہیں ہے بلکہ یہ اطلاق حسنات الابرار سیئات المقربین کے قبیل سے ہے کیونکہ انبیاء معصوم ہیں۔ [۳]

پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں ذنب کا لفظ الزام کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں:

ولهم علي ذنب فأخاف ان يقتلون ۔ (الشعراء: ۱۴)

انھوں نے مجھ پر الزام قتل لگا رکھا ہے پس مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

ان آیات کے سیاق وسباق کو مدنظر رکھا جائے تو یہی معنی (الزام) یہاں موزوں اور مناسب معلوم ہوتا ہے، غفر کا معنی چھپا دینا، دور کر دینا۔ ماتقدم سے مراد ہجرت سے پہلے اور ماتاخر سے مراد ہجرت کے بعد۔

یعنی اے حبیب! جو الزامات کفار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزامات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتح مبین سے وہ سارے کے سارے الزامات نیست ونابود ہو جائیں گے۔

ہجرت سے پہلے جو الزامات کفار کی طرف سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کیے جاتے تھے، وہ یہ ہیں: یہ کاہن ہے، یہ شاعر ہے، یہ مجنون ہے، یہ ساحر ہے، یہ اوروں سے سن سن کر افسانے بنا لیتا ہے، اسے کوئی اور پڑھاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ہجرت کے بعد الزامات کی فہرست کچھ یوں ہے:

---

[۱] ۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۵۲ھ، تفسیر مظہری ج ۹ ص ۳ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

[۲] ۔ علامہ ابوالفضل شہاب الدین محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۶ ص ۹۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۳] ۔ قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۸ ص ۵۶، مطبوعہ دار صادر بیروت

یہ قوم میں اختلاف، انتشار پیدا کرنے والا ہے، اس نے جنگ کی آگ بھڑکا کر مکہ کو اجاڑ ڈالا ہے، بھائی کو بھائی سے اولاد کو ماں باپ سے جدا کرنے والا ہے، اس نے ہمارے تجارتی راستوں کو خطرناک بنا دیا ہے، ہمارے قومی انتظامات کو درہم برہم کر دیا ہے۔ وغیرہ، وغیرہ۔ [1]

علامہ جمل نے لکھا کہ مغفرت کا معنی ہے ستر، امت کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ اس کے گناہ اور عذاب کے درمیان ستر حائل ہو اور انبیاء کے حق میں مغفرت یہ ہے کہ ان کی ذوات اور گناہوں کے درمیان ستر حائل ہو اور ان سے کوئی گناہ صادر نہ ہو اس کا خلاصہ ہے انبیاء کو معصوم کر دینا۔ [2]

علامہ سیوطی کا بھی یہی مختار ہے۔ [3]

لیغفر لك الله کی تاویل میں مفسرین کرام کے اقوال کا خلاصہ اور محاکمہ

خلاصہ یہ ہے کہ امام رازی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ ابو سعود حنفی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کہا اس آیت میں ذنب سے مراد خلاف اولیٰ ہے، امام رازی نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت کا معنی ہے آپ کی اگلی پچھلی زندگی کو گناہوں سے معصوم کر دینا، علامہ سیوطی اور شیخ سلیمان جمل کا بھی یہی مختار ہے، علامہ خازن نے کہا کہ ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آپ سے بہ طور سہو و نسیان سرزد ہوئے، علامہ خفاجی نے کہا اس سے مراد حسنات الابرار سیئات المقربین ہے، علامہ آلوسی نے کہا ذنب سے مراد وہ کام ہیں جن کو آپ اپنے مقام رفیع اور نظر عالی کے اعتبار سے ذنب خیال فرماتے تھے فی نفسہ وہ کام گناہ تھے نہ خلاف اولیٰ اور پیر محمد کرم شاہ الازہری نے کہا ذنب سے مراد کفار کے لگائے ہوئے الزام ہیں۔

یہ صحیح اور مقبول جوابات ہیں جن کو مفسرین کرام نے اپنی تفاسیر میں درج فرمایا ہے، یہ جوابات قرآن اور سنت کے مطابق اور عقائد اہل سنت کے موافق ہیں، ان جوابات کے علاوہ مفسرین کرام نے جو دوسرے جوابات ذکر کیے ہیں وہ ان صحیح جوابات کے معارض اور مزاحم ہیں، مثلاً یہ کہ ذنب سے مراد مومنین کے گناہ ہیں، یا ذنب سے مراد وہ گناہ ہیں جو آپ سے قبل از نبوت صادر ہوئے، یا اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں خواہ نبوت سے پہلے ہوں یا بعد یا وہ امور جو ضعیف اور موضوع روایات پر مبنی ہیں یا عطا خراسانی کا یہ قول کہ ما تقدم سے مراد آپ کے ماں باپ آدم اور حواء کے گناہ ہیں اور ما تاخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں، یہ تمام جوابات باطل اور بے اصل ہیں۔

امام رازی، علامہ اسماعیل حقی، علامہ خازن، اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ نے صحیح جوابات کے ساتھ ان باطل جوابات کو بھی ذکر کر دیا، کیونکہ مفسرین کی عادت ہے کہ وہ کسی مسئلہ میں تمام اقوال کو جمع کر دیتے ہیں خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط، خود امام رازی کی تحقیق ہے کہ نبی سے صغیرہ گناہ کا صدور نہیں ہوتا لیکن انھوں نے یہاں اس قول کا بھی ذکر کیا کہ ذنب سے مراد گناہ صغیرہ ہے قبل از بعثت ہو یا بعد از بعثت، حالانکہ یہ قول خود امام رازی کی اپنی تحقیق کے خلاف ہے۔

---

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن ج ۵ ص ۳۳ ۵ ـ ۵۳۲ ملخصا، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

[2] علامہ سلیمان بن عمر المعروف بالجمل متوفی ١٢٠٤ھ، الفتوحات الالٰہیہ ج ۴ ص ۱۶۳، مطبوعہ مطبعۃ البہیۃ مصر، ١٣٠٣ھ

[3] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ٩١١ھ، الحاوی للفتاوی ج ا ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد

لیغفر لك اللّٰہ کی تاویل میں غیر مقبول اقوال کا بیان

علامہ سیوطی نے اس مسئلہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے القول المحرر علی قولہ تعالٰی لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ اس رسالہ میں علامہ سیوطی نے اس آیت کے بارہ[۱۲] وہ جوابات بیان کیے ہیں جو غیر مقبول ہیں، علامہ یوسف نبہانی نے الجواہر البحار جلد رابع میں اس رسالہ کو نقل کیا ہے ہم اختصار کے ساتھ علامہ سیوطی کے بیان کردہ بارہ غیر مقبول جوابات ذکر کر رہے ہیں:

(۱)۔ مقاتل نے کہا ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آپ سے زمانۂ جاہلیت میں سرزد ہوئے، یہ جواب اس لیے مردود ہے کہ آپ کے لیے کوئی جاہلیت نہیں۔

(۲)۔ ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو قبل از نبوت صادر ہوئے، یہ جواب اس لیے باطل ہے کہ آپ قبل از نبوت بھی معصوم ہیں۔

(۳)۔ سفیان ثوری نے بھی ذنب سے امور جاہلیت مراد لیے یہ جواب بھی باطل ہے۔

(۴)۔ مجاہد نے کہا ما تقدم سے مراد حدیث ماریہ اور ما تاخر سے مراد زید کی عورت کا قصہ ہے، یہ قول باطل ہے کیونکہ ان واقعات میں کوئی گناہ نہیں۔

(۵)۔ زمخشری نے کہا اس سے مراد آپ کی تقصیرات ہیں، یہ قول باطل ہے، کیونکہ آپ کی کوئی تقصیر نہیں، اللہ تعالیٰ نے مطلقاً آپ کی اتباع کا حکم دیا ہے اور تفریط اور تقصیر میں اتباع جائز نہیں۔

(۶)۔ ذنب سے مراد بچپن میں آپ کا لڑکوں کے ساتھ کھیل کے لیے جانا ہے، یہ قول باطل ہے کیونکہ جب آپ کو لڑکوں نے کھیل کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا میں کھیل کے لیے پیدا نہیں ہوا۔

(۷)۔ عطا خراسانی نے کہا ما تقدم سے مراد آپ کے باپ آدم اور حوا کے گناہ ہیں اور ما تاخر سے مراد آپ کی امت کے گناہ ہیں، یہ قول تین وجہ سے ضعیف ہے۔ (ا) حضرت آدم نبی معصوم ہیں ان کی طرف کوئی گناہ منسوب نہیں ہے سو یہ ایسی تاویل ہے جو خود تاویل کی محتاج ہے۔ (ب) جس شخص سے گناہ صادر نہ ہوئے ہوں اس کی طرف خطاب کے صیغہ سے دوسروں کے گناہ منسوب نہیں کیے جاتے۔ (ج) تمام امت کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے بلکہ بعض کے گناہ معاف کیے جائیں گے اور بعض کے معاف نہیں کیے جائیں گے۔

(۸)۔ حضرت ابن عباس نے کہا ذنب سے مراد وہ امور ہیں جو آئندہ ہوں گے، علامہ سبکی نے کہا اس میں یہ تاویل ہے کہ اگر بالفرض آپ کے ماضی اور مستقبل میں گناہ ہوں بھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجاہت کی وجہ سے ان کو معاف کر دیا۔

(۹)۔ قاضی عیاض نے شفاء میں کہا آپ سے گناہ ہوئے یا نہیں ہوئے، اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔

(۱۰)۔ ما تقدم سے مراد ہے نبوت سے پہلے اور ما تاخر سے مراد ہے نبوت کے بعد آپ کو معصوم رکھنا۔

(۱۱)۔ علامہ طبری اور علامہ قشیری نے کہا آپ سے جو امور سہو، غفلت اور تاویل سے سرزد ہوئے، ان کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔

(۱۲)۔ مکی نے کہا اس آیت میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کی امت ہے۔

یہ بارہ اقوال ہیں اور یہ سب غیر مقبول ہیں، ان میں سے بعض مردود ہیں، بعض ضعیف اور بعض میں تاویل ہے۔[۱]

[۱] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، الجواہر البحار ج ۴ ص ۲۱۳-۲۱۱، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ مصر، ۱۳۷۹ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی بعض مردود جوابات کا ذکر کیا ہے اور علامہ سیوطی کے مسترد کیے ہوئے بارہ جوابات کا حوالہ دیا ہے۔ [1]

عطاء خراسانی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عطاء بن مسلم خراسانی، اس کو ابو محمد اور ابو صالح بلخی بھی کہتے ہیں، یہ صحابہ کرام سے مرسلاً روایت کرتے تھے، حافظ ابونعیم نے بیان کیا کہ یہ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے، ان کے بیٹے عثمان بن عطاء نے کہا ان کی ۱۳۵ھ میں وفات ہوئی، انھوں نے حضرت ابن عباس سے جو احادیث مرسلاً روایت کی ہیں بعض لوگوں نے غلط فہمی سے یہ سمجھ لیا کہ یہ عطاء بن ابی رباح کی روایات ہیں۔

امام بخاری نے عطاء خراسانی کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے، امام ابن حبان نے کہا ان کا حافظہ ردی تھا اور یہ خطاء کرتے تھے اور ان کو اس خطاء کا علم نہیں ہوتا تھا اس لیے ان کی روایات سے استدلال کرنا باطل ہے۔ [2]

علامہ ابن خلکان نے عطاء خراسانی نام کے ایک اور شخص کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

عطاء خراسانی بہت بدشکل تھا، یہ تناسخ کا قائل تھا اور کہتا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں حلول کیا پھر حضرت نوح علیہ السلام میں، پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں حلول کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ نے ابومسلم خراسانی میں حلول کیا، یہ الوہیت کا مدعی تھا۔ یہ ۱۶۳ھ میں مرگیا اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔ [3]

جس شخص کی حدیث اور تفسیر میں روایات ہیں وہ عطاء بن مسلم خراسانی ہے جس کا ۱۳۵ھ میں انتقال ہوا۔

عمر رضا کحالہ نے لکھا ہے کہ عطاء بن ابی مسلم خراسانی ۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ان کا انتقال ۱۳۳ھ میں ہوا، ایک روایت ہے ۱۳۵ھ میں انتقال ہوا، یہ محدث اور مفسر تھے، شام میں رہے اور ان کا انتقال بیت المقدس میں ہوا، ان کی ایک تفسیر ہے۔ [4]

عطاء خراسانی کی تاویل پر مبنی ترجمہ کی تحقیق

بعض ثقہ اور مستند علماء نے بھی عطاء خراسانی اور شیخ مکی کے اقوال کی اتباع میں یہ ترجمہ کیا:

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔

ظاہر ہے ان علماء نے انتہائی نیک نیتی اور حسن عقیدت سے یہ ترجمہ کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت پر حرف نہ آئے، ہمارے دل میں ان علماء کا غایت درجہ احترام ہے اور علمی اعتبار سے ہم ان کی گرد راہ کے بھی برابر نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقات قرآن، نظم قرآن اور احادیث صحیحہ

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۔ حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۱۵-۲۱۲ ملخصاً، مطبوعہ دائرۃ المعارف ہند۔

۳۔ علامہ شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان ج ۳ ص ۲۶۴-۲۶۳، مطبوعہ ایران، ۱۳۶۴ھ

۴۔ عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین ج ۶ ص ۲۸۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات بھی ہیں ، ہمارے نزدیک جواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جو ذنب کی نسبت کی ہے اس نسبت کو قائم اور برقرار رکھتے ہوئے ذنب کے معنی میں تاویل کی جائے اور یہ کہا جائے کہ ذنب سے مراد بہ ظاہر خلاف اولیٰ یا بظاہر ترک افضل ہے یا اس سے مراد وہ امور ہیں جن کو آپ اپنے مقام رفیع اور نظر عالی کے اعتبار سے ذنب قرار دیتے تھے اور فی نفسہ وہ امور گناہ تھے نہ ترک اولیٰ، ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافت کے خلاف اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے ۔

یہ ملحوظ رہے کہ ہم نے اس بحث میں ذنب کا ترجمہ "بہ ظاہر خلاف اولیٰ" کیا ہے یا پھر ذنب کا ترجمہ نہیں کیا اور اس کو ذنب ہی لکھا ہے اور قرآن اور حدیث میں جہاں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ذنب کا لفظ وارد ہوا ہم نے اس کے ترجمہ میں "گناہ" لکھنے سے احتراز کیا ہے جبکہ بعض علماء اہل سنت نے ایسے مقامات پر ذنب کا ترجمہ "گناہ" بھی کیا ہے ۔

شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کا ترجمہ مشہور ہے اس کے علاوہ بعض دوسرے علماء اہل سنت نے بھی ایسے مقامات پر ذنب کا ترجمہ "گناہ" کیا ہے، البتہ ہمارے نزدیک جب ذنب کا تعلق انبیاء علیہم السلام سے ہو تو پھر اس کا ترجمہ گناہ کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ ترجمہ ان کی عظمت اور عصمت کے منافی ہے اور عوام کے ذہنوں میں تشویش کا موجب ہے ۔

اس وضاحت کے بعد ہم پھر اصل بحث کی طرف لوٹ رہے ہیں، اب ہم یہ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کی طرف جو ذنب کی اضافت کی ہے، اس اضافت کو بغیر شرعی اور عقلی مانع کے تبدیل کرنا اور ذنب کو آپ کے اگلوں اور پچھلوں کی طرف منسوب کرنا، اور "لک" میں حرف لام کو تعلیل کے لیے قرار دے کر یہ ترجمہ کرنا صحیح نہیں ہے: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے"۔ اب ہم کتب لغت کے حوالوں سے یہ بیان کریں گے کہ جب غفر کا صلہ حرف لام ہو تو وہ متعدی کرنے کے لیے ہوتا ہے تعلیل کے لیے نہیں ہوتا۔

غفر کے بعد حرف لام کے معنی کی کتب لغت سے تحقیق

کتب لغت میں مذکور ہے کہ غفر حرف لام کے ذکر اور حذف دونوں کے ساتھ متعدی ہوتا ہے غفر ذنبہ کا معنی ہے اس کو معاف کر دیا، (یہ معنی نہیں ہے اس کے سبب سے معاف کر دیا) اور غفر ذنبہ کا معنی ہے اس کے گناہ کی پردہ پوشی کی۔ --

مولانا غلام رسول رضوی، صحیح بخاری کی ایک حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

فقالت عائشۃ لم تصنع ھذا وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا۔

ام المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ یہ کس لیے کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں اور آپ مغفور ہیں، آپ نے فرمایا کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔

اس سے پہلی حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ف۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اور نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب اور بے ضرورت تاویل ناجائز۔ فصول الاسلام ص ۷، مطبوعہ کراچی۔

فقیل لہ غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔

آپ سے عرض کیا گیا حضور آپ تو مغفور ہیں۔ اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں۔

(تفہیم البخاری ج ۶، ص ۴۴۴، مطبوعہ لاہور)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال فغفرہ ای قال غفر اللہ لہ و استغفر اللہ ذنبہ علی حذف الحرف طلب منہ غفرہ۔[1]

غفر کا معنی ہے غفر اللہ لہ اور استغفر اللہ ذنبہ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ اس استعمال میں لام محذوف ہے۔

علامہ اسماعیل بن حماد جوہری لکھتے ہیں:

فغفر لہ ذنبہ واغتفر ذنبہ مثلہ۔[2]

فغفر لہ ذنبہ اور اغتفر ذنبہ کا ایک معنی ہے۔

یعنی غفر حرف لام کے ساتھ بھی متعدی ہوتا ہے اور اس کے حذف کے ساتھ بھی۔

علامہ زبیدی قاموس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

غفرہ یغفرہ سترہ (الی قولہ) غفر اللہ لہ ذنبہ غطی علیہ وعفا عنہ۔[3]

غفرہ (حذف لام کے ساتھ) کا معنی ہے اس پر ستر کیا اور غفر اللہ ذنبہ (حرف لام کے ذکر کے ساتھ) کا معنی ہے اس کے گناہ پر پردہ ڈالا اور اس کو معاف کر دیا۔

علامہ سعید شرتونی لکھتے ہیں:

غفر الشیء غفر استرہ - اللہ لہ ذنبہ غطی علیہ وعفا عنہ۔[4]

غفر الشیء کا معنی ہے اس پر ستر کیا اور غفر اللہ ذنبہ کا معنی ہے اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی اور اس کو معاف کر دیا۔

لوئیس معلوف لکھتے ہیں:

غفر لہ الذنب غطی علیہ وعفا عنہ و غفر الشیء سترہ۔[5]

غفر لہ الذنب کا معنی ہے اس کی پردہ پوشی کی اور اس کو معاف کر دیا اور غفر الشیء کا معنی ہے اس پر ستر کیا۔

مسلم اور مستند کتب لغت کے حوالہ جات سے واضح ہو گیا کہ غفر کے بعد حرف لام، متعدی کرنے کے لیے ہوتا ہے اور اس کو تعلیل اور سبب پر محمول کرنا لغت کے خلاف ہے، کتب لغت کے حوالہ جات کے بعد اب ہم قرآن مجید کی آیات سے یہ واضح کر رہے ہیں کہ غفر کے بعد حرف لام تعلیل اور سبب کے لیے نہیں ہوتا۔

1۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۲۶، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

2۔ علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۲ ص ۷۷۱، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

3۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۴۵۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ مصر، ۱۳۰۶ھ

4۔ علامہ سعید خوری شرتونی لبنانی، اقرب الموارد ج ۲ ص ۸۷۹، مطبوعہ منشورات مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ، ایران، ۱۴۰۳ھ

5۔ لوئیس معلوف الیسوعی، المنجد ج ۱ ص ۵۵۵، مطبوعہ المطبعۃ الکاثولیکیہ، بیروت، طبع ۱۷، ۱۳۶۷ھ

اعلیٰ حضرت کے ترجمہ سے غفر کے بعد لام کا تعلیل کے لیے نہ ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان

قرآن مجید میں چوہتر مقامات پر مغفرت کا مادہ یعنی، یغفر اور استغفر وغیرہ کا صلہ حرف لام ہے اور ہر جگہ اس کا معنی معاف کرنا اور بخشنا یا بخشش طلب کرنا ہے، اور کسی جگہ بھی یہ لام تعلیل اور سبب کے لیے نہیں ہے، سر دست ہم قرآن مجید کی گیارہ آیات پیش کر رہے ہیں اور ان آیات کا ترجمہ ہم اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن کنز الایمان سے نقل کر رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱)۔ واستغفر لذنبك (مؤمن: ۵۵)　　اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔

سورۂ فتح کی زیر بحث آیت کے ترجمہ کے مطابق اس کا ترجمہ یوں ہونا چاہیے تھا "اور اپنوں کے گناہوں کے کے سبب سے معافی چاہو۔

(۲)۔ واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات۔ (محمد: ۱۹)　　اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔

یہ دونوں آیتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں ان میں استغفر کے بعد لام ہے اور اعلیٰ حضرت نے یہاں حرف لام کا ترجمہ سببیت کے اعتبار سے نہیں کیا۔

(۳)۔ قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسرين ○ (اعراف: ۲۳)　　دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے۔

یہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت حوا کی دعا ہے، اگر لام سببیت کے لیے ہوتا تو ترجمہ یوں ہوتا "اگر تو ہمارے سبب سے نہ بخشے"۔

(۴)۔ رب اغفر لي ولوالدي ولمن دخل بيتي مؤمنا وللمؤمنين والمؤمنت (نوح: ۲۸)　　اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہو۔

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے۔

(۵)۔ ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب۔ (ابراھیم: ۴۱)　　اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

(۶)۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے:

والذي اطمع ان يغفر لي خطيئتي يوم الدين۔ (شعراء: ۸۲)　　اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

(۷)۔ واغفر لابی انه کان من الضآلین ○ (شعراء: ۸۶) اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ ہے۔

یہ تینوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں۔ اگر لام سببیت کے لیے ہوتا تو آخری دعا کا ترجمہ ہوتا "اور میرے ماں باپ کے سبب سے بخش دے"!

(۸) قال رب اغفر لی ولاخی۔ عرض کی اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔

(اعراف: ۱۵۱)

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور حضرت ہارون علیہ السلام کے لیے دعا فرمائی تھی۔

(۹)۔ فاغفر لی فغفر له۔ تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا۔

(قصص: ۱۶)

یہ آیت بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے۔

(۱۰)۔ فغفرنا له ذٰلك۔ (ص: ۲۵) اور رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف کر دیا۔

یہ آیت حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ہے، اور اس آیت میں حضرت داؤد کی طرف مغفرت کی نسبت کی گئی ہے، اور اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ میں اس نسبت کو برقرار رکھا ہے۔

(۱۱) قال رب اغفر لی وھب لی ملکا لا عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے

ے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس آیت کے ترجمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو گمراہ لکھا ہے، اسی طرح سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۴ کے ترجمہ میں لکھا ہے، "جب حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تم بتوں کو خدا بناتے ہو" اور سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۴ کے ترجمہ میں لکھا ہے" اور ابراہیم کا اپنے باپ کی بخشش چاہنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدے کے سبب جو اس سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اس سے تنکا توڑ دیا" قرآن مجید کی ان آیات میں "اب" کا لفظ وارد ہوا ہے، اور محاورات عرب میں "اب" کا اطلاق چچا پر بھی ہوتا ہے اور قرآن مجید کی ایک آیت میں "اب" کا چچا پر اطلاق ہے قالوا نعبد الٰھك والٰه ابآئك ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق (بقرہ: ۱۳۳) اس آیت میں حضرت اسماعیل پر بھی "اب" کا اطلاق ہے، حالانکہ وہ فرزندان یعقوب کے چچا تھے۔ سو اسی طرح ان آیات میں بھی حضرت ابراہیم کے چچا پر "اب" کا اطلاق کیا گیا ہے اور چونکہ اردو محاورہ میں چچا پر باپ کا اطلاق نہیں ہوتا اس لیے ان آیات میں "اب" کا صحیح تفسیری ترجمہ چچا ہے، اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ لکھتے ہیں: اہل تواریخ واہل کتابین کا اجماع ہے کہ آزر باپ نہ تھا سیدنا خلیل علیہ السلام الجلیل کا چچا تھا (شمول الاسلام ص ۱۸، مطبوعہ کراچی) نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں: تمام آباء وامہات اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن وثابت ہے، بلکہ بالاجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخارا سب کا یہی مقتضیٰ مذہب ہے۔ (شمول الاسلام ص ۳۲، مطبوعہ کراچی) اور چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے ہیں۔ اس لیے وہ بالیقین مومن ہیں۔ گمراہ بت پرست یا دشمن خدا نہیں ہیں۔ اگر ہمیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ناموس کا تحفظ ہر چیز اور ہر شخص سے بڑھ کر عزیز نہ ہوتا تو ہم اس امر پر تنبیہ نہ کرتے۔

❖ ❖ ❖

ینبغی لاحد من بعدی (ص: ۳۵) ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

یہ آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ہے۔

ہم نے قرآن مجید کی گیارہ آیات پیش کی ہیں جن میں غفر، یغفر اور استغفر وغیرہا کے بعد حرف لام مذکور ہے اور یہ لام تعلیل کے لیے نہیں ہے، جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے ترجموں سے واضح ہے، اور چونکہ غفر کے بعد لام از روئے لغت تعلیل کے لیے نہیں ہوتا، اس لیے مفسرین میں سے کسی نے بھی اس لام کو تعلیل کے لیے نہیں قرار دیا، لہٰذا اس لام کو تعلیل کے لیے قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ وہم نہ کیا جائے کہ بعض علماء نے جو اس لام کو تعلیل کے لیے کہا ہے انھوں نے اپنے قیاس اور اجتہاد سے اس کو تعلیل کے لیے کہا ہے، کیونکہ لغت میں قیاس نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔"

دوسری اہم بات جو ان آیات سے واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ان آیات کے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کو متعلق کیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ میں اس تعلق کو برقرار رکھا ہے اور اس مغفرت کا تعلق ان کی امتوں کے ساتھ نہیں کیا، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کا تعلق کرنا ان کی عصمت اور ادب کے منافی نہیں ہے، اور صحیح بھی یہی ہے کہ جبکہ عقلی اور شرعی کوئی مانع نہ ہو تو قرآن مجید میں جس کو جس کے ساتھ متعلق کیا گیا ہو، اس تعلق کو اسی کے ساتھ برقرار رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے تعلق کو تبدیل نہ کیا جائے، اس لیے صحیح ترجمہ یہ ہے: "تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے۔"

قرآن مجید کی نظم اور سلک معانی کے ربط سے آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کو برقرار رکھنے کا بیان

قرآن مجید میں ہے:

انا فتحنا لك فتحا مبينا ۵ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر ويتم نعمته عليك ويهديك صراطا مستقيما ۵ وينصرك الله نصرا عزيزا ۔

(فتح: ۳-۱)

بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے اور آپ پر اپنی نعمت پوری کر دے۔ اور آپ کو سیدھی راہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ آپ کی قوی مدد فرمائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو براہ راست پانچ نعمتیں عطا فرمانے کا ذکر فرمایا ہے، فتح مبین، مغفرت ذنوب، نعمت پوری کرنا، صراط مستقیم کی ہدایت پر ثابت قدم رکھنا اور قوی مدد فرمانا، اب اگر یہ کہا جائے کہ درمیان میں مغفرت

سے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے: "اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔"

ذنوب کی ایک نعمت آپ کو نہیں امت کو دی ہے تو اس سے نظم قرآن مختل ہو جائے گی انا فتحنا لک سے ینصرک اللہ تک پانچوں نعمتوں میں اللہ تعالیٰ نے حرف خطاب ذکر کر کے خصوصیت سے آپ کو خطاب کیا ہے، اب یہ کہنا کہ اس کلام کے اول اور آخر میں خطاب آپ کو ہے اور اس سے مراد بھی آپ ہیں اور درمیان میں خطاب آپ کو اور مراد اس سے اگلے اور پچھلے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو بے ربط اور سلک معانی کو منتشر کرنا ہے۔

مفسرین کرام اور مستند علماء عظام نے ان پانچوں نعمتوں کا آپ کے ساتھ اختصاص بیان کیا ہے۔

امام بخاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

فجئت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسلمت علیہ فقال لقد انزل علی اللیلۃ سورۃ لھی احب الی مما طلعت الشمس ثم قرأ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ [1]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو سلام عرض کیا، آپ نے فرمایا: آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوا ہے، پھر آپ نے پڑھا انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

علامہ کرمانی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

لما فیہ من مغفرۃ ما تقدم وما تاخر والفتح والنصر واتمام النعمۃ وغیرھا۔ [2]

کیونکہ اس آیت میں آپ کی اگلی اور پچھلی مغفرت، فتح، مدد، اتمام نعمت اور دوسری نعمتوں کا ذکر ہے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

قال ابن عطاء جمع للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذہ السورۃ نعم مختلفۃ من الفتح المبین وھو من اعلام الاجابۃ والمغفرۃ وھی من اعلام المحبۃ وتمام النعمۃ وھی من اعلام الاختصاص والھدایۃ وھی من اعلام الولایۃ الخ فالمغفرۃ تبرءۃ من العیوب وتمام النعمۃ ابلاغ الدرجۃ الکاملۃ والھدایۃ وھی الدعوۃ الی المشاھدۃ۔ [3]

ابن عطاء نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں آپ کے لیے متعدد نعمتوں کو جمع کر دیا، فتح مبین آپ کی مقبولیت کی علامت ہے، مغفرت آپ سے محبت کی علامت ہے، اور اتمام نعمت آپ کی خصوصیت کی علامت ہے اور ہدایت آپ کی ولایت کی علامت ہے، مغفرت سے مراد ہے آپ کو عیوب سے بری رکھنا، اتمام نعمت سے مراد ہے آپ کو درجہ کاملہ پر پہنچانا، اور ہدایت سے مراد ہے آپ کو مشاہدہ کی دعوت دینا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

حق سبحانہ اثبات کرد برائے او نخست فتح مبین و

اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کے لیے فتح مبین کا ذکر

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ ھ

[2] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ، تحقیق الکواکب الدراری ج ۱۸ ص ۹۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ ھ

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۴ ھ، شفاء ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

بعد ازاں ذکر کرد مغفرت ذنوب را و ذکر کرده بعد از وے اتمام نعمت و اثبات ہدایت و صراط مستقیم و نصر عزیز را پس یقین شد کہ مقصود اثبات ذنوب نیست بلکہ نفی آنست ؎

کیا اس کے بعد مغفرت ذنوب کا ذکر کیا، اس کے بعد اتمام نعمت کا ذکر کیا، اس کے بعد ہدایت پر ثابت قدم رکھنے اور غالب مدد کا ذکر کیا، اس سے یقین حاصل ہوگیا کہ اس آیت سے گناہوں کا ثابت کرنا نہیں ان کی نفی کرنا مقصود ہے (یعنی آپ کے گناہ ہیں ہی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اگلی اور پچھلی زندگی میں معصوم بنا دیا ہے۔)

اس ترجمہ پر دوسرا اشکال یہ ہے کہ سورۃ فتح کی آیت نمبر ۵ میں مومنین کی مغفرت کا ذکر ہے (لیدخل المؤمنین و المؤمنٰت جنٰت تجری الآیۃ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) اب اگر آیت نمبر ۲ (ما تقدم من ذنبك) میں بھی مومنین کی مغفرت مراد ہو تو یہ محض تکرار ہوگا، جب کہ آیت نمبر ۲ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت مراد لی جائے تو پھر تکرار نہیں رہیگا۔

اس ترجمہ پر تیسرا اشکال یہ ہے کہ اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت سے یہ تو مراد نہیں ہوسکتا کہ تمام اگلوں اور پچھلوں کی مغفرت کر دی گئی ہو اور اگر بعض اگلوں اور بعض پچھلوں کی مغفرت مراد لی جائے تو اس میں آپ کی تخصیص نہیں۔ کیونکہ دوسرے انبیاء اور رُسل کے واسطے سے بھی مغفرت ہوگی۔ اس لیے لامحالہ یہ معنی مراد لینا ہوگا کہ "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اکثر اگلوں اور اکثر پچھلوں کے" سو یہ ترجمہ ایک ایسی تاویل پر مبنی ہے جو خود تاویل کا محتاج ہے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان

امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا:

عن انس بن مالك قال لما نزلت هذه الأية على النبي صلى الله عليه وسلم انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر مرجعه من الحديبية وهم في الظهر الحزن والكابة وقد نحر الهدي بالحديبية فقال لقد انزل على أية هي احب الي من الدنيا جميعا قالوا يا رسول الله قد علمنا ما يفعل بك فما يفعل بنا فانزلت ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها و يكفر عنهم سيأتهم وكان ذلك عند الله فوزا عظيما قال عبد الوهاب في حديثه واصحابه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی "انا فتحنا لك فتحا مبينا ۝ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" درآنحالیکہ صحابہ غم و اندوہ میں مبتلا تھے اور آپ حدیبیہ میں ہدی کو ذبح کر چکے تھے تو آپ نے فرمایا مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں یہ معلوم ہوگیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، تو ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ تب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو جنتوں میں داخل فرمائے، جن کے نیچے دریا بہتے ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہوں کو مٹا دے (معاف کر

؎ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

یخالطون الحزن والکآبۃ وقال فیہ هنیئا مریئا لك یا رسول اللہ قد بین اللہ عز وجل ماذا یفعل بك ۔[۱]

(دے) اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ عبد الوہاب کی سند میں ہے حدیبیہ سے لوٹتے وقت صحابہ غمگین تھے اور صحابہ نے حضور سے کہا یا رسول اللہ! آپ کو خوشی مبارک ہو، اللہ عز وجل نے بتا دیا آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اس سند کے علاوہ امام احمد نے اس حدیث کو یزید،[۲] بہز،[۳] عبد الرزاق،[۴] محمد بن بکر[۵] اور عفان[۶] کی اسانید سے بھی اسی طرح تفصیل سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح تفصیل سے روایت کیا ہے،[۷] امام بخاری نے اس کو اختصار سے روایت کیا ہے۔[۸]

امام مسلم نے بھی اس کو اختصار سے روایت کیا ہے۔[۹]

حافظ ابن کثیر نے اس کو امام احمد، امام ترمذی اور امام نسائی کی اسانید کے ساتھ، اس آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔[۱۰]

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو امام عبد الرزاق، امام ابن ابی شیبہ، امام عبد بن حمید، امام ابن جریر، امام ابن مردویہ، امام ابونعیم، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن منذر، امام حاکم اور امام سعید بن منصور کے حوالوں سے اس آیت کی تفسیر میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔[۱۱]

اس حدیث کو تمام مشہور اور مسلم ائمہ حدیث نے متعدد اسانید اور طرق سے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب آپ نے لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر کی تلاوت کی تو صحابہ کرام نے کہا یا نبی اللہ! آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا؟

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ
۲۔ " " " " مسند احمد ج ۳، ص ۱۲۲، " " "
۳۔ " " " " مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۴، " " "
۴۔ " " " " مسند احمد ج ۳ ص ۱۹۷، " " "
۵۔ " " " " مسند احمد ج ۳ ص ۱۷۳، " " "
۶۔ " " " " مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۲، " " "
۷۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۴۶۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۸۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، ۶۰۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
۹۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۶، " " "
۱۰۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۷، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ ھ
۱۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، در منثور ج ۶ ص ۷۱، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۴ ھ

تب آپ نے بعد والی آیت پڑھی جس میں مومنین کی مغفرت کا ذکر ہے اس حدیث میں یہ صریح نص ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک میں آپ کے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کا بیان ہے اگلوں پچھلوں یا امت کے ذنوب کی مغفرت کا ذکر نہیں ہے۔

بعض دیگر احادیث میں بھی اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات قرار دیا گیا ہے:

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: فضلت علی الانبیاء بست لم یعطھن احد کان قبلی، غفر لی ما تقدم من ذنبی وما تاخر واحلت لی الغنائم ولم تحل لاحد کان قبلی، وجعلت امتی خیر الامم، وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا واعطیت الکوثر، ونصرت بالرعب، والذی نفسی بیدہ ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامۃ تحتہ آدم فمن دونہ[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے انبیاء پر چھ چیزوں سے فضیلت دی گئی ہے، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میرے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی گئی ہے، میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں تھا، میری امت کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے، میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور مطہر بنا دیا گیا ہے، مجھے کوثر دیا گیا ہے اور میری رعب سے مدد کی گئی ہے اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے تمہارا پیغمبر قیامت کے دن حمد کے جھنڈے کا حامل ہوگا اور آدم اور ان کے ماسوا تمام انبیاء اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

حافظ الہیثمی اس حدیث کی سند کے متعلق لکھتے ہیں:

رواہ البزار واسنادہ جید[2]

اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند عمدہ ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عکرمۃ قال سمعت ابن عباس یقول، ان اللہ عزوجل فضل محمدا صلی اللہ علیہ وسلم علی اھل السماء وعلی الانبیاء قالوا: یا ابن عباس! ما فضلہ علی اھل السماء قال: لان اللہ عزوجل قال لاھل السماء: (ومن یقل منھم انی الہ من دونہ فذلک

عکرمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمان والوں اور تمام نبیوں پر فضیلت دی ہے لوگوں نے کہا اے ابن عباس! آسمان والوں پر آپ کی فضیلت کی کیا دلیل ہے؟ حضرت ابن عباس نے کہا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں کے متعلق فرمایا: "اور فرشتوں میں

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۱۴۷، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

نجزیہ جھنم کذلک نجزی الظّٰلمین) وقال اللّٰہ تعالٰی لمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قالوا یا ابن عباس ما فضلہ علی الانبیاء؟ قال؛ لان اللّٰہ تعالٰی یقول: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ وقال اللّٰہ لمحمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وما ارسلناک الا کافۃ للناس فارسلہ اللّٰہ عزوجل الی الانس والجن۔[1]

سے جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں، تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیں گے، اور ہم اسی طرح ظالموں کو سزا دیتے ہیں" اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا: "بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب یعنی (بظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف کر دے" لوگوں نے کہا: اے ابن عباس! حضور کی انبیاء پر کیا فضیلت ہے، انھوں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء کے متعلق فرماتا ہے: ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں مبعوث کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا: ہم نے آپ کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے مبعوث کیا ہے، سو آپ کو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔[2]

حافظ نور الدین الہیثمی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر الحکم بن ابان وھو ثقۃ ورواہ ابو یعلی باختصار کثیر۔[3]

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں ماسوا حکم بن ابان کے اور وہ بھی ثقہ ہے، امام ابو یعلیٰ نے بھی اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اس حدیث کو شیخ ولی الدین عراقی[4] اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔[5]

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مجاھد فی قولہ عزوجل نافلۃ لک قال: لم تکن النافلۃ لاحد الا للنبی

"نفل آپ کی خصوصیت ہے" اس کی تفسیر میں مجاہد نے بیان کیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کے لیے

---

[1] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۶-۴۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن مثنیٰ موصلی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ موصلی ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت، ۱۴۰۸ھ

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۴-۲۵۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[4] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۱۵، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

[5] حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ج ۴ ص ۲۹، مطبوعہ مکۃ المکرمہ،

صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ من اجل انہ قد غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فما عمل من عمل مع المکتوب فھو نافلۃ سوی المکتوب من اجل انہ لا یعمل ذلک فی کفارۃ الذنوب والناس یعملون ما سوی المکتوبۃ فی کفارۃ ذنوبھم فلیس للناس نوافل انما ھی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ ۔[1]

نفلی عبادت زائد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کی مغفرت کر دی ہے، اس لیے آپ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ نفل یعنی زائد از ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ باقی لوگ فرائض کے علاوہ جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، لہٰذا لوگوں کی کوئی عبادت نفل یعنی زائد نہیں ہے، عبادت کا نفل (زائد) ہونا صرف آپ کی خصوصیت ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

وذکر وھب بن منبہ فی قصۃ داؤد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وما اوحی الیہ فی الزبور یا داؤد انہ سیاتی من بعدک نبی یسمی احمد ومحمد صادقا سیدا لا اغضب علیہ ابدا ولا یغضبنی ابدا وقد غفرت لہ قبل ان یعصنی ما تقدم من ذنبہ وما تاخر وامتہ مرحومۃ الحدیث ۔[2]

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ میں ذکر کیا، کہ زبور میں ان کی طرف یہ وحی کی گئی تھی کہ اے داؤد! آپ کے بعد ایک نبی مبعوث ہوں گے جن کا نام احمد اور محمد ہوگا وہ صادق اور سید ہوں گے، میں ان پر کبھی ناراض ہوں گا نہ وہ کبھی مجھ سے ناراض ہوں گے، میں نے ان کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں) کو ارتکاب سے پہلے ہی معاف کر دیا ہے اور ان کی امت پر رحمت کی گئی ہے۔

ان تمام احادیث میں تمام اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا گیا ہے سو یہ کہنا کہ یہ مغفرت آپ کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کو حاصل ہوئی ہے، ان تمام احادیث کے خلاف ہے!

آثار صحابہ کی روشنی میں آپ کے ساتھ مغفرت ذنوب کے تعلق کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک یقول جاء ثلثۃ رھط الی بیوت ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون عن عبادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما اخبروا کانھم تقالوھا فقالوا واین نحن من النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد غفر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھروں میں تین صحابی آئے، انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق سوال کیا جب ان کو خبر دی گئی تو انھوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا اور کہا: کہاں ہم اور کہاں نبی صلے اللہ

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] " " " " " دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۳۸۰۔

له ما تقدم من ذنبه وما تاخر فقال احدهم اما انا فانی اصلی اللیل ابداً وقال آخر انا اصوم الدهر ولا افطر وقال آخر انا اعتزل النساء فلا اتزوج ابداً فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال انتم الذین قلتم کذا وکذا اما والله انی لاخشاکم لله واتقاکم له لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ [1]

علیہ وسلم! آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کردی گئی ہے، ایک نے کہا میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھوں گا دوسرے نے کہا میں تمام عمر روزے رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا میں ہمیشہ عورتوں سے الگ رہوں گا اور شادی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور فرمایا تم لوگوں نے ایسے ایسے کہا ہے؛ سنو! بخدا! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور کھانا بھی کھاتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور ازدواج سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جو شخص میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں ہوگا۔

امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ یہ تین صحابی، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم تھے۔ [2] یہ حدیث مشکوٰۃ ص ۲۷ پر بھی ہے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس آیت میں مغفرت ذنب کا تعلق نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وحال آنکہ بہ تحقیق آمرزیدہ است خدائے تعالیٰ مراورا آنچہ پیش گذاشتہ از گناہان او وآنچہ پس آمدہ او را گنجائش دارد کہ کم کند عبادت بخلاف ماکہ محتاجیم بآمرزیدہ شدن گناہان ونداستند آں عزیزان ونیک نظر نکردند کہ اندک عبادت از حضرت وے صلے اللہ علیہ وسلم بیشتر از بسیار بیش است از جہت کمال معرفت ووفورت حضور وتمام احسان وے در عبادت ونیز آں از جہت وفور رحمت وکمال شفقت اوست برامت ودر وے تعلیم رعایت حقوق نفس واہل وعیال است ونیز استقامت در رعایت اعتدال وادامت عمل است ولیسا باشد کہ تکثیر وافراط در عمل بفتور

حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے اور پچھلے ذنوب معاف کردیے ہیں اس لیے آپ کے لیے یہ گنجائش ہے کہ آپ کم عبادت کریں، اس کے برخلاف ہم گناہوں کی بخشش کے محتاج ہیں، ان بزرگوں نے اس پر توجہ نہیں کی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کم عبادت بھی ہر ایک کی بڑی سے بڑی اور زیادہ سے زیادہ عبادت سے بڑھ کر ہے، کیونکہ آپ کو جو اللہ کی کامل معرفت حاصل ہے اور جس طرح آپ عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرف بالکلیہ متوجہ ہوتے ہیں اور اس کا جمال آپ کے سامنے ہوتا ہے وہ کسی اور کے لیے متصور نہیں ہے، نیز کم

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ

وبلال گردد و در توجیہ غفران ذنوب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ قرآن مجید بداں ناطق است اقوال است بہترین اقوال آنست کہ ایں کلمہ تشریف است مرآں حضرت را از جانب مولیٰ تعالیٰ بے آں کہ ذنب وجود داشتہ باشد چنانکہ صاحب مر بندہ خود را بگوید کہ گناہان ترا بخشیدیم تو فارغ البال باشش وہیچ اندیشہ مکن اگرچہ آں بندہ گناہ نداشتہ باشد و توجیہ مشہور انیست کہ حسنات الابرار سیّئات المقربین۔ ؎

عبادت کرنے میں امت پر رحمت اور شفقت بھی ملحوظ تھی تاکہ امت کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کی تعلیم دی جائے اور اعتدال اور توازن کی رعایت کی تربیت کی جائے تاکہ ہمیشہ عمل کیا جا سکے، کیونکہ اکثر و بیشتر زیادہ عبادت کرنے سے اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور قرآن مجید میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ذنوب کی مغفرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی متعدد توجیہات ہیں، بہترین توجیہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعظیم اور تشریف کا کلمہ ہے، بغیر اس کے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی گناہ ہو، جس طرح مالک اپنے غلام سے کہتا ہے: میں نے تمہارے گناہ بخش دیے ہیں اب تم فارغ ہو، کوئی فکر نہ کرو، خواہ اس غلام کا کوئی گناہ نہ ہو، اور اس آیت کی مشہور توجیہ یہ ہے کہ حسنات الابرار سیّئات المقربین۔ یعنی ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک گناہوں کے درجہ میں ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپ روزے میں اپنی ازواج کا بوسہ لیتے ہیں تو حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

فقال یا رسول الله! قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم اما والله انی لاتقاکم واخشاکم له۔ ؎

انھوں نے کہا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا سنو خدا کی قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ ایک صحابی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا کوئی شخص حالت جنابت میں روزہ کی نیت کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا میں بھی (بعض اوقات تاخیر کی وجہ سے) ایسا کرتا ہوں، اس پر اس صحابی نے کہا:

فقال لست مثلنا یا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر فقال

اس صحابی نے کہا: یا رسول اللہ آپ تو ہماری مثل نہیں ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب

؎۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۸ - ۱۲۷، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ
؎۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

واللہ انی لارجوان اکون اخشاکم للہ و اعلمکم بما اتقی۔[1]

کی مغفرت کر دی ہے! آپ نے فرمایا بہ خدا مجھے یہ امید ہے کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہیے ان کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تفطر قدماہ فقالت عائشۃ لم تصنع ھذا یارسول اللہ وقد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا۔[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو (بہت) قیام کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کے دونوں پیر سوج جاتے، حضرت عائشہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اتنا قیام کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں یہ پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ ہوں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بھی روایت کیا ہے۔[3]

ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس آیت میں مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ نہیں تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مغفرت کلی کا اعلان آپ کی عظیم خصوصیت ہے

سورہ فتح کی اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی اگلی اور پچھلی کلی مغفرت کا قطعی اعلان کر دیا ہے، قرآن مجید میں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی، رسول یا کسی بھی شخص کی کلی مغفرت کا اعلان نہیں کیا گیا اور آپ کے سوا کسی کی بھی کلی مغفرت قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن آپ کے سوا تمام انبیاء اور مرسلین کو اپنی اپنی فکر دامن گیر ہوگی اور پہلے مرحلہ میں بجز آپ کے تمام نبی اور رسول شفاعت سے گریز کریں گے اور صرف آپ شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے، لیکن آپ کی یہ خصوصیت صرف اسی وقت ہوگی جب مغفرت ذنوب کا تعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا اس کو برقرار رکھا جائے اور اس کو تسلیم کیا جائے اور اگر بغیر کسی عقلی اور شرعی استحالہ کے اللہ تعالےٰ کے کیے ہوئے تعلق کو بدل کر اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق کیا تو پھر اس مغفرت کلی کا قطعی اعلان اگلوں اور پچھلوں کے لیے ہوگا، حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں ہوگا، اور مغفرت کلی کا قطعی اعلان آپ کی خصوصیت نہیں رہے گا اور یہ حدیث کے خلاف ہے کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[3] ″ ″ ″ ″ ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۱۶، ″ ″ ″ ″

اس کلی مغفرت کے اعلان کو اپنی خصوصیت قرار دیا ہے:

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن ابی حاتم وعثمان بن سعید الدارمی فی (کتاب الرد علی الجھمیة) عن عبادة بن الصامت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج فقال ان جبرائیل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمة اللہ التی انعم بھا علیك فبشرنی بعشر لم یؤتھا نبی قبل ان اللہ بعثنی الی الناس جمیعا وامرنی ان انذر الجن وتقانی کلامہ وانا امی قد اوتی داؤد الزبور وموسی الالواح وعیسی الانجیل وغفرلی ما تقدم من ذنبی وما تاخر الحدیث [1]

امام ابن ابی حاتم اور امام دارمی نے اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، اور فرمایا جبرئیل میرے پاس آئے اور کہا باہر آئیے، اور اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو نعمتیں عطا کی ہیں ان کو بیان فرمائیے پھر مجھے دس ایسی نعمتوں کی بشارت دی جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں (۱) اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا (۲) مجھے جنوں کے لیے نذیر بنایا (۳) حضرت داؤد کو زبور، حضرت موسیٰ کو (تورات کی) الواح اور حضرت عیسیٰ کو انجیل دی گئی اور حالانکہ میں امی ہوں پھر بھی اللہ نے مجھے اپنے کلام سے نوازا (۴) اور میرے اگلے اور پچھلے ذنوب کی مغفرت کر دی گئی الحدیث۔

تمام مسالک کے مستند علماء نے اس مغفرت کلی کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت اور آپ کے حق میں عظیم نعمت قرار دیا ہے، حافظ ابن کثیر حنبلی لکھتے ہیں:

قولہ تعالیٰ (لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر) ھذا من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم التی لایشارکہ فیھا غیرہ، ولیس فی حدیث صحیح فی ثواب الاعمال لغیرہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر، وھذا فیہ تشریف عظیم لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [2]

اللہ تعالیٰ کا یہ قول "لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر" آپ کی ان خصوصیات میں سے ہے جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے کسی عمل کے ثواب کے متعلق کسی حدیث صحیح میں یہ نہیں آیا کہ اس کے اگلے اور پچھلے تمام ذنوب کی مغفرت کر دی گئی، اور اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت عزت اور فضیلت ہے۔

علامہ یوسف نبہانی، علامہ جلال الدین سیوطی شافعی کے رسالہ "القول المحرر" سے علامہ عز الدین ابن عبد السلام کا کلام نقل کرتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ اخبرہ انہ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر ولم ینقل انہ تعالیٰ اخبر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خبر دے دی ہے کہ آپ کے اگلے اور پچھلے ذنوب (بظاہر خلاف اولیٰ کاموں)

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۸۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] حافظ عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۳۲۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

احدًا من الانبیاء علیهم الصلاۃ و السلام بمثل ذٰلك بل الظاهر انه سبحانه وتعالٰی لم یخبرهم لان کل واحد منهم اذا طلبت منه الشفاعة فی الموقف ذکر خطیئته التی اصاب وقال نفسی نفسی ولو علم کل واحد منهم بغفران خطیئته لم ینکل منها فی ذٰلك المقام واذا استشفعت الخلائق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلك الموقف قال انا لها۔[1]

کی مغفرت کر دی گئی ہے، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی نے انبیاء علیہم السلام میں سے اور کسی کو بھی یہ خبر دی ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالٰی نے اور کسی نبی کو یہ خبر نہیں دی کیونکہ جب حشر کے دن انبیاء سے شفاعت طلب کی جائے گی تو ہر نبی کو اپنی ظاہری خطاء یاد آئے گی اور وہ نفسی نفسی کہیں گے اگر ان میں سے کسی کو بھی اپنی (ظاہری) خطاء کی مغفرت کا علم ہوتا تو وہ اس مقام پر شفاعت کا انکار نہ کرتا اور جب تمام لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کریں گے تو آپ فرمائیں گے" میں اس شفاعت کے لیے ہوں۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص کے بیان میں لکھتے ہیں:

واز اں جملہ آنست کہ امر رسیدہ شدہ آں حضرت علیہ السلام را ماتقدم من ذنبہ وما تاخر، شیخ عز الدین بن عبد السلام گفتہ رحمہ اللہ تعالٰی از خصائص آں حضرت ست کہ خبر دادہ شد اورا در دنیا بمغفرت ونقل کردہ نشد کہ وے تعالٰی خبر داد ہیچ یکے را از انبیاء بمانند ایں تا آنکہ گویند روز قیامت نفسی نفسی انتہٰی یعنی اگرچہ ہمہ انبیاء مغفور اند وتعذیب انبیاء جائز نیست ولیکن بہ تصریح خبر دادہ نشد، ہیچ یکے را بایں فضیلت واخبار کردہ نشد بداں وتصریح آں مخصوص بحضرت محمد است صلے اللہ علیہ وسلم کہ از غم واندیشۂ خود فارغ شدہ بخاطر جمع بحال امت مے پرداز دو بشفاعت در مغفرت ذنوب ورفع درجات ایشاں میکوشد۔[2]

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جملہ خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ کے تمام متقدم اور مؤخر ذنوب کو بخش دیا گیا ہے، شیخ عز الدین بن عبد السلام رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کو دنیا میں مغفرت کی خبر دے دی گئی ہے اور اللہ تعالٰی نے باقی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو یہ خبر نہیں دی ہے اسی وجہ سے وہ قیامت کے دن نفسی نفسی کہیں گے (علامہ عز الدین کی عبارت ختم ہوئی۔ اس کے بعد شیخ محقق لکھتے ہیں:) یعنی اگرچہ تمام انبیاء مغفور ہیں اور انبیاء کو عذاب ہونا ممکن نہیں ہے، لیکن اللہ تعالٰی نے اس کی صراحۃً خبر نہیں دی اور کسی بھی کو بھی اس فضیلت کی خبر نہیں دی، اور مغفرت کی تصریح صرف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے تاکہ آپ اپنے متعلق تشویش سے فارغ ہو کر تسلی کے ساتھ امت کے گناہوں کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کی شفاعت میں کوشش کریں۔

نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی متوفی ۱۳۵۰ھ، جواہر البحار ج ۳ ص ۲۱۲ - ۲۱۳ - مطبوعہ مطبعۃ مصطفٰی البابی الحلبی واولادہ مصر
[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۲۵ - ۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

پس گفتہ شد مر آں حضرت را برائے چہ میکنی ایں ہمہ ریاضت و میکشی اینہمہ تعب وعنا و حالانکہ آمرزیدہ شدہ است برائے تو ہمہ گناہاں تو آنچہ پیش رفتہ و آنچہ پس آمدہ گفت اگر گناہاں ہمہ بخشیدہ باشد آیا پس نباشم من بندہ شکر گویندہ بر نعمت ہائے حق خصوصاً ایں نعمت عظیم کہ مغفرت ذنوب است۔ لہ

پس آں حضرت سے عرض کیا گیا کہ آپ عبادت و ریاضت میں اس قدر کوشش و تھکاوٹ کو کیوں اختیار کرتے ہیں حالانکہ آپ کے تمام گناہ (یعنی ترک افضل یا خلاف اولیٰ) بخش دیے گئے ہیں خواہ وہ پہلے کے ہوں یا بعد کے؟ آپ نے فرمایا اگر تمام گناہ بخش دیے گئے ہیں تو کیا میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے والا نہ بنوں! خصوصاً مغفرت ذنوب کی اس عظیم نعمت پر۔!

یہ حدیث حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے اور مشکوٰۃ ص ۱۰۹۔۱۰۸، مطبوعہ دہلی اور صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۶، مطبوعہ کراچی میں مذکور ہے۔

مغفرت کی خصوصیت پر ایک معارضہ کا جواب

مستند فقہائے اسلام کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا قطعی اعلان، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی عظیم نعمت اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے کسی عام امتی اور ما وشما کی بات چھوڑیں اولوالعزم انبیاء اور رسل میں سے بھی کسی کو یہ نعمت حاصل نہیں ہوئی، شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بھی ہم نے اس دلیل کا اختصاراً ذکر کیا ہے اس پر بعض لوگوں نے یہ معارضہ کیا کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس دنیا ہی میں مغفرت کی نوید نہیں سنا دی گئی؟

الجواب عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مغفرت کی نہیں جنت کی نوید دی گئی ہے، لیکن جنت کی بشارت اور شے ہے اور مغفرت کی نوید اور چیز ہے[۵] اور یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بدر کو مغفرت کی نوید سنائی ہے لیکن یہ نوید بہرحال خبر واحد سے ثابت ہے اور ظنی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ذنوب کی کلی مغفرت کا اعلان قرآن مجید میں ہے اور قطعی ہے اور اس خصوصیت میں آپ کا کوئی شریک اور سہیم نہیں ہے

علماء اہل سنت کی عبارات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنوب کا تعلق۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فیاتونہ فیقول لست ھناکم ایتوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فقد غفر لہ

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے کہ میں (اس وقت) تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا تم

لہ۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۲۰، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنو

[۵]۔ دخول جنت کی نوید مغفرت کلی کو مستلزم نہیں ہے، کیونکہ ہر مومن جنت میں جائے گا، البتہ دخول جنت کی شخصی بشارت ایمان پر خاتمہ کو مستلزم ہے، اور نفس مغفرت کی نوید بھی ابتداءً جنت میں دخول کو مستلزم نہیں ہے، البتہ مغفرت کلی کی بشارت میں ابتداءً جنت دخول کو مستلزم ہے اور اس کی شخصی بشارت پوری کائنات میں صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور یہ آپ کی منفرد فضیلت اور عظیم خصوصیت ہے۔

ما تقدم من ذنبہ وما تاخر [1]

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ ان کے تمام اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی گئی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس مے آیند عیسیٰ را پس مے گوید عیسیٰ من نیستم اہل ایں کار و لیکن بیاید محمد را صلے اللہ علیہ وسلم کہ بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدا مر او را ہر چہ پیش گذشتہ از گناہان وے و ہر چہ پس آمدہ۔ [2]

پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں اس کام کا اہل نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے تمام گناہ (یعنی ترک افضل) بخش دیے ہیں خواہ پہلے کے ہوں یا بعد کے۔

اور علامہ فضل حق خیر آبادی اس حدیث کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پس بیایند بر عیسیٰ علیہ السلام پس بگوید بلائے شفاعت نیستم لیکن بر شما لازم است کہ بروید بہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدائے تعالیٰ مر او را از گناہان پیشیں و پسین او۔ [3]

علامہ عبدالحکیم شرف قادری ثم نقشبندی اس عبارت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لیے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبد مکرم ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف کر دیے ہیں۔ [4]

مولانا غلام رسول رضوی لکھتے ہیں:

لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس پوزیشن میں نہیں کہ تمہاری شفاعت کروں تم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو، اللہ تعالےٰ نے ان کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں۔ [5]

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷ ۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۳۸۶، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

[3] علامہ فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۸۶۱ء، تحقیق الفتویٰ ص ۳۲۱ - ۳۲۰، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ

[4] علامہ عبدالحکیم شرف قادری، نقشبندی، ترجمہ تحقیق الفتویٰ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۳۹۹ھ

[5] مولانا غلام رسول رضوی، تفہیم البخاری ج ۱۰ ص ۴۸، السجدہ پرنٹرز

* شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ غلام رسول رضوی اور بعض دیگر علماء اہل سنت نے ان مواقع پر جو ذنب کا ترجمہ گناہ کیا ہے اس سے ہم کو اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک جب ذنب کا تعلق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو تو پھر اس کا ترجمہ خلاف اولیٰ یا اجتہادی خطاء کے ساتھ کرنا چاہیے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا، اور ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے عام مسلمانوں کے ذہنوں میں تشویش ہوگی، اور ہمارے عرف میں گناہ کا لفظ ترک اولیٰ یا اجتہادی خطاء (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

اعلیٰ حضرت کی عبارت میں لیغفر لک اللہ الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کیساتھ تعلق

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز سورۂ شعراء میں حضرت ابراہیم سے متعلق اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں:

والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین - (شعراء: ۸۲)
اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا۔

اس آیت کے ترجمہ میں اعلیٰ حضرت نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خطاؤں کی نسبت کی ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم بھی نبی معصوم ہیں، سو اگر لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کی نسبت کرنا آپ کی عصمت اور ادب کے منافی ہے، تو اس آیت میں آپ کے جد کریم حضرت ابراہیم کی طرف خطا کی نسبت کرنا بھی عصمت اور ادب کے منافی ہوگا، اور اگر اس آیت میں خطاء کو مبنی خلاف اولیٰ لے کر حضرت ابراہیم کی طرف خطاء کی نسبت جائز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کے لیے مستعمل نہیں ہے اسلیے اس لفظ سے عصمت کے خلاف وہم پیدا ہوگا، اس لیے ان مواقع پر ذنب کا ترجمہ گناہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جن بزرگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کے اعتقاد کے باوجود ذنب کا ترجمہ گناہ کیا وہ ان کے علمی تسامح پر محمول ہے۔

ایک علمی مذاکرہ میں بعض افاضل نے قرآن مجید کی اس آیت سے مجھ پر معارضہ کیا:

ید اللہ فوق ایدیھم - (فتح: ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

اور یہ کہا کہ پھر ید کا ترجمہ "ہاتھ" نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسمانیت سے پاک اور منزہ ہے اور اس ترجمے سے عام مسلمانوں کا ذہن مشوش ہوگا، اس لیے "ید" کے ترجمے میں "ید" کو ذکر کیا جائے یا پھر قدرت اور غلبہ کے ساتھ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے ید (ہاتھ)، ساق (پنڈلی) اور وجہہ (چہرہ) پر مشتمل جو آیات ہیں، یہ سب آیات متشابہات ہیں، ان کا معنی ہمیں معلوم ہے اور ان کی مراد صرف اللہ عزوجل کو معلوم ہے، اس لیے ہم ان آیات کے ترجمہ میں ان الفاظ کے معانی ذکر کریں گے اور ان کی تفسیر میں یہ بیان کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے منزہ ہے اور ہاتھ، پنڈلی اور چہرے سے اس کی کیا مراد ہے یہ وہی جانتا ہے، اس کے برخلاف جن آیات میں انبیاء علیہم السلام کی طرف ذنب یا معصیت کی نسبت ہے وہ آیات متشابہات میں سے نہیں ہیں اور بر تقدیر تنزل دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کو بداہۃً معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جسمیت کا عقیدہ رکھنا کفر ہے اس لیے جب یداللہ کا ترجمہ "اللہ کے ہاتھ" کیا جائے گا تو کسی مسلمان کا ذہن اس ترجمہ سے اللہ تعالیٰ کی جسمیت کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اس کے برخلاف جب ذنب کا ترجمہ گناہ کیا جاتے گا تو اس سے معروف گناہ کی طرف ذہن کے منتقل ہونے کی گنجائش ہے کیونکہ شافعیہ اور معتزلہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے بلا اصرار کبیرہ کا صدور بھی جائز ہے۔ (تحریر مع تقریر ج ۲ ص ۲۲۴) ہرچند کہ محققین اہل سنت کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے صغیرہ اور کبیرہ کسی قسم کے گناہ کا صدور نہیں ہوتا۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کی عظمت اور ادب کا یہ تقاضا ہے کہ جب کسی آیت یا حدیث میں ان کے متعلق ذنب کا لفظ ہو تو اس کا ترجمہ گناہ نہ کیا جائے۔

ے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا "میری خطائیں" فرمانا تواضع اور انکسار ہے، ورنہ نبی سے خطاء سرزد نہیں ہوتی۔

سے تو لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔ میں بھی ذنب کو بمعنی خلاف اولیٰ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کا تعلق جائز ہوگا اور یہ لفظ خلاف عصمت اور منافی ادب نہیں ہوگا۔ نیز اعلیٰ حضرت نے خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغفرت ذنب کا تعلق کیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ گنگوہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کیا، کہ خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: واللہ لا ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ (بہ خدا میں از خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ ترجمہ از سعیدی غفرلہٗ)۔

اعلیٰ حضرت اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

خود قرآن عظیم واحادیث صحیحہ، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود کہ جب آیت کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ اتری یعنی تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ، صحابہ نے عرض کی: ھنیئا لک یا رسول اللہ لقد بین اللہ لک ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو خدا کی قسم اللہ عزوجل نے یہ تو صاف فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا، اس پر یہ آیت اتری لیدخل المؤمنین (الی قولہ تعالیٰ) فوزا عظیما۔ تاکہ داخل کرے اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ رہیں گے ان میں اور مٹا دیے ان سے ان کے گناہ اور یہ اللہ کے ہاں بڑی مراد پانا ہے، یہ آیات اور ان کے امثال بے نظیر اور یہ حدیث جلیل شہیر ابلیسوں کو کیوں سجھائی دیتیں۔ لہ

اعلیٰ حضرت نے اس عبارت میں یہ تصریح کر دی ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے نہ کہ امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ۔

حضرت صدر الافاضل کی عبارت میں لیغفر لک اللہ الایۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق

قرآن مجید میں ہے:

وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ (احقاف: ۹)

اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ (کنز الایمان)

حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یہ آیت منسوخ ہے، مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال یکساں ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کا بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کرے گا، تو اللہ تعالیٰ نے آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر۔ نازل فرمائی، صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضور کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اس پر اللہ نے یہ آیت نازل ہوئی لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنت تجری من تحتھا الانھر اور یہ آیت نازل ہوئی: بشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا۔

لہ۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، انباء المصطفیٰ ص ۹۔۸، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور

تو اللہ نے بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا اور مومنین کے ساتھ کیا۔

حضرت صدر الافاضل کی اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے نہ کہ امت اور اگلے پچھلوں کے ساتھ۔

حضرت مفتی احمد یار خاں کی عبارت میں لیغفر لک اللہ الآیۃ میں مغفرت ذنوب کا حضور کے ساتھ تعلق

مفتی احمد یار خاں سورہ احقاف کی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رب فرماتا ہے: لیغفر لک اللہ ما تقدم الخ اور صحابہ کے لیے فرماتا ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ۔

(نور العرفان حاشیہ کنز الایمان۔)

مفتی احمد یار خاں نے جاء الحق میں اس کو زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، لکھتے ہیں:

جب یہ آیت وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (احقاف: ۹) نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم ہمارا اور حضور علیہ السلام کا تو یکساں حال ہے، ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوتے تو ان کو بھیجنے والا خدا ان کو بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو رب نے یہ آیت اتاری: لیغفر لک اللہ ما تقدم الآیۃ پس صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مبارک ہو آپ نے وہ تو جان لیا جو کہ آپ کے ساتھ ہوگا، ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا تو یہ آیت اتری کہ داخل فرمائے گا اللہ مسلمان مرد اور عورتوں کو جنتوں میں الآیۃ (الی قولہ) یہ حضرت انس اور قتادہ وعکرمہ کا قول ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت (یعنی وما ادری ما یفعل بی ولا بکم) اس آیت (یعنی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک) سے پہلے کی ہے جب کہ حضور کو ان کی مغفرت کی خبر دی گئی، مغفرت کی خبر آپ کو حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت منسوخ ہو گئی۔ (الی قولہ) آیت ما ادری کو ابن عباس وانس بن مالک رضی اللہ عنہم نے انا فتحنا لک سے منسوخ مانا (تفسیر کبیر، در منثور وابو السعود)[1]

مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ نے بھی اس تفسیر میں یہ تصریح کر دی ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ نہیں ہے۔

دو ترجموں میں سے راجح ترجمہ کا بیان

ہم نے اعلیٰ حضرت صدر الافاضل اور مفتی احمد یار خاں رحمہم اللہ کی صریح عبارت سے یہ واضح کر دیا ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر میں مغفرت کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، امت یا اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی احمد یار خاں نے دوسرے مقامات پر اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے۔" ایک ترجمہ میں مغفرت کا تعلق حضور کے ساتھ اور دوسرے ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ ہے، یہ دونوں ترجمے متصادم اور متضاد ہیں اور دونوں کو مراد نہیں لیا جا سکتا، اب ان میں سے کون سا ترجمہ صحیح ہے اور کون سا غلط ہے اور کس ترجمہ کو برقرار رکھا جائے گا اور کس ترجمہ کو ترک کیا جائے گا

---

[1] مفتی احمد یار خاں نعیمی متوفی ۱۳۹۱ھ، جاء الحق ص ۴۹، مطبوعہ پنجاب الیکٹرک پریس گجرات بار دوم

اس کا جواب یہ ہے کہ جس ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ لغت، قرآن مجید کی بکثرت آیات میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق، نظم قرآن، احادیث، آثار اور فقہاء اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے، اسی لیے وہی ترجمہ صحیح ہے جس میں مغفرت ذنوب کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کے مطابق بھی یہی ترجمہ ہے، کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا قرآن مجید میں اور کسی نبی کی اگلی اور پچھلی کل مغفرت کا قطعی اعلان نہیں کیا گیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور آپ کی منفرد خصوصیت ہے، چونکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مغفرت کی نوید نہیں سنائی گئی اس لیے وہ مغفور ہونے کے باوجود قیامت کے دن اپنے متعلق فکر مند ہوں گے اور پہلی مرتبہ شفاعت سے گریز کریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ دنیا میں مغفرت کلی کی بشارت دے دی گئی ہے اس لیے آپ پہلی بار بھی تسلی سے شفاعت فرمائیں گے۔

زیر بحث ترجمہ پر بحث سے مصنف کا نقطۂ نظر

ہم نے سورۂ فتح کی مذکور الصدر آیت کے ترجمہ پر جو اس قدر تفصیل سے بحث کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں لینا چاہیے کہ ہم اپنے اکابر علماء کے تراجم کی غلطیاں نکال رہے ہیں اور سوء ادب کے مرتکب ہو رہے ہیں بلکہ ہماری اس تحقیق کو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے طریقہ کی اتباع پر محمول کرنا چاہیے، جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنے اکابر کی علمی غلطیوں پر گرفت کی اور اس کو تطفل سے تعبیر فرمایا، سو اس معاملہ کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے، نیز تحقیق اور تفحص کے دروازے بند نہیں ہوئے ہیں، اگر ہمیں اپنے اکابر کی عبارات میں کوئی بات خلاف تحقیق نظر آئے تو ہمیں فراخ دلی اور وسیع النظری کے ساتھ یہ مان لینا چاہیے کہ یہ بات خلاف تحقیق ہے، اور یہی حق پرستی کی علامت ہے، ہمیں آج تک اپنے مخالفین سے یہ گلہ رہا ہے کہ وہ اپنے اکابر کی غلط عبارات کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور غلط اور بے جا تاویلات کر کے ان عبارات کو صحیح بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ چیز اکابر پرستی ہے، حق پرستی نہیں ہے۔

ہم نے اپنے اکابر کے جس ترجمہ پر تنبیہ کی ہے وہ ترجمہ ہر چند کہ لغت، اسلوب قرآن، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ مستند علماء کے اقوال اور خود ان اکابر کی تصریحات کے خلاف ہے، لیکن اس کو زیادہ سے زیادہ خلاف تحقیق کہا جا سکتا ہے یا علمی تسامح پر محمول کیا جا سکتا ہے، اس سے زائد کچھ نہیں، اس ترجمہ کی اصل عطاء خراسانی اور شیخ مکی کے اقوال میں موجود ہے، ہمارے علماء نے حسن نیت اور خوش عقیدگی کی بناء پر یہ ترجمہ اختیار کیا، اگرچہ اس ترجمہ کی بنیاد کمزور اور غلط ہے لیکن ان مترجمین کی نیت بہر حال مستحسن اور محمود تھی اللہ تعالیٰ ان محترم ہستیوں کی مغفرت فرمائے، اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)۔

کسی مسلم بزرگ ہستی، مقتدر عالم دین، بلند پایہ محقق اور مایہ ناز فقیہ اور محدث سے اگر کوئی ایک آدھ علمی فروگذاشت ہو جائے تو اس سے ان کی جلالت علمی اور قدر و منزلت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، بلکہ وہ بدستور آسمان علم کے آفتاب نصف النہار ہی رہتے ہیں اور علماء اور فقہاء کے ایسے تسامحات کی مثالیں خیر القرون سے لے کر عہد حاضر تک کے سب محققین اور مجتہدین کے ہاں مل جائیں گی اور اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک وقیع دفتر تیار ہو جائے گا۔

تلک الغرانیق العلی سے اعتراض کا جواب

امام بزار اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے

آپ نے سورۂ نجم پڑھی، جب آپ اس آیت پر پہنچے افرءیتم اللات والعزی ہ ومنات الثالثۃ الاخری (نجم: ۲۰-۱۹) تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے تلک الغرانیق العلی الشفاعۃ منہم ترتجی۔ "یہ مرغان بلند بانگ ان کی شفاعت متوقع ہے" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین یہ سن کر خوش ہوئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وما ارسلناک من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ (حج: ۵۲)

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے کہ جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں کچھ القا کر دیا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القا کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو مستحکم کر دیتا ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس سند کے سوا اس حدیث کی اور کوئی ایسی سند متصل نہیں ہے جس کا ذکر کرنا جائز ہو، یہ حدیث کلبی از ابو صالح از ابن عباس کی سند کے ساتھ معروف ہے۔[1]

علامہ ہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے اس حدیث کو ذکر کیا، اس حدیث میں ہے:

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے افرءیتم اللات والعزیٰ ومنات الثالثۃ الاخریٰ پڑھا تو شیطان نے بتوں کا ذکر ڈال دیا اور کہا "انہم من الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔" یہ کلمات شیطان کے بنائے ہوئے تھے اور اس کے فتنہ میں سے تھے، یہ کلمات ہر مشرک کے دل میں جاگزیں ہو گئے اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور انھوں نے خوش ہو کر کہا "محمد اپنے اور اپنی قوم کے دین کی طرف لوٹ گئے"، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سورۃ النجم کے آخر میں پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر مسلمان اور مشرک نے سجدہ کیا، (الی قولہ) شام کو آپ کے پاس جبرائیل آئے اور آپ سے اس واقعہ کی شکایت کی، آپ نے جبرائیل کو پڑھنے کا حکم دیا، جب وہ ان کلمات پر پہنچے تو انھوں نے ان کلمات سے برأت کا اظہار کیا اور کہا معاذ اللہ ان کلمات کو میرے رب نے نازل کیا نہ مجھے ان کے پہنچانے کا حکم دیا، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ کو اس کا رنج ہوا، اور آپ نے فرمایا: (معاذ اللہ، از سعیدی غفرلہٗ) میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کے کلام کو پڑھا اور اس نے مجھے اللہ کے امر میں شریک کیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس القاء کو منسوخ کر دیا اور آپ پر یہ آیت نازل کی:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ ایاتہ۔ (حج: ۵۲)

ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں القا کر دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القا کو منسوخ کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے القا سے بری کر دیا تو مشرکین اپنی دشمنی اور گمراہی کی

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۷۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

طرف پھر لوٹ گئے۔[1]

ان روایات کی بناء پر بعض اکابر نے سورۂ حج کی اس آیت کا حسب ذیل ترجمہ کیا ہے:

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الا اذا تمنّٰى القى الشيطان في امنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله ايته۔ (حج: ۵۲)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گذرا ہے کہ جب انھوں نے پڑھا تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا تو مٹا دیتا ہے اللہ اس شیطان کے ڈالے ہوئے کو پھر اللہ اپنی آیتیں پکی کر دیتا ہے۔

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سنداً باطل اور عقلاً مردود ہے، کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام کرے اور نہ یہ کہ اپنی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے، اور سننے والے اس کی آواز کو آپ کی آواز قرار دیں، اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتماد اٹھ جائے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں وہ آپ کا ارشاد نہ ہو بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو، نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شکل بن کر نہیں آ سکتا، اور جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ نیند میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے، امام ابو منصور ماتریدی، امام بیہقی، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ قسطلانی، علامہ آلوسی اور دیگر تمام محققین علماء نے اس روایت کو مسترد کر دیا ہے،

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ صرف حضرت ابن عباس سے مروی ہے، ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے، اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو ان عجیب و غریب امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے یہ واقعہ بکثرت صحابہ سے مروی ہوتا، جب کہ اس روایت کے مطابق اس وقت بکثرت صحابہ موجود تھے، پھر صرف حضرت ابن عباس سے ہی یہ واقعہ کیوں مروی ہے؟

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر صرف تین سال تھی[2] تو کیا ایک یا دو سال کی عمر میں حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کا مشاہدہ کر لیا تھا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے مطابق جب (معاذ اللہ) شیطان نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات (تلك الغرانيق العلى) کہلوا لیے اور حضرت جبرائیل نے آکر کہا آپ نے وہ کلمات پڑھے جو اللہ نے نازل نہیں کیے تو آپ رنجیدہ ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن و ملال کو زائل کرنے کے لیے سورہ حج کی یہ آیت نمبر ۵۲ کئی سال بعد نازل فرمائی، یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے اور اس روایت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اس روایت میں ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئے تو حضرت جبرائیل یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۷۰-۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۴، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

چوتھی وجہ یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمداً، خطاءً، نسیاناً اور سہواً کسی طرح کی غلطی نہیں ہو سکتی، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس روایت کے بموجب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات صادر ہو گئے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ شیطان کو کسی انسان پر یہ غلبہ نہیں ہے کہ وہ جبراً کسی سے کوئی کام کرائے، قرآن مجید نے شیطان کا یہ اعتراف بیان کیا ہے:

وما کان لی علیکم من سلطان الا ان دعوتکم فاستجبتم لی۔ (ابراھیم: ۲۲)

اور مجھے تم پر کوئی غلبہ نہیں تھا مگر یہ کہ میں نے تم کو بلایا اور تم نے میری بات مان لی۔

اور جب شیطان عام انسان سے جبراً کوئی کام نہیں کرا سکتا، تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات کیسے کہلوا سکتا ہے! ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

جن علماء نے اس روایت پر مبنی ترجمہ کیا ہے، انھوں نے سورۂ حج کی اس آیت میں تمنی کا معنی "پڑھا" کیا ہے، اور جن علماء نے اس باطل روایت کو مسترد کر دیا ہے، انھوں نے تمنی کا معنی "آرزو کی، یا تمنا کی" کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

نہ فرستادیم پیش از تو ہیچ فرستادہ نہ ہیچ صاحب وحی الاچوں آرزو ئے بخاطر بست افگند شیطان چیزے در آرزو ئے وے پس دور مے کند خدا آنچہ شیطان انداختہ است باز محکم مے کند آیات خود را۔

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اور نہیں بھیجا ہم نے پہلے تجھ سے کوئی رسول اور نہ نبی مگر جس وقت آرزو کرتا تھا، ڈال دیتا تھا شیطان بیچ آرزو اس کی کے، پس موقوف کر دیتا ہے اللہ جو ڈالتا ہے شیطان پھر محکم کرتا ہے اللہ نشانیوں اپنی کو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ تمنی کا معنی "پڑھا" کرنا صحیح بخاری کی اس حدیث پر مبنی ہے:

وقال ابن عباس فی امنیتہ اذا حدث القی الشیطٰن فی حدیثہ فیبطل اللہ مایلقی الشیطان ویحکم ایاتہ ویقال امنیتہ قرائتہ[1]

حضرت ابن عباس نے امنیتہ کی تفسیر میں کہا جب آپ بات کرتے تو شیطان آپ کی بات میں کچھ ڈال دیتا، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے کو باطل کر دیتا اور اپنی آیات کو پختہ کر دیتا، امنیتہ کا معنی ہے اس کا پڑھنا۔

یہ امام بخاری کی (سند کے ساتھ) روایت نہیں ہے، انھوں نے بغیر سند کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب قول کو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصریح کے مطابق امام بخاری کی تعلیقات میں شدید ترین ضعیف احادیث بھی ہیں۔

حافظ بدرالدین عینی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

فانہ قد قامت الحجۃ واجمعت الامۃ

اس قسم کے واقعہ سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عصمت

[1] - امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

علی عصمتہ صلی اللہ علیہ وسلم ونزاھتہ عن مثل ھذہ الرزیلۃ وحاشاہ عن ان تجری علی قلبہ اولسانہ شیء من ذلک لا عمدا ولا سھوا او یکون للشیطان علیہ سبیل او ان یتقول علی اللہ عزوجل لا عمدا ولا سھوا والنظر والعرف ایضا یحیلان ذلک لو وقع لارتد کثیر ممن اسلم ولم ینقل ذلک ولا کان یخفی علی من کان بحضرتہ من المسلمین [1]

اور نزاہت پر دلیل قائم ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے، آپ اس سے بری ہیں کہ آپ کے دل یا زبان پر ایسی کوئی چیز بھی جاری ہو، عمداً نہ سہواً، یا شیطان کسی طرح سے آپ پر کوئی سبیل نکال سکے، یا آپ اللہ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں، عمداً نہ سہواً، عقل اور عرف کے نزدیک بھی یہ واقعہ محال ہے، اگر یہ واقعہ ہوتا تو بکثرت مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے اور آپ کے پاس جو مسلمان تھے ان سے یہ واقعہ مخفی نہ رہتا۔

تنویر المقباس، جامع البیان، کشاف، مدارک، روح البیان، جلالین، در منثور، جمل، تفسیر مظہری اور تفاسیر شیعہ میں سے تبیان، مجمع البیان اور قمی میں ان روایات پر اعتماد کیا گیا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ والنجم کی آیات تلاوت کر رہے تھے تو شیطان نے آپ کی زبان سے یہ کلمات کہلوا دیے تلک الغرانیق العلی ان شفاعتھن لترتجی اور سورہ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا تو جب اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا۔ اس کے برخلاف الجامع لاحکام القرآن للقرطبی احکام القرآن لابن العربی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر ثعالبی، احکام القرآن للجصاص، غرائب القرآن و رغائب الفرقان، زاد المسیر، فتح البیان اور تفسیر منیر میں ان روایات کو مسترد کر دیا ہے اور بر سبیل تنزل ان کی یہ توجیہ کی ہے کہ جب آپ نے تلاوت کے دوران وقفہ کیا تو شیطان نے آپ کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر اس وقفہ میں یہ کہا تلک الغرانیق العلی ان شفاعتھن لترتجی اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں، اور تفسیر مراغی، نظم الدرر اور تفسیر صاوی نے سورۂ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول یا نبی کو بھیجا اور اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کے سننے والوں کے دلوں میں اس تلاوت کے خلاف شبہات ڈال دیے اور البحر المحیط، تفسیر بیضاوی، خفاجی، تفسیر ابو سعود، خازن، روح المعانی، تفسیر کبیر، الاساس فی التفسیر، المحرر الوجیز، اضواء البیان، تفسیر قاسمی، الجواہر للطنطاوی، فی ظلال القرآن، فتح القدیر اور تفاسیر شیعہ میں سے منہج الصادقین اور تفسیر نمونہ میں ان روایات کو بہ کثرت دلائل سے مسترد کر دیا ہے اور سورۂ حج کی آیت: ۵۲ کا یہ معنی کیا ہے: ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کسی رسول اور نبی کو بھیجا اور اس نے (اپنی امت کے بڑھنے کی) تمنا کی تو شیطان نے (لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈال کر) اس تمنا میں خلل ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے وسوسوں کو مٹا دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا، اور ہمارے نزدیک یہی تفسیر صحیح ہے اور جن اہل سنت مفسرین اور مترجمین نے اس کے خلاف ترجمہ اور تفسیر کی ہے وہ صحیح العقیدہ علماء ہیں اگر وہ بھی زیادہ غور و خوض سے کام لیتے اور زیادہ تحقیق اور جستجو کرتے تو امید ہے کہ وہ بھی اسی ترجمہ اور تفسیر کو اختیار کرتے۔

بَابُ ۹۴۹ تَصْرِيفِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْقُلُوْبَ كَيْفَ شَآءَ

اللہ تعالیٰ کا جس طرح چاہے دلوں کو پھیر دینا

۶۶۲۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْمُقْرِئِ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَزِيْدَ الْمُقْرِئُ قَالَ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ هَانِئٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِيَّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمام بنو آدم کے قلوب رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی منزل میں ہیں،

[1] حافظ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ اِنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِيْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ كَقَلْبٍ وَّاحِدٍ يُصَرِّفُهٗ حَيْثُ يَشَآءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ

وہ جس طرح چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔

رحمٰن کی انگلیوں کی تشریح اس حدیث میں رحمٰن کی انگلیوں کا ذکر ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں اس کی تشریح میں دو قول ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ بغیر کسی تاویل کے اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیاں ہیں اور اس کی معرفت کے درپے نہ ہوا جائے اور کہا جائے کہ یہ حق ہے اور اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لیس کمثلہ شیء "کوئی چیز اللہ کی مثل نہیں ہے" دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں تاویل ہے اور انگلیوں سے مراد قبضہ ہے، جیسے کہا جاتا ہے فلاں چیز میری مٹھی اور میرے قبضہ میں ہے، لہٰذا اس حدیث کا مطلب ہے تمام بنو آدم کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔ [1]

بَابُ ۹۵ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ

ہر چیز کا تقدیر سے وابستہ ہونا

۶۶۲۷ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْاَعْلٰى ابْنُ حَمَّادٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكٍ فِيْمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوٗسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَدْرَكْتُ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُوْنَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ قَالَ وَسَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتّٰى الْعَجْزُ وَالْكَيْسُ اَوِ الْكَيْسُ وَالْعَجْزُ۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے ملاقات کی وہ سب کہتے تھے کہ ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے، اور میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز تقدیر سے متعلق ہے حتیٰ کہ عجز اور قدرت یا قدرت اور عجز۔

۶۶۲۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ زِيَادِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ الْمَخْزُوْمِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَآءَ مُشْرِكُوْ قُرَيْشٍ يُخَاصِمُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَدَرِ فَنَزَلَتْ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین قریش تقدیر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرتے ہوئے آئے، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ: (جس دن وہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے دوزخ کا عذاب چکھو، بے شک ہم نے ہر چیز تقدیر کے ساتھ بنائی ہے۔)

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۶ - ۳۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بَابُ ۱۵۹ قُدِّرَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ حَظُّهٗ مِنَ الزِّنَا وَغَيْرِهٖ

ابن آدم پر زنا وغیرہ کا حصہ مقدر ہے۔

۶۶۲۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ (وَاللَّفْظُ لِاِسْحٰقَ) قَالَا اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَشْبَهَ بِاللَّمَمِ مِمَّا قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ حَظَّهٗ مِنَ الزِّنَا اَدْرَكَ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ النُّطْقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِيْ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ اَوْ يُكَذِّبُهٗ قَالَ عَبْدٌ فِيْ رِوَايَةِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے علم میں "لمم" کی سب سے زیادہ صحیح تفسیر وہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر زنا سے اس کا جو حصہ لکھ دیا ہے وہ اس کو ضرور ملے گا، آنکھوں کا زنا (حرام چیزوں کو) دیکھنا ہے، زبان کا زنا (حرام بات) کہنا ہے۔ دل، تمنا اور خواہش کرتا ہے اور فرج (شرمگاہ) اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

۶۶۳۰ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا اَبُوْ هِشَامٍ الْمَخْزُوْمِيُّ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلُ بْنُ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُتِبَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ نَصِيْبُهٗ مِنَ الزِّنَا مُدْرِكٌ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ فَالْعَيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ وَالْاُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْاِسْتِمَاعُ وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلُ زِنَاهَا الْخُطَا وَالْقَلْبُ يَهْوٰى وَيَتَمَنّٰى وَيُصَدِّقُ ذٰلِكَ الْفَرْجُ وَيُكَذِّبُهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن آدم پر جو اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ اس کو لامحالہ ملے گا، پس آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پیروں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش اور تمنا کرتا ہے اور فرج اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

"لمم" کی تفسیر

قرآن مجید میں ہے:

الذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش الا اللمم ان ربک واسع المغفرۃ ط

جو لوگ صغیرہ گناہوں کے سوا کبیرہ گناہوں اور بےحیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، تو بےشک آپ کا رب وسیع مغفرت والا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی وجہ سے لمم یعنی صغیرہ گناہ ساقط ہو جاتے ہیں، لمم کی دوسری تفسیر ہے گناہ کا ارادہ ہو لیکن گناہ نہ کرے، اور تیسری تفسیر ہے، گناہ کی طرف میلان ہو لیکن اصرار نہ کیا جائے، لمم کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو طلب کرنا اور اس پر اصرار نہ کرنا، حضرت ابن عباس نے فرمایا لمم کی بہترین تفسیر وہ ہے

جو اس حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، یعنی کسی (ناجائز) چیز کو دیکھنا یا چھونا۔

اس حدیث کی تشریح یہ ہے کہ ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے، بعض لوگ حقیقی زنا کرتے ہیں بایں طور کہ اپنی فرج کو فرج حرام میں داخل کرتے ہیں اور بعض لوگ مجازاً زنا کرتے ہیں بایں طور کہ حرام چیزوں کو دیکھتے ہیں یا حرام چیزوں کو سنتے ہیں یا حرام چیزوں کو چھوتے ہیں مثلاً کسی اجنبی عورت کو چھونا یا اس کو بوسہ دینا یا اس کے پاس چل کر جانا اس کو دیکھنا، یہ انسان کے اعضاء کا زنا ہے اور اس کو زنا مجازاً فرمایا ہے۔ [1]

بَابُ ۹۵۲ مَعْنَى كُلِّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَحُكْمِ مَوْتِ أَطْفَالِ الْكُفَّارِ وَأَطْفَالِ الْمُسْلِمِيْنَ

"ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے" کا معنی اور کفار اور مسلمانوں کے بچوں کا حکم

۶۶۳۱ - حَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَيُنَصِّرَانِهِ وَيُمَجِّسَانِهِ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً جَمْعَاءَ هَلْ تُحِسُّوْنَ فِيْهَا مِنْ جَدْعَاءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَبُوْهُرَيْرَةَ وَاقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ الْآيَةَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے جانور کا کامل الاعضاء بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا تمہیں ان میں کوئی عضو کٹا ہوا جانور محسوس ہوتا ہے، پھر حضرت ابوہریرہ نے کہا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (ترجمہ:) (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی سرشت (دین اسلام) کو لازم کر لو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کچھ رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

۶۶۳۲ - حَدَّثَنَا أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ كِلَاهُمَا عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ كَمَا تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةُ بَهِيْمَةً وَلَمْ يَذْكُرْ جَمْعَاءَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، دوسری سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں جیسے جانور کے ہاں جانور پیدا ہوتا ہے اور اس روایت میں سالم الاعضاء کا ذکر نہیں ہے

۶۶۳۳ - حَدَّثَنِيْ أَبُو الطَّاهِرِ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ بْنُ يَزِيْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر فرمایا تم پڑھو: (اے لوگو!) اپنے اوپر اللہ کی بنائی ہوئی سرشت کو لازم کر لو، جس پر اس نے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ اقْرَءُوْا فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ.

لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کچھ ردو بدل نہیں ہو سکتا، یہی دینِ مستقیم ہے۔"

۶۶۳۴ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يَلِدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُشَرِّكَانِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ لَوْ مَاتَ قَبْلَ ذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی اور مشرک بنا دیتے ہیں، ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے اگر وہ اس سے پہلے مر جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرتے۔

۶۶۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ فِيْ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا وَهُوَ عَلَى الْمِلَّةِ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ اِلَّا عَلٰى هٰذِهِ الْمِلَّةِ حَتّٰى يُبَيِّنَ عَنْهُ لِسَانُهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كُرَيْبٍ عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ لَيْسَ مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا عَلٰى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ حَتّٰى يُعَبِّرَ عَنْهُ لِسَانُهٗ.

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں بیان کیں، ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ ہیں: ہر مولود ملت پر پیدا ہوتا ہے اور دوسری سند کے ساتھ ہے اس ملت پر پیدا ہوتا ہے حتی کہ وہ زبان سے اس چیز کا اظہار کر دے اور ابومعاویہ کی روایت میں ہے ہر مولود اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے حتی کہ اس کی زبان اس کی تعبیر کر دے۔

۶۶۳۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُوْلَدُ يُوْلَدُ عَلٰى هٰذِهِ الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ كَمَا تُنْتِجُوْنَ الْاِبِلَ فَهَلْ تَجِدُوْنَ فِيْهَا جَدْعَاءَ حَتّٰى تَكُوْنُوْا اَنْتُمْ تَجْدَعُوْنَهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ مَنْ يَمُوْتُ صَغِيْرًا قَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا عَامِلِيْنَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث روایت کیں، ان میں سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مولود اس فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنا دیتے ہیں جیسے اونٹ کا بچہ پیدا ہوتا ہے، کیا ان میں کوئی کان کٹا ہوتا ہے؟ بلکہ تم اس کے کان کاٹ دیتے ہو، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ بتائیے جو بچپن میں مر جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ زیادہ جاننے والا ہے وہ بچے کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۳۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ (يَعْنِي الدَّرَاوَرْدِيَّ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان کو اس کی ماں

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهٗ اُمُّهٗ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاَبَوَاهُ بَعْدُ یُهَوِّدَانِهٖ وَیُنَصِّرَانِهٖ وَیُمَجِّسَانِهٖ فَاِنْ کَانَا مُسْلِمَیْنِ فَمُسْلِمٌ کُلُّ اِنْسَانٍ تَلِدُهٗ اُمُّهٗ یَلْکُزُهُ الشَّیْطَانُ فِیْ حِضْنَیْهِ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا۔

فطرت پر جنم دیتی ہے اور اس کے ماں باپ بعد میں اس کو یہودی اور نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں اور اگر ماں باپ مسلمان ہوں تو وہ مسلمان رہتا ہے اور ہر مسلمان کو جب اس کی ماں جنم دیتی ہے تو شیطان اس کی کوکھوں میں ٹھونگ لگاتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

۶۶۳۸- حَدَّثَنَا اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ ابْنُ اَبِیْ ذِئْبٍ وَیُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا گیا آپ نے فرمایا اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۳۹- حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ اَخْبَرَنَا اَبُو الْیَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَیْبٌ ح وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِیْبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ اَعْیَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (وَهُوَ ابْنُ عُبَیْدِ اللّٰهِ) کُلُّهُمْ عَنِ الزُّهْرِیِّ بِاِسْنَادِ یُوْنُسَ وَابْنِ اَبِیْ ذِئْبٍ مِثْلَ حَدِیْثِهِمَا غَیْرَ اَنَّ فِیْ حَدِیْثِ شُعَیْبٍ وَمَعْقِلٍ سُئِلَ عَنْ ذَرَارِیِّ الْمُشْرِکِیْنَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں، اس حدیث میں اولاد کی بجائے مشرکین کی ذریت کا لفظ ہے۔

۶۶۴۰- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَطْفَالِ الْمُشْرِکِیْنَ مَنْ یَمُوْتُ مِنْهُمْ صَغِیْرًا فَقَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ مشرکین کے جو بچے بچپن میں فوت ہو جائیں ان کا آخرت میں کیا انجام ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے۔

۶۶۴۱- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِیْ بِشْرٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَطْفَالِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ اِذْ خَلَقَهُمْ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب ان کو پیدا کیا تو اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا تھا کہ وہ کیا کرنے والے ہیں۔

۶۶۴۲- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَقَبَةَ بْنِ مَسْقَلَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْغُلَامَ الَّذِي قَتَلَهُ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَأَرْهَقَ أَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا۔

کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا اس کے دل پر کفر کی مہر لگی ہوئی تھی، اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔

۶۶۴۳ - **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ تُوُفِّيَ صَبِيٌّ فَقُلْتُ طُوبَى لَهُ عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَلَا تَدْرِينَ أَنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَخَلَقَ النَّارَ فَخَلَقَ لِهٰذِهِ أَهْلًا وَلِهٰذِهِ أَهْلًا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بچہ فوت ہوا تو میں نے کہا اس کے لیے خوشی ہو یہ تو جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ تعالے نے جنت کو پیدا کیا اور نار کو پیدا کیا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو بنایا اور اس کے لیے بھی کچھ لوگوں کو بنایا۔

۶۶۴۴ - **حَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَمَّتِهِ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ طُوبَى لِهٰذَا عُصْفُورٌ مِنْ عَصَافِيرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوءَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ قَالَ أَوَ غَيْرَ ذٰلِكَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ اللهَ خَلَقَ لِلْجَنَّةِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ أَهْلًا خَلَقَهُمْ لَهَا وَهُمْ فِي أَصْلَابِ آبَائِهِمْ۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچہ کا جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا، میں نے کہا یا رسول اللہ اس کے لیے خوشی ہو یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے، اس نے کوئی گناہ کیا نہ اس کا زمانہ پایا، آپ نے فرمایا اس کے علاوہ کچھ ہے، اے عائشہ اللہ تعالے نے بعض لوگوں کو جنت کا اہل بنایا دراں حالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے، اور بعض لوگوں کو دوزخ کا اہل بنایا دراں حالیکہ وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے۔

۶۶۴۵ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى ح وَحَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ ح وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ كِلَاهُمَا عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى بِإِسْنَادِ وَكِيعٍ نَحْوَ حَدِيثِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں۔

مسلمانوں کے نابالغ بچوں کے اُخروی انجام کا حکم

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: قابل شمار علماء مسلمین کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کا جو بچہ فوت ہو جاتے وہ جنتی ہے اور بعض ناقابل شمار علماء نے اس مسئلہ میں حدیث نمبر ۶۶۴۴ اور ۶۶۴۳ کی وجہ سے توقف کیا، معتبر علماء نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو بغیر دلیل قطعی کے کسی شخص پر جنتی کا حکم لگانے سے منع فرمایا، جس طرح جب حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک شخص کے متعلق کہا بخدا! میرے نزدیک یہ مومن ہے تو آپ نے فرمایا، یا مسلمان ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو کہ مسلمانوں کے بچے جنتی ہوتے ہیں، اور جب آپ کو یہ علم ہو گیا تو پھر آپ نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے فوت ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے ان بچوں پر رحمت اور فضل کی وجہ سے اس شخص کو جنت میں داخل کر دے گا۔

کافروں کے نابالغ بچوں کے اُخروی انجام کا حکم

مشرکین کے بچوں کے متعلق تین مذاہب ہیں:

(۱) اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ وہ اپنے آباء کے تابع ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

(۲) بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

(۳) محققین کا مذہب یہ ہے کہ وہ جنتی ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے، اس پر ایک دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت میں دیکھا تو ان کے گرد لوگوں کی اولاد بھی تھی، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا مشرکین کی اولاد بھی (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۴، مطبوعہ اصح المطابع کراچی) دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)
ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں ہیں، جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

اور نابالغ بچہ احکام شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا، اور یہ امر اتفاقی ہے۔[1]

فطرت کا بیان

اس باب کی احادیث میں ذکر ہے کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے، اس حدیث میں فطرت سے کیا مراد ہے؟ علامہ مازری نے کہا کہ اپنے آباء کی پشتوں میں بچوں سے جو عہد لیا گیا وہ فطرت ہے بچے اسی عہد پر پیدا ہوتے ہیں، پھر ماں باپ کی وجہ سے وہ فطرت متغیر ہو جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ان کی سعادت یا شقاوت تھی وہ فطرت ہے، اگر اللہ کے علم میں وہ سعید ہو تو وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور اگر اللہ کے علم میں وہ شقی ہو تو فطرت کفر پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ قول اس روایت کے مطابق ہے جس میں مطلقاً لفظ فطرت وارد ہے اور جس روایت (۶۶۲۵) میں ہے ہر مولود "اس ملت" پر پیدا ہوتا ہے، اس کے مطابق یہ قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ اب اس حدیث کا مطلب ہے ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔[2]

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۹۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ ہر مولود اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اقرار پر پیدا ہوتا ہے، سو جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کا کوئی صانع (پیدا کرنے والا) ہے، خواہ وہ اس کا کچھ نام رکھے اور خواہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کی پرستش کرے، اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہر مولود اسلام کی استعداد کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، سو اگر اس کے ماں باپ مسلمان ہوں تو وہ دنیا اور آخرت میں اسلام پر قائم رہتا ہے، اور اگر اس کے ماں باپ یہودی، نصرانی یا مجوسی ہوں تو وہ اس کو اپنے دین پر کر دیتے ہیں لیکن اس میں اسلام کی استعداد باقی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ بعض اوقات اسلام قبول کر لیتا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کو قتل کیا تھا اس کی تاویل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ تھا کہ اگر یہ لڑکا بالغ ہو گیا تو یہ کافر ہو گا، یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اس وقت کافر تھا۔ [1]

باقی شیطان کے ٹھونگ لگانے کی تشریح جلد اول میں گذر چکی ہے۔

بَابُ ۹۵۳ بَيَانِ اَنَّ الْاٰجَالَ وَالْاَرْزَاقَ وَغَيْرَهَا لَا يَزِيْدُ وَلَا يَنْقُصُ عَمَّا سَبَقَ بِهِ الْقَدَرُ!

عمر اور رزق وغیرہ تقدیر میں مقرر ہیں، ان میں زیادتی اور کمی نہیں ہوتی

۶۶۳۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ، قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَشْكُرِيِّ عَنِ الْمَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَمْتِعْنِيْ بِزَوْجِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِاَبِيْ اَبِيْ سُفْيَانَ وَبِاَخِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَاَلْتِ اللّٰهَ لِاٰجَالٍ مَضْرُوْبَةٍ وَاَيَّامٍ مَعْدُوْدَةٍ وَاَرْزَاقٍ مَقْسُوْمَةٍ لَنْ يُعَجِّلَ شَيْئًا قَبْلَ حِلِّهِ اَوْ يُؤَخِّرَ شَيْئًا عَنْ حِلِّهِ وَلَوْ كُنْتِ سَاَلْتِ اللّٰهَ اَنْ يُعِيْذَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ اَوْ عَذَابٍ فِي الْقَبْرِ كَانَ خَيْرًا وَاَفْضَلَ قَالَ وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ الْقِرَدَةُ قَالَ مِسْعَرٌ وَاُرَاهُ قَالَ وَالْخَنَازِيْرُ مِنْ مَسْخٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِمَسْخٍ نَسْلًا وَلَا عَقِبًا وَقَدْ كَانَتِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ نے دعا کی اے اللہ! مجھے اپنے خاوند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، اپنے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متمتع کرنا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں کا سوال کیا ہے جو مقرر ہیں، جو دن معین ہیں اور جو رزق تقسیم ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی چیز کو وقت سے مقدم کرے گا، نہ وقت کے بعد مؤخر کرے گا، اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتیں کہ وہ تم کو عذاب نار یا عذاب قبر سے اپنی پناہ میں رکھے تو بہتر اور افضل ہوتا، راوی کہتے ہیں کہ کسی نے ان بندروں کا ذکر کیا اور شاید خنزیروں کا بھی ذکر کیا، (کیا یہ انہی کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا؟) انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مسخ شدہ قوم کی آگے نسل نہیں چلائی بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تو ہوتے تھے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَبْلَ ذٰلِكَ۔

۶۶۴۷۔ حَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِ عَنِ ابْنِ بِشْرٍ وَّوَكِيْعٍ جَمِيْعًا مِّنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں عذاب نار اور عذاب قبر کے الفاظ ہیں۔

۶۶۴۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ وَحَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ (وَاللَّفْظُ لِحَجَّاجٍ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ حَجَّاجٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَشْكُرِيِّ عَنْ مَعْرُوْرِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَتْ أُمُّ حَبِيْبَةَ اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِزَوْجِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَبِيْ أَبِيْ سُفْيَانَ وَبِأَخِيْ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكِ سَأَلْتِ اللّٰهَ لِآجَالٍ مَّضْرُوْبَةٍ وَّآثَارٍ مَّوْطُوْءَةٍ وَّأَرْزَاقٍ مَّقْسُوْمَةٍ لَا يُعَجِّلُ شَيْئًا مِّنْهَا قَبْلَ حِلِّهِ وَلَا يُؤَخِّرُ مِنْهَا شَيْئًا بَعْدَ حِلِّهِ وَلَوْ سَأَلْتِ اللّٰهَ أَنْ يُّعَافِيَكِ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ لَكَانَ خَيْرًا لَّكِ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْقِرَدَةُ وَالْخَنَازِيْرُ هِيَ مِمَّا مُسِخَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُهْلِكْ قَوْمًا أَوْ يُعَذِّبْ قَوْمًا فَيَجْعَلَ لَهُمْ نَسْلًا وَّإِنَّ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام حبیبہ نے دعا کی: اے اللہ! میرے زوج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، میرے والد ابو سفیان اور میرے بھائی (کی درازی عمر) سے مجھے متمتع فرما، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تم نے اللہ تعالیٰ سے ان مدتوں کا سوال کیا ہے جو مقرر ہیں اور ان چلائے ہوئے قدموں کا جو معین ہیں اور ان رزقوں کا جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان میں سے کوئی چیز وقت پورا ہونے سے پہلے مقدم ہوگی اور نہ وقت پورا ہونے کے بعد مؤخر ہوگی اور اگر تم اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے اور قبر کے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوتا، ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا (موجودہ) بندر اور خنزیر انہی لوگوں کی نسل سے ہیں جن کو مسخ کر دیا گیا تھا؟ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو ہلاک کر کے (یا فرمایا) کسی قوم کو عذاب دے کر اس کی آگے نسل نہیں چلائی، بیشک بندر اور خنزیر اس سے پہلے بھی تھے۔

۶۶۴۹۔ حَدَّثَنِيْهِ أَبُوْ دَاوٗدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حَفْصٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَآثَارٍ مَّبْلُوْغَةٍ قَالَ ابْنُ مَعْبَدٍ وَّرَوٰى بَعْضُهُمْ قَبْلَ حِلِّهِ أَيْ نُزُوْلِهِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

صلہ رحم سے عمر میں زیادتی کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ عمر اور رزق مقدر ہے اور اللہ کی تقدیر میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا، اور اللہ تعالیٰ کو ازل میں جو علم تھا اس میں زیادتی یا کمی محال ہے، بعض احادیث میں ہے کہ صلہ رحم سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور یہ اس باب کی احادیث کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی تقدیر معلق میں ہے تقدیر

مبرم جو علم الٰہی ہے اس میں تغیر محال ہے، علامہ مازری نے کہا ہے کہ جب اللہ کو یہ علم ہو کہ مثلاً زید ۵۰۰ھ میں مرے گا تو اب زید کا اس سے پہلے یا بعد مرنا محال ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا، اس لیے عمر میں زیادتی یا کمی محال ہے، اور بعض احادیث میں جو زیادتی یا کمی کا ذکر ہے اس کا تعلق ملک الموت اور دوسرے روح قبض کرنے والے فرشتوں سے ہے، مثلاً پہلے ملک الموت نے لوح محفوظ دیکھا زید ۵۰۰ھ میں مرے گا، زید نے کوئی نیکی کی اب اس کی عمر دس سال بڑھادی اور پہلی مدت مٹا کر لکھ دیا کہ وہ ۵۱۰ھ میں مرے گا، قرآن مجید میں ہے:

یمحوا اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ ام الکتب۔ (رعد: ۳۹)

اللہ جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے ثابت رکھتا ہے اور اصل تقدیر اسی کے پاس ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ زید نے نیکی کرنی ہے یا نہیں اور اس کی عمر کو بڑھایا جائے گا یا نہیں اور یہی اصل تقدیر اور اس کا ازل میں علم ہے جس میں کوئی تغیر نہیں ہے، عمر کا بڑھنا یا نہ بڑھنا صرف تقدیر معلق میں ہوتا ہے جس کا تعلق ملک الموت کے علم کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس حدیث پر دوسرا سوال یہ ہے کہ جس طرح عمر تقدیر میں مقرر ہے اسی طرح عذاب کا ہونا نہ ہونا بھی تقدیر میں مقرر ہے، پھر کیا سبب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر میں زیادتی کی دعا کرنے سے منع فرمایا اور عذاب قبر اور عذاب نار سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ تمام امور تقدیر میں طے ہو چکے ہیں لیکن عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا عبادت ہے، اس لیے آپ نے اس دعا کا حکم دیا جس طرح تقدیر میں اعمال مقرر ہونے کے باوجود آپ نے نیکی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا عمل کرو، جس شخص کو جس عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ عمل اس کے لیے آسان کر دیا جائے گا، پس جس طرح تقدیر پر تکیہ کر کے نماز اور روزہ کو ترک کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح عذاب سے نجات کی دعا کو ترک کرنا بھی صحیح نہیں ہے، اس کے برخلاف عمر میں زیادتی کی دعا عبادت نہیں ہے۔[1]

باب ۱۹۵ الایمان بالقدر والاذعان لہ — تقدیر کو ماننا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۶۶۵۰۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ و ابن نمیر قالا حدثنا عبد اللہ بن ادریس عن ربیعۃ بن عثمان عن محمد بن یحیی بن حبان عن الاعرج عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن القوی خیر و احب الی اللہ من المؤمن الضعیف و فی کل خیر احرص علی ما ینفعک و استعن باللہ و لا تعجز و ان اصابک شیء فلا تقل لو انی فعلت کان کذا و کذا و لکن قل قدر اللہ و ما شاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطن۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک قوی مومن ضعیف مومن سے زیادہ اچھا اور زیادہ محبوب ہے، اور ہر ایک میں خیر ہے، جو چیز تم کو نفع دے اس میں حرص کرو، اللہ کی مدد چاہو اور تھک کر نہ بیٹھو، اگر تم پر کوئی مصیبت آئے تو یہ نہ کہو کاش میں ایسا ایسا کر لیتا، البتہ یہ کہو یہ اللہ کی تقدیر ہے، اس نے جو چاہا کر دیا، یہ کاش کا لفظ شیطان کا عمل کھولتا ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مسئلہ تقدیر میں "اگر یا کاش" کہنے کا حکم

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ کاش اور اگر کے لفظ کی ممانعت اس وقت ہے جب کسی شخص کا یہ درجہ اعتقاد ہو کہ وہ یہ کام کر لیتا تو اس کو یہ مصیبت ہرگز نہ پہنچتی، اور جو شخص اس امر کو اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے حوالے کر دے اور یہ کہے کہ اللہ کی مشیئت کے بغیر اس کو کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی وہ اس ممانعت کے تحت داخل نہیں ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے غار میں کہا اگر ان میں سے کوئی شخص سر بلند کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا، قاضی عیاض نے کہا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکر کا یہ قول مستقبل سے متعلق ہے اور اس میں کسی واقع شدہ مصیبت کے متعلق اگر کا لفظ نہیں ہے حتیٰ کہ یہ تقدیر کو ماننے کے خلاف ہو، اسی طرح نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اگر تمہاری قوم نئی نئی کفر سے نکلی ہوئی نہ ہوتی تو میں بیت اللہ کو حضرت ابراہیم کی قائم کی ہوئی بنیادوں پر مکمل کر دیتا، اسی طرح یہ ارشاد کہ "اگر مجھے اپنی امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو ان کو مسواک کرنے کا وجوبا حکم دیتا، ان تمام احادیث میں اگر کا کلمہ مستقبل سے متعلق ہے، اور ان میں تقدیر سے کوئی تعرض نہیں ہے، لہٰذا اس قسم کے کلام میں کوئی کراہت نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا میرے نزدیک حدیث میں نہی اپنے عموم پر ہے لیکن یہ نہی تنزیہ ہے، علامہ نووی فرماتے ہیں حدیث میں کاش یا اگر کے لفظ کو ماضی میں بھی استعمال کیا گیا ہے، حدیث میں ہے "اگر میں پہلے اس چیز کو جان لیتا جس کو بعد میں جانا تو میں ہدی روانہ نہ کرتا" اس لیے حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بغیر کسی فائدہ کے اس لفظ کو استعمال نہ کیا جائے اس لیے یہ نہی تنزیہ ہے نہی تحریم نہیں ہے، ہاں جو شخص کسی عبادت کے رہ جانے پر بطور افسوس کہے مثلاً "اگر میں جلدی جاگ اٹھتا تو میری نماز قضا نہ ہوتی، یا کسی مشکل در پیش ہونے پر اگر کا لفظ کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور احادیث میں ماضی میں جو اگر کا لفظ آیا ہے وہ اسی پر محمول ہے۔ [1]

خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح اگر کا لفظ استعمال نہ کیا جائے جس سے تقدیر کے انکار کا وہم ہو۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب العلم

حکماء اور متکلمین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

حکماء کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

حصول صورۃ الشیء فی العقل۔ کسی شے کی صورت کا عقل میں حاصل ہونا۔

یہ تعریف وہم، شک، ظن، جہل مرکب، تقلید اور یقین کو شامل ہے۔

متکلمین کے نزدیک علم کی مشہور تعریف یہ ہے:

ہو صفۃ یتجلی بہا المذکور لمن قامت ھی بہ۔ عالم کے ذہن میں کسی چیز کا انکشاف، علم ہے۔

اس تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ علم انکشاف ذہنی کا نام ہے، یہ انکشاف تام اور غیر مشتبہ ہونا چاہیے، اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے یا مقولہ اضافت سے یا مقولہ انفعال سے، زیادہ صحیح یہ ہے کہ علم مقولہ کیف سے ہے کیونکہ علم کیفیت نفسانیہ کا نام ہے۔ علم کی یہ دونوں تعریفیں ذوی العقول کے ساتھ خاص ہیں اور حیوانات کے ادراکات پر حقیقۃً علم کا اطلاق نہیں ہوتا۔

علم کا اطلاق علوم مدونہ پر بھی کیا جاتا ہے مثلاً نحو اور فقہ وغیرہ پر، اسی طرح مسائل مخصوصہ پر بھی علم کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے فلاں شخص کو نحو کا، یا فقہ کا علم ہے، یعنی اس شخص کو نحو یا فقہ کے مسائل کا علم ہے، اور کبھی علم کا اطلاق ملکہ استحضار پر کیا جاتا ہے یعنی کسی شخص کو مثلاً فقہ کے مسائل کی بہ کثرت تکرار سے ایسی مہارت ہو جائے کہ جب بھی اس سے فقہ کا کوئی سوال کیا جائے وہ اس کا جواب دے سکے تو اس کی اس مہارت (ملکہ، پختہ صلاحیت) کو علم سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص فقہ کا عالم ہے۔ [1]

محدثین کی اصطلاح میں علم کی تعریف

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

علم، مومن کے قلب میں ایک نور ہے جو فانوس نبوت کے چراغ سے مستفاد ہوتا ہے، یہ علم نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کے ادراک کا نام ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور اس کے احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے، اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو کسبی ہے اور اگر بلا واسطہ حاصل ہو تو علم لدنی ہے۔

---

[1] علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۶۴-۶۵ مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

علم لدنی کی تین قسمیں ہیں، وحی، الہام اور فراست۔ وحی کا لغوی معنی ہے سرعت سے اشارہ کرنا، اور اصطلاحی معنی ہے "وہ کلام الٰہی جو نبی کے دل میں حاصل ہو" جس کلام کے الفاظ اور معانی کا حضرت جبرائیل کے واسطے سے نبی پر نزول ہو وہ کلام الٰہی یعنی قرآن مجید ہے اور جس کلام کے صرف معانی کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نزول ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس معنی کو ـــــ اپنے الفاظ کے ساتھ تعبیر فرمائیں وہ حدیث نبوی ہے، الہام کا لغوی معنی ابلاغ ہے اور اصطلاح میں وہ علم حق ہے جس کا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر القاء کرتا ہے اور ان کو امور غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے، اور فراست وہ علم ہے جس میں ظاہری صورت کو دیکھ کر امور غیبیہ منکشف ہوتے ہیں، الہام میں ظاہری صورت کا واسطہ نہیں ہوتا بلا واسطہ کشف ہوتا ہے اور فراست میں ظاہری صورتوں کا واسطہ ہوتا ہے اور الہام اور وحی میں یہ فرق ہے کہ الہام وحی کے تابع ہے اور وحی الہام کے تابع نہیں (نیز وحی سے حاصل ہونے والا علم قطعی ہے اور الہام سے حاصل ہونے والا علم ظنی ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) علم الیقین دلائل سے حاصل ہوتا ہے عین الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور حق الیقین تجرد سے واصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے [1]

علم دین کی تفصیل

امام بیہقی بیان کرتے ہیں:

جب علم کا لفظ مطلقاً بولا جائے تو اس سے مراد علم دین ہوتا ہے اور اس کی متعدد اقسام ہیں:

(۱)۔ اللہ عزوجل کی معرفت کا علم، اس کو علم الاصل کہتے ہیں۔

(۲)۔ اللہ عزوجل کی طرف سے نازل شدہ چیزوں کا علم، اس میں علم نبوت اور علم احکام اللہ بھی داخل ہے۔

(۳)۔ کتاب وسنت کی نصوص اور ان کے معانی کا علم، اس میں مراتب نصوص، ناسخ اور منسوخ، اجتہاد، قیاس، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کا علم اور ان کے اتفاق اور اختلاف کا علم بھی داخل ہے۔

(۴)۔ جن علوم سے کتاب وسنت کی معرفت اور احکام شرعیہ کا علم ممکن ہو، اس میں لغت عرب، نحو، صرف اور محاورات عرب کی معرفت داخل ہے۔

جو شخص علم دین کے حصول کا ارادہ کرے اور وہ اہل عرب سے نہ ہو اس پر لازم ہے کہ وہ پہلے عربی زبان اور اس کے قواعد کا علم حاصل کرے اور اس میں مہارت پیدا کرے، پھر قرآن مجید کے علم کو حاصل کرے اور بغیر احادیث کی معرفت کے قرآن مجید کے معانی کی وضاحت ممکن نہیں ہے اور احادیث کا علم، آثار صحابہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور آثار صحابہ کی معرفت کے لیے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال کی معرفت ضروری ہے، کیونکہ علم دین ہم تک اسی طرح درجہ بدرجہ پہنچا ہے اور جب قرآن، سنت، آثار صحابہ اور اقاویل تابعین کا علم حاصل ہو جائے تو پھر اجتہاد کرے اور متقدمین کے مختلف اقوال میں غور کرے اور جو قول اس کے نزدیک دلائل سے راجح ہو اس کو اختیار کرے اور جو نئے مسائل پیدا ہوں ان کا قیاس کے ذریعہ حل تلاش کرے۔ [2]

---

[1]۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ

[2]۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۴۱۰ھ

عوام کے لیے قدر ضروری علم کا بیان

امام بیہقی لکھتے ہیں:
امام شافعی نے فرمایا علم کی دو قسمیں ہیں عوام کا علم اور خواص کا علم۔

عوام کا علم: عوام کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے اور ان کے اموال میں زکوٰۃ فرض کی ہے اور زنا، قتل، چوری اور شراب نوشی کو ان پر حرام کر دیا ہے، اسی طرح وہ احکام جن کا اللہ تعالیٰ نے انسان کو مکلف کیا ہے، جن کا کرنا یا جن سے اجتناب اس پر ضروری ہے ان سب کا جاننا اس پر ضروری ہے ان احکام کی صراحت قرآن مجید میں مذکور ہے اور یہ احکام اہل اسلام میں تواتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، یہ وہ علم ہے جس میں غلطی، تاویل یا اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

خواص کے لیے قدر ضروری علم کا بیان

احکام شرعیہ کی تمام فروعات کا علم حاصل کرنا، قرآن مجید کی صریح عبارات، دلالت، اشارت اور اقتضاء نصوص کو جاننا اسی طرح احادیث اور آثار کا علم حاصل کرنا، قیاس اور اس کی شرائط کو جاننا اور ایسی صلاحیت حاصل کرنا کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا کتاب اور سنت سے حل بتایا جا سکے، ہر شخص کے لیے علم میں اتنی مہارت حاصل کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن مسلمانوں میں سے چند افراد کے لیے اتنا علم حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ سب گنہ گار ہوں گے[1] قرآن مجید میں ہے:

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ (توبہ: ۱۲۲)

اور یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سب مسلمان ایک ساتھ نکل کھڑے ہوں، تو ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کیوں نہ نکلی تاکہ وہ لوگ دین کی فقہ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ (گناہوں سے) بچے رہیں۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ جو لوگ مختلف شہروں میں رہتے ہیں، تو ہر شہر کے رہنے والوں میں سے ایک جماعت پر یہ واجب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دین کا علم سیکھے اور حلال اور حرام کی معرفت حاصل کرے اور جب وہ لوگ اپنے وطنوں کو واپس جائیں تو اپنے اپنے وطن کے لوگوں کو حرام اور معصیت کے ارتکاب سے ڈرائیں، اس اعتبار سے تفقہ اور تعلیم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا واجب ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ہر زمانہ میں علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا واجب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر علم دین کا حصول سفر پر موقوف ہو تو سفر کرنا واجب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں یہ ضروری تھا کہ تفقہ فی الدین حاصل کرنے کے لیے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوں کیونکہ اس وقت شریعت مدون اور منضبط نہیں ہوئی تھی بلکہ یوماً فیوماً احکام نازل ہو رہے تھے، اس لیے آپ کی خدمت میں رہ کر ان احکام کا علم حاصل کرنا ضروری تھا، لیکن اب جب کہ شریعت مدون اور منضبط ہو چکی ہے تو اگر وطن میں رہ کر بغیر سفر کے علم حاصل کرنا ممکن ہو تو سفر کرنا واجب نہیں ہوگا،

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

لیکن اس آیت میں چونکہ علم دین کے حصول کے لیے سفر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے تو ہمارے خیال علم نافع کی برکتیں حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا ضروری ہے۔ ؎

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

امام غزالی نے کہا ہے کہ عصر اول میں علم آخرت اور دقائق آفات نفوس اور خشیت الٰہی کی معرفت کے لیے فقہ کا لفظ مخصوص تھا، سو جس علم سے انذار اور تخویف حاصل ہو اس کو فقہ کہتے تھے، نہ کہ نکاح، طلاق اور بیع، شراء کی جزئیات جاننے کو۔ ایک بار فرقد سنجی نے حسن بصری سے کہا فقہاء آپ کی مخالفت کرتے ہیں، حسن نے کہا تم نے کوئی فقیہ دیکھا ہے؟ فقیہ وہ شخص ہوتا ہے جو دنیا میں زاہد، آخرت میں راغب اپنے دین پر بصیرت رکھنے والا، اپنے رب کی عبادت پر مداومت کرنے والا، متقی، لوگوں کی عزتوں سے بچنے والا، ان کے اموال سے احتراز کرنے والا اور ان کی خیر خواہی کرنے والا ہو۔ لیکن اب مشہور یہ ہے کہ فقیہ وہ شخص ہے جو احکام جزئیہ کا حافظ ہو، عام ازیں کہ اسے ان احکام کے دلائل مستحضر ہوں یا نہیں (التحریر) بحر اور منتقی میں بھی اسی طرح ہے اور قنیہ میں لکھا ہے فقیہ وہ شخص ہے جس کو تمام احکام شرعیہ مع دلائل کے حاصل ہوں، امام ابوجعفر سے منقول ہے کہ فقیہ وہ شخص ہے جو علم فقہ میں انتہا کو پہنچا ہوا ہو، اور زیادہ تر علماء کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں علم دین کی طلب میں سفر کرنے کا حکم دیا ہے اور اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ تفقہ فی الدین فرض کفایہ ہے۔ حضرت ابوسعید سے جو مروی ہے کہ "علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ جس علم پر فرائض کی ادائیگی موقوف ہو اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ؎

خلاصہ یہ ہے کہ اتنا وسیع علم حاصل کرنا جو احکام شرعیہ کی تمام فروع اور جزئیات پر مع ان کے دلائل کے محیط ہو یہ فرض کفایہ ہے اور ان جزئیات کے حافظ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام مسائل اور ان کے دلائل زبانی یاد ہوں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں ایسی مہارت ہو کہ جب بھی اس سے کوئی سوال کیا جائے تو وہ قرآن مجید، احادیث اور کتب فقہ سے دلائل کے ساتھ اس کا جواب دے سکے اور اسی شخص کو عالم، مفتی اور فقیہ کہتے ہیں۔

مروجہ علوم دینیہ کی تعریفات

علم تفسیر کی تعریف میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انه علم يبحث فيه عن كيفية النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتها واحكامها الافرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذالك كمعرفة النسخ وسبب النزول وقصة توضح ما ابهم القرآن ونحو ذلك۔

علم تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کے نطق، ان کی دلالت، ان کی ترکیب نحوی اور ان کے معانی سے بحث کی جاتی ہے، اور نسخ، سبب نزول اور کسی مبہم چیز کی وضاحت سے بھی بحث کی جاتی ہے۔

نیز علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

؎ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۵۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

؎ علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۴۹-۴۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

تاویل اور تفسیر میں یہ فرق ہے کہ تفسیر مفردات میں ہوتی ہے اور تاویل جملوں میں ہوتی ہے، امام ماتریدی نے کہا تفسیر میں اس بات کا قطعی بیان ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے یہ معنی مراد لیا ہے، اور تاویل میں قطعیت کے بغیر کسی ایک احتمال کو ترجیح دی جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے ہے[۱]

علم حدیث (روایۃ) کی تعریف میں علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

هو علم یعرف به اقوال رسول الله صلى الله عليه وسلم وافعاله واحواله.[۲]

یہ وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال (صفات، لباس اور تقریرات وغیرہ) کی معرفت ہوتی ہے۔

علم حدیث (درایۃ) کی تعریف میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اصول الحديث علم باصول تعرف بها احوال حديث الرسول صلى الله عليه وسلم من حيث صحة النقل عنه وضعفه والتحمل والاداء.[۳]

اصول حدیث ان قواعد کا علم ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی بہ حیثیت صحت نقل و ضعف نقل معرفت حاصل ہوتی ہے اور راوی کی ادائیگی کے طریقہ کا علم ہوتا ہے۔

علم کلام کی تعریف میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

الکلام معرفة النفس ما عليها من العقائد المنسوبة الى دين الاسلام عن الادلة علما وظنا في البعض منها.[۴]

جو عقائد دین اسلام کی طرف منسوب ہیں ان کی قطعی دلائل سے نفس انسان کو معرفت اور بعض عقائد کی ظنی دلائل سے معرفت، علم کلام ہے۔

فقہ کی تعریف میں علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

العلم بالاحكام الشرعية العملية المكتسبة من ادلتها التفصيلية بالاستدلال.[۵]

احکام شرعیہ عملیہ جو دلائل تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ حاصل ہوں، ان کا علم فقہ ہے۔

علامہ ابن نجیم نے امام اعظم سے فقہ کی یہ تعریف نقل کی ہے:

معرفة النفس ما لها وما عليها.[۶]

نفس انسان کو اس بات کی معرفت کہ کس کام میں اس کا نفع ہے اور کس کام میں اس کا نقصان۔

---

[۱] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱ ص ۵۔۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۲] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

[۳] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبۃ الفکر ص ۲۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ

[۴] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسایرہ مع المسامرہ ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار المعارف الاسلامیہ مکران بلوچستان

[۵] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[۶] " " " " ، البحر الرائق ج ۱ ص ۶

علم اصول فقہ کی تعریف میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

هو ادراك القواعد التي يتوصل بها الى استنباط الفقه.[1]

یہ ان قواعد کی معرفت کا نام ہے جن سے فقہی مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔

ادب کی تعریف میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

فی المصباح هو تعلم رياضة النفس ومحاسن الاخلاق وقال ابو زيد الانصاری الادب يقع على كل رياضة محمودة يتخرج بها الانسان فی فضيلة من الفضائل وعن الجواليقی الادب فی اللغة حسن الاخلاق وفعل المكارم واطلاقه على العلوم العربية مولد حدث فی الاسلام.[2]

مصباح میں ہے نفس کی ریاضت اور محاسن اخلاق کو ادب کہتے ہیں، ابو زید انصاری نے کہا ہر وہ ریاضت محمودہ جس سے انسان کوئی فضیلت حاصل کرے، ادب ہے۔ جوالیقی سے منقول ہے، لغت میں اچھے اخلاق اور عمدہ کاموں کو ادب کہتے ہیں اور علوم عربیہ پر ادب کا اطلاق، اسلام میں نیا ہے اور کافی بعد میں جاری ہوا۔

لغت کی تعریف میں علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

قال ابن سيده اللغة اللسن وحدها انها اصوات يعبر بها كل قوم عن اغراضهم وقال غيره هو الكلام المصطلح عليه بين كل قبيل.[3]

ابن سیدہ نے کہا لغت زبان ہے اس کی تعریف یہ ہے: وہ الفاظ جن سے کوئی قوم اپنی اغراض کو تعبیر کرتی ہے، دوسروں نے یہ تعریف کی، ہر قبیلہ میں کلام کو جس معنی کے لیے معین کر لیا گیا وہ اس قبیلہ کی لغت ہے۔

علم معانی کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به احوال اللفظ العربی التی بها يطابق اللفظ مقتضى الحال.[4]

یہ وہ علم ہے جس سے لفظ عربی کے ان احوال کی معرفت ہوتی ہے جن سے لفظ مقتضی حال کے مطابق ہوتا ہے۔

علم بیان کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

هو علم يعرف به ايراد المعنى الواحد بطرق وتراكيب مختلفة فی وضوح الدلالة عليه.[5]

یہ وہ علم ہے جس سے ایک معنی کو متعدد طریقوں اور مختلف ترکیبوں سے بیان کرنے کی معرفت حاصل ہوتی ہے تاکہ اس پر دلالت واضح ہو۔

علم نحو کی تعریف میں میر سید شریف لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، التحریر مع التقریر ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۰۳ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۱۴۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[3] " " " " " تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۲۸،

[4] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، مختصر المعانی ص ۳۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[5] " " " " مختصر المعانی ص ۳۰۵

هو علم بقوانین یعرف بها احوال التراکیب العربیۃ من الاعراب والبناء وغیرھما۔ [1]

یہ ان قوانین کا علم ہے جن سے عربی الفاظ کے احوال کی بہ حیثیت معرب اور مبنی وغیرہ معرفت حاصل ہوتی ہے۔

صرف کی تعریف میں میر سید شریف لکھتے ہیں:

علم یعرف بہ احوال الکلم من حیث الاعلال۔ [2]

یہ وہ علم ہے جس سے بہ حیثیت تعلیل (وغیرہ) کلمہ کے احوال کی معرفت ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے علم کی فضیلت کا بیان

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط۔ (آل عمران: ۱۸)

اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور فرشتوں اور علم والوں نے (یہ گواہی دی) درآں حالیکہ وہ قائم بالعدل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی شہادت کا ذکر کیا پھر فرشتوں کی شہادت کا اور پھر اہل علم کی شہادت کا اور یہ اہل علم کی بڑی عزت افزائی ہے۔

یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ (مجادلہ: ۱۱)

تم میں سے جو کامل ایمان والے اور علم والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ جنت میں عام مسلمانوں کی بہ نسبت علماء سات سو درجہ بلند ہوں گے۔ (احیاء العلوم وقوت القلوب)

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ (زمر: ۹)

آپ فرما دیجئے کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہیں؟

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰٓؤ۔ (فاطر: ۲۸)

اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء اللہ سے ڈرتے ہیں۔

قل کفٰی باللہ شھیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب۔ (رعد: ۴۳)

آپ فرما دیجئے میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ، اللہ ہے اور وہ جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے۔

وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون۔ (عنکبوت: ۴۳)

اور یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں ان کو صرف علم والے سمجھتے ہیں۔

ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم

اور اگر وہ اس کو رسول اور صاحبان امر کی طرف لوٹا

[1] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۰۵، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

[2] 〃 〃 〃 〃 ، کتاب التعریفات ص ۵۸، 〃

لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم۔
(نساء: ۸۳)

ورنہ تو اس (کی مصلحت) کو وہ لوگ جان لیتے جو ان میں سے استنباط کر سکتے ہیں۔

بل ھو اٰیات بینات فی صدور الذین اوتوا العلم۔ (عنکبوت: ۴۹)

بلکہ یہ ان لوگوں کے سینہ میں روشن آیتیں ہیں جنھیں علم دیا گیا ہے۔

وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ (نساء: ۱۱۳)

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی، اور جن چیزوں کا آپ کو (پہلے) علم نہیں تھا ان کا علم دے دیا، اور (یہ) آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔

وقل رب زدنی علما۔ (طٰہٰ: ۱۱۴)

اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب! میرے علم کو زیادہ فرما!

احادیث سے علم کی فضیلت کا بیان

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن معاویۃ یقول سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیرًا یفقھہ فی الدین۔[1]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بینما انا نائم اتیت بقدح لبن فشربت حتی انی لاری الری یخرج فی اظفاری ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اولتہ یارسول اللہ قال العلم۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے دودھ پی لیا، پھر میں نے دیکھا کہ (سیر ہونے کی وجہ سے) دودھ میرے ناخنوں سے نکل رہا تھا، پھر میں نے اپنا پس خوردہ حضرت عمر بن الخطاب کو دیا، صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! آپ نے اس سے کیا تعبیر لی؟ آپ نے فرمایا: علم!

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعًا ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسًا

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندوں کے سینوں میں سے علم کو نہیں نکالے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم اٹھائے گا حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ
[2] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸،

جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ۔[1]

جائے گا اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، سو وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاحسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو چیزوں پر رشک کرنا مستحسن ہے، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ اس کو نیکی کے راستہ میں خرچ کرتا ہو، اور ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکمت دی ہو وہ اس کے مطابق فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلک طریقا یلتمس فیہ علما سھل اللہ لہ بہ طریقا الی الجنۃ وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ ویتدارسونہ بینھم الا نزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ وحفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ومن بطأ بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ ۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی علم کو تلاش کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو قوم کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور ایک دوسرے کے ساتھ درس کا تکرار کرے ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس فرشتوں میں کرتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل پیچھے کر دے تو اس کو اس کا نسب آگے نہیں بڑھاتا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع ھذا حدیث حسن غریب ۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی طلب میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ کے راستہ میں ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ ھ

[2] ″ ″ ″ ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷، ″ ″

[3] امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۵، ″ ″ ، ۱۳۷۵ ھ

[4] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن سنجرة عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال من طلب العلم کان کفارۃ لما مضی هٰذا حدیث ضعیف الاسناد۔[1]

حضرت سنجرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص علم کو طلب کرے وہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یاتیکم رجال من قبل المشرق یتعلمون فاذا جاءوکم فاستوصوا بھم خیرًا۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس مشرق کی طرف سے کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، پس جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔

عن زید بن ثابت قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ غیرہ فرب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ ورب حامل فقہ لیس بفقیہ۔[3]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "اللہ تعالیٰ اس شخص کو تازہ و تابندہ رکھے جو ہم سے حدیث سن کر اس کو یاد رکھتا ہے حتیٰ کہ کسی اور شخص کو وہ حدیث پہنچا دیتا ہے، بسا اوقات ایک فقہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ کو پہنچاتا ہے اور بعض اوقات ایک فقہ کا حامل خود فقیہ نہیں ہوتا۔

عن انس بن مالک قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل یستحملہ فلم یجد عندہ ما یحملہ فدلہ علی اٰخر فحملہ فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال ان الدال علی الخیر کفاعلہ۔[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سواری طلب کی، آپ کے پاس سواری نہیں تھی، آپ نے اس کی کسی اور شخص کی طرف رہنمائی کی، اس نے اس کو سواری دے دی، اس شخص نے آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر دی (کہ اس نے سواری دے دی) آپ نے فرمایا نیکی کی رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی مثل ہے۔

عن جریر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ خیر فاتبع علیہا فلہ اجرہ و مثل اجور من اتبعہ غیر منقوص من اجورھم شیئا و

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی اچھے کام کو شروع کیا پھر اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور نیکی کی پیروی کرنے والوں کا

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] ″ ″ ″ ، جامع ترمذی ص ۳۸۰، ″ ″

[3] ″ ″ ″ ، جامع ترمذی ص ۳۸۰، ″ ″

[4] ″ ″ ″ ، جامع ترمذی ۳۸۲، ″ ″

من سن سنۃ شر فاتبع علیھا کان علیہ وزرہ ومثل اوزار من اتبعہ غیر منقوص من اوزارھم شیئاً۔ [1]

عن کثیر بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لبلال بن الحارث اعلم قال اعلم یا رسول اللہ! قال انہ من احیٰی سنۃ من سنتی قد امیتت بعدی کان لہ من الاجر مثل من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئا ومن ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضاھا اللہ ورسولہ کان علیہ مثل آثام من عمل بھا لا ینقص ذلک من اوزار الناس شیئا [2]

عن ابی ھریرۃ قال یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احداً اعلم من عالم المدینۃ ھٰذا حدیث حسن وعن ابن عیینۃ انہ قال فی ھٰذا من عالم المدینۃ انہ مالک بن انس قال [3]

عبدالرزاق قال ھو مالک بن انس ۴م

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد [4]

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی

بھی اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کمی نہیں ہوگی، اور جس نے کسی بُرے کام کی ابتدار کی اور اس کام کی پیروی کی گئی تو اس کو اپنی بُرائی کا گناہ بھی ہوگا اور پیروی کرنے والے کا بھی گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

کثیر بن عبد اللہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "یاد رکھو" انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میں یاد رکھوں گا۔ آپ نے فرمایا جس شخص نے میری سنتوں میں سے کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جس پر عمل ترک کیا جا چکا تھا تو اس کو اس سنت پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور ان کے اجروں میں کمی نہیں ہوگی اور جس شخص نے کسی ایسی بدعت سیئہ کو شروع کیا جس سے اللہ اور اس کا رسول ناراض ہوں تو اس کو اس بدعت پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا اور ان لوگوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عنقریب لوگ اونٹوں پر بہت زیادہ سفر کر کے علم کی طلب کریں گے، تب بھی ان کو مدینہ کے عالم سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ملیگا ابن عیینہ اور امام عبد الرزاق نے کہا عالم مدینہ کی اس بشارت کا مصداق امام مالک ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، " " "

[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، " " "

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، " " "

اللہ علیہ وسلم خصلتان لا تجتمعان فی منافق حسن سمت ولا فقہ فی الدین [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق میں دو خصلتیں جمع نہیں ہوتیں اچھے اخلاق اور دین کا علم۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسمعون ویسمع منکم ویسمع ممن یسمع منکم [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم (مجھ سے احادیث) سنتے ہو اور تم سے سماع کیا جائے گا اور جنھوں نے تم سے سنا ہے ان سے سماع کیا جائے گا۔

عن سہل بن سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال واللہ لان یہدی اللہ بھداک رجلا واحدا خیر لک من حمر النعم [3]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہ خدا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے، تو وہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن عفان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ [4]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے افضل وہ شخص ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور سکھائے۔

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن وحفظہ ادخلہ اللہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اہل بیتہ کلھم قد استوجب النار [5]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو یاد کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا، اور اسے اس کے گھر کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنائے گا جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

عن ابی ذر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ذر لان تغدو فتعلم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! اگر تم

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[3] 〃 〃 〃 〃 سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، 〃 〃 〃

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] 〃 〃 〃 〃 سنن ابن ماجہ ص ۱۹، 〃 〃 〃

أية من كتاب الله خير لك من ان تصلى مائة ركعة ولان تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به اولم يعمل خير من ان تصلى الف ركعة ۔[1]

صبح اٹھ کر قرآن مجید کی ایک آیت کا علم حاصل کر لو، تو وہ تمہارے لیے سو رکعات پڑھنے سے بہتر ہے، اور اگر تم صبح اٹھ کر علم کا ایک باب (سبق) پڑھ لو، خواہ اس پر عمل ہو یا نہ ہو تو وہ ایک ہزار رکعات پڑھنے سے بہتر ہے۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن واثلة بن الاسقع يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب العلم فادركه كان له كفلان من الاجر، فان لم يدركه كان له كفل من الاجر ۔[2]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے علم کو طلب کیا اور اس کو پالیا اس کو دو اجر ملیں گے اور جو نہ پا سکا اس کو ایک اجر ملے گا۔

عن الضحاك قال عبد الله بن مسعود: اغد عالما او متعلما ولا خير فيما سواهما ۔[3]

ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس حال میں صبح کرو کہ تم عالم ہو یا متعلم، ان کے علاوہ اور کسی میں خیر نہیں ہے۔

عن ابی امامة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال: ستكون فتنة يصبح الرجل فيها مؤمنا ويمسى كافرا الا من احياه الله بالعلم ۔[4]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے صبح انسان مومن ہو گا اور شام کو کافر، سوا اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ زندہ رکھا۔

عن الحسن قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجلين كان فی بنی اسرائيل: احدهما كان عالما يصلى المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير والآخر يصوم النهار ويقوم الليل ايهما افضل؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فضل هذا العالم الذى يصلى المكتوبة ثم يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذى

حسن بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بنو اسرائیل کے دو آدمیوں کے متعلق سوال کیا گیا، ایک عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا اور دوسرا شخص عابد تھا جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا، ان میں سے کون سا افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عالم فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو نیکی کی تعلیم دیتا ہے، اس کی دن میں روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے عابد پر ایسی فضیلت

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام عبد اللہ بن عبد الرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[3] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲، " " "

[4] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲، " " "

يصوم النهار ويقوم الليل. كفضلي على ادناكم رجلا.[1]

ہے جیسی میری تم میں سے کسی ادنیٰ درجہ کے شخص پر فضیلت ہے۔

عن ابن عباس قال: معلم الخير يستغفر له كل شئ حتى الحوت في البحر.[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نیکی کے معلم کے لیے ہر چیز استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی۔

عن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بمجلسين في مسجده فقال كلاهما على خير، واحدهما افضل من صاحبه - اما هؤلاء فيدعون الله ويرغبون اليه فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم واما هؤلاء فيتعلمون الفقه والعلم ويعلمون الجاهل فهم افضل وانما بعثت معلما. ثم جلس فيهم.[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا: یہ دونوں نیکی پر ہیں، اور ایک دوسرے سے افضل ہے، بہرحال یہ گروہ نیکی کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کر رہا ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو دے اور چاہے تو نہ دے، اور رہے یہ لوگ تو یہ فقہ اور علم کو حاصل کر رہے ہیں اور ان پڑھ لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں، سو افضل یہ ہیں، اور میں بطور معلم ہی مبعوث ہوا ہوں، پھر آپ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من جاءه الموت وهو يطلب العلم ليحيي به الاسلام فبينه وبين النبيين درجة واحدة في الجنة.[4]

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص احیاءِ اسلام کے لیے علم کو طلب کر رہا تھا اور اس حال میں اس کو موت آگئی اس کے اور انبیاء کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ ہوگا۔

عن ابن عباس قال: ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتدارسون كتاب الله ويتدارسونه بينهم الا اظلتهم الملائكة باجنحتها حتى يخوضوا في حديث غيره ومن سلك طريقا يبتغي به العلم سهل الله طريقه من الجنة ومن ابطأ به عمله

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی جمع ہو کر جو لوگ کتاب اللہ کا تذکرہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس کا درس دیتے ہیں، ان پر فرشتے اپنے پروں سے اس وقت تک سایہ کیے رہتے ہیں جب تک وہ کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوتے اور جو شخص علم کی تلاش میں کسی

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۳، " "

[3] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۴، " "

[4] " " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۵، " "

لم یسوعہ نسبہ۔[1]

راستے پر جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے راستے کو آسان کر دیتا ہے اور جس شخص کو اس کا عمل مؤخر کر دے اسے اس کا نسب مقدم نہیں کرتا۔

عن عطاء اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم قال اولی العلم والفقہ وطاعۃ الرسول اتباع الکتاب والسنۃ۔[2]

عطاء نے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم کی تفسیر میں کہا اصحاب امر سے مراد علم اور فقہ والے ہیں اور اطاعت رسول سے مراد کتاب اور سنت کی اتباع ہے۔

عن الاحنف قال قال عمر تفقھوا قبل ان تسودوا۔[3]

احنف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا: عہدہ کی ذمہ داری لینے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔

عن ابن عباس قال: تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیائھا وقال ابو ھریرۃ انی لاجزء اللیل ثلثۃ اجزاء فثلث انام وثلث اقوم وثلث اتذکر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رات کی ایک ساعت میں علم حاصل کرنا ساری رات جاگنے سے افضل ہے، اور حضرت ابوہریرہ نے کہا میں رات کے تین حصے کرتا ہوں، تہائی رات میں سوتا ہوں، تہائی رات میں قیام کرتا ہوں اور تہائی رات میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کرتا ہوں۔

عن ابراھیم قال: من ابتغی شیئا من العلم یبتغی بہ وجہ اللہ اتاہ اللہ منہ ما یکفیہ۔[5]

ابراہیم نے کہا جو شخص اللہ کے لیے تھوڑا سا علم بھی حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت عطا فرمائے گا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابی جعفر قال موت عالم احب الی ابلیس من موت سبعین عابدا۔[6]

ابوجعفر نے کہا ابلیس کے نزدیک عالم کی موت ستر عابدوں کی موت سے زیادہ محبوب ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل شیء دعامۃ ودعامۃ الاسلام الفقہ فی الدین ولفقیہ اشد علی الشیطان من الف عابد۔[7]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز کا ستون ہے اور اسلام کا ستون دین کی فقہ ہے اور ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہے۔

---

[1] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۲۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] سنن دارمی ج ۱ ص ۶۳، " " " "

[3] سنن دارمی ج ۱ ص ۶۹، " " " "

[4] سنن دارمی ج ۱ ص ۷، " " " "

[5] سنن دارمی ج ۱ ص ۱، " " " "

[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[7] شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۷۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ الباھلی قال ذکر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلان احدھما عابد والاخر عالم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وملائکتہ واھل السموات والارضین حتی النملۃ فی جحرھا وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر۔[1]

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، ایک عابد تھا اور دوسرا عالم تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم کی عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح میری تم میں سے کسی ادنیٰ پر فضیلت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمانوں اور زمینوں والے حتیٰ کہ چیونٹی بھی اپنے سوراخ میں اور حتیٰ کہ مچھلی بھی لوگوں کے معلم خیر کے لیے دعا کرتی ہے۔

عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یشبع المؤمن من خیر یسمعہ حتی یکون منتھاہ الجنۃ۔[2]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مومن نیکی کی بات سننے سے سیر نہیں ہوتا حتیٰ کہ جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حیث وجدھا فھو احق بھا۔[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے وہ بات جہاں ملے مومن اس بات کا زیادہ حقدار ہے۔

العلماء ورثۃ الانبیاء کی تحقیق

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقا یبتغی فیہ علما سلک اللہ بہ طریقا الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضی لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض حتی الحیتان

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے، اور بے شک طالب علم کی رضا جوئی کے لیے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں اور آسمانوں اور زمینوں کی

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۵، ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۵،
[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۳۸۵

السماء وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب ان العلماء ورثۃ الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما انما ورثوا العلم فمن اخذ بہ فقد اخذ بحظ وافر۔ ولیس اسنادہ عندی بمتصل۔ [1]

تمام چیزیں حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی عالم کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور عالم کی عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے چاند کی تمام ستاروں پر، اور بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے وہ صرف علم کا وارث بناتے ہیں سو جس شخص نے علم کو حاصل کر لیا اس نے عظیم حصہ کو حاصل کر لیا۔ اس حدیث کی سند منقطع ہے۔

امام ترمذی نے ہر چند کہ اس حدیث کی سند کو غیر متصل قرار دیا ہے لیکن یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اس لیے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور اگر یہ محض ضعیف ہوتی تب بھی اس کا فضائل میں ذکر صحیح تھا۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد[2] امام ابن ماجہ[3]، امام دارمی[4]، امام احمد[5] اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔[6] اور امام بخاری نے اس حدیث کے بعض اجزاء کا ذکر کیا ہے۔[7]

علامہ بدرالدین عینی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام حاکم اور امام ابن حبان نے اس حدیث کی صحت کا التزام کیا ہے، اور "العلماء ورثۃ الانبیاء" متعدد اسانید صالحہ کے ساتھ مروی ہے، خطیب بغدادی نے کہا اس حدیث کی اصل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے:

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ط ذلک ھو الفضل الکبیر ہ جنت عدن یدخلونھا یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤا ولباسھم فیھا حریر ہ وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا

پھر ہم نے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا تو کوئی ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی متوازن ہے، اور ان میں سے بعض اذن الٰہی سے نیک کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہی بڑا فضل ہے، یہ دائمی جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا ریشم کا لباس ہوگا، اور وہ

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۴، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان، ۱۴۰۵ھ
[3] امام عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[4] امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۰۷، ۳۲۵، ۲۵۲، ج ۵ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[6] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ
[7] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

الحزن ط ان ربنا لغفور شکور o الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ ج لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب o [۱]
(فاطر: ۳۵-۲۲)

کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا، بے شک ہمارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا قدردان ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں ہمیشگی کے گھر میں ٹھہرایا، جہاں ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہاں ہمیں تھکن محسوس ہوگی۔

امام رازی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

الظالم الذی اخذ القرآن ولم یعمل بہ والمقتصد الذی عمل بہ والسابق الذی اخذہ وعمل بہ وبین للناس العمل بہ فعملوا بہ بقولہ فھو کامل ومکمل و المقتصد کامل والظالم ناقص [۲]

ظالم سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کیا اور اس پر عمل نہیں کیا، اور مقتصد وہ شخص ہے جس نے علم کے تقاضے پر عمل کیا اور سابق سے مراد وہ شخص ہے جس نے قرآن مجید کا علم حاصل کر کے خود بھی عمل کیا اور لوگوں کو بھی قرآن مجید پر عمل کی دعوت دی اور لوگوں نے اس کی دعوت سے قرآن مجید پر عمل کیا، پس سابق کامل اور مکمل ہے اور مقتصد کامل ہے اور ظالم ناقص ہے۔

قاضی بیضاوی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

(الذین اصطفینا من عبادنا) یعنی علماء الامۃ من الصحابۃ ومن بعدھم۔ [۳]

اس آیت سے مراد امت کے علماء ہیں، صحابہ اور ان کے بعد کے علماء۔

علامہ آلوسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وحملھم علی علماء الامۃ اولی من ھذا التخصیص [۴]

اس آیت میں (الذین اصطفینا من عبادنا) کو علماء امت پر محمول کرنا علماء اہل بیت کی تخصیص سے زیادہ اولیٰ ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات اور مفسرین کرام کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ ان آیات میں علماء کو وارث کتاب بنانے کا ذکر ہے اور انہی کو جنت کی عظیم بشارت دی گئی ہے اور یہ العلماء ورثۃ الانبیاء کی عظیم اصل اور علماء کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

اہل علم کے فضائل اور اخروی درجات

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالک قال قال النبی صلی اللہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[۱] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ
[۲] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[۳] قاضی ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی متوفی ۶۸۵ھ، انوار التنزیل علی ہامش الخفاجی ج ۷ ص ۲۲۶، مطبوعہ دار صادر بیروت
[۴] علامہ ابو الفضل محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

عليه وسلم ان مثل العلماء فی الارض کمثل النجوم فی السماء یهتدی بها فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم اوشك ان تضل الهداة رواه احمد وفیه رشدین بن سعد واختلف فی الاحتجاج به وابو حفص صاحب انس مجهول ۔[1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر علماء آسمان پر ستاروں کی طرح ہیں جن سے سمندر اور خشکی پر ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اور جب ستارے چھپ جائیں گے تو قریب ہے کہ ہدایت حاصل کرنے والے بھٹک جائیں، اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

عن عبد الرحمن بن عوف عن النبی صلی الله علیه وسلم قال فضل العالم علی العابد سبعین درجة ما بین کل درجتین کما بین السماء والارض رواه ابو یعلی وفیه الخلیل بن مرة قال البخاری منکر الحدیث وقال ابن عدی لم ار حدیثا منکرا ۔[2]

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی عابد پر ستر درجہ فضیلت ہے اور ہر دو درجوں کے درمیان آسمان اور زمین جتنا فاصلہ ہے۔ اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی خلیل بن مرۃ ہے امام بخاری نے اس کو منکر الحدیث کہا ابن عدی نے کہا اس کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے

عن ابی هریرة وابی ذر قالا لباب من العلم یتعلمه الرجل احب الی من الف رکعة تطوعا وقالا قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جاء الموت لطالب العلم وهو علی هذه الحالة مات وهو شهید رواه البزار وفیه هلال بن عبد الرحمن وهو متروك ۔[3]

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں اگر آدمی علم کا ایک باب پڑھ لے تو وہ میرے نزدیک ہزار نفل پڑھنے سے بہتر ہے، ان دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب طالب علم کو طلب علم کی حالت میں موت آئے تو وہ شہید ہے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا یا رسول الله ما ریاض الجنة قال مجالس العلم رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه رجل لم یسم ۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کی کیاریوں سے گذرو تو چرلیا کرو، صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنت کی کیاریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا علم کی مجلسیں۔ اس حدیث کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

۱ے۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲ے۔ " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۲،

۳ے۔ " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۴،

۴ے۔ " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶،

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء خلفاء الانبیاء قلت لہ فی السنن العلماء ورثۃ الانبیاء رواہ البزار ورجالہ موثقون [۱]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے خلفاء ہیں، میں کہتا ہوں کہ سنن میں حضرت ابو درداء سے مروی ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن ثعلبۃ بن الحکم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ عزوجل للعلماء یوم القیامۃ اذا قعد علی کرسیہ لفصل عبادہ انی لم اجعل علمی وحلمی فیکم الا وانا ارید ان اغفر لکم علی ما کان فیکم ولا ابالی رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ موثقون [۲]

حضرت ثعلبہ بن حکم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کرنے کے لیے اپنی کرسی پر رونق افروز ہوگا تو علماء سے فرمائے گا: میں نے اپنا علم اور حلم تم میں صرف اس لیے رکھا تھا کہ میں باوجود ان خطاؤں کے جو تم میں ہیں تمہاری مغفرت کردوں اور میں پرواہ نہیں کرتا، اس کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یبعث اللہ العباد یوم القیمۃ ثم یمیز العلماء فیقول یامعشر العلماء انی لم اضع فیکم علمی لاعذبکم اذھبوا فقد غفرت لکم رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی وھو ضعیف جدا۔ [۳]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو اٹھائے گا، پھر علماء کو الگ کرے گا، پھر فرمائے گا، اے علماء کی جماعت! میں نے تم میں اپنا علم تم کو عذاب دینے کے لیے نہیں رکھا تھا، جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی بہت ضعیف ہے۔

علامہ علی متقی، ابن عبد البر کی کتاب العلم سے نقل کرتے ہیں:

عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العالم امین اللہ فی الارض [۴]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم زمین پر اللہ کا امین ہے۔

علامہ علی متقی دیلمی کی مسند فردوس سے نقل کرتے ہیں:

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

۲۔ " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۶،

۳۔ " " " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰-۱۲۶،

۴۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العالم سلطان اللہ فی الارض فمن وقع فیہ فقد ہلک[1]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم زمین پر اللہ کا سلطان ہے، جو اس کی مذمت کرے گا وہ ہلاک ہوگا۔

ابن نجار سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء ورثۃ الانبیاء یحبہم اہل السماء ویستغفر لہم الحیتان فی البحر اذا ماتوا الی یوم القیامۃ[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں، آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں، اور جب وہ فوت ہو جائیں تو قیامت تک سمندر کی مچھلیاں ان کے لیے استغفار کرتی ہیں۔

امام دیلمی کی مسند الفردوس سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا العلماء فانہم سرج الدنیا ومصابیح الآخرۃ[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء کی اتباع کرو کیونکہ وہ دنیا اور آخرت کے چراغ ہیں۔

عن زیاد بن الحارث الصدائی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم تکفل اللہ لہ برزقہ[4]

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طلب علم میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا ضامن ہے۔

مسند بزار سے نقل کرتے ہیں:

عن عائشۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت العالم ثلمۃ فی الاسلام لا تسد ما اختلف اللیل والنہار[5]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کی موت سے اسلام میں سوراخ ہو جاتا ہے جو وقت کے گزرنے سے پر نہیں ہوتا۔

مرہبی سے نقل کرتے ہیں:

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یشفع یوم القیامۃ الانبیاء

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے

1۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج، ص ۱۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

2۔ " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۵، " " " "

3۔ " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۵، " " " "

4۔ " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۹، " " " "

5۔ " " " " کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۹، " " " "

ثم العلماء ثم الشهداء [1]

"دن سب سے پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء پھر شہداء۔"

ابن عدی فی الکامل اور ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ وواثلۃ قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمۃ جمع اللہ العلماء فقال: انی لم استودع حکمتی قلوبکم وانا ارید ان اعذبکم ادخلوا الجنۃ [2]

حضرت ابو امامہ اور حضرت واثلہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ علماء کو جمع کرکے فرمائے گا میں نے تمہارے دلوں میں اپنی حکمت اس لیے نہیں رکھی تھی کہ میں تم کو عذاب دینا چاہتا تھا، جاؤ جنت میں چلے جاؤ۔

ابن النجار سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیامۃ یوزن دم الشہداء بمداد العلماء فیرجح مداد العلماء علی دم الشہداء [3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن علماء کے لکھنے کی روشنائی کو شہداء کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا شہداء کے خون سے زیادہ وزن ہوگا۔

اہل علم کے حقوق

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس من امتی لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن [4]

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابی امامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ لا یستخف بھم الا

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: تین شخصوں

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] " " " ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۷۲، " " "

[3] " " " ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۷۳، " " "

[4] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، "

منافق ذوالشيبة فى الاسلام و ذوالعلم وامام مقسط رواه الطبرانى فى الكبير من رواية عبيد الله بن زحر عن على بن يزيد وكلاهما ضعيف [1]

کی تخفیف صرف منافق کرتا ہے، جو شخص اسلام میں سفید ریش ہو، عالم، امام عادل، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند ضعیف ہے۔

عن ابى امامة الباهلى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم عبدا اية من كتاب الله فهو مولاه لا ينبغى ان يخذله ولا يستأثر عليه رواه الطبرانى فى الكبير وفيه عبيد بن رزين اللاذقى ولم ار من ذكره [2]

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی ایک آیت کی تعلیم دی وہ اس کا مولیٰ ہے، وہ اس کو نامراد کرے نہ اس پر اپنے آپ کو ترجیح دے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔

عن عبد الله قال اغد عالما او متعلما ولا تغد بين ذلك فان لم تفعل فاحب العلماء ولا تبغضهم رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله رجال الصحيح الا عبد الملك بن عمير لم يدرك ابن مسعود [3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں صبح کو اٹھو کہ تم عالم ہو یا متعلم، اس کے سوا صبح نہ کرو، اگر تم یہ نہ کر سکو تو علماء سے محبت رکھو اور ان سے بغض نہ رکھو۔

علامہ علی متقی ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء [4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء کی عزت کرو کیونکہ وہ انبیاء کے وارث ہیں۔

خطیب بغدادی کی تاریخ سے نقل کرتے ہیں:

عن على قال: من حق العالم عليك ان تسلم على القوم عامة وتخصه دونهم بالتحية وان تجلس امامه ولا تشيرن عنده بيدك ولا تغمزن بعينيك ولا تقولن قال فلان خلافا لقوله ولا تغتابن عنده احدا ولا تسار فى مجلسه ولا تاخذ بثوبه ولا تلج

حضرت علی نے فرمایا: عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو، تم ان کے سامنے بیٹھو، ان کے سامنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو، اور نہ آنکھوں سے اشارے کرو۔ جب وہ کوئی مسئلہ بتائے تو یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس کے خلاف کہا ہے، اس کے سامنے کسی کی غیبت نہ کرو، نہ اس

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۸، " " "

[3] " " " " مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۳، " " "

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۵۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

علیہ اذا ملّی ولا تعوض من طول صحبتہ فانما ھی بمنزلۃ النخلۃ تنتظر متی یسقط علیک منھا شیء فان المؤمن العالم لاعظم اجرًا من الصائم القائم الغازی فی سبیل اللہ، فاذا مات العالم انثلمت فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شیء الی یوم القیمۃ۔[1]

کی مجلس میں کسی سے سرگوشی کرو، اس کے کپڑے کو نہ پکڑو، جب وہ اکتا جائے تو اس کے پاس نہ جاؤ اس کی لمبی صحبت سے احتراز نہ کرو، کیونکہ وہ کھجور کے درخت کی طرح ہے، تم منتظر رہو کہ تم پر کب اس سے کوئی پھل گرتا ہے، کیونکہ مومن عالم کا اجر روزہ دار اور قیام کرنے والے عابد اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے شخص سے زیادہ ہے اور جب عالم مرتا ہے تو اسلام میں ایسا سوراخ ہو جاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کر سکتی۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

اہل علم کے اختلاف کا باعث یسر اور رحمت ہونا

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لنا لما رجع من الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر و قال بعضھم لا نصلی حتی ناتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف احدًا منھم۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے لوٹے، تو آپ نے ہم سے فرمایا: "بنو قریظہ میں پہنچ کر ہی نماز عصر پڑھنا"۔ راستہ میں نماز کا وقت آگیا، بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہ پہنچ جائیں نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض صحابہ نے کہا نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد نہیں تھی، ہم نماز پڑھیں گے، بعد میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے ان میں سے کسی فریق کو ملامت نہیں کی۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن حمید قال: قلت لعمر بن عبد العزیز: لو جمعت الناس علی شیء فقال: ما یسرنی انھم لم یختلفوا۔ قال ثم کتب الی الآفاق او الی الامصار لیقضی کل قوم بما اجتمع علیہ فقھاءھم۔[3]

حمید کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کاش آپ تمام فقہاء کو ایک مسلک پر مجتمع کر دیتے!، عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر فقہاء اختلاف نہ کریں تو میں اس سے خوش نہیں ہوں، پھر عمر بن عبدالعزیز نے تمام شہروں میں یہ حکم بھیجا کہ ہر شہر کے لوگ اس حکم پر عمل کریں جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ص ۲۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عن عون بن عبد الله قال: ما احب ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یختلفوا، فانھم لو اجتمعوا علی شیء فترکہ رجل ترک السنۃ ولو اختلفوا فاخذ رجل بقول احد اخذ بالسنۃ۔ [1]

عون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اختلاف نہ ہو، کیونکہ اگر تمام صحابہ کا کسی ایک بات پر اتفاق ہوتا اور پھر کوئی شخص اس کو ترک کر دیتا تو وہ تارک سنت ہوتا اور جب صحابہ کا اختلاف ہے تو جس صحابی کے قول پر بھی کوئی شخص عمل کرے گا وہ سنت کو پالے گا۔

عن طاؤس قال: ربما رای ابن عباس الرای ثم ترکہ۔ [2]

طاؤس کہتے ہیں کہ بعض اوقات حضرت ابن عباس ایک رائے کو اختیار کرتے پھر اس کو ترک کر دیتے۔

عن مروان بن الحکم قال: قال لی عثمان بن عفان: ان عمر قال لی: انی قد رایت فی الجد رأیا فان رأیتم ان تتبعوہ۔ قال عثمان ان نتبع رایک فانہ رشد، وان نتبع رای الشیخ قبلک فنعم ذو الرای کان، قال وکان ابو بکر یجعلہ ابا۔ [3]

مروان بن حکم بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عثمان بن عفان نے کہا کہ حضرت عمر نے مجھ سے فرمایا کہ دادا کے متعلق میری ایک رائے ہے اگر تم اس کی اتباع کرنا چاہو تو اتباع کر لو، حضرت عثمان نے کہا اگر ہم آپ کی رائے کی اتباع کریں تو وہ بھی ہدایت ہے اور اگر ہم آپ سے پہلے خلیفہ کی رائے کی اتباع کریں تو ان کی رائے بھی صحیح تھی حضرت ابو بکر (میراث میں) دادا کو باپ قرار دیتے تھے۔

علامہ علی متقی نصر مقدسی، بیہقی، حلیمی، قاضی حسین اور امام الحرمین کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

اختلاف امتی رحمۃ۔ [4]

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

علامہ مناوی نے اس کی تائید میں امام بیہقی کے حوالے سے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی بمنزلۃ النجوم فی السماء فبایھم اقتدیتم اھتدیتم واختلاف اصحابی لکم رحمۃ۔ [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں، تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کر لی، ہدایت پا جاؤ گے، اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

---

[1] امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، " "

[3] " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۲۲، " "

[4] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۶، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5] علامہ محمد عبد الرؤف مناوی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ۱ ص ۲۰۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

طلبِ علم کے متعلق بعض مشہور احادیث کی تحقیق

امام بیہقی نے چار سندوں کے ساتھ حضرت انس سے روایت کیا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: طلب العلم فریضة علی کل مسلم [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضة علی کل مسلم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیہ عثمان بن عبد الرحمن القرشی عن حماد بن ابی سلیمان و عثمان ھذا قال البخاری مجھول ولا یقبل من حدیث حماد الامام رواہ عنہ القدماء شعبة وسفیان الثوری والدستوائی ومن عدا ھؤلاء بعد الاختلاط [2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر مسلمان پر علم کا طلب کرنا فرض ہے" اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں عثمان مجہول ہے اور اس کا شیخ حماد ضعیف ہے۔

حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے، اس کی سند میں یحیٰی بن ہشام کذاب ہے نیز امام طبرانی نے معجم اوسط میں اس کو حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں عبد اللہ بن عبد العزیز بن ابی ثابت ہے جو بہت ضعیف راوی ہے۔ [3]

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسانید ضعیف ہیں لیکن تعدد طرق روایت کی وجہ سے یہ حدیث حسن لغیرہ ہے اور لائق استدلال ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی عاتکة وفی روایة ابی عبد اللہ ثنا ابو عاتکة عن انس بن مالك قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اطلبوا العلم ولو کان بالصین فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم، ھذا الحدیث شبه مشھور واسنادہ ضعیف وقد روی من اوجه کلھا ضعیفة [4]

ابو عاتکہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم کو طلب کرو خواہ چین جانا پڑے، کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ حدیث، حدیث مشہور کے مشابہ ہے، اور اس کی سند ضعیف ہے یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے اور وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ سیوطی نے اس حدیث کو عقیلی کی کتاب الضعفاء، ابن عدی کی کامل، امام بیہقی کی شعب الایمان اور امام ابن عبد البر

[1] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۲۰،

[4] حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۰ھ

کی جامع العلم کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [1]

علامہ علی متقی ہندی نے بھی اس کو مذکور الصدر حوالوں سے بیان کیا ہے [2]

علامہ سخاوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں، خطیب نے رحلۃ میں، ابن عبد البر نے جامع العلم میں اور دیلمی نے (مسند الفردوس میں) بیان کیا ہے، ان سب نے اس کو ابو عاتکہ طریف بن سلمان سے روایت کیا ہے، البتہ فقط عبد البر نے اس کو از عبید بن محمد از ابن عیینہ از زہری از انس مرفوعاً روایت کیا ہے اور یہ دونوں وجہوں سے ضعیف ہے بلکہ امام ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور امام ابن جوزی نے اس کا موضوعات میں ذکر کیا ہے۔ [3]

علامہ مناوی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، حسن ضعیف ہے، ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے، میزان میں ہے ابو عاتکہ از انس اس کے نام میں اختلاف ہے اور اس کے ضعف پر اتفاق ہے، علامہ سخاوی وغیرہ نے کہا یہ حدیث دو وجہوں سے ضعیف ہے، بلکہ امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، امام ابن جوزی نے کہا یہ حدیث موضوع ہے، مزی نے کہا اس حدیث کی متعدد اسانید ہیں، ان کے مجموعہ سے یہ حسن ہے، امام ذہبی نے تلخیص الواہیات میں کہا اس کی تمام اسانید ضعیف ہیں۔ [4]

علامہ زبیدی اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

عراقی نے کہا کہ ابن عدی نے اس حدیث کو کامل میں، امام بیہقی نے اس کو شعب الایمان اور مدخل میں اور امام ابن عبد البر نے "علم" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ابو عاتکہ ہے یہ منکر الحدیث ہے، امام بیہقی نے کہا یہ حدیث مشہور ہے اور اس کی اسانید ضعیف ہیں، امام ابن عبد البر نے بھی اس کو از زہری از حضرت انس روایت کیا ہے، اس کی سند میں یعقوب بن اسحاق عسقلانی ہے، اس کو امام بیہقی نے کاذب کہا ہے، علامہ سخاوی نے کہا امام بیہقی نے اس کو از عبید بن محمد از عیینہ از زہری بھی روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، پھر کہا یہ حدیث اس سند سے باطل ہے اس کو جو یباری نے وضع کیا ہے، اھ، میں کہتا ہوں کہ حضرت انس کی روایت کو خطیب نے "الرحلۃ" میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سند کے ساتھ بیان کیا ہے، اور امام بیہقی اور امام ابن عبد البر کی طرح اس کے آخر میں یہ زیادہ کیا ہے کہ "کیونکہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔ حافظ عسقلانی نے لسان المیزان میں کہا ہے کہ نخعی کی سند میں ہے "میں نے انس سے سنا ہے" یہ بھی باطل ہے کیونکہ نخعی کا حضرت انس سے سماع نہیں ہے، یہ حدیث ابو عاتکہ نام کے چھ آدمیوں سے مروی ہے، محمد بن غالب تمتام، جعفر بن ہشام، حسن بن علی بن عباد، ابوبکر الامین، عباس بن طالب اور حسن بن عطیۃ، خطیب نے "الرحلۃ" میں ان تمام کی اسانید ذکر کی ہیں، اسی طرح امام بیہقی

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، جامع الصغیر مع فیض القدیر، ج ا ص ۵۴۲، مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبع الثانی، ۱۳۹۱ھ

[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۹-۱۳۸، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[3] ابو الخیر شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، المقاصد الحسنۃ ص ۳۰، مطبوعہ مطبع علوی ہند، ۱۳۰۴ھ

[4] علامہ عبد الرؤف مناوی متوفی ۱۰۰۳ھ، فیض القدیر ج ا ص ۵۴۲، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۹۱ھ

امام دیلمی، امام ابن عدی، اور امام عقیلی نے بھی ان اسانید کو ذکر کیا ہے، میں نے اس حدیث کی تخریج میں ایک رسالہ لکھا ہے اور مجھے اس حدیث کی جتنی اسانید میسر آ سکیں ان کو میں نے اس رسالہ میں جمع کیا ہے۔ [۱]

علامہ ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

هذا حديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاما الحسن بن عطية فضعفه ابو حاتم الرازي واما ابو عاتكة فقال البخاري: منكر الحديث قال ابن حبان وهذا الحديث باطل لا اصل له. [۲]

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح نہیں ہے، حسن بن عطیہ کو ابو حاتم رازی نے ضعیف قرار دیا اور ابو عاتکہ کے متعلق امام بخاری نے کہا وہ منکر الحدیث ہے اور امام ابن حبان نے کہا یہ حدیث باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اہل علم کو تحذیر اور نصیحت

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من سئل عن علم علمه ثم كتمه الجم يوم القيامة بلجام من نار. [۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص سے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا جس کا اس کو علم تھا پھر اس نے اس کو مخفی رکھا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

عن كعب بن مالك قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من طلب العلم ليجاري به العلماء او ليماري به السفهاء ويصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار. [۴]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے علماء پر فخر کرنے، جاہلوں سے بحث کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے علم کو طلب کیا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم دین کو صرف مال دنیا کے حصول کی خاطر طلب کیا وہ قیامت

[۱] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۹۹-۹۸، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۱ھ

[۲] علامہ ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۱۶، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[۳] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۴] // // // // // ، جامع ترمذی ص ۳۸۰، // // // //

من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیامۃ یعنی ریحھا [۱]

کے دن جنت کی خوشبو نہیں پائے گا۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ [۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا، اس کا گناہ فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود قال: من اراد ان یکرم دینہ فلا ید خل علی السلطان ولا یخلون بالنسوان ولا یخاصمن اصحاب الاھواء [۳]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے دین کی تکریم چاہتا ہو وہ سلطان کے پاس جائے نہ عورتوں کے ساتھ خلوت کرے، اور نہ بدعقیدہ لوگوں (بدمذہبوں) سے بحث کرے۔

عن کثیر بن مرۃ قال: لاتحدث الباطل للحکماء فیمقتوک ولا تحدث الحکمۃ للسفھاء فیکذبوک ولا تمنع العلم اھلہ فتاثم ولا تضعہ فی غیر اھلہ فتجھل ان علیک فی علمک حقا کما ان علیک فی مالک حقا [۴]

کثیر بن مرہ بیان کرتے ہیں دانش مندوں کے سامنے باطل کو نہ بیان کرو وہ تم سے ناراض ہوں گے، اور جاہلوں کے سامنے حکمت نہ بیان کرو وہ تمہاری تکذیب کریں گے جو علم کا اہل ہو اس کو علم سے منع نہ کرو ورنہ گناہ گار ہوگے۔ نااہل کو تعلیم نہ دو ورنہ تمہاری تجہیل ہوگی تمہارے علم کا تم پر اسی طرح حق ہے جس طرح تمہارے مال کا تم پر حق ہے۔

عن مسروق قال کفی بالمرأ علما ان یخش اللہ وکفی بالمرأ جھلا ان یعجب بعملہ [۵]

مسروق نے کہا کسی شخص کے عالم ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہو اور کسی شخص کے جاہل ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے علم پر تکبر کرتا ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سمرۃ بن جندب قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال جبرائیل والذی رایتہ یشدخ راسہ فرجل علمہ اللہ القرآن

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل نے بتایا کہ آپ نے جس شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے پھاڑا

---

[۱] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[۲] " " " ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۵۹، " " "

[۳] امام عبداللہ بن عبدالرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۷۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۴] " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۸، " " "

[۵] " " " ، سنن دارمی ج ۱ ص ۸۹، " " "

فنام عنه بالليل ولم يعمل فيه بالنهار يفعل به الى يوم القيامة۔ [۱]

جارہا تھا یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا، اس نے رات کو اس سے اعراض کیا اور دن میں اس پر عمل نہیں کیا، اس شخص کو قیامت تک یونہی عذاب دیا جاتا رہے گا۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل علم وبال على صاحبه يوم القيامة الا من عمل به رواه الطبراني وفيه هانى بن المتوكل قال ابن حبان لا يحل الاحتجاج به بحال [۲]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ہر عالم کے لیے اس کا علم وبال ہوگا ماسوا اس عالم کے جو علم کے تقاضے پر عمل کرے گا، اس حدیث کی سند میں ہانی بن المتوکل نام کا راوی ضعیف ہے۔

علامہ علی متقی ہندی ابن عساکر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن علی انه قال: یا حملة القرآن اعملوا به فان العالم من عمل بما علم ووافق عمله علمه وسيكون اقوام يحملون العلم لا يجاوز تراقيهم يخالف سريرتهم علانيتهم ويخالف عملهم علمهم يجلسون حلقا فيباهي بعضهم بعضا حتى ان احدهم ليغضب على جليسه حين يجلس الى غيره ويدعه اولئك لا تصعد اعمالهم في مجالسهم تلك الى الله [۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حاملین قرآن! قرآن پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہ شخص ہے جو اپنے علم پر عمل کرے، اور اس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو، عنقریب کچھ لوگ علم حاصل کریں گے لیکن وہ علم ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی خلوت ان کی جلوت کے خلاف ہوگی، اور ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا وہ حلقوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے، حتیٰ کہ اگر ایک عالم کا حلقہ بگوش اس کو چھوڑ کر دوسرے عالم کے حلقہ میں بیٹھ جائے تو وہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو چھوڑ دیگا، ان حلقوں سے ان لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچیں گے۔

علامہ علی متقی مسند جابر کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: اطلع قوم من اهل الجنة على قوم من اهل النار فقال: بم دخلتم النار فانما دخلنا الجنة بتعليمكم؟ قالوا انا كنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے بعض لوگوں نے جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا، انھوں نے ان سے کہا تم جہنم میں کیسے چلے گئے! حالانکہ ہم تمہاری تعلیم کی وجہ سے جنت میں گئے

۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ
۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۶۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ
۳۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

نامر ولا نفعل [1]

ہیں! انھوں نے کہا ہم لوگوں کو حکم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔

علامہ علی متقی ابن عساکر سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اشد الناس عذابا يوم القيامة عالم لم ينفعه الله بعلمه [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ نے اس کے علم سے نفع اندوز نہیں کیا۔

علامہ علی متقی ابن عدی فی الکامل کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان فی جهنم واديا تستعيذ منه كل يوم سبعين مرة اعده الله تعالىٰ للقراء المرائين باعمالهم وان ابغض الخلق الى الله تعالىٰ عالم السلطان [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وادی کو دکھاوے کے لیے قرآن پڑھنے والوں کے لیے تیار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مخلوق میں سب سے مغضوب شخص وہ عالم ہے جو بادشاہ کا حاشیہ نشین ہو۔

علامہ علی متقی سنن ابوداؤد طیالسی، مسند احمد، عبد بن حمید، طبرانی فی الاسط، ابونعیم فی الحلیۃ اور سنن سعید بن منصور سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مررت ليلة اسرى بى على قوم تقرض شفاههم بمقاريض من نار فقلت لجبريل: من هؤلاء؟ قال خطباء من اهل الدنيا ممن كانوا يامرون الناس بالبر وينسون انفسهم وهم يتلون الكتاب افلا يعقلون [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی شب میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، میں نے جبرائیل سے کہا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا یہ وہ دنیا دار خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے، کیا یہ عقل نہیں رکھتے تھے؟

علامہ علی متقی مسند الفردوس للدیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن جندب قال العالم بغير عمل

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بغیر عمل

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۷۲، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ
[2] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۸، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ
[3] " " " " ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹، " " " "
[4] " " " " ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۰۹، " " " "

کالمصباح یحرق نفسہ ویضیء للناس[1]

کہ عالم اس چراغ کی طرح ہے جو اپنے آپ کو جلا کر لوگوں کے لیے روشنی کرتا ہے۔

علامہ علی متقی ابن جوزی کی علل متناہیہ سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتم العلم یلعنہ کل شیء حتی الحوت فی البحر والطیر فی السماء[2]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کے چھپانے والے پر ہر چیز لعنت کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر میں مچھلیاں اور آسمان میں پرندے۔

علامہ متقی عقیلی کی ضعفاء سے نقل کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلماء امناء الرسل مالم یخالطوا السلطان ویداخلوا الدنیا فاذا خالطوا السلطان وداخلوا الدنیا فقد خانوا الرسل فاحذروھم[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علماء جب تک سلطان (بادشاہ) سے نہ ملیں اور دنیا داری نہ کریں وہ رسولوں کے امین ہیں اور جب وہ سلطان سے ملیں اور دنیا داری کریں تو انھوں نے رسولوں سے خیانت کی، ان سے احتیاط کرو۔

علامہ علی متقی ابن لال سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابغض الخلق الی اللہ تعالی العالم یزور العمال[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق سے مبغوض شخص وہ عالم ہے جو حکام کی زیارت کرے۔

علامہ علی متقی دیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق کلام کریں۔

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ص ۲۱۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

[2] ″ ″ ″ ، کنز العمال ج ۱۰ص ۱۹۰، ″ ″

[3] ″ ″ ″ ، کنز العمال ج ۱۰ص ۱۸۳، ″ ″

[4] ″ ″ ″ ، کنز العمال ج ۱۰ص ۱۸۸، ″ ″

[5] ″ ″ ″ ، کنز العمال ج ۱۰ص ۲۴۲، ″ ″

علامہ علی متقی دیلمی سے نقل کرتے ہیں:

عن ابی قال ینبغی للعالم ان یکون قلیل الضحک کثیر البکاء لا یمازح ولا یصاخب ولا یماری ولا یجادل ان تکلم تکلم بحق وان صمت صمت عن الباطل وان دخل دخل برفق وان خرج خرج بحلم [1]

حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عالم کو ہنسنا کم اور رونا زیادہ چاہیے، وہ مذاق کرے، نہ شور کرے اور نہ لڑائی جھگڑا کرے، بات کرے تو حق بات کرے، چپ رہے تو بری بات سے چپ کرے، اگر آئے تو ملائمت سے آئے اور اگر جائے تو حلم سے جائے۔

باب ۹۵۵ النهي عن اتباع متشابه القرآن والتحذير من متبعيه والنهي عن الاختلاف في القرآن

قرآن مجید میں اختلاف کرنے اور متشابہات قرآن مجید کے درپے ہونے کی ممانعت

۶۶۵۱ - حدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب حدثنا يزيد بن ابراهيم التستري عن عبد الله بن ابي مليكة عن القاسم بن محمد عن عائشة قالت تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هو الذي انزل عليك الكتاب منه آيات محكمات هن ام الكتاب واخر متشابهات فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تأويله وما يعلم تأويله الا الله والراسخون في العلم يقولون آمنا به كل من عند ربنا وما يذكر الا اولوا الالباب قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رأيتم الذين يتبعون ما تشابه منه فاولئك الذين سمى الله فاحذروهم.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں (ترجمہ:) "وہی ہے جس نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی، اس کی بعض آیتیں محکم ہیں (جن کا معنی صاف اور واضح ہے) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیات متشابہ ہیں (جن کا معنی مخفی ہے) سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو قرآن مجید میں متشابہ ہیں فتنہ کی طلب اور ان کے معنی تلاش کرنے کے لیے، اور ان کی اصل مراد اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور جن کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں، اور نصیحت کو صرف عقل مند قبول کرتے ہیں۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے درپے ہیں تو ان سے بچو، یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے۔

۶۶۵۲ - حدثنا ابو كامل فضيل بن حسين

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے

---

[1] علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۰ ص ۲۴۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ قَالَ كَتَبَ إِلَيَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قَالَ هَجَّرْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ.

ہیں ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک آیت میں اختلاف کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، درآں حالیکہ آپ کے چہرے سے غضب نمودار تھا آپ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے ہیں۔

۶۶۵۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو قُدَامَةَ الْحَارِثُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ جُنْدُبِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ فَقُومُوا.

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا دل زبان کی موافقت کرتا ہے قرآن مجید پڑھتے رہو (یعنی جب تک اکتاہٹ نہ ہو) اور جب دل اور زبان میں اختلاف ہو جائے تو اٹھ جاؤ۔

۶۶۵۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ الْجَوْنِيُّ عَنْ جُنْدُبٍ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا.

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا دل موافق رہے قرآن مجید پڑھتے رہو اور جب دل موافق نہ رہے تو اٹھ جاؤ۔

۶۶۵۵ - حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا أَبَانُ حَدَّثَنَا أَبُو عِمْرَانَ قَالَ قَالَ لَنَا جُنْدُبٌ وَنَحْنُ غِلْمَانٌ بِالْكُوفَةِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا.

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن پڑھو، بمثل سابق ہے۔

۶۶۵۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَبْغَضَ الرِّجَالِ إِلَى اللّٰهِ الْأَلَدُّ الْخَصِمُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت مبغوض وہ شخص ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔

۶۶۵۷ - حَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے، بالشت کے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتَّى لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لَاتَّبَعْتُمُوهُمْ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ۔

برابر بالشت اور ہاتھ کے برابر ہاتھ، حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ان کی اتباع کرو گے ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہود اور نصاریٰ؟ آپ نے فرمایا: اور کون؟

۶۶۵۸ - وَحَدَّثَنَا عِدَّةٌ مِنْ أَصْحَابِنَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ أَخْبَرَنَا أَبُو غَسَّانَ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۶۵۹ - قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی مزید ایک سند بیان کی۔

۶۶۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حَفْصُ ابْنُ غِيَاثٍ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَتِيقٍ عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قَالَهَا ثَلَاثًا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: بال کی کھال نکالنے والے ہلاک ہو گئے۔

متشابہات کی تفسیر کا بیان

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا محکم اور متشابہ کی تفسیر میں بہت اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ متشابہ وہ حروف مقطعہ ہیں جو سورتوں کی ابتداء میں مذکور ہیں، اور محکم باقی قرآن مجید ہے، ایک قول یہ ہے کہ: متشابہ وہ آیات ہیں جن کے الفاظ میں اتفاق ہو اور معانی میں اختلاف ہو، اور ان کے معانی میں فرق کا ادراک کرنا بہت غامض اور دقیق ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول اضلہ اللّٰہ علی علم (جاثیہ: ۲۳) "اس کو اللہ تعالیٰ نے باوجود علم کے گمراہ کر دیا" اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول واضل فرعون قومہ (طٰہٰ، ۷۹) "اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا"۔ لفظ اضلال ایک ہے اور دونوں آیتوں میں اس کے معنی میں فرق ہے، پہلی آیت میں اضل کا معنی ہے گمراہی کو پیدا کرنا، اور دوسری آیت میں اس کا معنی ہے ظاہراً گمراہ کرنا، اور اس فرق کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے، اسی طرح معصیت کرنے والوں کو عذاب دینے اور ان کی مغفرت کرنے کی آیات میں بھی بظاہر تعارض ہے اور ان میں تطبیق اور توافق بہت مشکل اور دشوار ہے۔

علامہ خطابی نے کہا محکم وہ آیات ہیں جو ناسخ ہیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جو منسوخ ہیں، ایک قول یہ ہے کہ محکم احکام کی آیات ہیں اور متشابہ وعید کی آیات ہیں، ایک قول ہے وقت وقوع قیامت کی آیات متشابہ ہیں اور باقی آیات محکم ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جن آیات کی دلالت واضح ہے اور ان میں اشتباہ نہیں ہے وہ محکم ہیں اور جن آیات میں اشتباہ ہے وہ متشابہ ہیں اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ یہ لغت کے مطابق ہے لغت میں احکام کا معنی اتقان ہے اور جس معنی میں کوئی اشتباہ نہ ہو وہ واضح اور محکم ہے۔

امام غزالی نے مستصفی میں بیان کیا ہے کہ جب کسی آیت کی تفسیر میں کوئی حدیث یا اثر منقول نہ ہو تو پھر اس کی تفسیر لغت اور لفظ کی وضع کے اعتبار سے کرنی چاہیے، اس لیے یہ تعریف مناسب نہیں ہے، کہ متشابہ حروف مقطعہ ہیں، اور محکم باقی قرآن ہے اور نہ یہ کہنا صحیح ہے کہ محکم وہ آیات ہیں جن کا علماء راسخین کو علم ہے اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کا علم صرف اللہ عزوجل کو ہے، اور نہ یہ قول صحیح ہے کہ محکم، وعد، وعید اور حلال و حرام کی آیات ہیں اور متشابہ قصص اور امثال کی آیات ہیں، اور یہ سب سے مستبعد قول ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ محکم وہ آیات ہیں جن کا معنی واضح ہو اور جن میں کوئی دوسرا احتمال اور اشکال نہ ہو اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کے معنی میں کئی احتمال ہوں، یا جن میں کوئی تاویل ہو، الفاظ مشترکہ مثلاً قرء اور لمس وغیرہ متشابہ ہیں کیونکہ قرء کا لفظ حیض اور طہر میں مشترک ہے اور لمس کا لفظ وطی کرنے اور ہاتھوں سے چھونے میں مشترک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ متشابہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا ذکر ہے جن سے جسمیت اور جہت کا اشتباہ پیدا ہوتا ہے اور ان میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے۔ [1]

علماء راسخین کے لیے متشابہات کی تاویل کے علم میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے یا نہیں؟ زیادہ صحیح یہ ہے کہ علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے کیونکہ یہ بات بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے کلام کے ساتھ خطاب کرے جس کا کسی کو علم نہ ہو، اور ہمارے اصحاب (شافعیہ) اور دیگر محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مفید کے ساتھ کلام کرنا محال ہے۔ [2]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء شافعیہ کا یہ نظریہ ہے کہ علماء راسخین کو آیات متشابہات کا علم ہے وہ الراسخون فی العلم پر وقف کرتے ہیں:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا۔ (آل عمران: ۷)

متشابہ کی تاویل کو اللہ اور علماء راسخین کے سوا کوئی نہیں جانتا، درآں حالیکہ وہ کہتے ہیں ہم ان پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

اور فقہاء احناف کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا متشابہات کا کسی کو علم نہیں ہے وہ الا اللہ پر وقف کرتے ہیں:

وما یعلم تاویلہ الا اللہ ۘ والراسخون فی العلم یقولون امنا بہ کل من عند ربنا۔

متشابہ کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علماء راسخین یہ کہتے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لاتے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔

علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم کے ثبوت میں فقہاء شافعیہ کے دلائل

فقہاء شافعیہ کے نظریہ

---

[1] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۹، ص ۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۳۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

کی ترجیح اس سے معلوم ہوتی ہے کہ اگر متشابہ کا معنی کسی کو معلوم نہ ہوتا تو پھر علم کو رسوخ سے مقید کرنے کی ضرورت نہ تھی، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس تقدیر پر آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں رہے گا، کیونکہ جن آیات کا معنی واضح نہ ہو اور علماء راسخین کو ان آیات کا معنی معلوم ہو وہ محکم ہوں گی نہ متشابہ۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے دعا کی اور کہا: اے اللہ! اس کو دین کی فقہ دے اور تاویل کا علم عطا فرما! اگر متشابہ کی تاویل کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہ ہوتا تو اس دعا کا کوئی مطلب نہ تھا، چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے میں ان لوگوں سے ہوں جن کو متشابہ کا علم ہے، پانچویں وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین کی مدح فرمائی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو متشابہ کے علم سے وافر حصہ عنایت فرمایا ہے، چھٹی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسے کلام سے خطاب کرے جس کی مخلوق کے لیے معرفت کی کوئی سبیل نہ ہو۔[1]

علماء راسخین کے لیے متشابہات کے علم کی نفی میں فقہاء احناف کے دلائل

فقہاء احناف کے نظریہ کی تائید اس سے ہوتی ہے، اکثر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا یہ مذہب ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو متشابہ کا علم نہیں ہے، خصوصاً اہل سنت کا یہی مذہب ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت بھی یہی ہے اور ایک قلیل جماعت کے سوا اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا، امام عبدالرزاق نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس یوں پڑھتے تھے وما یعلم تاویلہ الا اللہ ویقول الراسخون فی العلم امنا بہ ہر چند کہ اس روایت سے اس آیت کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا لیکن اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک الا اللہ پر وقف ہے، اور فراء نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابی بن کعب بھی اسی طرح قرأت کرتے تھے۔

امام طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا خوف ہے، ان کے پاس مال کی کثرت ہوگی اور وہ ایک دوسرے سے حسد کریں گے اور آپس میں لڑیں گے، ان پر کتاب کھول دی جائے گی اور مومن اس کی تاویل تلاش کرے گا اور اس کی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ابن مردویہ نے از عمرو بن شعیب از والد از جد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا: قرآن اس لیے نہیں نازل ہوا کہ بعض آیات، بعض کی تکذیب کریں جن آیات کا تم کو معنی معلوم ہو ان پر عمل کرو اور جو آیات متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ۔

حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن مجید کے سات ابواب ہیں اور وہ سات اقسام پر نازل ہوا ہے، زاجر، آمر، حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال، پس قرآن مجید کے حلال کو حلال قرار دو، اس کے حرام کو حرام قرار دو، جس کا تمہیں حکم ہے اس کو کرو، اور جس کی تم کو ممانعت ہے اس سے رکو، اس کی امثال سے عبرت پکڑو، اس کے محکم پر عمل کرو اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ، اور کہو ہم ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۴۔۸۳، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت

امام ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے، قرآن مجید چار حرفوں (قسموں) پر نازل ہوا ہے، حلال، حرام، ان سے جہالت کی وجہ سے کوئی شخص معذور نہیں ہوگا، اور تفسیر (محکم) جس کی علماء تفسیر کرتے ہیں، اور متشابہ جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے علم کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے، ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ متشابہ کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تمام متشابہات کی تین قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس پر واقف ہونے کی کوئی سبیل نہیں جیسے قیامت کے وقوع کا علم اور دابة الارض کے خروج کے وقت کا علم، اور ایک قسم وہ ہے جس پر اطلاع کی سبیل ہے جیسے الفاظ غریبہ اور مشکل احکام کا علم اور تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں قسموں کے درمیان دائر ہے، اس کی معرفت علماء راسخین کے ساتھ مخصوص ہے اور عام لوگوں سے اس کا علم مخفی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کے لیے جو دعا فرمائی تھی "اس کو تاویل کا علم عطا فرما" اس سے اسی قسم کی تاویل کا علم مراد تھا۔[1]

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

فقہاء احناف نے شوافع کے دلائل کے جوابات میں کہا کہ علم کو رسوخ کے ساتھ مبالغہ کے لیے مقید کیا ہے، یعنی جب علماء راسخین بھی متشابہ کی تاویل نہیں جانتے تو عام لوگ کسی طرح جان سکتے ہیں! دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہمارا بھی یہی موقف ہے کہ آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم۔ (نحل: ۴۴)

ہم نے آپ کی طرف قرآن مجید نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وہ (کلام) صاف صاف بتادیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جن آیات کے بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ محکم ہیں نہ متشابہ، محکم اس لیے نہیں ہیں کہ ان کی معرفت بیان پر موقوف نہیں ہے، اور متشابہ اس لیے نہیں ہیں کہ ان کا بیان متوقع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی آیات کا محکم اور متشابہ میں حصر نہیں ہے، تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تاویل کے علم کے لیے دعا نہیں کی جن پر واقف ہونے کی کوئی سبیل نہیں ہے متشابہات کی تیسری قسم کے لیے دعا کی تھی، جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔

چوتھی دلیل حضرت ابن عباس کی یہ روایت تھی کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کو متشابہ کی تاویل کا علم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا معارض اس سے زیادہ صحیح روایات ہیں جن میں حضرت ابن عباس نے متشابہ کی تاویل کے علم کی نفی کی ہے، اور بر تقدیر تسلیم اس سے مراد متشابہ کی تیسری قسم ہے، پانچویں دلیل میں یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین کی مدح فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو متشابہ کی تاویل کا علم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ علماء راسخین کی مدح متشابہ کی تاویل کے علم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ علم راسخ کے باوجود متشابہ کی تاویل کرنے کے درپے نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جو حد مقرر کی تھی اس پر رک گئے اور ان لوگوں کی طرح متشابہ کی تاویل نہیں کی جن کے دل میں

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۵۔۸۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

کجا ہے، چھٹی دلیل یہ تھی کہ جن آیات کا معنی کسی کو معلوم نہ ہو سکے ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش اور ابتلاء ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی ایسی عبادات کے ساتھ مکلف کیا ہے جن کی حقیقت کا کسی کو علم نہیں، اور اس ابتلاء میں عقل کے پر کترنا ہے اور فکر کی حد کو توڑنا ہے اور نفس کے طاؤس کا غرور ختم کرنا ہے تاکہ انسان بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو۔ [۱]

اللہ تعالیٰ کی صفات متشابہات کی تاویل میں تحقیق

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق جو آیات متشابہات نازل ہوئی ہیں مثلاً استواء، ید، ساق وغیرہ، اسی طرح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول، ضحک اور تعجب کا ذکر ہے، ان کے متعلق سلف اور امام اشعری کا مذہب یہ ہے کہ یہ صفات عقل کے ماوراء ثابت ہیں، ہم اس کے مکلف ہیں کہ ان کے ثبوت کا اعتقاد رکھیں اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ جسمیت اور تشبیہ سے پاک ہے تاکہ نقل عقل کے مخالف نہ ہو، اور متاخرین نے ان صفات کی تاویل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ استواء سے مراد استیلاء اور غلبہ ہے، حضرت ابن عباس نے کہا اس سے مراد استقرار ہے، حضرت ام سلمہ نے فرمایا کیفیت غیر معقول ہے اور استواء غیر مجہول ہے، اس کا اقرار کرنا ایمان اور اس کا انکار کفر ہے، علامہ آلوسی کا رجحان یہ ہے کہ متقدمین کے مذہب میں زیادہ سلامتی ہے۔ [۲]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کے لیے متشابہات کے علم کی تحقیق

فقہاء احناف کے نزدیک علماء راسخین کو متشابہات کی تاویل کا دنیا میں علم نہیں لیکن آخرت میں ان پر متشابہات کی تاویل منکشف ہو جائے گی، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھی متشابہات کی تاویل کا علم ہے۔ ملا جیون لکھتے ہیں:

وحكمه اعتقاد ان المراد به حق وان لم نعلمه قبل يوم القيمة واما بعد القيامة فيصير مكشوفا لكل احد ان شاء الله وهذا في حق الامة واما في حق النبي عليه السلام فكان معلوما والا تبطل فائدة التخاطب ويصير التخاطب بالمهمل كالتكلم بالزنجي مع العربي۔ [۳]

متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد حق ہے اگرچہ ہم کو اس کی مراد قیامت سے پہلے معلوم نہیں ہوگی، اور قیامت کے بعد اس کی مراد ہر شخص پر منکشف ہو جائے گی، لیکن یہ امت کے حق میں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو متشابہ کی مراد دنیا میں معلوم ہے، ورنہ تخاطب کا فائدہ باطل ہو جائے گا، اور مہمل الفاظ کے ساتھ خطاب کرنا ایسے ہوگا جیسے عربی حبشی سے عربی میں بات کرے۔

علامہ آلوسی اس بحث میں لکھتے ہیں:

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ متشابہات کا علم صرف اللہ کو ہے وہ شاید اس کا انکار نہیں کریں گے کہ نبی صلی اللہ

۱۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ 〃 〃 〃 روح المعانی ج ۳ ص ۸۸-۸۷، 〃 〃

۳۔ علامہ محمد جونپوری متوفی ۱۱۳۰ھ، نور الانوار ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید، اینڈ کمپنی کراچی

علیہ وسلم کو وحی کے واسطے سے متشابہات کی تعلیم دی گئی ہے اور نہ اس کا انکار کریں گے کہ ولی کامل کو الہام کے ذریعہ متشابہات کا تفصیلی علم جائز ہے، البتہ ان کا علم اللہ کے علم کی طرح محیط نہیں ہوگا اور اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کاملین کو متشابہات کا تفصیلی علم نہ بھی ہو تو اجمالی علم ضرور ہوگا، اور ان کے لیے علم اجمالی کا انکار وہی کرے گا جس کے دل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے اولیاء کاملین کی قدر و منزلت نہ ہو۔ [1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف اولیاء کاملین کو حروف مقطعات کی تاویل کی معرفت ہے کیونکہ ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے ان کی معرفت عطا ہوتی ہے، اور بعض اوقات یہ حروف خود ان کے سامنے اپنا معنی بیان کرتے ہیں، جیسا کہ بعض صحابہ کی ہتھیلی میں کنکریاں تسبیح کرتی تھیں اور جیسا کہ ہمارے اجداد اہل بیت نے روایت کیا ہے کہ گوہ اور ہرن نے آپ سے کلام کیا۔ بلکہ جب بندہ قرب نوافل سے مظہر صفات الوہیت ہونے کا مقام حاصل کرے تو وہ ان حروف مقطعات اور دیگر اشیاء کے علم کو اللہ کے علم سے جان لیتا ہے، جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہے۔ [2]

علامہ آلوسی اور دیگر علماء نے متشابہات کی تفسیر میں وقت وقوع قیامت کا ذکر کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو متشابہات کا علم ہے اور ان دونوں مقدموں کا نتیجہ یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم ہے۔ میرے استاذ علامہ عطا محمد بندیالوی عم فیضانہ نے دوران تعلیم یہ دلیل بیان فرمائی تھی۔

قرآن مجید میں لفظی تحریف کا محال ہونا

حدیث نمبر ۷۵۶۵ میں ہے: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے طریقہ پر چلوگے، جامع ترمذی میں ہے: بنو اسرائیل نے جو کچھ کیا تھا میری امت قدم بہ قدم وہ سب کرے گی، حتیٰ کہ اگر بنو اسرائیل میں سے کسی شخص نے علانیہ بدکاری کی تھی تو میری امت میں سے بھی ضرور کوئی شخص ایسا کرے گا۔ [3]

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل نے تو کلام الٰہی میں لفظی اور معنوی تحریف بھی کی تھی تو کیا یہ امت بھی کلام الٰہی میں لفظاً اور معنیً تحریف کرے گی؟ جب کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی محال ہے!

اس کا جواب یہ ہے کہ وحی الٰہی کی دو قسمیں ہیں خفی اور جلی، وحی خفی حدیث ہے اور وحی جلی قرآن مجید ہے، وحی جلی یعنی قرآن مجید میں تحریف معنوی کی گئی بایں طور کہ باطل فرقوں نے قرآن مجید کی آیات کے باطل معنی کیے، مثلاً مرزائیوں نے خاتم النبیین کا معنی یہ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کی مہر ہیں آپ جس پر نبوت کی مہر لگا دیتے ہیں وہ نبی بن جاتا ہے اور یہ قرآن مجید میں معنوی تحریف ہے، خاتم النبیین کا جو معنی تواتر سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوسکتا، اور وحی خفی یعنی احادیث میں لفظی تحریف کی گئی جب کہ بعض زندیقوں اور ملحدوں نے احادیث گھڑ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیں، اس کی ایک مثال یہ ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۸۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] " " " روح المعانی ج ۱ ص ۱۰۰، " " "

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

الله علیه وسلم شرارکم معلموکم اقلهم رحمة علی الیتیم واغلظهم علی المسکین۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بدترین لوگ وہ ہیں جو یتیم پر کم رحمت کریں اور مسکین پر سختی کریں۔

علامہ ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

هذا حدیث موضوع بلا شك[۱]

یہ حدیث بلا شک وشبہ موضوع ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ وحی خفی میں تحریف لفظی کی گئی ہے اور وحی جلی میں تحریف معنوی، اور وحی جلی یعنی قرآن مجید میں تحریف لفظی محال ہے، تاہم سخت حیرت کی بات ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری قرآن مجید میں تحریف لفظی کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں:

والذی تحقق عندی ان التحریف فیه لفظی ایضا اما انه عن عمد منهم او لمغلطة[۲]

میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن مجید میں تحریف لفظی بھی ہے یا تو یہ تحریف لوگوں نے عمداً کی ہے یا کسی مغالطہ کی بناء پر۔

ہمارے نزدیک قرآن مجید میں تحریف لفظی کا قول کرنا، قرآن مجید کی حسب ذیل آیات کا صریح انکار ہے:

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون ٥ (حجر: ۱۵)

بے شک ہم ہی نے قرآن مجید نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه (حٰم السجدۃ: ۴۲)

اس میں باطل سامنے سے آ سکتا ہے نہ پیچھے سے۔

بَابُ ۹۵۶ رَفْعِ الْعِلْمِ وَقَبْضِهٖ وَظُهُوْرِ الْجَهْلِ وَالْفِتَنِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ

آخر زمانہ میں علم کا اٹھ جانا اور جہل اور فتنوں کا غلبہ ہونا

۶۶۶۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا اَبُو التَّيَّاحِ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علم کا اٹھ جانا، جہل کا ہونا، شراب نوشی اور زنا کا ظہور قیامت کی علامات سے ہے۔

۶۶۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں تم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہ بیان کروں! میرے بعد تم کو کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہیں بیان کرے گا،

۱۔ علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی جوزی متوفی ۵۹۷ھ کتاب الموضوعات ج ۱ ص ۲۲۳، مطبوعہ محمد سعید اینڈ کمپنی کراچی

۲۔ شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۳ ص ۳۹۵، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

يُحَدِّثُكُمْ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعَهُ مِنْهُ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَفْشُوَ الزِّنَا وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَذْهَبَ الرِّجَالُ وَيَبْقَى النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيِّمٌ وَاحِدٌ۔

آپ نے فرمایا: علم کا اٹھ جانا، جہل کا ظہور، زنا کا عموم، شراب نوشی، مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا باقی رہنا حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگران ہونا، قیامت کی علامات میں سے ہے۔

۶۶۶۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ وَأَبُو أُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بِشْرٍ وَعَبْدَةَ لَا يُحَدِّثُكُمُوهُ أَحَدٌ بَعْدِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بعد تم کو کوئی شخص اس طرح حدیث نہیں بیان کرے گا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اس کے بعد حسب سابق ہے۔

۶۶۶۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبِي قَالَا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ أَيَّامًا يُرْفَعُ فِيهَا الْعِلْمُ وَيَنْزِلُ فِيهَا الْجَهْلُ وَيَكْثُرُ فِيهَا الْهَرْجُ وَالْهَرْجُ الْقَتْلُ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ کے پاس بیٹھا ہوا تھا انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے چند دن پہلے علم اٹھ جائے گا، جہل پھیل جائے گا اور بکثرت خونریزی ہوگی۔

۶۶۶۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِي الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى وَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَقَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ وَابْنِ نُمَيْرٍ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ بیان کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے بعد مثل سابق حدیث ہے۔

۶۶۶۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحَاقُ الْحَنْظَلِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ

امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی مثل حدیث بیان کیا۔

عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

٦٦٦٧ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ قَالَ اِنِّيْ لَجَالِسٌ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِيْ مُوْسٰى وَهُمَا يَتَحَدَّثَانِ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوموسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مثل سابق حدیث ہے۔

٦٦٦٨ - حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ باہم قریب ہو جائے گا اور علم اٹھ جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے، (دلوں میں) بخل ڈال دیا جائے گا، ہرج بکثرت ہوگا، صحابہ نے پوچھا ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کشت وخون۔

٦٦٦٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ اَخْبَرَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِيْ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الزُّهْرِيُّ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمانہ باہم قریب ہو جائے گا، علم اٹھ جائے گا پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

٦٦٧٠ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعِلْمُ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ حَدِيْثِهِمَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ باہم قریب ہو جائے گا، علم اٹھ جائے گا، پھر ان حدیثوں کی مثل حدیث ذکر کی۔

٦٦٧١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ (يَعْنُوْنَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالُوْا حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَنْظَلَةَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ

امام مسلم نے چار سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت ذکر کی، جو زہری کی روایت کی مثل ہے، البتہ اس میں بخل کے ڈالے جانے کا ذکر نہیں ہے۔

أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُلُّهُمْ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا وَيُلْقَى الشُّحُّ۔

۶۶۷۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا، حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا، وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

۶۶۷۳ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ) ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ وَأَبُو أُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَعَبْدَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَزَادَ فِي حَدِيثِ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ لَقِيتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو عَلَى رَأْسِ الْحَوْلِ فَسَأَلْتُهُ فَرَدَّ عَلَيْنَا الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی آٹھ سندیں بیان کیں، آٹھویں سند میں ہے سال کے اختتام پر عمر بن علی کی حضرت عبداللہ بن عمرو سے ملاقات ہوئی انھوں نے کہا میں نے ان سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا، انھوں نے حسب سابق اس حدیث کو دہرایا اور کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

۶۶۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حُمْرَانَ عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنِي أَبِي جَعْفَرٌ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کی مثل روایت کی۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ۔

۶۶۷۵ - حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيْبِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ أَبُوْ شُرَيْحٍ أَنَّ أَبَا الْأَسْوَدِ حَدَّثَهُ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ لِيْ عَائِشَةُ يَا ابْنَ أُخْتِيْ بَلَغَنِيْ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو مَارٌّ بِنَا إِلَى الْحَجِّ فَالْقَهُ فَسَائِلْهُ فَإِنَّهُ قَدْ حَمَلَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِلْمًا كَثِيْرًا قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَسَاءَلْتُهُ عَنْ أَشْيَاءَ يَذْكُرُهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرْوَةُ فَكَانَ فِيْمَا ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ انْتِزَاعًا وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ وَيُبْقِيْ فِي النَّاسِ رُءُوْسًا جُهَّالًا يُفْتُوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَيَضِلُّوْنَ وَيُضِلُّوْنَ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا حَدَّثْتُ عَائِشَةَ بِذٰلِكَ أَعْظَمَتْ ذٰلِكَ وَأَنْكَرَتْهُ قَالَتْ أَحَدَّثَكَ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ هٰذَا قَالَ عُرْوَةُ حَتّٰى إِذَا كَانَ قَابِلٌ قَالَتْ لَهُ إِنَّ ابْنَ عَمْرٍو قَدْ قَدِمَ فَالْقَهُ ثُمَّ فَاتِحْهُ حَتّٰى تَسْأَلَهُ عَنِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْ ذَكَرَهُ لَكَ فِي الْعِلْمِ قَالَ فَلَقِيْتُهُ فَسَاءَلْتُهُ فَذَكَرَهُ لِيْ نَحْوَ مَا حَدَّثَنِيْ بِهِ فِيْ مَرَّتِهِ الْأُوْلٰى قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا أَخْبَرْتُهَا بِذٰلِكَ قَالَتْ مَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَدْ صَدَقَ أَرَاهُ لَمْ يَزِدْ فِيْهِ شَيْئًا وَلَمْ يَنْقُصْ۔

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے بھتیجے مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حج کے موقع پہ ہمارے پاس سے گذرنے والے ہیں، تم ان سے ملاقات کرکے سوالات کرنا، کیوں کہ انھوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت علم حاصل کیا ہے، عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے ان چند باتوں کے متعلق سوالات کیے جن کے بارے میں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرتے تھے، عروہ کہتے ہیں کہ اسی اثناء میں انھوں نے یہ ذکر کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں سے علم نہیں نکالے گا، البتہ علماء کو اٹھالے گا اور ان کے ساتھ علم کو اٹھالے گا، اور لوگوں میں جاہل سردار رہ جائیں گے جو بغیر علم کے جواب دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے، عروہ کہتے ہیں جب میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کی تو انھوں نے اسے سخت جانا اور اس کا انکار کیا اور فرمایا کیا انھوں نے یہ کہا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح سنا ہے، عروہ کہتے ہیں کہ جب دوسرا سال آیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا حضرت ابن عمرو آگئے ہیں، تم ان سے ملاقات کرو، اور پھر اسی حدیث کا سوال کرو، جو انھوں نے علم کے متعلق ذکر کی تھی، عروہ کہتے ہیں میں نے ان سے ملاقات کی اور ان سے سوال کیا تو انھوں نے پھر پہلی بار کی طرح حدیث بیان کی، عروہ کہتے ہیں جب میں نے حضرت عائشہ کو یہ حدیث سنائی تو آپ نے فرمایا میرا گمان ہے

کہ وہ سچے ہیں اور انھوں نے اس حدیث میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کی پیش گوئی ہمارے زمانہ میں پوری ہوئی

حدیث نمبر ۶۶۶۱ میں ہے، علم کا اٹھ جانا اور جہل کا ہونا قیامت کی علامتوں میں سے ہے۔

علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) نے کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خبر دی ہے اس کا مصداق ہمارے زمانہ میں متحقق ہو گیا، کیونکہ اب لوگوں نے جہلاء کو امیر بنا لیا ہے اور وہ اللہ کے دین میں اپنی رائے سے حکم لگا رہے ہیں اور اپنے جہل سے فتوے دے رہے ہیں۔ شیخ قطب الدین نے کہا قاضی عیاض نے یہ کیسے کہہ دیا کہ حالانکہ ان کے زمانہ میں علماء بکثرت تھے۔ اور اگر ان کے زمانہ میں علم اٹھ چکا تھا تو ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائے گا! (علامہ عینی فرماتے ہیں) ان کے زمانہ میں تو مذاہب اربعہ کے بہ کثرت علماء اور فقہاء رہتے تھے اور بڑے بڑے محدثین تھے، ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائیگا جس میں شہر علماء سے خالی ہو چکے ہیں اور مجلسوں میں ان پڑھ لوگ صدر بن گئے ہیں اور جاہل لوگ فتویٰ دے رہے ہیں اور ناخواندہ لوگ مدارس میں تدریس کر رہے ہیں! اور ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور عافیت طلب کر رہے ہیں[1] اللہ اکبر! چھٹی صدی اور نویں صدی کے یہ علماء اپنے اپنے زمانوں میں علم کے اٹھنے اور جہل کے پھیلنے کا ذکر کر رہے ہیں تو ہم لوگ جو پندرھویں صدی میں جاہلوں کے عروج اور علماء کی ناقدری کے مصائب سے دوچار ہیں زیادہ یہ کہنے کے حقدار ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی دراصل ہمارے زمانہ کے لیے ہے۔

قیامت کی علامات میں سے مردوں کے کم ہونے اور عورتوں کے زیادہ ہونے کی وجہ

حدیث نمبر ۶۶۶۲ میں ہے: علم کا رفع، جہل کا ظہور، زنا کا عموم، شراب نوشی، مردوں کا کم ہونا اور عورتوں کا زیادہ ہونا حتیٰ کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگراں ہونا قیامت کی علامات سے ہے:

علامہ عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض، علامہ نووی اور دیگر علماء نے کہا کہ بکثرت قتل و خوں ریزی سے مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی اور مردوں کے قتل سے فساد اور جہل کا ظہور ہو گا، ابو عبد الملک نے کہا اس حدیث میں کثرت فتوح کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کثرت فتوح کی وجہ سے باندیاں اور کنیزیں زیادہ ہوں گی، اور ایک شخص کے پاس بکثرت باندیاں ہوں گی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخر زمانہ میں عورتیں زیادہ پیدا ہوں اور مرد کم پیدا ہوں، اور مردوں کے کم پیدا ہونے کی وجہ سے علم اٹھ جائے اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے علم کم ہو اور جہل کا غلبہ ہو اور زنا عام ہو کیونکہ عورتیں شیطان کا جال ہیں اور ان کی عقل اور دین ناقص ہے پچاس عورتوں کے لیے جو ایک مرد کے نگراں ہونے کا ذکر ہے، اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حقیقۃً پچاس کا عدد

---

[1] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے کثرت مراد ہو۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت انس نے فرمایا: میرے بعد کوئی شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث نہیں بیان کرے گا، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت انس کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ان کے بعد کوئی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان نہیں کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق خبر سن لی تھی یا ان کا یہ گمان تھا کہ اس حدیث کو ان کے علاوہ اور کسی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا، یا حضرت انس نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحابہ میں ان کے علاوہ اور کوئی باقی نہیں رہا تھا، اور یا انھوں نے یہ خطاب خاص اہل بصرہ سے کیا تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حدیث نمبر ۶۶۷۰ میں قیامت کی علامت علم کا کم ہونا بیان فرمائی ہے اور اس سے پہلی احادیث میں علم کا اٹھ جانا قیامت کی علامت بیان کی ہے، اور ان میں تعارض ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی قلت کو مبالغۃً عدم سے تعبیر کر لیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم دو زمانوں کے اعتبار سے ہے، یعنی پہلے علم کم ہو گا اور پھر اٹھ جائے گا۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ قیامت کی علامات میں ان پانچ چیزوں کی کیوں تخصیص کی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام ادیان اور مذاہب میں معاش اور معاد کی صلاح اور دارین کی فلاح ان پانچ چیزوں پر ہے، دین، عقل، نفس، نسب اور مال، علم کے اٹھ جانے سے دین میں خلل واقع ہوتا ہے، شراب نوشی سے عقل میں فتور اور مال میں کمی ہوتی ہے، مردوں کی قلت سے نفس فتنہ میں پڑتا ہے اور زنا کے ظہور سے نسب محفوظ نہیں رہتا، اور جب ان پانچوں چیزوں میں فساد ہو گا اور اصلاح کی کوئی امید نہیں رہے گی تو قیامت آ جائے گی، کیونکہ آپ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہو گا۔ علامہ قرطبی نے کہا اس حدیث میں آپ کی نبوت پر دلیل ہے، کیونکہ آپ کی بیان کی ہوئی پیش گوئی بتدریج پوری ہو رہی ہے۔ [1]

جاہلوں کو رئیس اور شیخ بنانے کی مذمت

حدیث نمبر ۶۶۷۲ میں ہے: اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا، لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھائے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے جواب دیں گے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم نہیں نکالے گا، بلکہ علماء کو اٹھا لے گا، علامہ ابن بطال نے کہا: اللہ تعالیٰ علم کی نعمت دینے کے بعد واپس نہیں لے گا کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی شریعت کی نشر و اشاعت کا ذریعہ ہے، ہاں جب لوگ علم کو ضائع کریں گے تو پھر بعد کے آنے والوں میں بتدریج علماء کم ہوتے جائیں گے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو اس سے ڈرایا تھا جیسا کہ امام احمد اور امام طبرانی کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔

اس حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے، اس سے مراد جہل بسیط ہے یا جہل مرکب، (جہل بسیط سے مراد ہے کسی چیز کا علم نہ ہونا اور جہل مرکب سے مراد یہ ہے کہ انسان کو کسی چیز کا علم نہ ہو اور اس کو یہ اعتقاد ہو کہ اس کو اس

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۸۵-۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

چیز کا علم ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں قسم کا جہل مراد ہے، اور جاہلوں کو سردار بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو مفتی یا قاضی بنا لیا جائے گا۔ (یا جاہلوں کو شیخ طریقت بنا لیا جائے گا کیونکہ لوگ مفتی اور قاضی کی بہ نسبت اپنے شیخ کے قول کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی زمانہ کا مجتہد سے خالی ہونا جائز ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے، البتہ فقہاء حنابلہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے اور یہ کہ اصل ریاست اور قیادت اس شخص کے لیے ہے جو مفتی اور عالم دین ہو اور بغیر علم کے کسی کو رئیس اور قائد یا شیخ طریقت بنا لینا مذموم ہے، امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ "میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر گامزن رہے گی حتیٰ کہ امر اللہ آجائے" (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶) یہ حدیث اس باب کی حدیث کے معارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس باب کی حدیث کا مصداق امر اللہ آنے کے بعد متحقق ہو گا جب کہ امر اللہ کی تفسیر قیامت سے کی جائے، یا اس باب کی حدیث کا مصداق دنیا کے کسی ایک علاقہ میں ہو گا اور دنیا کے اکثر حصوں میں قیامت تک علماء حق کی ایک جماعت راہ حق پر گامزن رہے گی۔ [۱]

بَابُ ۹۵ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً أَوْ سَيِّئَةً وَّ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ

مسلمانوں میں نیک طریقہ یا بُرے طریقہ کی ابتداء کرنے کا شرعی حکم

۶۶۷۶۔ حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ وَأَبِي الضُّحٰى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ هِلَالٍ الْعَبْسِيِّ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنَ الْأَعْرَابِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمُ الصُّوْفُ فَرَاٰى سُوْءَ حَالِهِمْ قَدْ أَصَابَتْهُمْ حَاجَةٌ فَحَثَّ النَّاسَ عَلَى الصَّدَقَةِ فَأَبْطَؤُوْا عَنْهُ حَتّٰى رُؤِيَ ذٰلِكَ فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ ثُمَّ إِنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَنْصَارِ جَاءَ بِصُرَّةٍ مِّنْ وَّرِقٍ ثُمَّ جَاءَ آخَرُ ثُمَّ تَتَابَعُوْا حَتّٰى عُرِفَ السُّرُوْرُ فِيْ وَجْهِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهٗ كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اون کے کپڑے پہنے ہوئے کچھ دیہاتی حاضر ہوئے، آپ نے ان کی بدحالی اور ان کی ضرورت کو دیکھا، پھر آپ نے لوگوں کو صدقہ پر برانگیختہ کیا، لوگوں نے کچھ دیر کی، جس سے آپ کے چہرہ انور پر کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے، پھر ایک انصاری، درہموں کی تھیلی لے کر آیا، پھر دوسرا آیا اور پھر لانے والوں کا تانتا بندھ گیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے مسلمانوں میں کسی نیک طریقہ کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہیں ہو گی، اور جس شخص نے مسلمانوں میں کسی بُرے طریقے کی ابتداء کی اور اس کے بعد اس طریقہ پر

[۱] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۱۳۲-۱۳۱، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بِهَا بَعْدَهُ كُتِبَ عَلَيْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.

عمل کیا گیا تو اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

۶۶۷۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ هِلَالٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَثَّ عَلَى الصَّدَقَةِ بِمَعْنَى حَدِيثِ جَرِيرٍ.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور لوگوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔

۶۶۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هِلَالٍ الْعَبْسِيُّ قَالَ قَالَ جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسُنُّ عَبْدٌ سُنَّةً صَالِحَةً يُعْمَلُ بِهَا بَعْدَهُ ثُمَّ ذَكَرَ تَمَامَ الْحَدِيثِ.

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی نیک طریقہ کو ایجاد کرتا ہے جس پر اس کے بعد عمل کیا جاتا ہے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۶۷۹ - حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

امام مسلم نے اس حدیث کی چار مزید اسناد ذکر کی ہیں۔

۶۶۸۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ (يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور ان کے اجروں میں کوئی کمی نہیں ہو گی، اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے

تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَيْئًا۔

والوں کے برابر گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

نیک کاموں کو ایجاد کرنے اور ان کی دعوت دینے کا اجر و ثواب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ نیک کاموں کو ایجاد کرنا مستحب ہے اور برے کاموں کو ایجاد کرنا حرام ہے، اور جس شخص نے کسی نیک کام کو ایجاد کیا تو اس کو قیامت تک اس نیکی پر عمل کرنے والوں کا اجر ملتا رہے گا، اور جس شخص نے کسی برائی کو ایجاد کیا تو قیامت تک اس برائی کا گناہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا، جس ہدایت یا گمراہی کی طرف لوگوں کو بلایا جائے گا وہ اس سے عام ہے کہ وہ اس کو ایجاد کرنے والا ہو یا وہ ہدایت یا گمراہی پہلے سے موجود ہو اور عام ازیں کہ وہ ہدایت کسی علم کی تعلیم ہو یا عبادت ہو، یا ادب ہو یا اور کوئی مستحسن چیز ہو۔ [1]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے قیامت تک مسلمان جو نیک عمل کرتے رہیں گے ان تمام مسلمانوں کی تمام نیکیوں کا اجر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا جاتے گا اور یہ اتنا اجر ہے جس کی مقدار حد اور حساب سے خارج ہے، اسی طرح مہاجرین اور انصار میں سے سابقین اولین اور ائمہ مجتہدین کا اجر بھی عدد اور حساب سے باہر ہے۔

کسی برائی کی ابتداء کرنے کے بعد توبہ کر لینے سے گناہ لکھے جانے کا سلسلہ ختم ہوتا ہے یا نہیں؟

علامہ ابن حجر نے کہا کہ کسی برائی کو ایجاد کرنے والا یا کسی گناہ کی دعوت دینے والا توبہ کرے اور اس برائی اور گناہ پر عمل ہوتا رہے تو آیا اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس نے جو گناہ کا راستہ دکھایا تھا اس پر عمل کرنے کا گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا، کیونکہ توبہ پچھلے گناہ کو مٹا دیتی ہے، یا اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، کیونکہ قبولیت توبہ کی شرط یہ ہے کہ اس برائی کا قلع قمع کر دیا جائے اور جب تک اس کی رہنمائی سے وہ عمل موجود رہے گا وہ فعل اس کی طرف منسوب رہے گا، (مثلاً ایک شخص نے بلو پرنٹ کو ایجاد کیا اور دنیا میں اس کا رواج ہو گیا اب اگرچہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے لیکن دنیا میں بلو پرنٹ کی نمائش تو ہو رہی ہے اور جس فحاشی کو اس نے ایجاد کیا تھا اس کا چلن جاری ہے۔) تو گویا اس نے اس برائی کو ختم نہیں کیا، سو یہاں توبہ کے قبول ہونے اور نامقبول ہونے دونوں کا احتمال ہے، اور میں نے اس مسئلہ میں کوئی نقل نہیں دیکھی، اور میرے نزدیک دوسرا احتمال ہے، (ملا علی قاری فرماتے ہیں) زیادہ ظاہر پہلا احتمال ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ہم کہیں کہ اس کی توبہ صحیح نہیں ہے اور اس کا کسی نے قول نہیں کیا، نیز قبولیت دعا میں جو برائی کو مٹانے کی شرط ہے وہ حسب استطاعت ہے، نیز نیکی کی ایجاد پر جو دائماً ثواب ملتا ہے وہ بھی اس وقت ہوتا ہے جب نیکی کو ایجاد کرنے والا اس نیکی کے جاری رہنے پر راضی رہے مثلاً اگر العیاذ باللہ کسی نیکی کو ایجاد کرنے والا بعد میں اس نیکی کا

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

انکار کر دے اور اس سے رجوع کرے تو اب اس کو دائمی اجر نہیں ملے گا اسی طرح اگر برائی کو ایجاد کرنے والا اگر اس برائی سے تائب ہو جائے تو اس کو بھی دائماً عذاب نہیں ہوگا، نیز کتنے کفار گمراہی کی دعوت دینے والے تھے اور وہ مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلام مقبول ہو گیا اور اسلام گذشتہ گناہ مٹا دیتا ہے، اسی طرح توبہ سے گناہ مٹنا زیادہ قوی ہے حدیث میں ہے گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے اس نے گناہ نہ کیا ہو۔ [۱]

میلاد، عرس اور دیگر معمولات اہل سنت کے استحسان پر دلیل

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے

"جس شخص نے نیک طریقہ کو ایجاد کیا" اس میں بدعت حسنہ بھی داخل ہے، جیسے رمضان میں تراویح کی ابتداء، منار پر چڑھ کر تثویب کرنا (یعنی دوبارہ جماعت کی اطلاع دینا) اسی طرح طلوع فجر کے وقت لوگوں کو بیدار کرنا ۔ حضرت علی اور حضرت عمر لوگوں کو فجر کے وقت نماز کے لیے اٹھاتے تھے، یہ تمام وہ کام ہیں جن سے عبادت پر مساعدت حاصل ہوتی ہے، تیونس کے بعض علماء نے تثویب کا انکار کیا، لیکن یہ انکار صحیح نہیں ہے کیونکہ تثویب بدعت حسنہ ہے اور شریعت میں اس کی اصل موجود ہے اور اس کی مصلحت ظاہر ہے، قیام رمضان اور تلاوت کے اجتماع (یعنی نماز تراویح) کی طرح اس کا بھی انکار نہیں کیا گیا، جس طرح نماز دخول وقت کی اطلاع کے لیے ہے، اسی طرح یہ بھی دخول وقت کی اطلاع کے لیے ہے۔ [۲] علامہ سنوسی مالکی نے بھی اس حدیث کی یہی تقریر کی ہے۔ [۳]

محفل میلاد، بزرگان دین کے لیے معروف تاریخوں میں ایصال ثواب، فوت شدہ رشتہ داروں کے لیے سوئم اور چہلم کا ایصال ثواب ان تمام نیک کاموں کی اصل اسی حدیث میں ہے، کیونکہ صدقہ اور خیرات کرنے اور بزرگان دین اور عام مسلمانوں کو ایصال ثواب کی اصل شریعت میں ثابت ہے، اس لیے معروف دنوں میں ایصال ثواب کرنا بھی جائز ہے اور بدعت حسنہ ہے، البتہ ان تاریخوں کو ضروری خیال کرنا صحیح نہیں ہے اور ان کاموں کو فرض یا واجب خیال کرنا یا ان کے ساتھ فرض اور واجب ایسا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی کا سالگرہ کو جائز اور میلاد النبی کو ناجائز کہنا

پیدائش کا ایک سال گذرنے کے بعد اس نعمت پر خوشی منانا اور اس موقعہ پر دوستوں اور رشتہ داروں کی ضیافت کرنا اور فقراء پر صدقہ و خیرات کرنا، نعمت الٰہی پر شکر بجالانے کا ایک طریقہ ہے، اس کو عرف عام میں سالگرہ کہتے ہیں یہ بھی بدعت حسنہ ہے، اور جائز ہے، بشرطیکہ غیر شرعی امور سے خالی ہو اور جب عام مسلمان کا اپنی پیدائش کی نعمت پر ضیافت اور صدقہ و خیرات سے شکر بجالانا جائز ہے تو حضور سرور کائنات فخر موجودات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی تاریخ آنے پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا خوشی منانا چراغاں کرنا اور صدقہ و خیرات کرنا اور آپ کے خصائص اور فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کا بیان کرنا تو ہزار درجہ افضل اور اولیٰ ہوگا۔!

لیکن سخت حیرت ہے کہ شیخ گنگوہی نے سالگرہ منانے کو جائز لکھا ہے اور میلاد رسول کو ناجائز لکھا ہے۔

[۱] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۳۲ - ۲۳۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[۲] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۳، ص ۱۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۳] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۳، ص ۱۰۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

فتاوی رشیدیہ میں لکھا ہے:

سوال: سالگرہ بچوں کی اور اس کی خوشی میں اطعام الطعام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سالگرہ یادداشت عمر اطفال کے واسطے کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا اور بعد سال کے کھانا لوجہ اللہ تعالیٰ کھلانا بھی درست ہے۔ فقط رشید احمد۔ [۱]

سوال: انعقاد مجلس میلاد بدون قیام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، اگر پڑھو گے تو حوالہ کتب معلوم ہو جاویں گے نہ پڑھو گے تو تقلید سے عمل کرنا فقط والسلام کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی [۲]

شیخ گنگوہی کے استدلال پر بحث و نظر

شیخ گنگوہی کا یہ استدلال اس باب کی حدیث کے صریح خلاف ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک کام پر دعوت دینے کو اجر و ثواب کا موجب قرار دیا ہے اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کے اجر کی بشارت دی ہے، اور اس پر تمام فقہاء کا اجماع ہے اور شیخ گنگوہی لکھتے ہیں کہ تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے، یعنی کسی مستحب اور نیک کام کی دعوت دینا منع ہے، ہو سکتا ہے کہ شیخ گنگوہی نے فقہاء کرام کی اس عبارت سے مغالطہ کھایا ہو کہ نوافل کی جماعت کے لیے تداعی مکروہ تنزیہی ہے، سو یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہاں کراہت تنزیہی کی علت تداعی نہیں ہے کیونکہ چار یا چار سے زیادہ آدمیوں کا جماعت کے ساتھ نفل پڑھنا فقہاء احناف کے نزدیک مطلقاً مکروہ تنزیہی ہے خواہ تداعی ہو یا نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا فرض یا واجب کے ساتھ مسنون ہے اس لیے نفل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں

ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ۔ [۳] نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی کے استدلال کے باطل ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک نوافل کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی یا حرام نہیں ہے، اس لیے یہ ناجائز نہیں ہے، سو بر تقدیر تنزل بھی یہ کہنا کب صحیح ہو گا کہ انعقاد مجلس مولود بہر حال ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔

اس استدلال کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر کسی نیک کام کے لیے لوگوں کو دعوت دینا منع ہو تو مساجد اور دینی مدارس کے لیے چندہ کرنا، دینی جلسوں میں شرکت کے لیے لوگوں کو دعوت دینا، سیرت کے جلسوں کے اشتہار چھاپنا اور دوسرے صدہا نیک کاموں کے لیے لوگوں کو دعوت دینا، منع اور ناجائز ہو گا۔

اس استدلال کے بطلان کی چوتھی وجہ یہ ہے کہ کسی نیک کام پر دعوت دینے کو ناجائز کہنا قرآن مجید کی اس وعید کا

---

[۱] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاوی رشیدیہ ص ۵۵۴، مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی

[۲] ، ، ، فتاوی رشیدیہ ص ۲۴۴، ، ، ، ،

[۳] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۴، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

مصداق ہے۔

مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ۔ (قلم: ۱۲)

بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا سخت گنہ گار۔

اور اس استدلال کے بطلان کی پانچویں وجہ اس باب کی احادیث کی مخالفت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو نیک کام پر دعوت دینے کو اجر و ثواب کا موجب قرار دیا اور شیخ گنگوہی نے نیک کام پر دعوت دینے کو ناجائز لکھا فیاللاسف!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار

اللہ کے ذکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

واذکر ربک فی نفسک تضرعًا وخیفۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاٰصال ولا تکن من الغٰفلین ۔ (انفال : ۲۰۵)

اپنے رب کا صبح و شام ذکر کرو، اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور آہستگی کے ساتھ زبان سے، اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اٰباءکم اواشد ذکرا۔ (بقرہ : ۲۰۰)

پھر جب تم اپنے حج کی عبادات پوری کر چکو تو اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ۔

فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودًا وعلٰی جنوبکم۔ (نساء : ۱۰۲)

پس جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔

یٰایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ (انفال : ۴۵)

اے ایمان والو! جب تمہارا دشمن کی فوج سے مقابلہ ہو، تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

یٰایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرًا کثیرا ۝ وسبحوہ بکرۃ واصیلاہ (احزاب : ۴۱، ۴۲)

اے ایمان والو! بکثرت اللہ کا ذکر کرو اور صبح اور شام اس کی تسبیح کرو۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرًا لعلکم تفلحون ۝ (جمعہ : ۱۰)

اور جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ (اور کاروبار کے ذریعہ) اللہ کا فضل تلاش کرو، اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولا تکفرون۔ (بقرہ : ۱۵۲)

تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور میری ناشکری نہ کرو۔

انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ

مومن وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے

وجلت قلوبهم۔ (انفال: ۲)

دل خوف زدہ ہو جائیں۔

الله نزل احسن الحديث كتبا متشابها مثانى تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله۔ (زمر: ۲۳)

اللہ نے ایسا عمدہ کلام نازل فرمایا جس کی تمام آیات ایک جیسی ہیں، بار بار دہرائی ہوئی ہیں جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اس کلام سے ان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کے لیے نرم ہو جاتے ہیں۔

وبشر المخبتين ٥ الذين اذا ذكر الله وجلت قلوبهم۔ (حج: ۳۴، ۳۵)

اور تواضع کرنے والوں کو خوش خبری سنائیں جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ جاتے ہیں۔

فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام واذكروه كما هداكم۔ (بقرہ: ۱۹۸)

جب تم عرفات سے واپس آؤ تو (مزدلفہ میں) مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور اس کا اس طرح ذکر کرو جس طرح تم کو ہدایت دی ہے۔

اللہ کے ذکر کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال سبعة يظلهم الله فى ظله يوم لاظل الاظله الامام العادل وشاب نشأ فى عبادة ربه ورجل قلبه معلق فى المساجد ورجلان تحابا فى الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه ورجل طلبته ذات منصب وجمال فقال انى اخاف الله ورجل تصدق اخفاء حتى لاتعلم شماله ماتنفق يمينه ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمی اس دن اللہ کے سائے میں ہوں گے جس دن اللہ کے سائے کے سوا کسی کا سایہ نہیں ہوگا، امام عادل، وہ شخص جو اپنے رب کی عبادت میں جوان ہوا، وہ شخص جس کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے، وہ دو آدمی جو اللہ کی محبت میں ایک دوسرے سے ملیں اور جدا ہوں، جس شخص کو کوئی با اختیار اور حسین عورت گناہ کی دعوت دے اور وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جو خفیہ طور پر دائیں ہاتھ سے صدقہ دے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو کہ اس نے کیا خرچ کیا ہے، وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں۔

عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الله انا عند ظن

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عبدی بی وانا معه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملا ذکرته فی ملأ خیر منهم وان تقرب الی بشبر تقربت الیه ذراعا وان تقرب الی ذراعا تقربت الیه باعا ومن اتانی یمشی اتیته هرولة ۔[۱]

ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں اس کا تنہائی میں ذکر کرتا ہوں، اگر وہ مجلس میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

عن ابی موسیٰ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربه والذی لا یذکر مثل الحی والمیت ۔[۲]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

عن عبد اللہ بن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس والقمر آیتان من آیات اللہ لا یخسفان لموت احد ولا لحیاته فاذا رایتم ذلک فاذکروا اللہ ۔[۳]

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، ان پر کسی کی حیات کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ موت کی وجہ سے، جب تم ان میں گہن دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانه ۔[۴]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے۔

عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔[۵]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو کلمے رحمان کے نزدیک محبوب ہیں، زبان پر ہلکے ہیں، اور میزان میں بھاری ہیں، سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[۱] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۳] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۴، " " " "

[۴] " " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۴ " " " "

[۵] " " " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۹ — " " " "

قال من قال سبحان اللہ وبحمدہ فی یوم مائۃ مرۃ حطت خطایاہ وان کانت مثل زبد البحر [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک دن میں سو بار سبحان اللہ وبحمدہ کہا اس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے خواہ وہ گناہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل البیت الذی یذکر اللہ فیہ والبیت الذی لا یذکر اللہ فیہ مثل الحی والمیت۔ [2]

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ اخرجوا من النار من ذکرنی یوما اوخافنی فی مقام [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس شخص نے ایک دن (بھی) میرا ذکر کیا یا جو کسی مقام پر مجھ سے ڈرا اس کو جہنم سے نکال دو۔

عن عبد اللہ بن بسران رجلا قال یا رسول اللہ ان شرائع الاسلام قد کثرت علی فاخبرنی بشیء اتشبث بہ قال لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ [4]

حضرت عبد اللہ بن بسر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اسلام کے (نفلی) احکام میرے لیے بہت زیادہ ہیں مجھ کو ایسا عمل بتایئے جس پر میں پابندی سے عمل کروں، آپ نے فرمایا تمہاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر بہ تر رہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العباد افضل درجۃ عند اللہ یوم القیمۃ قال الذاکرین اللہ کثیرا قال قلت یا رسول اللہ ومن الغازی فی سبیل اللہ قال لو ضرب بسیفہ فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر ویختضب لکان الذاکرین اللہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا درجہ سب سے افضل ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والوں کا! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی زیادہ؟ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کفار اور مشرکین

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۷۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] ،، ،، ،، ،، جامع ترمذی ص ۴۸۶، ،، ،، ،، ،،

كثيرًا افضل منه درجة[1]

پر تلوار مارے حتیٰ کہ اس کی تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون سے رنگین ہو جائے پھر بھی اللہ کا ذکر کرنے والوں کا درجہ اس سے زیادہ افضل ہوگا!۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا انبئكم بخير اعمالكم وازكاها عند مليككم وارفعها فی درجاتكم وخير لكم من انفاق الذهب والورق وخير لكم من ان تلقوا عدوكم فتضربوا اعناقهم ويضربوا اعناقكم قالوا بلى قال ذكر الله قال معاذ بن جبل ما من شیء انجى من عذاب الله من ذكر الله.[2]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو یہ خبر نہ دوں کہ تمہارا کون سا عمل سب سے اچھا ہے، اور تمہارے رب کے نزدیک سب سے پاکیزہ ہے اور تمہارے درجات میں سب سے زیادہ بلند ہے اور تمہارے لیے سونے اور چاندی کو خرچ کرنے سے بہتر ہے اور اس سے افضل ہے کہ تمہارا دشمنوں سے مقابلہ ہو اور تم ان کی گردنیں مارو، اور وہ تمہاری گردنیں ماریں، صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: اللہ کا ذکر! حضرت معاذ بن جبل نے کہا اللہ کے عذاب سے نجات کے لیے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

عن ابی هريرة وابی سعيد الخدری انهما شهدا على رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال ما من قوم يذكرون الله الا حفت بهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده.[3]

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری یہ گواہی دیتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم اللہ کا ذکر کرتی ہے اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔

عن ثوبان قال لما نزلت والذين يكنزون الذهب والفضة قال كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فی بعض اسفاره فقال بعض اصحابه انزلت فی الذهب والفضة لو علمنا ای المال خير فنتخذه فقال افضله لسان ذاكر وقلب شاكر و

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی مذمت میں آیت نازل ہوئی اس وقت ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ کے بعض اصحاب نے کہا سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی مذمت میں یہ آیت نازل ہوئی، کاش ہم کو معلوم ہو جاتا کون سا مال اچھا ہے تو ہم اس مال کو

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۷ - ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " " "
[3] " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " " "

زوجۃ مومنۃ تعینہ علی ایمانہ.[1]

جمع کرتے، آپ نے فرمایا: سب سے افضل مال (عمل) ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے جو ایمان پر اس کی مدد کرے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یتحسر اھل الجنۃ الا علی ساعۃ مرت بھم لم یذکروا اللہ تعالی فیھا رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات.[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کو صرف اس بات کی حسرت ہوگی کہ انھوں نے کچھ اوقات میں اللہ تعالی کا ذکر نہیں کیا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عن معاذ بن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رجلا سألہ فقال ای الجھاد اعظم اجرًا قال اکثرھم للہ تبارک وتعالی ذکرًا قال فای الصالحین اعظم اجرًا قال اکثرھم للہ تبارک وتعالی ذکرًا ثم ذکر الصلوۃ والزکاۃ والحج والصدقۃ کل ذلک ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اکثرھم للہ تبارک وتعالی ذکرا فقال ابوبکر لعمر یا اباحفص ذھب الذاکرون بکل خیر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجل رواہ احمد والطبرانی.[3]

معاذ بن انس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے یہ سوال کیا کہ کون سے جہاد کا زیادہ عظیم اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس جہاد میں اللہ تبارک وتعالی کا زیادہ ذکر ہو، اس نے کہا عمل صالح کرنے والوں میں کس کا زیادہ عظیم اجر ہے؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ تبارک وتعالی کا زیادہ ذکر کرتا ہو، پھر اس نے نماز، زکوۃ، حج اور صدقہ ہر ایک کے متعلق سوال کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا جو اللہ تبارک وتعالی کا زیادہ ذکر کرتا ہو، حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے کہا: اے ابوحفص! ذکر کرنے والے ہر خیر کو لے گئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من صدقۃ افضل من ذکر اللہ رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ وثقوا.[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر سے افضل کوئی صدقہ نہیں ہے۔

---

[1] امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴-۷۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، " " " "
[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۴، " " " "

عن معاذ بن جبل قال قلت یا رسول الله! اوصنی قال علیك بتقوی الله ما استطعت واذکر الله عند کل حجر وشجر وما عملت من سوء فاحدث الله فیه توبة السر بالسر والعلانیة بالعلانیة رواه الطبرانی واسناده حسن ۔[له]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرو، اور ہر پتھر اور درخت کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور جب بھی تم کوئی برا کام کرو تو فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ، اور ظاہر کی ظاہر، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ام انس انها قالت یا رسول الله اوصنی قال اهجری المعاصی فانها افضل الهجرة وحافظی علی الفرائض فانها افضل الجهاد واکثری من ذکر الله فانك لا تاتین بشیء احب الیه من کثرة ذکره رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیه اسحاق بن ابراهیم بن تسطاس وهو ضعیف ۔[۲ه]

حضرت ام انس بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے، آپ نے فرمایا گناہوں کو ترک کر دو، یہ سب سے اچھی ہجرت ہے، اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو، کیونکہ تم اللہ کے بکثرت ذکر سے زیادہ اور کوئی محبوب عمل نہیں کر سکتیں! اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی الدرداء قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فقال سبق المفردون قالوا یا رسول الله وما المفردون قال المفردون بذکر الله وضع الذکر عنهم اثقالهم فیاتون یوم القیمة خفافا رواه الطبرانی عن شیخه عبد الله بن محمد بن سعید بن ابی مریم وهو ضعیف ۔[۳ه]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ نے فرمایا مفردون سبقت لے گئے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا صرف اللہ کا ذکر کرنے والے، اس ذکر نے ان کے گناہوں کا بوجھ کم کر دیا، وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے اٹھیں گے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اکثروا ذکر الله

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بکثرت

[له] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۷۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲ه] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۷۵، " " " "

[۳ه] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ص ۷۵، " " " "

حتی یقولوا مجنون رواہ احمد وابو یعلی وفیہ دراج وقد ضعفہ جماعۃ وضعفہ غیر واحد وبقیۃ رجال احد اسنادی احمد ثقات۔[1]

ذکر کیا کرو حتی کہ لوگ کہیں یہ دیوانہ ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، امام احمد کی ایک سند کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذکروا اللہ ذکرا حتی یقول المنافقون انکم مراؤون رواہ الطبرانی وفیہ الحسن بن ابی جعفر الجفری وھو ضعیف۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اتنا ذکر کرو کہ منافق کہیں یہ ریاکار ہیں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل یوم القیمۃ سیعلم اھل الجمع من اھل الکرم فقیل من اھل الکرم یا رسول اللہ قال مجالس الذکر فی المساجد رواہ احمد باسنادین واحدھما حسن وابو یعلی کذلک۔[3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عز وجل قیامت کے دن فرمائے گا عنقریب اہل محشر عزت والوں کو جان لیں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ عزت والے کون ہیں ؟ آپ نے فرمایا مسجدوں میں ذکر کی مجلسیں منعقد کرنے والے! اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو یعلیٰ نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور ہر ایک کی ایک سند حسن ہے۔

عن سھیل بن حنظلۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جلس قوم مجلسا یذکرون اللہ عز وجل فیہ فیقومون حتی یقال لھم قوموا فقد غفر اللہ لکم وبدلت سیئاتکم حسنات رواہ الطبرانی وفیہ المتوکل بن عبد الرحمن ولم اعرفہ وبقیۃ رجالہ ثقات۔[4]

حضرت سہیل بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی مجلس میں اللہ عز وجل کا ذکر کرتے ہیں تو جب وہ اٹھتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے اٹھو اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت کر دی اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی کا مجھے علم نہیں اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶ - ۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۶، 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷، 〃 〃 〃 〃

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۷، 〃 〃 〃 〃

صلى الله عليه وسلم ليبعثن الله اقواما يوم القيامة فى وجوههم النور على منابر اللؤلؤ يغبطهم الناس ليسوا بانبياء ولا شهداء قال فجثى اعرابى على ركبتيه فقال يا رسول الله حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فى الله من قبائل شتى و بلاد شتى يجتمعون على ذكر الله يذكرونه رواه الطبرانى و اسناده حسن۔[1]

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو موتیوں کے منبروں پر بھیجے گا، ان کے چہرے ان پر نور ہوگا، لوگ ان پر رشک کریں گے (یعنی ان کی تعریف کریں گے) حالانکہ وہ نبی ہوں گے نہ شہید، ایک اعرابی گھٹنوں کے بل بیٹھا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! ہمارے لیے ان لوگوں کو بیان کریں ہم ان کو پہچان لیں گے، آپ نے فرمایا: جو لوگ مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں سے ہوں اور اللہ کے لیے آپس میں محبت کریں اور اللہ کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوں اور اللہ کا ذکر کریں، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول الله من اولياء الله قال الذين اذا رؤوا ذكر الله رواه البزار عن شيخه على بن حرب الرازى ولم اعرفه وبقية رجاله وثقوا۔[2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! اللہ کے ولی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ لوگ جب دکھائی دیں تو خدا یاد آئے! اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے، ان کے شیخ کا مجھے علم نہیں اور بقیہ راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من بقعة يذكر الله فيه بصلوٰة الا فخرت على ما حولها من البقاع وما من عبد يقوم بفلاة من الارض الا استبشرت لذكر الله الى منتهاها الى سبع ارضين۔[3]

(رواه الطبرانى)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین کے جس ٹکڑے پر اللہ تعالیٰ کا نماز کے ساتھ ذکر کیا جائے وہ اپنے اردگرد کی باقی زمین پر فخر کرتا ہے۔ اور جو بندہ جنگل میں کسی جگہ قیام کرتا ہے تو اللہ کے ذکر کی وجہ سے وہ جگہ ساتویں زمین تک خوش ہوتی ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

عن ابى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الله تعالى يقول يا ابن آدم انك اذا ذكرتنى شكرتنى واذا نسيتنى

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکر کرتا ہے اور

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] 〃 〃 〃 〃، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۸، 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۹ 〃 〃 〃 〃

کفرتنی رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ ابوبکر الھذلی وھو ضعیف [1]

جب تو مجھے بھولتا ہے تو میری ناشکری کرتا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی۔ (البقرہ: ۱۸۶)

اور (اے رسول) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق دریافت کریں تو (آپ فرمادیں کہ) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں جب کوئی دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو (اپنی حکمت کے مطابق) قبول کرتا ہوں سو یہ بھی میرا حکم مانا کریں۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء۔ (نمل: ۶۲)

(بتاؤ) بے قرار جب اس کو پکارتا ہے تو اس کی دعا کون قبول کرتا ہے؟ اور کون تکلیف دور کرتا ہے۔

ادعوا ربکم تضرعا وخفیة ط انه لا یحب المعتدین۔ (اعراف: ۵۵)

اپنے رب سے گڑگڑا کر دعا کرو اور چپکے چپکے دعا کرو، بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

وادعوہ خوفا وطمعا ط ان رحمة اللہ قریب من المحسنین۔ (اعراف: ۵۶)

اور خوف اور طمع میں (اپنے رب سے) دعا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ (مؤمن: ۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا (بہ تقاضاء حکمت) قبول کروں گا۔

واذا مس الانسان الضر دعانا لجنبه اوقاعدا اوقائما ج فلما کشفنا عنه ضرہ مر کان لم یدعنا الی ضر مسه کذلك زین للمسرفین ما کانوا یعملون۔ (یونس: ۱۲)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لیٹے ہوئے، بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے ہم سے دعا کرتا ہے اور جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ اس طرح چل پڑتا ہے جیسے اس نے کسی تکلیف کے پہنچنے پر کبھی ہم سے دعا نہیں کی تھی، حد سے بڑھنے والوں کے لیے ان کے عمل اسی طرح مزین کر دیے گئے ہیں۔

واذا مس الانسان ضر دعا ربه منیبا الیه ثم اذا خوله نعمة منه نسی ما

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو یہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس سے دعا کرتا

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۷۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

ما کان یدعوا الیہ من قبل۔

(زمر: ۸)

فاذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولنہ نعمۃ منا قال انما اوتیتہ علی علم ط بل ھی فتنۃ ولکن اکثرھم لا یعلمون۔

(زمر: ۴۹)

ھو الذی یسیرکم فی البر والبحر ط حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ و فرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف وجاءھم الموج من کل مکان وظنوا انھم احیط بھم لا دعوا اللہ مخلصین لہ الدین لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشاکرین ہ فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق ط یایھا الناس انما بغیکم علی انفسکم متاع الحیوۃ الدنیا ثم الینا مرجعکم فننبئکم بما کنتم تعملون۔

(یونس: ۲۲، ۲۳)

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجھم الی البر اذا ھم یشرکون ہ (عنکبوت: ۶۵)

قل من ینجیکم من ظلمت البر و البحر تدعونہ تضرعا وخفیۃ لئن انجنا من ھذہ لنکونن من الشاکرین ہ قل اللہ ینجیکم منھا ومن کل کرب ثم انتم تشرکون ہ (انعام: ۶۳-۶۴)

ہے، پھر جب اللہ اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس کے لیے اس سے پہلے وہ اللہ سے دعا کرتا تھا۔

سو جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم سے دعا کرتا ہے پھر جب ہم اپنے پاس سے اُسے کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو کہتا ہے مجھے تو یہ نعمت صرف ایک علم کی وجہ سے ملی ہے، بلکہ (در حقیقت) یہ آزمائش ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وہی ہے جو تم کو خشکی اور سمندر میں سفر کراتا ہے، حتیٰ کہ جب تم ان کشتیوں میں ہو جو لوگوں کو لے کر ہوا کے موافق چلیں، اور وہ اس پر خوش ہوں، تو اچانک آندھی کا تیز جھونکا کشتیوں پر آیا اور سمندر کی موجوں نے انھیں ہر طرف سے گھیر لیا اور وہ سمجھے کہ ہم بھنور میں آگئے اس وقت وہ انتہائی صدق نیت کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس گرداب سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے، پھر جب اللہ نے انھیں بچا لیا تو وہ ناگہاں زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! تمہاری زیادتی تمہاری ہی جانوں کا (نقصان) ہے، دنیا کی زندگی کا کچھ فائدہ اٹھا لو پھر تمہاری ہی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت ہم تمہیں بتائیں گے تم جو کچھ کرتے تھے۔

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو صدق نیت کے ساتھ اللہ سے دعا کرتے ہیں، پھر جب اللہ انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکایک وہ شرک کرنے لگتے ہیں

فرمائیے! تمہیں خشکی اور سمندروں کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے، جس کو تم عاجزی سے اور چپکے چپکے پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس مصیبت سے بچا لے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے، آپ فرمائیے اللہ ہی تمہیں اس مصیبت سے اور تکلیف سے بچاتا ہے

پھر (بھی) تم شرک کرتے ہو۔

واذا مس الناس ضر دعوا ربهم منيبين اليه ثم اذا اذاقهم منه رحمة اذا فريق منهم بربهم يشركون ○ (روم: ۳۳)

اور جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرکے دعا کرتے ہیں، پھر جب وہ ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے تو ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔

اللہ سے دعا کرنے کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يتنزل ربنا تبارك وتعالى كل ليلة الى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الأخر يقول من يدعونى فاستجيب له من يسئلنى فاعطيه ومن يستغفرنى فاغفر له۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (توجہ فرماتا ہے) اور فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کر لوں! کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کروں۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ليس شئ اكرم على الله من الدعاء۔[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز مکرم نہیں ہے۔

عن انس بن مالك عن النبى صلى الله عليه وسلم قال الدعاء مخ العبادة۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا عبادت کا مغز ہے۔

عن النعمان بن بشير عن النبى صلى الله عليه وسلم قال الدعاء هو العبادة۔[4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا ہی عبادت ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انه من لم يسئل الله يغضب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے سوال

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۶ ، " " "

[4] " " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۶ ، " " "

علیہ ۔[1]

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد والکرب فلیکثر الدعاء فی الرخاء ۔[2]

عن ابن عباس قال کنت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام انی اعلمک کلمات احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک اذا سألت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ الحدیث ۔[3]

نہیں کرتا اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اس سے خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور مصیبتوں میں اس کی دعا قبول کرے، وہ عیش و آرام میں اللہ تعالیٰ سے بہ کثرت دعا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند کلمات کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو، تم اللہ کی تقدیر کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو، اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع اللہ سبحانہ غضب علیہ ۔[4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سبحانہ سے دعا نہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

حافظ الھیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینفع حذر من قدر والدعاء ینفع مالم ینزل القضاء وان البلاء والدعاء لیلتقیان بین السماء والارض فیعتلجان الی یوم القیامۃ رواہ البزار وفیہ ابراھیم بن خیثم بن عراک وھو متروک ـــــــ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر کے مقابلہ میں احتیاط سے فائدہ نہیں ہوتا، جب تک تقدیر کا حکم نافذ نہ ہو دعا نفع دیتی ہے، مصیبت اور دعا زمین اور آسمان کے درمیان ملتی ہیں اور ایک دوسرے سے قیامت تک جھگڑتی رہتی ہیں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] ״ ״ ״ ״ ״ ، جامع ترمذی ص ۴۸۴،
[3] ״ ״ ״ ״ ״ ، جامع ترمذی ص ۳۶۱
[4] امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

کیا ہے اور اس میں ایک راوی متروک ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال ان ابخل الناس من بخل بالسلام واعجز الناس من عجز عن الدعاء رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح [۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے بخیل شخص وہ ہے جو سلام کرنے میں (بھی) بخل کرے اور سب سے عاجز شخص وہ ہے جو دعا کرنے سے عاجز ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ادلکم علی ما ینجیکم من عدوکم ویدر لکم ارزاقکم تدعون اللہ فی لیلکم ونہارکم فان الدعاء سلاح المؤمن رواہ ابو یعلی و فیہ محمد بن ابی حمید وھو ضعیف [۲]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتلاؤں جس سے تم کو دشمنوں سے نجات ملے اور جو تمہارے رزقوں کو گردش میں رکھے، رات اور دن میں اللہ سے دعا کرو، کیونکہ دعا مومن کا ہتھیار ہے، اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن انس انہ حدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قال اللہ تعالی انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا دعانی رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح [۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اس حدیث کو امام ابو یعلی نے روایت کیا اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ حیی کریم یستحی من عبدہ ان یرفع یدیہ فیردھما صفرا لیس فیھما شیء رواہ ابو یعلی والطبرانی فی الاوسط وفیہ یوسف بن محمد بن المنکدر وقد وثق علی ضعفہ و

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حیادار اور کریم ہے، اسے اپنے بندہ سے حیاء آتی ہے کہ اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے اور وہ ان ہاتھوں کو خالی لوٹا دے، ان میں کچھ نہ ہو، اس حدیث کو امام ابو یعلی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے

[۱] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷-۱۴۶، " " " " " "

[۳] مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۷، " " " " " "

مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸، " " " " " "

بقیۃ رجالهما رجال الصحیح [۱]

ایک راوی کے سوا تمام راوی ثقہ ہیں۔

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ عز وجل یستحی من ذی الشیبۃ المسلم اذا کان مسددا لزوما للسنۃ ان یسال اللہ فلا یعطیہ رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ صالح بن راشد وثقہ ابن حبان وفیہ ضعف، وبقیۃ رجالہ ثقات [۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بوڑھا مسلمان ہدایت یافتہ ہو اور سنت کا پابند ہو، اللہ تعالیٰ اس سے حیاء فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو نہ دے؛ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے، امام ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے اور اس کے باقی راوی ثقہ ہیں۔

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ فی کل یوم ولیلۃ عتقاء من النار فی شہر رمضان وان لکل مسلم دعوۃ یدعوا بہا فیستجاب لہ قلت رواہ ابن ماجۃ باختصار الدعوۃ رواہ البزار ورجالہ ثقات [۳]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے ماہِ رمضان کے ہر دن اور رات میں جہنم سے لوگ آزاد ہوتے ہیں، اور ہر مسلمان کے لیے ایک دعا ہے جس کو وہ مانگے تو اس کی وہ دعا قبول ہوتی ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے دعا کے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام بزار نے اس کو روایت کیا ہے اور اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اعطی اربعا اعطی اربعا وتفسیر ذلک فی کتاب اللہ تعالیٰ من اعطی الذکر ذکرہ اللہ عز وجل لان اللہ تعالیٰ یقول (فاذکرونی اذکرکم) ومن اعطی الدعاء اعطی الاجابۃ لان اللہ تعالیٰ یقول (ادعونی استجب لکم) ومن اعطی الشکر اعطی الزیادۃ لان اللہ تعالیٰ یقول (لئن شکرتم لازیدنکم) ومن اعطی الاستغفار اعطی المغفرۃ لان اللہ تعالیٰ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو چار چیزیں عطا کی جائیں، اس کو چار چیزیں دی جاتی ہیں اور اس کی تفسیر اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے، جس کو ذکر عطا کیا جائے، اللہ عز وجل اس کا ذکر کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا" جس کو دعا عطا کی جائے اس کو قبولیت دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا" اور جس کو شکر عطا کیا جائے اس کو زیادتی دی جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں زیادہ دوں گا" اور جس کو استغفار عطا کیا جائے

---

[۱] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[۲] " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹،

[۳] " " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹،

يقول (استغفروا ربكم انه كان غفارا) رواه الطبراني في الصغير والاوسط وفيه محمود بن العباس وهو ضعيف ۔[1]

اس کو مغفرت دی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم اپنے رب سے استغفار کرو کیونکہ وہ بہت بخشنے والا ہے۔
اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی محمود بن عباس ہے اور وہ ضعیف ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليسئلن احدكم ربه حاجته او حوائجه كلها حتى يسئله شسع نعله اذا انقطع وحتى يسئله الملح قلت رواه الترمذي غير قوله وحتى يسئله الملح۔ رواه البزار ورجاله رجال الصحيح غير سيار بن حاتم وهو ثقة ۔[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص اپنے رب سے اپنی حاجت طلب کرے، یا اپنی تمام حاجات اس سے طلب کرے حتیٰ کہ اگر اس کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ سے مانگے، حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے،
اس حدیث کے ایک جملہ "حتیٰ کہ نمک بھی اس سے مانگے" کے سوا باقی حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، اور اس پوری حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں اور ایک راوی ثقہ ہے۔

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تمنى احدكم فليكثر فانما يسأل ربه عز وجل رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح ۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم تمنا کرو تو زیادہ تمنا کرو کیونکہ وہ اپنے رب عزوجل سے سوال کر رہا ہے۔
اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا، اور اس کے راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

عن جابر بن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان العبد ليدعو الله وهو يحبه فيقول الله عز وجل يا جبريل اقض لعبدي هذا حاجته واخرها فاني احب ان اسمع صوته وان العبد ليدعو الله وهو يبغضه فيقول الله عز وجل

حضرت جابر بن عبد اللہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا ایک بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے درآں حالیکہ اللہ اس کو پسند فرماتا ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے اے جبرائیل میرے اس بندے کی حاجت کو دیر سے پورا کرنا، کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو پسند کرتا ہوں، اور ایک بندہ اللہ سے دعا کرتا ہے درآں حالیکہ

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۰، " " " "
[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۰، " " " "

یاجبریل اقض لعبدی هذا حاجته وعجلها فانی اکره ان اسمع صوته رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه اسحٰق بن عبد اللہ بن ابی فروة وهو متروک۔ [1]

اللہ اس کو ناپسند کرتا ہے پس اللہ عزوجل فرماتا ہے: اے جبرائیل! میرے اس بندے کی حاجت کو جلد پورا کردو، کیونکہ میں اس کی آواز سننے کو ناپسند کرتا ہوں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ایک راوی متروک ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دعوة المظلوم مستجابة وان کان فاجرا ففجوره علی نفسه رواه احمد والبزار بنحوه واسناده حسن۔ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے اگر وہ فاجر ہے تو اس کا گناہ اس کی ذات پر ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ثلاث حق علی اللہ ان لایرد لهم دعوة الصائم حتی یفطر والمظلوم حتی ینتصر والمسافر حتی یرجع رواه البزار ورجاله رجال الصحیح۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: تین آدمی اللہ کے ذمہ (کرم پر) ہیں کہ وہ ان کی دعا رد نہ کرے، روزہ دار حتیٰ کہ وہ روزہ افطار کرلے، مظلوم حتیٰ کہ وہ بدلہ لے لے اور مسافر حتیٰ کہ وہ لوٹ آئے۔ اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا دعا المرء لاخیه بظاهر الغیب قالت الملائکة آمین ولك مثله رواه البزار ورجاله ثقات۔ [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں آمین، اللہ تجھے بھی اس کی مثل عطا کرے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم دعوتان لیس بینهما وبین اللہ حجاب دعوة المظلوم ودعوة المرء

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو دعاؤں کی قبولیت کے درمیان حجاب نہیں ہوتا، مظلوم کی دعا اور کسی شخص کی

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] ″ ″ ″ ″ ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، ″ ″ ″ ″
[3] ″ ″ ″ ″ ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، ″ ″ ″ ″
[4] ″ ″ ″ ″ ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲، ″ ″ ″ ″

لاخیہ بظہر الغیب رواہ الطبرانی وفیہ عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی وھو ضعیف [1]

اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس میں ایک راوی ضعیف ہے۔

عن عائشۃ قالت قلت یا رسول اللہ ای الدعاء افضل قال دعاء المرء لنفسہ رواہ البزار باسنادین واحدھما جید [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے پوچھا یارسول اللہ! کون سی دعا افضل ہے، آپ نے فرمایا انسان کی اپنے لیے دعا۔ اس حدیث کو امام بزار نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور ایک سند جید ہے۔

دعا کی شرائط اور آداب کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعا احدکم فلیعزم المسئلۃ ولا یقولن اللھم ان شئت فاعطنی فانہ لا مستکرہ لہ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو پورے عزم سے سوال کرے اور یوں نہ کہے "اے اللہ اگر تو مجھے چاہے تو دے دے، کیونکہ اس پر کوئی جبر کرنے والا نہیں ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ فان کان لابد متمنیا للموت فلیقل اللھم احینی ما کانت الحیوۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی [4]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی تکلیف آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر موت کی تمنا کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو یوں کہے "اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ، اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھ پر موت طاری کر دے۔"

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من احد یدعو بدعاء الا اتاہ اللہ ما سئل او کف عنہ من السوء مثلہ ما لم یدع باثم او قطیعۃ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو یا تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کر دیتا ہے یا اس کے بدلہ میں اس سے کوئی

[1] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲، مطبوعہ دارالکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ
[2] " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۲ " " " "
[3] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ
[4] " " " " صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۰ " " " "

اللہ علیہ وسلم کان اذا ذکر احدا فدعا لہ بدأ بنفسہ۔ [۲]

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی کو یاد کر کے اس کے لیے دعا فرماتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے۔

عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ۔ [۳]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو ان کو چہرے پر ملنے سے پہلے نیچے نہیں کرتے تھے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول دعوت فلم یستجب لی۔ [۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب تک جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی ہے وہ کہتا ہے میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یستجیب اللہ لہ عند الشدائد والکرب فلیکثر الدعاء فی الرخاء۔ [۵]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کو مصیبت میں دعا کا قبول ہونا پسند ہو وہ راحت میں اللہ سے بکثرت دعا کرے۔

عن ابی امامۃ قال قیل یارسول اللہ! ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر و دبر الصلوٰت المکتوبات۔ [۶]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: آدھی رات کو اور فرض نمازوں کے بعد۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابن سعد قال سمعنی ابی وانا اقول اللھم انی اسئلک الجنۃ ونعیمھا وبھجتھا

ابن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے دعا میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی

[۱] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " "

[۳] " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۸، " " "

[۴] " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۸، " " "

[۵] " " ، جامع ترمذی ص ۴۸۷، " " "

[۶] " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۴ " " "

دکنا وکنا واعوذ بك من النار وسلاسلها واغلالها وکذا وکذا فقال یا بنی انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سیکون قوم یعتدون فی الدعاء فایاك ان تکون منهم انك ان اعطیت الجنة واعطیتها وما فیها من الخیر وان اعذت من النار اعذت منها وما فیها من الشر[1]

نعمتوں اور اس کی تروتازگی کا سوال کرتا ہوں، اور فلاں فلاں چیز کا، اور میں تجھ سے جہنم اور اس کے طوق اور زنجیروں سے پناہ مانگتا ہوں اور فلاں فلاں چیز سے، انھوں نے کہا اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب لوگ دعا میں حد سے تجاوز کریں گے تم ان میں سے نہ ہو جانا، اگر تم کو جنت مل گئی تو جنت میں جو خیر ہے وہ بھی مل جائے گی اور اگر تم جہنم سے بچا لیے گئے تو جہنم میں جو عذاب ہیں ان سے بھی بچا لیے جاؤ گے۔

عن فضالة بن عبید یقول سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا یدعو فی صلوته لم یمجد الله ولم یصل علی النبی صلی الله علیه وسلم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم عجل هذا ثم دعاه فقال له او لغیره اذا صلی احدکم فلیبدء بتمجید ربه والثناء علیه ثم یصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم ثم یدعو بما شاء[2]

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا وہ نماز میں دعا کر رہا تھا اس نے اللہ کی حمد وثناء کی تھی نہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے عجلت کی ہے پھر آپ نے اس شخص کو بلایا اور اس سے یا کسی اور سے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے، پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر جو چاہے دعا کرے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال القلوب اوعیة وبعضها من بعض فاذا سألتم الله عز وجل ایها الناس فسئلوه وانتم موقنون بالاجابة فان الله لا یستجیب لعبد دعاه عن ظهر قلب غافل رواه احمد واسناده حسن[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک دل (یقین کا) ظرف ہیں اور بعض دل بعض کے مشابہ ہیں، سو اے لوگو! جب تم اللہ عزوجل سے سوال کرو تو قبولیت کے یقین سے سوال کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی دعا قبول نہیں کرتا جو غافل قلب کے ساتھ دعا کرے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[2] ″ ″ ″ ″ ″، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۸، ″ ″ ″ ″ ″

[3] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

عن ابی سعید الخدری ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یدعو بدعوۃ لیس فیہا اثم ولا قطیعۃ رحم الا اعطاہ اللہ بہا احدی ثلاث اما یعجل لہ دعوتہ و اما ان یدخرہا فی الاخرۃ واما ان یصرف عنہ من السوء مثلہا قالوا اذا نکثر قال اللہ اکثر رواہ احمد وابو یعلی بنحوہ والبزار والطبرانی فی الاوسط ورجال احمد وابی یعلی واحد اسنادی البزار رجالہ رجال الصحیح غیر علی بن علی الرفاعی وھو ثقۃ[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان ایسی دعا کرے جس میں گناہ کی طلب ہو نہ قطع رحم کی، اس کو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک عطا کرتا ہے یا تو فوراً اس کی دعا قبول کر لیتا ہے، یا اس کو آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے یا اس سے اتنی کوئی مصیبت دور کر دیتا ہے، صحابہ نے کہا پھر تو ہم بہت دعا کریں گے، آپ نے فرمایا اللہ بہت قبول کرنے والا ہے، اس حدیث کو امام احمد، امام ابو یعلی، امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد امام ابو یعلی اور امام بزار کی ایک سند صحیح ہے سوائے علی بن علی کے اور وہ ثقہ ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال کان احب الدعاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یدعوا ثلاثا رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات الا ان عبیدۃ لم یسمع من ابیہ[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دعا کا زیادہ پسندیدہ طریقہ یہ تھا کہ تین بار دعا فرماتے، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے البتہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ابو عبیدہ کا اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۰۳)۔

عن ابی ایوب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا بدء بنفسہ رواہ الطبرانی واسنادہ حسن[3]

حضرت ابو ایوب بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال اذا اراد احدکم ان یسال فلیبدء بالمدحۃ والثناء علی اللہ تعالیٰ بما ھو اھلہ ثم لیصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یسئل بعد فانہ اجدر

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص جب دعا کا ارادہ کرے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثناء کرے جس کا وہ اہل ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے، پھر اس کے بعد دعا کرے تو

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۴۹-۱۴۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، " " "
[3] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۱، " " "

ان ینجح رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح الا ان ابا عبیدۃ لم یسمع من ابیہ ۔[1]

اس کی قبولیت متوقع ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح ہیں، البتہ ابو عبیدہ کا اپنے والد سے سماع نہیں ہے۔ (ہمارے نزدیک یہ سماع ثابت ہے۔)

عن علی بن ابی طالب قال کل دعاء محجوب حتی یصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وال محمد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ ثقات ۔[2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہر دعا کی مقبولیت پر اس وقت تک حجاب رہتا ہے، جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر صلوٰۃ نہ پڑھ لی جائے۔

قبولیت دعا پر ایک اعتراض اور اس کے جوابات

قرآن مجید میں ہے: اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (بقرہ: ۱۸۶) "جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں" اس آیت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کئی بار ہم دعا کرتے ہیں اور وہ دعا قبول نہیں ہوتی! اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) ۔ دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب وہ قضاء و قدر کے مطابق ہو، کیونکہ ہر چند کہ یہاں قبولیت کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے لیکن دوسری جگہ پر اللہ نے اس کو مقید کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء ۔ (انعام: ۴۱)

بلکہ تم اسی سے دعا کرو گے اور اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کر دے گا جس کے لیے تم اس سے دعا کرو گے۔

(۲) ۔ سورۂ بقرہ کی آیت میں ارشاد باری ہے:

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ۔ (بقرہ: ۱۸۶)

جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں سو یہ بھی میرا حکم مانا کریں۔

اس آیت میں لطیف انداز سے قبولیت دعا کی یہ شرط بیان کی گئی ہے کہ بندے اللہ کا حکم مانیں تو اللہ ان کی دعا قبول فرمائے گا، اور جب بندے اس کے محتاج ہونے کے باوجود اس کے کہنے پر عمل نہیں کریں تو وہ جو ان سے مستغنی ہے وہ ان کے کہنے کے مطابق کیوں کرے گا؟

(۳) ۔ قبولیت دعا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ استحضار قلب کے ساتھ دعا کی جائے اور جب ذہن اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو پھر دعا قبول نہیں ہوگی جیسا کہ مسند احمد کی روایت میں ہے۔

(۴) قبولیت دعا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ راحت اور سکھ میں اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعا کرے تاکہ مصیبت اور دکھ

[1] ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] ۔ " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۶۰، " " "

ہیں اس کی دعا قبول ہو۔ جیسا کہ حدیث ترمذی میں ہے۔

(۵)۔ قبولیت دعا کے لیے جلدی اور بے صبری نہ کرے۔ جس طرح ترمذی کی روایت میں ہے۔

(۶)۔ قبولیت دعا کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جو اس نے دعا کی تھی اس کو بعینہٖ وہی مل جائے بسا اوقات اس دعا کے عوض اس کو آخرت میں اجر ملتا ہے اور بسا اوقات اس سے کوئی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے، جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے۔

آداب دعا کا خلاصہ

دعا کے آداب یہ ہیں:

(۱) ہتھیلیوں کے باطن کی جانب سے ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرے۔ (ترمذی و ابوداؤد)

(۲)۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، اس کے بعد دعا کرے اور آخر میں پھر درود پڑھے۔ (معجم طبرانی)۔

(۳)۔ پہلے اپنے لیے دعا کرے پھر دوسروں کے لیے دعا کرے۔ (معجم طبرانی)

(۴)۔ تین بار دعا کرے۔ (معجم طبرانی)

(۵)۔ اصرار اور الحاح کے ساتھ دعا کرے، گڑگڑا کر مانگے، یوں نہ کہے اگر تو چاہے تو دے دے (صحیح بخاری)

(۶)۔ گناہ کی، قطع رحم کی اور موت کی دعا نہ کرے۔ (صحیح بخاری و ترمذی)

(۷)۔ دعا میں قیود نہ لگائے اور حد سے تجاوز نہ کرے۔ (سنن ابوداؤد۔)

(۸)۔ اس یقین سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے گا۔ (مسند احمد)

(۹)۔ اگر دعا قبول نہ ہو تب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا نہ چھوڑے۔ (جامع ترمذی)

(۱۰)۔ ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے۔ (جامع ترمذی)

(۱۱)۔ آدھی رات کو اور فرض نماز کے بعد دعا کرے۔ (جامع ترمذی)

امام غزالی نے دعا کے آداب بیان کیے ہیں ان میں سے بعض کا بیان آ گیا ہے اور باقی آداب کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱)۔ اوقات شریفہ میں دعا کرے مثلاً سال میں یوم عرفہ، مہینوں میں رمضان شریف، ہفتہ کے دنوں میں جمعہ اور اوقات میں سحری کے وقت دعا کرے، قرآن مجید میں ہے:

والمستغفرین بالاسحار۔ (آل عمران، ۱۷) — اور رات کے آخری حصوں میں بخشش مانگنے والے

کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون۔ (ذاریات: ۱۷-۱۸) — وہ رات کو کم سوتے تھے اور رات کے پچھلے پہر میں مغفرت طلب کرتے تھے۔

اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصہ میں دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔ (یعنی متوجہ ہوتا ہے) اور فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کروں؟ اور کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے تو میں اس کی مغفرت کر دوں؟۔

(۲)۔ احوال شریفہ میں دعا کرے، اللہ کے راستہ میں دعا کرے، بارش کے نزول کے وقت، امام ابوداؤد، امام دارمی،

اور امام ابن خزیمہ نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ دو وقتوں میں دعا رد نہیں ہوتی اذان کے وقت اور جہاد کی صف میں اور ابوحازم نے بارش کا بھی اضافہ کیا ہے، مجاہد نے کہا بہترین وقت فرض نماز کے بعد دعا کرنا ہے امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ دار کی دعا رد نہیں ہوتی، اور امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا بندہ اپنے رب کے قریب سب سے زیادہ سجدہ میں ہوتا ہے پس سجدہ میں بکثرت دعا کیا کرو، اس کو امام ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ نیز امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع میں اپنے رب کی تعظیم کرو، اور سجدہ میں دعا کی کوشش کرو کیونکہ اس میں دعا کی قبولیت متوقع ہے۔

(۳)۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرے۔

(۴)۔ آہستہ آہستہ دعا کرے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ (اعراف: ۵۵) اپنے رب سے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے دعا کرو۔

(۵)۔ تکلف اور تصنع کے ساتھ منظوم، موزون، مسجع اور مقفّی الفاظ کے ساتھ دعا نہ کرے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے دعا میں مسجع الفاظ سے اجتناب کرو۔ تاہم بغیر تکلف اور تصنع کے موزوں الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے، قرآن مجید اور احادیث میں ایسی بکثرت دعائیں ہیں۔

(۶)۔ خضوع، خشوع اور خوف اور رغبت سے دعا کرے۔

(۷)۔ توبہ کر کے اور جو حقوق ضائع کیے ہیں ان کا تدارک اور تلافی کر کے دعا کرے اور اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اپنی ذلت اور اس کی طرف احتیاج کا اظہار کر کے دعا کرے۔ [۵]

انبیاء سابقین علیہم السلام کی بعض دعائیں

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا:

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخسرین (اعراف: ۲۳)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اور اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ فرمائے تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والے ہو جائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا:

رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات ولا تزد الظلمین الا تبارا (نوح: ۲۸)

اے میرے رب! مجھے، میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ داخل ہوا اور سب ایمان والے مردوں اور سب ایمان والی عورتوں کو بخش دے اور ظالموں کے لیے صرف ہلاکت میں زیادتی کر۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:

[۵] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اتحاف السادۃ المتقین ج ۵ ص ۳۲۔۳۱، ملخصاً مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۱ھ

الذی خلقنی فھو یھدین ۝ والذی ھو یطعمنی ویسقین ۝ واذا مرضت فھو یشفین ۝ والذی یمیتنی ثم یحیین ۝ والذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین ۝ رب ھب لی حکما والحقنی بالصلحین ۝ واجعل لی لسان صدق فی الاخرین ۝ واجعلنی من ورثۃ جنۃ النعیم ۝ واغفر لابی انہ کان من الضالین ۝ ولا تخزنی یوم یبعثون ۝ یوم لا ینفع مال ولا بنون ۝

(شعراء: ۷۸ تا ۸۸)

جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے ہدایت دیتا ہے، وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے، اور جب بیمار ہوں تو وہی شفاء دیتا ہے، وہی مجھے وفات دے گا پھر وہی مجھے زندہ کرے گا، وہی جس سے مجھے یہ امید ہے کہ وہ قیامت کے دن میری (بظاہر) خطائیں معاف فرمائے گا۔ اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے صالحین کے ساتھ واصل کر۔ اور میرے بعد آنے والوں میں میرا ذکر جمیل جاری رکھ اور مجھے جنت کی نعمتوں کے وارثوں میں شامل کر دے اور میرے (عرفی) باپ (یعنی چچا) کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اور حشر کے دن مجھے رسوا نہ کرنا جس دن مال نفع دے گا نہ بیٹے۔

الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحق ان ربی لسمیع الدعاء ۝ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعاء ۝ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ۝

(ابراھیم: ۳۹ تا ۴۱)

اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے، بے شک میرا رب ضرور دعا سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز پڑھنے والا رکھ، اے ہمارے رب میری دعا قبول فرما، اے ہمارے رب مجھے، میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:

رب اشرح لی صدری ۝ ویسر لی امری ۝ واحلل عقدۃ من لسانی ۝ یفقھوا قولی ۝

(طٰہٰ: ۲۵ تا ۲۸)

اے میرے رب میرے لیے میرا سینہ کشادہ فرما دے اور میرا کام میرے لیے آسان فرما دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا:

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضہ وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین ۝

(نمل: ۱۹)

اے میرے رب مجھے اس بات پر قائم رکھ کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو دی اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جن کو تو پسند فرمائے اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا:

فاطر السمٰوٰت والارض انت ولی فی الدنیا والاٰخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصّٰلحین ۰

(یوسف : ۱۰۱)

اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے، مجھے دنیا سے مسلمان اٹھا اور مجھے اپنے نیک بندوں کے ساتھ واصل کر دے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا:

رب لا تذرنی فردًا وانت خیر الوارثین ۰ (انبیاء : ۸۹)

اے میرے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور سب وارثوں سے تو بہتر وارث ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند دعائیں

قل رب زدنی علما۔

(طٰہٰ : ۱۱۴)

آپ دعا کریں کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ فرما۔

وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانًا نصیرًا۔

(بنی اسرائیل : ۸۰)

آپ دعا کریں کہ اے میرے رب تو مجھے (جہاں بھی داخل فرمائے) پسندیدہ طریقہ سے داخل فرما اور (مجھے جہاں سے باہر لائے) پسندیدہ طریقہ سے باہر لا اور مجھے اپنی طرف سے وہ غلبہ عطا فرما جو (میرے لیے) مددگار ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک یقول کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم انی اعوذ بک من الکسل والجبن والھرم اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنۃ المحیا والممات۔[1]

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عجز، سستی، بزدلی اور بڑھاپے سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں قبر کے عذاب اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول اللھم انی اعوذ بک من الکسل والھرم والماثم والمغرم ومن فتنۃ القبر وعذاب القبر ومن فتنۃ النار وعذاب النار ومن شر فتنۃ الغنی واعوذ بک من فتنۃ الفقر واعوذ بک

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ، قرض، قبر کے فتنہ، قبر کے عذاب، آگ کے فتنہ، آگ کے عذاب اور دولت کے شر کے فتنہ سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں فقر کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

من فتنة المسيح الدجال اللهم اغسل عني خطاياي بماء الثلج والبرد ونق قلبي من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وباعد بيني وبين خطاياي كما باعدت بين المشرق والمغرب ۔[1]

کہتا ہوں، اے اللہ! میری (ظاہری) خطاؤں کو برف اور اولوں سے دھو دے، اور میرے دل کو خطاؤں سے اس طرح صاف رکھ جس طرح سفید کپڑے کو میل سے صاف رکھتا ہے اور میرے درمیان اور خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری رکھ جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری رکھی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم عافني في جسدي وعافني في بصري واجعله الوارث مني لا اله الا الله الحليم الكريم سبحان الله رب العرش العظيم والحمد لله رب العلمين[2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے جسم کو عافیت کے ساتھ رکھ، میری آنکھوں کو عافیت کے ساتھ رکھ، اور اس کو میرا وارث بنا، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو حلیم اور کریم ہے، اللہ پاک ہے، عرش عظیم کا مالک، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔

عن عبد الله بن عمرو قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اني اعوذ بك من قلب لا يخشع ومن دعاء لا يسمع ومن نفس لا تشبع ومن علم لا ينفع الحديث ۔[3]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! جو دل (تجھ سے) ڈرتا نہ ہو، جو دعا قبول نہ ہو، جو نفس سیر نہ ہو اور جو علم نافع نہ ہو میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

عن انس بن مالك قال كثيرا ما كنت اسمع النبي صلى الله عليه وسلم يدعو بهؤلاء الكلمات اللهم اني اعوذ بك من الهم والحزن والعجز والكسل والبخل وضلع الدين وقهر الرجال[4]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بکثرت یہ دعا سنی ہے: اے اللہ! میں فکر، غم، عجز، سستی، بخل، قرض کے غلبہ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

عن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۲، " " "

[4] " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۲ " " "

كان يدعو اللهم انى اسئلك الهدى والتقى والعفاف والغنى ۔ [1]

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

عن عبد الله بن يزيد الخطمى الانصارى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه كان يقول فى دعائه اللهم ارزقنى حبك و حب من ينفعنى حبه عندك اللهم ما رزقتنى مما احب فاجعله قوة لى فيما تحب اللهم و ما زويت عنى مما احب فاجعله فراغا لى فيما تحب ۔ [2]

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور وہ محبت دے جس کی محبت مجھے تیرے نزدیک نفع دے، اے اللہ! تو نے مجھے جو میری پسند کی چیزیں دی ہیں ان میں ایسی صلاحیت پیدا کر دے کہ وہ تجھے پسند ہوں، اے اللہ! تو نے میری پسندیدہ چیزیں جو اٹھا لی ہیں مجھے ان سے اپنی پسندیدہ چیزوں کے لیے فارغ کر دے۔

عن ابن عمر قال ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم من مجلس حتى يدعو بهؤلاء الكلمات لاصحابه اللهم اقسم لنا من خشيتك ما يحول بيننا و بين معاصيك ومن طاعتك ما تبلغنا به جنتك ومن اليقين ما تهون به علينا مصيبات الدنيا ومتعنا باسماعنا وابصارنا وقوتنا ما احييتنا واجعله الوارث منا واجعل ثارنا على من ظلمنا وانصرنا على من عادانا ولا تجعل مصيبتنا فى ديننا ولا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علينا من لا يرحمنا ۔ [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے اٹھے ہوں اور آپ نے اپنے اصحاب کے لیے یہ دعا نہ کی ہو: اے اللہ! ہمارے لیے اپنا ایسا خوف مقدر کر دے جو ہمارے درمیان اور تیری نافرمانی کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمارے لیے ایسی اپنی اطاعت مقدر کر دے جو ہمیں تیری جنت تک پہنچا دے، اور ایسا یقین مقدر کر دے جس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں، اور جب تک تو ہمیں زندہ رکھے ہمارے کانوں، ہماری آنکھوں اور ہماری قوت سے نفع پہنچا اور اس کو ہمارا وارث کر دے، ہمارا غضب (صرف) ان پر کر دے جو ہم پر ظلم کرے، ہمارے دشمنوں کے خلاف ہماری مدد فرما، ہمارے دین کو مصیبت سے محفوظ رکھ، ہماری دنیا کو ہماری بڑی فکر اور ہمارا مبلغ علم نہ بنا اور ہم پر ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] " " " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۳

[3] " " " " " " ، جامع ترمذی ص ۵۰۴

توبہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

تاب الی اللہ رجع عن المعصیۃ الی الطاعۃ وتاب اللہ علیہ ای عاد بالمغفرۃ۔[1]

جب توبہ کا فاعل بندہ ہو تو اس کا معنی ہے بندہ نے معصیت سے اطاعت کی طرف رجوع کیا اور جب توبہ کا فاعل اللہ ہو تو اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی طرف رجوع کیا۔

امام غزالی لکھتے ہیں:

توبہ کے چار ارکان ہیں، پہلا رکن یہ ہے کہ جو گناہ سرزد ہوا ہے، اس پر نادم ہو، دوسرا رکن یہ ہے کہ اس گناہ کو فی الفور ترک کر دے، تیسرا رکن یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ سے باز رہنے کا عزم مصمم کرے اور چوتھا رکن یہ ہے کہ حسب مقدور اس گناہ کا تدارک اور تلافی کرے مثلاً نماز چھوٹ گئی ہے تو اس کی قضاء پڑھے اور کسی کا مال غصب کیا تھا تو اس کو واپس کر دے اور کسی کو گالی دی ہے تو اس سے معافی مانگ لے۔[2]

توبہ کے متعلق قرآن مجید کی آیات

انہ من عمل منکم سوء بجہالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور رحیم۔

(انعام: ۵۴)

بے شک تم میں سے جو کوئی (عذاب آخرت سے) ناوانی کی وجہ سے برا کام کرے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور (اپنی) اصلاح کرے، تو بے شک وہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما حکیما ۰ ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الئن ولا الذین یموتون وہم کفار اولئک اعتدنا لہم عذابا الیما۔

(نساء: ۱۸-۱۷)

اللہ کے ذمہ (کرم) پر صرف ان لوگوں کی توبہ (کی قبولیت) ہے جو (عذاب آخرت سے) ناوانی کی وجہ سے گناہ کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں، تو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا اور بہت حکمت والا ہے، اور ان لوگوں کی توبہ (کی قبولیت) نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے رہتے ہیں، حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ یہ (قبولیت) ان لوگوں کے لیے ہے جو حالت کفر میں مرتے ہیں، ہم نے ان کے

---

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱ص ۱۶۱، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

[2] امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم علی ہامش الاتحاف، ج ۸ص ۵۰۲-۵۰۰، ملخصا وموضحا، مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ

لیے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

ومن لم یتب فاولئک هم الظلمون۔ (حجرات: ۱۱)

اور جو لوگ توبہ نہ کریں تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔ (نور: ۳۱)

اور اے ایمان والو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم سب فلاح پاؤ۔

یا یہا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحًا۔ (تحریم: ۸)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے خالص توبہ کرو۔

ان اللہ یحب التوابین۔ (بقرہ: ۲۲۲)

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

توبہ کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للہ افرح بتوبۃ العبد من رجل نزل منزلا وبہ مھلکۃ ومعہ راحلتہ علیہا طعامہ وشرابہ فوضع راسہ فنام نومۃ فاستیقظ وقد ذھبت راحلتہ حتی اذا اشتد علیہ الحر والعطش او ما شاء اللہ قال ارجع الی مکانی فرجع فنام نومۃ ثم رفع راسہ فاذا راحلتہ عندہ۔[۱]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو بندے کے توبہ کرنے سے اس شخص کی بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے کسی جگہ قیام کیا ہو اور وہیں اس کی ہلاکت کی جگہ ہو، اس کے ساتھ ایک سواری ہو جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں وہ وہاں سر رکھ کر سو جائے اور جب بیدار ہو تو اس کی سواری غائب ہو حتیٰ کہ جب اس کی بھوک اور پیاس زیادہ ہو جائے یا جو اللہ چاہے تو وہ سوچے میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں پھر وہ سو جائے اور جب بیدار ہو تو سواری اس کے پاس ہو۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یذنب ذنبا ثم یقوم فیطھر ثم یصلی ثم یستغفر اللہ الا غفر اللہ لہ۔[۲]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص گناہ کرے، پھر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دیتا ہے۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل ابن آدم خطآ وخیر الخطائین التوابون [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ابن آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں بہتر وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تاب قبل موتہ بفواق ناقۃ تاب اللہ علیہ رواہ الطبرانی فی الاوسط [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص موت سے اتنے وقت پہلے توبہ کر لے جتنے وقت میں اونٹنی کا دودھ دوہا جاتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ورجالہ رجال الصحیح [3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص گناہ سے توبہ کرے وہ اس کی مثل ہے جس کا گناہ نہ ہو، اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

عن عقبۃ بن عامر ان رجلا جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ احدنا یذنب قال یکتب علیہ قال ثم یستغفر منہ ویتوب قال یغفر لہ ویتاب علیہ قال فیعود ویذنب قال فیکتب علیہ قال ثم یستغفر منہ ویتوب قال یغفر لہ ویتاب علیہ ولا یمل اللہ حتی تملوا رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط واسنادہ حسن [4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا: ہم میں سے کوئی شخص گناہ کرتا ہے، آپ نے فرمایا وہ لکھ دیا جاتا ہے، اس نے کہا وہ اس پر توبہ اور استغفار کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور توبہ قبول کی جاتی ہے، اس نے عرض کیا وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے آپ نے فرمایا اس پر گناہ لکھ دیا جاتا ہے اس نے عرض کیا وہ اس پر پھر توبہ اور استغفار کرتا ہے آپ نے فرمایا اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے، اللہ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۹۷، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[3] " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۰

[4] " " " " مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۲۰۰

استغفار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یمتعکم متاعا حسنا الی اجل مسمی و یوت کل ذی فضل فضلہ۔ (ھود: ۳)

اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس سے توبہ کرو تو وہ تمہیں ایک معین وقت تک بہت اچھا فائدہ پہنچائے گا اور ہر زیادہ نیکی کرنے والے کو اس کا زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔

و یقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا۔ (ھود: ۵۲)

اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے استغفار کرو، پھر اس سے توبہ کرو، اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا۔

واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم۔ (مزمل: ۲۰)

اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

استغفار کے متعلق احادیث

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن شداد بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سید الاستغفار ان یقول العبد اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک ما استطعت اعوذ بک من شر ما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء لک بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت قال ومن قالھا من النھار موقنا بھا فمات من یومہ قبل ان یمسی فھو من اھل الجنۃ ومن قالھا من اللیل وھو موقن بھا فمات قبل ان یصبح فھو من اھل الجنۃ۔[۱]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ یہ کہے کہ اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تجھ سے کیے ہوئے وعدہ اور عہد پر بہ قدر استطاعت قائم ہوں، میں اپنے کاموں کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا، آپ نے فرمایا جو شخص یقین کے ساتھ ان کلمات کو دن میں کہے اور اسی دن شام سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ اہل جنت سے ہوگا، اور جس نے یقین کے ساتھ ان کلمات کو رات میں کہا اور وہ صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ اہل جنت سے ہوگا۔

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

عن ابی هریرۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول واللہ انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ۔[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: بخدا میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

بَابُ ۹۵۸ الْحَثِّ عَلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى

ذکر الٰہی کی ترغیب

۶۶۸۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ) قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي إِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ هُمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جس وقت وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرے تو میں تنہا اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ جماعت میں میرا ذکر کرے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ بقدر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اگر وہ میرے پاس چل کر آئے تو میں دوڑتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

۶۶۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں۔

۶۶۸۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ قَالَ إِذَا تَلَقَّانِي عَبْدِي بِشِبْرٍ تَلَقَّيْتُهُ بِذِرَاعٍ وَإِذَا تَلَقَّانِي

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب بندہ بہ قدر ایک بالشت میری طرف بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف بہ قدر ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جب وہ میری طرف بہ قدر ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جب وہ بہ قدر چار ہاتھ میری طرف

[۱] - امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

بِذِرَاعٍ تَلَقَّيْتُهُ بِبَاعٍ وَإِذَا تَلَقَّانِي بِبَاعٍ أَتَيْتُهُ بِأَسْرَعَ۔

۶۶۸۴ - حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ جُمْدَانُ فَقَالَ سِيرُوا هٰذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفَرِّدُونَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللّٰهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ۔

بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف زیادہ تیزی سے بڑھتا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ایک راستہ میں جا رہے تھے، آپ کا ایک پہاڑ سے گذر ہوا جس کو جمدان کہتے تھے، آپ نے فرمایا چلتے رہو یہ جمدان ہے مفردون سبقت لے گئے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! مفردون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا بہ کثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔

انبیاء علیہم السلام کی فرشتوں پر فضیلت اور "اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہونے" کی توجیہات

حدیث نمبر ۶۶۸۱ میں ہے: میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ دعا کرنے کے بعد قبولیت کی امید رکھے تو میں اس کی دعا قبول کر لیتا ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ مغفرت طلب کرے تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں اور جب توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور جب کچھ طلب کرے تو اس کو عطا کر دیتا ہوں۔

اسی حدیث میں ہے: جب بندہ میرا ذکر کرے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، یعنی میری رحمت، میری توفیق، میری ہدایت، میری رعایت اور میری اعانت اس کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ جو قرآن مجید میں ہے ھو معکم اینما کنتم (حدید: ۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم تم کو محیط ہے۔

اسی حدیث میں ہے بندہ اپنے نفس میں میرا ذکر کرے تو میں اپنے نفس میں اس کا ذکر کرتا ہوں، لغت میں نفس کا اطلاق خون پر اور نفس حیوان پر ہوتا ہے اور یہ دونوں معنی اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہیں، نفس کا اطلاق ذات پر بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقۃً ہے، اس حدیث کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ جب بندہ میرا تنہا ذکر کرے، تو میں اس کو اس عمل کی ایسی جزا دیتا ہوں جس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا۔

اور اس حدیث میں ہے: بندہ میرا ذکر جماعت میں کرے تو میں اس سے افضل جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے رسول یا کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اللہ کا ذکر کیا تو اللہ اس کا ذکر فرشتوں کی جماعت میں کرتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عام اور غالب احوال پر محمول ہے اور انسان عموماً اللہ کا ذکر اس جماعت میں کرتا ہے جس میں انبیاء علیہم السلام نہیں ہوتے، باقی رہا یہ کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں، اس پر دلیل قرآن مجید کی حسب ذیل آیات ہیں:

ان اللہ اصطفیٰ اٰدم ونوحا واٰل ابراھیم واٰل عمران علی العالمین۔ (آل عمران: ۳۳)

بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے اور تمام جہانوں میں فرشتے بھی داخل ہیں۔

واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ (بقرہ: ۳۴)

اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو، تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔

تمام فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا اور سجدہ تعظیمی کا حکم ادنیٰ کو اعلیٰ کے لیے دیا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام فرشتوں سے افضل ہیں۔

نیز اس حدیث میں ہے کہ اگر بندہ بہ قدر ایک بالشت کے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ کے نزدیک ہوتا ہوں (الی قولہ) اور اگر بندہ چلتا ہوا آئے تو میں دوڑتا ہوا آتا ہوں۔ یہ حدیث احادیث صفات میں سے ہے، اور اس کا ظاہری معنی محال ہے، اس کی توجیہ یہ ہے کہ جو شخص عبادت کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے، میں اپنی توفیق، رحمت اور اعانت کو اس کے قریب کر دیتا ہوں اور وہ جس قدر زیادہ عبادت کرتا ہے میں اس قدر زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، اس پر اپنی رحمت بہاتا ہوں اور وہ جس قدر قرب حاصل کرتا ہے میں اس کی مناسبت سے اس سے کہیں زیادہ اجر عطا کرتا ہوں۔[1]

بَابٌ ۹۵۹ فِي أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالٰى وَفَضْلِ مَنْ أَحْصَاهَا

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور ان کو یاد کرنے کی فضیلت

۶۶۸۵ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ (وَاللَّفْظُ لِعَمْرٍو) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ اسْمًا مَنْ حَفِظَهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَإِنَّ اللهَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي عُمَرَ مَنْ أَحْصَاهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائیگا اور اللہ وتر (طاق، فرد) ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے ابن ابی عمر کی روایت میں ہے جو ان کو شمار کرے گا۔

۶۶۸۶ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جس نے ان کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور حضرت ابوہریرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دَخَلَ الْجَنَّةَ وَزَادَ هَمَّامٌ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ۔ 　کرتا ہے۔

اسم مسمیٰ کا عین ہے یا غیر

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اشاعرہ کہتے ہیں کہ اسم مسمّیٰ کا غیر ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اسم مسمّیٰ کا عین ہے، اس کی تحقیق یہ ہے کہ اسم کا اطلاق کبھی کلمہ پر ہوتا ہے اور کبھی اسم کا اطلاق ذات اور مسمّیٰ پر ہوتا ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ حقیقی اطلاق کونسا ہے، اشاعرہ نے کہا کہ اسم کا اطلاق کلمہ پر حقیقت ہے اور مسمّیٰ پر مجاز ہے اور معتزلہ کا قول اس کے برعکس ہے اور استاذ ابو منصور نے کہا کہ اسم دونوں میں مشترک ہے۔

اشاعرہ کے دلائل میں سے یہ ہے کہ جب کسی معین شخص کا نام پوچھا جائے تو کہا جاتا ہے اس شخص کا اسم کیا ہے؟ پھر جواب میں وہ کلمہ ذکر کیا جاتا ہے جس سے وہ شخص دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسم کی حقیقت وہ کلمہ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء ہیں سو اگر اسم مسمّیٰ کا عین ہو تو متعدد خداؤں کا ہونا لازم آئے گا۔

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سبح اسم ربك الاعلى (الاعلیٰ: ۱) ”اپنے رب اعلیٰ کے نام کی تسبیح کیجئے“ اور تسبیح اللہ کی ذات کی ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسم اس کی ذات کا عین ہے۔ بہر حال اس مسئلہ میں ہر فریق کے دلائل اور ان کے جوابات موجود ہیں۔ [۱]

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے توقیفی ہونے کی تحقیق

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، اللہ تعالیٰ پر اسی اسم کا اطلاق جائز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہو یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسم کا اطلاق کیا ہو یا اس اسم کے اطلاق پر اجماع منعقد ہو چکا ہو (مثلاً اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق کرنا) اور جس اسم کے اطلاق پر اذن شرعی ہو، نہ ممانعت ہو اس میں اختلاف ہے، اس میں ایک قول توقف کا ہے اور ایک قول ممانعت کا ہے، علامہ ابن رشد نے اس قول کو امام اشعری اور امام مالک کی طرف منسوب کیا ہے، مقترح نے اس قول کو رد کر دیا ہے کیونکہ ممانعت حکم شرعی ہے اور بغیر دلیل سمعی کے ممانعت شرعی کا حکم صحیح نہیں ہے، مقترح نے کہا اگر اس لفظ سے کسی محال معنی کا وہم ہو تو پھر اس اسم کا اطلاق جائز ہے اور اگر کسی محال معنی کا وہم نہ ہو تو پھر اس قسم کا اطلاق جائز ہے، علامہ باقلانی نے کہا ہر وہ صفت جو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہو اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے، بشرطیکہ اس کی ممانعت پر اجماع نہ ہو، اس لیے سید اور حنان کا اطلاق جائز ہے اور عاقل اور فقیہ کا اطلاق ناجائز ہے، البتہ امام مالک نے سید اور حنان کے اطلاق سے منع کیا ہے، علامہ باقلانی نے کہا اللہ تعالیٰ نے جن افعال کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے ان کے اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں ہے، کیونکہ جن چیزوں کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے اور وہ قرآن میں مذکور ہیں تو ان کا جتنا اطلاق قرآن مجید میں آگیا ہے بس اتنا اطلاق جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں ہے مثلاً الله يستهزئ بهم اس کی وجہ سے مستہزی کا اور سخر الله منهم اس کی وجہ سے ساخر

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی آبی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

کا اطلاق جائز نہیں ہے۔ اور متکلمین اللہ تعالیٰ پر صانع، واجب الوجود اور مؤثر کا اطلاق بھی جائز قرار دیتے ہیں۔ [۱]

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

اسماء حسنیٰ میں اختلاف ہے، آیا یہ توقیفی ہیں یا نہیں، توقیفی کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اور سنت کی نص کے علاوہ کسی اسم کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہ ہو، امام فخر الدین رازی نے یہ کہا کہ ہمارے اصحاب کا مشہور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور معتزلہ اور کرامیہ کا قول یہ ہے کہ جب کسی لفظ کی اللہ پر دلالت عقلاً صحیح ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے، قاضی ابوبکر اور امام غزالی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اور صفات توقیفی نہیں ہیں (اس کے برخلاف جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ اسماء غیر توقیفی ہیں اور صفات توقیفی ہیں۔ سعیدی غفرلہ) امام غزالی کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نام رکھیں جو آپ کے والد نے رکھا نہ آپ نے خود رکھا، اسی طرح مخلوق میں سے کسی بھی بزرگ شخص کا نام ہم از خود نہیں رکھ سکتے اور جب مخلوق کا نام از خود رکھنا ممنوع ہے تو خالق کا نام از خود رکھنا بہ طریق اولیٰ منع ہونا چاہیے، اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی ایسے اسم یا صفت کا اطلاق جائز نہیں ہے جس سے نقص کا وہم ہو خواہ نص میں اس لفظ کا اطلاق ہو، اس لیے اللہ تعالیٰ کو ماہد، زارع اور فالق کہنا جائز نہیں ہے، اگرچہ نص قرآن میں یہ الفاظ موجود ہیں: فنعم الماھدون (ذاریات: ۴۸) ام نحن الزارعون (واقعہ: ۶۴) فالق الحب والنوی (انعام: ۹۵)

امام ابوالقاسم قشیری نے کہا کہ کتاب سنت اور اجماع سے جن اسماء کا ثبوت ہو ان اسماء کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے اور جس اسم کا ان میں ثبوت نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز نہیں ہے خواہ اس کا معنی صحیح ہو اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ لفظ جس کے اطلاق کا شریعت میں ثبوت ہو عام ازیں کہ وہ مشتق ہو یا غیر مشتق وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے، اور ہر وہ لفظ جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہے، عام ازیں کہ اس میں تاویل ہو یا نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور اس پر اسم کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

امام رازی نے کہا کہ وہ الفاظ جو اللہ تعالیٰ کی صفات پر دلالت کرتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ جن صفات کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثبوت قطعی ہے، ان کا اطلاق مفرد اور مضاف دونوں اعتبار سے صحیح ہے جیسے قادر، قاہر یا فلاں پر قادر، فلاں پر قاہر۔

(۲)۔ جن صفات کا بہ طور مفرد اطلاق صحیح ہے اور بطور مضاف خاص شرائط کے ساتھ صحیح ہے، مثلاً خالق یا ہر چیز کا خالق کہنا صحیح ہے لیکن بندر اور خنزیر کا خالق کہنا صحیح نہیں ہے۔

(۳)۔ جن صفات کا بطور مضاف اطلاق صحیح ہے اور بہ طور مفرد صحیح نہیں ہے مثلاً منشی کہنا صحیح نہیں ہے اور منشی الخلق کہنا صحیح ہے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اگر شریعت میں اس کا سماع ثابت ہو تو اس کا اطلاق کیا جائے گا ورنہ نہیں اور تیسری قسم وہ ہے کہ شریعت میں اس کا بہ حیثیت افعال سماع ہے تو ان کا اطلاق کیا جائے گا اور ان پر قیاس کرکے ان

[۱] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

مشتقات کا اطلاق نہیں کیا جائے گا جیسے مکر اللہ ویستھزئ بھم، سو اللہ تعالیٰ پر ماکر اور مستہزی کا اطلاق نہیں کیا جاتے گا۔[1]

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

خلاصہ بحث یہ ہے کہ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جن اسماء اور صفات کے اطلاق کا اذن شرعی ثابت ہے ان کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق جائز ہے اور جن کی ممانعت ثابت ہے، ان کا اطلاق منع ہے، اور جن اسماء کا شریعت میں اذن ہو نہ ممانعت ہو ان کے اطلاق میں اختلاف ہے، بہ شرطیکہ وہ ان اسماء میں سے نہ ہوں جو باقی لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے علم (نام) ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اسماء اعلام کا اطلاق کسی کے نزدیک محل نزاع نہیں ہے، نیز ان اسماء کا اطلاق نقص کا موہم نہ ہو بلکہ مدح کا مظہر ہو، سو ایسے اسماء کے اطلاق کو اہل حق نے منع کیا ہے اور جمہور معتزلہ نے جائز کہا ہے قاضی ابوبکر کا اسی طرف میلان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر خدا اور تنگری کا اطلاق جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر اجماع ہو گیا، لیکن یہ استدلال مردود ہے کیونکہ اگر اجماع ثابت ہو تو وہ اذن شرعی کے ثبوت کے لیے کافی ہے اور بحث ان اسماء کے اطلاق میں ہے جن کے لیے اذن شرعی نہ ہو۔[2]

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض ہو کہ اللہ تعالیٰ پر موجود، واجب اور قدیم وغیرہا کا اطلاق کیسے صحیح ہو گا کیونکہ ان کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کا اطلاق اجماع سے ثابت ہے اور اجماع بھی دلائل شرعیہ میں سے ہے۔[3]

علامہ میر سید شریف لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، یعنی ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق اذن شرعی پر موقوف ہے اور یہ بحث ان اسماء میں نہیں ہے جو لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے بہ طور علم (نام) وضع کیے گئے ہیں بلکہ بحث ان اسماء میں ہے جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہیں سو ان اسماء میں معتزلہ اور کرامیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب عقل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کسی صفت سے متصف ہونا صحیح ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے خواہ اس کا شرع میں ثبوت ہو یا نہ ہو، اور ہمارے اصحاب میں سے قاضی ابوبکر نے یہ کہا کہ جب کوئی لفظ ایسے معنی پر دلالت کرے جو اللہ کے لیے ثابت ہو اور اس میں نقص کا وہم نہ ہو تو اس کا اطلاق جائز ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق جائز نہیں، کیونکہ لفظ معرفت سے غفلت کے بعد علم کا ارادہ بھی کیا جاتا ہے، اسی طرح فقیہ کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ فقیہ اس شخص کو کہتے ہیں جو متکلم کی غرض کو سمجھ لے، اسی طرح عاقل کا اطلاق بھی جائز نہیں کیونکہ عاقل اس شخص کو کہتے ہیں جو غلط کام کرنے سے رک سکے، اور شیخ اور ان کے متبعین نے یہ کہا ہے کہ توقیف ضروری ہے اور یہی مختار ہے۔[4]

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۲-۲۲۳، مطبوعہ دار نشر الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] علامہ ابو الفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح العقائد ص ۳۱، مطبوعہ سکندر علی بہادر علی تاجران کتب کراچی

[4] میر سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۶۸۵، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[*] اس مسئلہ میں امام غزالی کا اختلاف اجماع کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ اس اجماع سے ایسا اجماع مراد نہیں ہے جس پر روئے زمین کے تمام علماء کا اتفاق ہو گیا ہو، اور کسی مسئلہ پر بھی ایسا اجماع ثابت نہیں ہے۔

واضح رہے کہ علامہ میر سید شریف نے شیخ کے جس قول میں توقیف کو مختار کہا ہے اس کا تعلق ان اسماء سے ہے جو صفات اور افعال سے ماخوذ ہوں کیونکہ نزاع اور بحث انہی میں ہے رہے وہ اسماء جو لغات میں اللہ تعالیٰ کے لیے اعلام ہیں تو ان کے متعلق علامہ میر سید شریف نے تصریح کر دی ہے کہ وہ محل نزاع سے خارج ہیں اور ان کے اطلاق کے جواز پر سب کا اتفاق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ پر خدا کا اطلاق اجماع اور اتفاق سے ثابت ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسماء کی تفصیل

حدیث نمبر ۶۶۸۰ میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے ان کو یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، ان اسماء کی تفصیل جامع ترمذی میں ہے:

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو، جس نے ان کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ هو الله الذی لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم الملك القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق البارئ المصور الغفار القهار الوهاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشهید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدئ المعید المحی الممیت الحی القیوم الماجد الواجد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الأخر الظاهر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالك الملك ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الهادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور۔[1]

علامہ نووی لکھتے ہیں:

علماء کا اتفاق ہے کہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصر نہیں ہے اور اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ یہ وہ ننانوے نام ہیں جس نے ان کو گن لیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اسی وجہ سے ایک اور حدیث میں یہ ہے "میں تجھ سے ہر اسم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس اسم کے ساتھ تو نے اپنے آپ کو موسوم کیا ہے یا جس اسم کو تو نے اپنے علم غیب میں مخصوص کر لیا ہے، حافظ ابوبکر بن العربی مالکی نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام ہیں، ابن العربی نے کہا یہ بہت کم ہیں ان اسماء کی تعیین کا ذکر جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں ہے، بعض اسماء میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کا تعین اسم اعظم اور لیلۃ القدر کی طرح مخفی ہے۔[2]

علامہ قرطبی نے کہا کہ جس شخص نے صحت نیت کے ساتھ جس طرح بھی ان کلمات کو گن لیا، اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔[3]

اسم اعظم کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوجعفر طبری، امام ابوالحسن الاشعری، امام ابوحاتم بن حبان، قاضی ابوبکر باقلانی وغیرہ نے اسم اعظم کا

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۰۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء کو بعض دوسرے اسماء پر فضیلت دینا جائز نہیں ہے، اور امام مالک نے اللہ تعالیٰ کے کسی اسم کو اعظم کہنا مکروہ قرار دیا ہے اور جن احادیث میں اعظم کا ذکر ہے اس سے مراد عظیم ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء عظیم ہیں، امام ابوجعفر طبری نے کہا میرے نزدیک اس سلسلہ میں تمام اقوال صحیح ہیں، کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ فلاں اسم اعظم ہے اور کوئی اسم اس سے زیادہ اعظم نہیں ہے، امام ابن حبان نے کہا کسی اسم کے اعظم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس اسم کے ساتھ دعا کرنے والے کو عظیم اجر ملے گا، امام جعفر صادق اور جنید وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے جس اسم میں ڈوب کر دعا کرے وہی اسم اعظم ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اسم اعظم کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اس نے مخلوق میں سے کسی شخص کو اس پر مطلع نہیں کیا۔

بعض علماء اسم اعظم کے ثبوت کے قائل ہیں اور اس کی تعیین میں ان کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں کل چودہ قول ہیں:

(۱)۔ امام فخر الدین رازی نے بعض اہل کشف سے نقل کیا کہ اسم اعظم "ھو" ہے۔

(۲)۔ اسم اعظم "اللہ" ہے، کیونکہ یہی وہ اسم ہے جس کا اللہ کے غیر پر اطلاق نہیں ہوتا۔

(۳)۔ اسم اعظم "اللہ الرحمٰن الرحیم" ہے اس سلسلہ میں امام ابن ماجہ نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث روایت کی ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

(۴)۔ اسم اعظم "الرحمٰن الرحیم الحی القیوم" ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: والٰھکم الٰہ واحد لاالٰہ الاھو الرحمٰن الرحیم۔ اور سورۂ آل عمران کی ابتداء اللہ لاالٰہ الاھو الحی القیوم۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

(۵)۔ "الحی القیوم" کیونکہ امام ابن ماجہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں میں ہے، بقرہ، آل عمران اور طٰہٰ، حضرت ابوامامہ کہتے ہیں، میں نے ان سورتوں میں اسم اعظم کو تلاش کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ "الحی القیوم" ہے، امام فخر الدین رازی نے بھی اس کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ربوبیت پر ان کی دلالت سب اسماء سے زیادہ ہے۔

(۶)۔ الحنان المنان بدیع السمٰوٰت والارض ذوالجلال والاکرام الحی القیوم امام احمد اور امام حاکم نے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں اس کی اصل ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۷)۔ بدیع السمٰوات والارض ذوالجلال والاکرام اس کو امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(۸)۔ "ذوالجلال والاکرام" امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے "یا ذاالجلال والاکرام" کہا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی دعا قبول ہوگی۔

(۹)۔ اللہ لاالٰہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احدٌ۔ امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اسم اعظم کی روایت کے سلسلہ میں اس روایت کی سند سب سے زیادہ قوی ہے۔

(۱۰) - "رب رب رب" امام حاکم نے حضرت ابو درداء اور حضرت ابن عباس سے روایت کیا: اللہ کا اسم اکبر رب رب ہے اور امام ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب بندہ رب رب کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لبیک میرے بندے! تو سوال کر تجھے دیا جائے گا۔

(۱۱) - "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین" امام مسلم اور امام نسائی نے حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ جو مسلمان شخص ان کلمات کے ساتھ دعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائے گا۔

(۱۲) - "ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم" امام رازی نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدین نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کو اسم اعظم کی تعلیم دے تو انھوں نے خواب میں یہ کلمات دیکھے۔

(۱۳) - اسم اعظم اسماء حسنیٰ میں مخفی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا اسم اعظم ان اسماء میں ہے جن سے تم نے دعا کی ہے۔

(۱۴) - اسم اعظم کلمۃ التوحید ہے، اس کو قاضی عیاض نے نقل کیا ہے۔ [۱]

بَابُ ۹۶ الْعَزْمِ بِالدُّعَآءِ وَلَا يَقُلْ إِنْ شِئْتَ

اصرار سے دعا کرے یہ نہ کہے کہ اگر تو چاہے تو دیدے

۶۶۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلْيَعْزِمْ فِي الدُّعَاءِ وَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ إِنْ شِئْتَ فَأَعْطِنِي فَإِنَّ اللّٰهَ لَا مُسْتَكْرِهَ لَهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو دعا میں اصرار کرے اور یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے دیدے، کیونکہ خدا کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

۶۶۸۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلٰكِنْ لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ وَلْيُعَظِّمِ الرَّغْبَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے، لیکن وہ اصرار سے سوال کرے اور بہت رغبت کرے، کیونکہ اللہ تعالے کے لیے کوئی چیز دینا مشکل نہیں ہے۔

۶۶۸۹ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے

[۱] - حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۲۵-۲۲۴، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

بْنِ اَبِیْ ذُبَابٍ) عَنْ عَطَآءِ بْنِ مِیْنَآءَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ اِنْ شِئْتَ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ اِنْ شِئْتَ لِیَعْزِمْ فِی الدُّعَآءِ فَاِنَّ اللّٰهَ صَانِعٌ مَاشَآءَ لَا مُکْرِهَ لَهٗ۔

کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے! اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، وہ دعا میں اصرار کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور اس کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں ہے۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عزم اور اصرار کے ساتھ سوال کرنا مستحب ہے اور دعا کو اس کی مشیت پر معلق کرنا مکروہ ہے، کیونکہ سوال کو اس وقت مشیت پر معلق کیا جاتا ہے جب جبر کی نفی کرنا مقصود ہو، یعنی تم چاہو تو دے دو تم پر کوئی جبر نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ پر جبر غیر متصور ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ جب سوال کرنے والا یہ کہے کہ تم چاہو تو دو تو یہ صورۃً استغناء ہے اور سب اللہ کے محتاج ہیں اور کوئی اس سے مستغنی نہیں ہے۔

بَابُ ۹۶ تَمَنِّیْ کَرَاهَةِ الْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ

مصیبت پر موت کی تمنا نہ کرے

۶۶۹۰ - حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ (یَعْنِی ابْنَ عُلَیَّةَ) عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ مُتَمَنِّیًا فَلْیَقُلِ اللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیٰوةُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ اِذَا کَانَتِ الْوَفَاةُ خَیْرًا لِّیْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے خواہی نخواہی موت کی تمنا کرنا ہو تو یوں کہے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر۔

۶۶۹۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ خَلَفٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (یَعْنِی ابْنَ سَلَمَةَ) کِلَاهُمَا عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ۔

امام مسلم نے دو سندوں کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ذکر کی، البتہ اس میں نزل کی بجائے اصاب کا لفظ ہے۔

۶۶۹۲ - حَدَّثَنِیْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَاصِمٌ عَنِ النَّضْرِ بْنِ اَنَسٍ وَاَنَسٌ یَوْمَئِذٍ حَیٌّ قَالَ اَنَسٌ لَوْلَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّیْتُهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ "تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے"، تو میں موت کی تمنا کرتا۔

۶۶۹۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا

قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہم حضرت خباب رضی

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰى خَبَّابٍ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعَ كَيَّاتٍ فِيْ بَطْنِهٖ فَقَالَ لَوْ مَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا اَنْ نَّدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهٖ۔

اللہ عنہ کے پاس گئے درآں حالیکہ ان کے پیٹ پر سات داغ لگائے گئے تھے۔ انھوں نے کہا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو موت کی دعا سے منع نہ کیا ہوتا تو میں موت کی دعا کرتا۔

۶۶۹۴۔ حَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَجَرِيْرُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيْدِ وَوَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ وَيَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں۔

۶۶۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَا يَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ وَاِنَّهٗ لَا يَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهٗ اِلَّا خَيْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا کرے نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے کیونکہ تم میں سے جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے اور مومن کی عمر زیادہ ہونے سے خیر ہی زیادہ ہوتی ہے۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: مرض، غربت، دشمن کا خوف اور دنیا کی کسی اور مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی شخص کو اپنے دین میں کسی ضرر یا فتنہ کا خوف ہو تو پھر موت کی تمنا میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ حدیث میں دنیا کی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا سے منع کیا ہے اور اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ دین کے فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا جائز ہے اور سلف صالحین میں سے بہت سے بزرگوں نے دین میں فتنہ کی وجہ سے موت کی تمنا کی ہے۔

بَابُ ۹۶۲ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ

جو اللہ سے ملنے کو محبوب رکھے اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے

۶۶۹۶۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عُبَادَةَ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے

بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ۔

ملنے کو محبوب رکھے، اللہ بھی اس سے ملنے کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔

۶۶۹۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهٗ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل حدیث روایت کی۔

۶۶۹۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الرُّزِّيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ الْهُجَيْمِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ فَكُلُّنَا نَكْرَهُ الْمَوْتَ فَقَالَ لَيْسَ كَذٰلِكِ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَرِضْوَانِهٖ وَجَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَسَخَطِهٖ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے، اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، میں نے کہا اے نبی اللہ! کیا موت کی ناپسندیدگی بھی؟ ہم میں سے ہر شخص (طبعاً) موت کو ناپسند کرتا ہے، آپ نے فرمایا یہ بات نہیں ہے، لیکن جب مومن کو اللہ کی رحمت رضوان اور جنت کی بشارت دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی خبر دی جائے تو وہ اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے سو اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

۶۶۹۹ - حَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ حَدَّثَنَا سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی ہے۔

۶۷۰۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ زَكَرِيَّآءَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَالْمَوْتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا

قَبْلَ لِقَآءِ اللّٰهِ ۔

ہے ، اور موت اللہ کی ملاقات سے پہلے ہے ۔

۶۷۰۱ - حَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّآءُ عَنْ عَامِرٍ حَدَّثَنِيْ شُرَيْحُ بْنُ هَانِئٍ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهٖ ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثل فرمایا ۔

۶۷۰۲ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ اَخْبَرَنَا عَبْثَرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ قَالَ فَاَتَيْتُ عَائِشَةَ فَقُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَذْكُرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا اِنْ كَانَ كَذٰلِكَ فَقَدْ هَلَكْنَا فَقَالَتْ اِنَّ الْهَالِكَ مَنْ هَلَكَ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَلَيْسَ مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا وَهُوَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ فَقَالَتْ قَدْ قَالَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ بِالَّذِيْ تَذْهَبُ اِلَيْهِ وَلٰكِنْ اِذَا شَخَصَ الْبَصَرُ وَحَشْرَجَ الصَّدْرُ وَاقْشَعَرَّ الْجِلْدُ وَتَشَنَّجَتِ الْاَصَابِعُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ مَنْ اَحَبَّ لِقَآءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَآءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَآءَهٗ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ، شریح بن ہانی کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور میں نے کہا اے ام المومنین! میں نے حضرت ابوہریرہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے ، اگر واقعی اسی طرح ہے تو ہم تو مارے گئے ، حضرت عائشہ نے فرمایا : رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول سے جو ہلاک ہوا وہ واقعی ہلاک ہو گیا ، بتاؤ وہ کیا حدیث ہے ؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے ، اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ، اور ہم میں ایسا کوئی نہیں ہوگا جو موت کو ناپسند نہ کرتا ہو! حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا تھا ، لیکن اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو تم نے سمجھا ہے ، لیکن جب آنکھیں اوپر اٹھ جائیں اور سینہ میں دم گھٹ جائے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور انگلیاں ٹیڑھی ہو جائیں اس وقت جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے ۔

۶۷۰۳ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ أَخْبَرَنِي جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ عَبْثَرٍ.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۰۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو عَامِرٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ.

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو پسند یا ناپسند کرنے کا موقع اور محل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا محل وہ وقت ہے جب انسان حالت نزع میں ہوتا ہے، جس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی، اس وقت انسان کو اس کے انجام کی خبر دی جاتی ہے اور آخرت میں اس کی جو جزا یا سزا تیار کی گئی ہے وہ اس پر منکشف کر دی جاتی ہے پس اہل سعادت موت کو اور اللہ سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں تاکہ اپنی جزا کی طرف منتقل ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے ملاقات کو پسند کرتا ہے اور ان پر انعام واکرام کرتا ہے اور اہل شقاوت اپنے عذاب کو دیکھ کر اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں اور اللہ بھی ان سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور ان سے اپنی رحمت اور کرامت کو دور کر دیتا ہے۔ [1]

بَابُ ۹۶۳ فَضْلِ الذِّكْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّقَرُّبِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى

ذکر اور دعا کی فضیلت، اور اللہ کے تقرب کا بیان

۶۷۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

۶۷۰۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارِ بْنِ عُثْمَانَ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى (يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ) وَابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سُلَيْمَانَ (وَهُوَ التَّيْمِيُّ) عَنْ أَنَسِ بْنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب بندہ مجھ سے بہ قدر ایک بالشت قریب ہوتا ہے

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

مَالِكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَقَرَّبَ عَبْدِي مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَإِذَا تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا أَوْ بُوعًا وَإِذَا أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

تو میں اس سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے اور جب وہ مجھ سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے بہ قدر چار ہاتھ قریب ہوتا ہے اور وہ میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۷۰۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقَيْسِيُّ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ إِذَا أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ) قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَذْكُرُنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خَيْرٍ مِنْهُ وَإِنِ اقْتَرَبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِنِ اقْتَرَبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا اقْتَرَبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوں، اگر وہ میرا تنہا ذکر کرے تو میں بھی اس کا تنہا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میرا جماعت میں ذکر کرے تو میں اس سے افضل جماعت میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اگر وہ بہ قدر ایک بالشت میرے قریب ہو تو میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہو تو میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چلتا ہوا آئے تو میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۷۰۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَأَزِيدُ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَجَزَاؤُهُ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا أَوْ أَغْفِرُ وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّي ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً وَمَنْ لَقِيَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطِيئَةً لَا يُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَقِيتُهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اسے اس کی دس مثل اجر ملتا ہے اور میں مزید اجر دیتا ہوں اور زیادہ جزا ملتی ہے اور جو شخص ایک برائی کرتا ہے اسے صرف ایک برائی کی سزا ملتی ہے، یا میں اس کو معاف کر دیتا ہوں، اور جو بہ قدر ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو مجھ سے بہ قدر ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے بقدر چار ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چلتا

بِمِثْلِهَا مَغْفِرَةً قَالَ إِبْرَاهِيمُ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ بِهَذَا الْحَدِيثِ۔

ہوا آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں اور جو شخص تمام روئے زمین کے برابر گناہ کر کے مجھ سے ملے اور اس نے شرک نہ کیا ہو تو میں اس سے اتنی ہی مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔

۶۷۱۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا أَوْ أَزِيدُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، البتہ اس میں یہ ہے کہ اسے اس کا دس مثل اجر ملتا ہے اور میں مزید اجر دیتا ہوں۔

اجر و ثواب میں مختلف النوع اضافوں کی حکمتیں

قرآن مجید میں اجر میں زیادتی سے متعلق حسب ذیل آیات ہیں:

۱۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها (انعام: ۱۶۰)

جو شخص ایک نیکی لائے تو اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا اجر ملے گا۔

۲۔ مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضعف لمن یشآء والله واسع علیم (بقرہ: ۲۶۱)

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی طرح ہے جس نے سات خوشے اگائے ہر خوشے میں سو دانے ہیں، اور جس کے لیے اللہ چاہے اس کو دگنا کر دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا بہت علم والا ہے۔

۳۔ انما یوفی الصابرون اجرهم بغیر حساب۔ (زمر: ۱۰)

صبر کرنے والوں کو ان کا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تین طرح اجر میں اضافہ فرماتا ہے، دس گنا اجر دیتا ہے، سات سو گنا عطا فرماتا ہے اور بے حساب اجر دیتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اجر میں یہ مختلف النوع اضافہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں حساب سے خرچ کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کو حساب سے اجر عطا فرمائے اور جو اللہ کی راہ میں بے حساب خرچ کرے وہ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ اجر میں یہ فرق نیت میں صدق اور اخلاص کے فرق کی وجہ سے ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنی مرضی اور خوشی سے راہ خدا میں دینا آسان ہے اور کسی ناگہانی افتاد اور نقصان پر صبر کرنا بہت مشکل ہے اس لیے جو اپنی مرضی اور خوشی سے راہ خدا میں دیں ان کو اللہ تعالیٰ سات سو گنا تک اجر عطا فرماتا ہے اور جو کسی ناگہانی نقصان پر صبر کریں ان کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے، یہ وہ نکات ہیں جو ہماری سمجھ میں آئے اور اپنے کلام کے اسرار و رموز کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

باب ۹۶۴ کراھۃ الدعاء بتعجیل العقوبۃ فی الدنیا

دنیا میں سزا ملنے کی دعا کرنے کی کراہت

۶۷۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْحَسَّانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُو بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ قَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَقُولُ اللَّهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِي بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِي فِي الدُّنْيَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللَّهِ لَا تُطِيقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيعُهُ أَفَلَا قُلْتَ اللَّهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللَّهَ لَهُ فَشَفَاهُ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی عیادت کی جو چوزہ کی طرح لاغر ہو گیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا دعا کرتا تھا یا اس سے کسی چیز کا سوال کرتا تھا، اس نے کہا جی! میں یہ سوال کرتا تھا: اے اللہ! تو مجھ کو آخرت میں جو سزا دینے والا ہے سو اس کے بدلہ میں مجھے دنیا میں ہی سزا دے دے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کی طاقت نہیں رکھتے یا فرمایا: تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے تم نے یہ دعا کیوں نہ کی: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھی چیزیں عطا کر اور آخرت میں بھی عمدہ نعمتیں عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا، راوی نے کہا آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ان کو شفا دے دی۔

۶۷۱۲ - حَدَّثَنَاهُ عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَى قَوْلِهِ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَلَمْ يَذْكُرِ الزِّيَادَةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی اس میں "ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا" تک حدیث ہے، اور اس کے بعد نہیں ہے۔

۶۷۱۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَعُودُهُ وَقَدْ صَارَ كَالْفَرْخِ بِمَعْنَى حَدِيثِ حُمَيْدٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ لَا طَاقَةَ لَكَ بِعَذَابِ اللَّهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فَدَعَا اللَّهَ لَهُ فَشَفَاهُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہ چوزہ کی طرح لاغر ہو گیا تھا، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس میں یہ ہے: تم اللہ کے عذاب کو برداشت نہیں کر سکتے، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آپ نے اس کے لیے اللہ سے دعا کی، تو اللہ نے اس کو شفا دے دی۔

۶۷۱۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم

قَالَا حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ الْعَطَّارُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ.

سے اس حدیث کو روایت کیا۔

(ف): علامہ نووی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث میں دنیا میں سزا ملنے کی دعا کرنے کی ممانعت ہے اور دنیا اور آخرت کی نعمتوں کے حصول کی دعا کی فضیلت ہے، مریض کی عیادت کا استحباب ہے، اور بلاء اور آزمائش میں دعا کا استحباب ہے، دنیا میں حسنہ یہ ہے کہ عبادت اور عافیت حاصل ہو اور آخرت میں حسنہ یہ ہے کہ مغفرت اور جنت حاصل ہو۔

بَابُ ۹۶۵ فَضْلِ مَجَالِسِ الذِّكْرِ ۔ مجالس ذکر کی فضیلت

۶۷۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمِ بْنِ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضُلًا يَتَتَبَّعُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُمْ وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى يَمْلَئُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا تَفَرَّقُوا عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَكَ فِي الْأَرْضِ يُسَبِّحُونَكَ وَيُكَبِّرُونَكَ وَيُهَلِّلُونَكَ وَيَحْمَدُونَكَ وَيَسْأَلُونَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْأَلُونِي قَالُوا يَسْأَلُونَكَ جَنَّتَكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا لَا أَيْ رَبِّ قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ وَمِمَّ يَسْتَجِيرُونِي قَالُوا مِنْ نَارِكَ يَا رَبِّ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا وَيَسْتَغْفِرُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَأَعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَأَجَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا قَالَ فَيَقُولُونَ رَبِّ فِيهِمْ فُلَانٌ عَبْدٌ خَطَّاءٌ إِنَّمَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ کے گھوم گشت کرنے والے فرشتے ہیں جو ذکر کی مجالس کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں، جب وہ ذکر کی کوئی مجلس دیکھتے ہیں تو ان (ذاکرین) کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے بعض فرشتے بعض دوسرے فرشتوں کو (اوپر تلے) ڈھانپ لیتے ہیں، حتیٰ کہ زمین سے لے کر آسمان دنیا تک جگہ بھر جاتی ہے، جب ذاکرین مجلس سے اٹھ جاتے ہیں تو یہ فرشتے آسمان کی طرف چڑھ کر جاتے ہیں، پھر اللہ عزوجل ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اس کو ان سے زیادہ علم ہوتا ہے "تم کہاں سے آئے ہو؟" وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین پر تیرے بندوں کے پاس سے آئے ہیں، جو سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ کہہ رہے تھے اور تجھ سے سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت کو دیکھ لیتے

مَرَّ فَجَلَسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ ۔

تو؛ فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اے رب تیری دوزخ سے پناہ مانگتے تھے ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : کیا انھوں نے میری دوزخ کو دیکھا ہے ؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری دوزخ کو دیکھ لیتے تو پھر کس قدر پناہ مانگتے ! فرشتے عرض کرتے ہیں اور وہ تجھ سے استغفار کرتے تھے ، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ انھوں نے مانگا وہ میں نے ان کو عطا کر دیا اور جس چیز سے انھوں نے پناہ مانگی اس سے میں نے ان کو پناہ دے دی ، آپ نے فرمایا فرشتے عرض کرتے ہیں : اے میرے رب ان میں فلاں بندہ خطاکار تھا ، وہ اس مجلس کے پاس سے گذرا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا ، آپ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا ، یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا !

مجلس ذکر کے مصادیق

اس حدیث میں ہے کہ فرشتے جب مجلس ذکر کو دیکھتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں :
علامہ ابی مالکی اس کی شرح میں لکھتے ہیں : علامہ خطابی نے کہا ہے : جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کا بیان کیا جائے وہ مجلس ذکر ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ جس مجلس میں قرآن مجید اور احادیث کی تعلیم ہو اور فقہی احکام کا بیان کیا جائے اور لوگوں پر حلال و حرام کو واضح کیا جائے وہ بھی مجلس ذکر ہے ، اور تسبیح سے مراد عام ہے تسبیح حالی ہو یا قولی ۔

اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے ، یعنی سبحان اللہ ، الحمد للہ ، اللہ اکبر کہا جائے لا الہ الا اللہ پڑھا جائے اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت طلب کی جائے ، جنت کا سوال کیا جائے اور دوزخ سے پناہ مانگی جائے وہ مجلس ذکر ہے ، ہر چند کہ علامہ ابی کی ذکر کردہ مجالس بھی مجلس ذکر ہیں ، جب کہ تسبیح اور تہلیل سے مراد عام ہو قولاً یا حالاً ۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے سوال فرماتا ہے تم کہاں سے آئے ہو ؟ اس سوال کی حکمت فرشتوں کو اس پر متنبہ کرنا ہے کہ تم نے تو ابن آدم کے متعلق کہا تھا کہ یہ زمین میں فتنہ و فساد اور خونریزی کرے گا ، جیسے اللہ تعالیٰ یوم عرفہ کو فرشتوں سے فرماتا ہے دیکھو میرے بندے پریشان حال اور غبار آلود بالوں کے ساتھ میرے پاس آئے ہیں ، ہیں تم کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بخش دیا ۔

ذکر کی اقسام

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں ذکر باللسان اور ذکر بالقلب اور ذکر بالقلب کی دو

قسمیں ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی عظمت اور جلال میں غور و فکر کیا جائے اور زمین و آسمان میں جو اس کی ذات اور صفات پر نشانیاں ہیں ان میں تدبر کیا جائے، دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کے امر اور نہی کے موقع پر عمل کرنا نہ بھولے، امر کو بجالائے اور جس چیز سے منع کیا ہے اس سے رُک ے، ان اقسام میں ذکر خفی کرنا سب سے افضل ہے، کیونکہ حدیث میں ہے افضل ذکر خفی ہے اور ذکر خفی سے مراد غور و فکر کرنا ہے اور سب سے ضعیف درجہ کا ذکر، زبان سے ذکر کرنا ہے، لیکن اس کی بہت فضیلت ہے اور اس سلسلہ میں بکثرت روایات ہیں۔

ذکر بالجہر اور ذکر خفی میں کون سا ذکر افضل ہے؟

علامہ طبری نے ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ آیا ذکر باللسان افضل ہے یا ذکر بالقلب، میرے نزدیک یہ اختلاف اس وقت ہے جب ذکر بالقلب فقط تہلیل اور تسبیح کے ساتھ ہو اور زبان سے نطق نہ کیا جائے، اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ ذکر خفی جو غور و فکر کا نام ہے وہ ذکر باللسان سے افضل ہے، جس شخص نے یہ کہا کہ ذکر بالقلب افضل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ پوشیدہ عمل ہے اور جس نے ذکر باللسان کو افضل کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ عمل اور زیادہ مشقت ہے اور جس عمل میں زیادہ مشقت ہو اس کا اجر زیادہ ہوتا ہے، اسی طرح اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ذکر بالقلب کا فرشتوں کو علم ہوتا ہے اور وہ اس کو لکھتے ہیں یا نہیں، بعض علماء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر بالقلب کی کوئی علامت مقرر کی ہے جس سے فرشتوں کو اس کا علم ہو جاتا ہے اور وہ اس کو لکھ لیتے ہیں اور بعض علماء نے کہا فرشتے ذکر بالقلب پر مطلع ہوتے ہیں نہ لکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فرشتے ذکر بالقلب کو لکھتے ہیں اور ان کو اس کا علم ہوتا ہے اور یہ کہ حضور قلب کے ساتھ ذکر باللسان، ذکر بالقلب سے افضل ہے۔ [1]

اللہ کا ذکر کرنے والوں کا مرتبہ

اس حدیث کے آخر میں ہے "یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم نہیں کیا جاتا۔"

اس حدیث میں علماء، صالحین اور اولیاء اللہ کی عظیم فضیلت کا بیان ہے، کیونکہ کعبہ اور لیلۃ القدر بھی کریم ہیں اور ان کی وجہ سے اجر و ثواب بڑھتا ہے، لیکن جو کعبہ میں جا کر عبادت کرے یا لیلۃ القدر کو پا کر عبادت کرے اس کا اجر و ثواب بڑھتا ہے اور جو عبادت نہ کرے اس کو اجر و ثواب نہیں ملتا، لیکن اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ جو ان کی مجلس میں چلا جائے عبادت کرے یا نہ کرے بخشا جاتا ہے، نیز کعبہ اور لیلۃ القدر کی وجہ سے اجر و ثواب میں اضافہ تو ہوتا ہے لیکن بخشش کی ضمانت نہیں ہے اور جو ذکر کرنے والوں کی مجلس میں آ کر بیٹھ جائے اسے مغفرت اور بخشش کی نوید سنائی گئی ہے۔

بَابُ ۹۶۶ اَكْثَرِ دُعَآءِ هٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اکثر اوقات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا بیان

۶۷۱۶ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۲۳ - ۱۲۱ ملخصاً مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَأَلَ قَتَادَةُ أَنَسًا أَيُّ دَعْوَةٍ كَانَ يَدْعُو بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ قَالَ كَانَ أَكْثَرُ دَعْوَةٍ يَدْعُو بِهَا يَقُولُ اللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ وَكَانَ أَنَسٌ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدَعْوَةٍ دَعَا بِهَا فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ بِدُعَاءٍ دَعَا بِهَا فِيهِ۔

کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کون سی دعا زیادہ کرتے تھے، حضرت انس نے کہا آپ اکثر یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی دے اور آخرت میں بھی اچھائی دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، راوی نے کہا کہ حضرت انس جب دعا کا ارادہ کرتے تو یہ دعا کرتے اور جب وہ کسی اور دعا کا ارادہ کرتے تو اس میں یہ دعا شامل کر لیتے۔

۶۷۱۷ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

(ف): اس دعا کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ جامع دعا ہے، دنیا اور آخرت کی خیر کو شامل ہے، دنیا کی خیر سے مراد عبادت، لیسر، مخلوق سے استغناء اور ثناء جمیل ہے اور آخرت کی خیر سے مراد اللہ کی رضا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قرب اور شفاعت، جنت کا حصول اور اجر و ثواب میں زیادتی ہے۔

بَابٌ ۹۶۲ فَضْلِ التَّهْلِيلِ وَالتَّسْبِيحِ وَالدُّعَاءِ

لا الٰہ الا اللہ، سبحان اللہ کہنے اور دعا کرنے کی فضیلت

۶۷۱۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ لَهُ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ وَكُتِبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِرْزًا مِنَ الشَّيْطٰنِ يَوْمَهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے دن میں سو مرتبہ یہ پڑھا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اس شخص کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اس کے سو گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور یہ کلمات صبح سے شام تک اس کی شیطان سے حفاظت کا سبب ہوتے ہیں، اور کوئی شخص اس سے زیادہ افضل عمل نہیں کر سکتا، ماسوا اس شخص کے جو ان کلمات کو اس سے زیادہ مرتبہ پڑھے، اور جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے

جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۶۷۱۹ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ سُمَيٍّ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح اور شام کے وقت سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھتا ہے، قیامت کے دن کوئی شخص اس سے زیادہ افضل عمل نہیں لا سکتا، ماسوا اس شخص کے جس نے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ان کلمات کو پڑھا ہو۔

۶۷۲۰ - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ أَبُو أَيُّوبَ الْغَيْلَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ (يَعْنِي الْعَقَدِيَّ) حَدَّثَنَا عُمَرُ وَهُوَ ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَشْرَ مِرَارٍ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ أَرْبَعَةَ أَنْفُسٍ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ وَقَالَ سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي السَّفَرِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُثَيْمٍ بِمِثْلِ ذَلِكَ قَالَ فَقُلْتُ لِلرَّبِيعِ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ فَأَتَيْتُ عَمْرَو بْنَ مَيْمُونٍ فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ فَأَتَيْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى فَقُلْتُ مِمَّنْ سَمِعْتَهُ قَالَ مِنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ يُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے دس بار یہ پڑھا: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا اجر ملے گا، سلیمان نے اس حدیث کو ربیع بن خثیم سے روایت کیا، شعبی کہتے ہیں میں نے ربیع سے پوچھا تم نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا عمرو بن میمون سے، پھر میں نے عمرو سے پوچھا آپ نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا ابن ابی لیلی سے، پھر میں ابن ابی لیلی کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تم نے اس حدیث کو کس سے سنا؟ انھوں نے کہا میں نے اس حدیث کو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا اور انھوں نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

۶۷۲۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ قَالُوا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے اور میزان پر بھاری ہیں اور اللہ کو محبوب ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

۶۷۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقُولَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے، جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

۶۷۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى الْجُهَنِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا مُوسَى الْجُهَنِيُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلِّمْنِي كَلَامًا أَقُولُهُ قَالَ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ قَالَ فَهٰؤُلَاءِ لِرَبِّي فَمَا لِي قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي قَالَ مُوسٰى أَمَّا عَافِنِي فَأَنَا أَتَوَهَّمُ وَمَا أَدْرِي وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي حَدِيثِهِ قَوْلَ مُوسٰى۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے کچھ کلمات پڑھنے کی تعلیم دیجئے آپ نے فرمایا: یہ کہو لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ رب العلمین لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔
اس شخص نے کہا یہ کلمات تو میرے رب کے لیے ہیں، میرے لیے کیا ہیں، آپ نے فرمایا: یہ کہو اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی راوی نے کہا مجھے عافنی کا بھی خیال ہے لیکن مجھے یاد نہیں ہے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی روایت میں اس راوی کا قول ذکر نہیں کیا۔

۶۷۲۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ (يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ) حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ مَنْ أَسْلَمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي۔

ابو مالک اشجعی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: جو شخص اسلام قبول کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ان کلمات کی تعلیم دیتے تھے: اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی۔

۶۷۲۵ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَزْهَرَ الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَسْلَمَ عَلَّمَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ ثُمَّ أَمَرَهُ أَنْ يَدْعُوَ بِهٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي۔

ابو مالک اشجعی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نماز کی تعلیم دیتے، پھر اس کو ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیتے: اللھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی۔

۶۷۲۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا أَبُو مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ

ابو مالک اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ اَقُوْلُ حِیْنَ اَسْاَلُ رَبِّیْ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَیَجْمَعُ اَصَابِعَہٗ اِلَّا الْاِبْھَامَ فَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ تَجْمَعُ لَکَ دُنْیَاکَ وَاٰخِرَتَکَ۔

ہوا، اس نے کہا یا رسول اللہ! جب میں اپنے رب سے دعا کروں تو کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا: کہو اللھم اغفر لی وارحمنی وعافنی وارزقنی۔ آپ نے انگوٹھے کے سوا تمام انگلیاں جمع کیں اور فرمایا: یہ کلمات تمہاری دنیا اور آخرت کے لیے جامع ہیں۔

۶۷۲۷۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ وَعَلِیُّ بْنُ مُسْھِرٍ عَنْ مُوْسَی الْجُھَنِیِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ (وَاللَّفْظُ لَہٗ) حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا مُوْسَی الْجُھَنِیُّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیَعْجِزُ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّکْسِبَ کُلَّ یَوْمٍ اَلْفَ حَسَنَۃٍ فَسَاَلَہٗ سَائِلٌ مِّنْ جُلَسَائِہٖ کَیْفَ یَکْسِبُ اَحَدُنَا اَلْفَ حَسَنَۃٍ قَالَ یُسَبِّحُ مِائَۃَ تَسْبِیْحَۃٍ فَیُکْتَبُ لَہٗ اَلْفُ حَسَنَۃٍ اَوْ یُحَطُّ عَنْہُ اَلْفُ خَطِیْئَۃٍ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے: آپ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ہر روز ایک ہزار نیکیاں کرنے سے عاجز ہے؟ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک نے سوال کیا: ہم میں سے کوئی شخص ایک ہزار نیکیاں کیسے کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ سو مرتبہ سبحان اللہ کہے اس کے لیے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی یا اس کے ایک ہزار گناہ مٹا دیے جائیں گے۔

بَابُ ۹۶ فَضْلِ الْاِجْتِمَاعِ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَعَلَی الذِّکْرِ

تلاوت قرآن اور ذکر کے لیے اجتماع کی فضیلت

۶۷۲۸۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیَی التَّمِیْمِیُّ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْھَمْدَانِیُّ (وَاللَّفْظُ لِیَحْیٰی) قَالَ یَحْیٰی اَخْبَرَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَۃً مِّنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَۃً مِّنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ بِہٖ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی مسلمان کی دنیاوی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کی، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کر دے گا، اور جس شخص نے کسی تنگ دست کے لیے آسانی کی اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت میں آسانی کر دے گا، اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا، اور جب تک کوئی بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا رہتا ہے، اور جو شخص علم کو طلب کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلا، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کچھ

بُيُوتِ اللّٰهِ يَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَيَتَدَارَسُوْنَهٗ بَيْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ وَمَنْ بَطَّاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ۔

لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت اور اس کے درس کے لیے جب بھی جمع ہوتے ہیں ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، اور جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں میں ان کا ذکر کرتا ہے اور جس شخص کے اعمال اس کو پیچھے کر دیں اس کا نسب انھیں آگے نہیں بڑھائے گا۔

۶۷۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَاهُ نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَا حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ غَيْرَ اَنَّ حَدِيْثَ اَبِيْ اُسَامَةَ لَيْسَ فِيْهِ ذِكْرُ التَّيْسِيْرِ عَلَى الْمُعْسِرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حدیث بھی مثل سابق ہے، البتہ اس کی ایک سند کے ساتھ تنگ دست پر آسانی کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۳۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ سَمِعْتُ اَبَا اِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِيْ مُسْلِمٍ اَنَّهٗ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰى اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان دونوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ گواہی دی کہ آپ نے فرمایا: جو قوم بھی اللہ عزوجل کے ذکر کے لیے بیٹھتی ہے اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا اپنے فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔

۶۷۳۱ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۷۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْ نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلٰى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ قَالَ آٰللّٰهِ مَا اَجْلَسَكُمْ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ کا گزر مسجد کے حلقے میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر ہوا، انھوں نے کہا تم کیوں بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے مسجد میں بیٹھے ہیں، انھوں نے کہا بخدا کیا تم صرف اسی لیے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا بخدا

إِلَّا ذَاكَ قَالُوا وَاللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيثًا مِنِّي وَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ آللّٰهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ قَالُوا وَاللّٰهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلٰكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ۔

ہم صرف اسی لیے بیٹھے ہیں، حضرت معاویہ نے کہا میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو میں سب سے کم روایت کرنے والا ہوں، اور بے شک ایک بار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب کے ایک حلقہ سے گذر ہوا، آپ نے فرمایا تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ ہم نے کہا ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، اور اللہ نے ہم کو اسلام کی ہدایت دے کر جو ہم پر احسان کیا ہے اس کا شکر ادا کرنے کے لیے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا: بخدا تم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا بہ خدا ہم اسی وجہ سے بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا میں نے تم پر کسی بدگمانی کی وجہ سے تم سے قسم نہیں لی، لیکن ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے اور انھوں نے مجھے بتایا کہ اللہ عزوجل تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے۔

بَابُ ۹۶۹ اِسْتِحْبَابِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالْاِسْتِكْثَارِ مِنْهُ

استغفار کرنے کا استحباب اور بہ کثرت استغفار کرنے کا بیان

۶۷۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنِ الْأَغَرِّ الْمُزَنِيِّ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَى قَلْبِي وَإِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

حضرت اغر مزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (یہ صحابی ہیں) کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے دل پر کبھی (انوار کے غلبہ سے) ابر چھا جاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر غین (ابر) چھانے کی توجیہات

اس باب کی حدیث میں ہے: انہ لیغان علی قلبی "میرے دل پر ابر آجاتا ہے"۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الغین الغیم هو السحاب [1] غین کے معنی ابر ہیں۔

[1] علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۹ ص ۲۹۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اہل لغت نے کہا ہے کہ غین کے معنی ابر اور بادل ہیں، یہاں اس سے مراد وہ چیز ہے جس سے دل پر حجاب ہو قاضی عیاض نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ضعف اور غفلت ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام کا تقاضا یہ ہے کہ آپ دائماً اللہ کا ذکر کریں اور جب آپ اس میں کمی یا غفلت کرتے (زیادہ بہتر یہ کہنا ہے کہ جب آپ فرائض نبوت اور حوائج بشریہ میں مشغولیت کے سبب ذکر نہ کر سکتے) تو آپ اس ترک ذکر کو ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے دوسرا قول یہ ہے کہ آپ امت کے معاملات اور ان کی مصلحتوں میں غور و فکر، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرنے اور کبھی ان کی مدارات اور تالیف میں مشغول رہنے کی وجہ سے ذکر نہ کر پاتے تو آپ اس کو اپنے عظیم مقام کے اعتبار سے ترک خیال فرماتے اور اس پر استغفار فرماتے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس ابر سے مراد وہ سکینہ (طمانیت اور وقار) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پر نازل فرمایا تھا، اور آپ کا استغفار کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج اور عبودیت کے اظہار، خضوع و خشوع، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرنے کے لیے تھا، محاسبی نے کہا ہے کہ ہر چند کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون ہوتے ہیں، اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے خوفزدہ رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ جس وقت آپ پر خشیت الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اس وقت آپ کے دل پر ایک ابر آجاتا ہے اور آپ کا استغفار کرنا، اللہ کی نعمتوں پر شکر کی وجہ سے ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاف اور شفاف دلوں میں بھی بعض اوقات کچھ خواہشات پیدا ہوتی ہیں اور خیالات آتے ہیں جن کو حدیث نفس کہتے ہیں، اس کو ابر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی پر یہ نفوس قدسیہ استغفار کرتے ہیں۔ [1]

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عام لوگوں کے حق میں غین کا معنی ہے معصیت کی وجہ سے دل پر زنگ آجانا قرآن مجید میں ہے:

كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون (تطفیف: ۱۴)

ہرگز نہیں! بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا۔

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے لیے غین کا لفظ استعمال فرمایا اس کی مختلف توجیہات ہیں جن میں سے بعض کو ذکر کیا گیا ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض شیوخ نے بیان کیا کہ یہ تمام توجیہات تکلف ہیں اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات میں ہر روز ترقی ہوتی تھی اور جب آپ اگلے مقام پر ترقی فرماتے تو آپ کو پچھلا مقام بہ منزلہ ابر اور حجاب کے محسوس ہوتا تب آپ اس مقام سے استغفار کرتے۔ [2]

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کی کیفیت سے بحث کرنا ہماری حدود میں نہیں ہے اور یہ حدیث متشابہات میں سے ہے اور امام ابوالحسن شاذلی نے کہا یہ ابر، انوار کا ابر ہے اغیار کا ابر نہیں ہے۔ [1]

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کی توجیہات

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
اس حدیث میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا ذکر ہے اور استغفار کرنا وقوع معصیت کو مستلزم ہے، حالانکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، فقہاء اسلام نے اس اشکال کے حسب ذیل جوابات دیے ہیں:

(۱)۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا غین (ابر) کی وجہ سے ہے۔ اور غین کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ یہ کمال ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر ہم کسی شے کو مسلسل دیکھتے رہیں تو اس سے ہم کو مشقت ہوتی ہے، لیکن اگر دیکھنے کے دوران ہم ایک آن کے لیے پلک جھپکالیں تو یہ نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود ہمارے حق میں رحمت ہوگا اور اس سے ہمارے دیکھنے کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا، اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انوار الٰہیہ کے مشاہدہ میں مشغول رہتے ہیں اور اگر آپ لگاتار یہ مشاہدہ کرتے ہیں تو اس سے آپ کو مشقت ہوگی اس لیے اللہ تعالیٰ گاہے گاہے آپ کے قلب پر ابر نازل کر دیتا ہے یا امور دنیاوی میں مشغول کر کے کچھ وقت کے لیے یہ مشاہدہ منقطع کر دیتا ہے اور ہر چند کہ اس ابر یا انقطاع سے آپ کے مشاہدہ کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق واقع نہیں ہوتا پھر بھی آپ اپنے بلند مقام کے اعتبار سے اس ابر کو ذنب شمار کر کے اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۲)۔ ابن الجوزی نے کہا ہے کہ بشری کمزوریوں سے کوئی شخص محفوظ نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر چند کہ کبائر سے معصوم ہیں لیکن وہ صغائر سے معصوم نہیں ہیں، ابن الجوزی کا یہ قول مذہب مختار کے علاوہ ہے۔ اور صحیح راجح مذہب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہیں۔

(۳)۔ علامہ ابن بطال نے کہا ہے کہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء علیہم السلام عبادت کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اس کے باوجود وہ اپنی تقصیر کا اعتراف کرتے رہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہ ہو سکنے پر وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔

(۴)۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کھانے، پینے، سونے، آرام کرنے، ازواج کے حقوق ادا کرنے، لوگوں سے گفتگو کرنے ان کی مصلحتوں میں غور کرنے، مسلمانوں کے دشمنوں سے کبھی جنگ کرنے اور کبھی ان کی تالیف اور مدارات کرنے اور دیگر مباح امور میں مشغول رہنے کی وجہ سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کے مشاہدہ اور مراقبہ سے قاصر رہتے اور اپنے عظیم مقام اور حضرت احدیت میں اپنی وجاہت کے پیش نظر آپ اس کو بھی ذنب شمار کرتے اور اس پر استغفار کرتے۔

(۵)۔ آپ کا یہ استغفار امت کی تعلیم اور تشریع کے لیے ہے۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۲۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

(۲)۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں کہا نبی صلے اللہ علیہ وسلم دائماً ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب آپ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تو اپنے پہلے حال کو ذنب خیال فرماتے ہیں اور اس پر استغفار کرتے ہیں۔[۱]

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے، حالانکہ آپ معصوم اور مغفور ہیں اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

(۱)۔ استغفار کرنا عبادت ہے۔

(۲)۔ آپ امت کی تعلیم کے لیے استغفار کرتے تھے، کہ جب آپ معصوم اور مغفور ہونے کے باوجود استغفار سے مستغنی نہیں ہیں تو امت کو کس قدر استغفار کرنا چاہیے۔

(۳)۔ آپ ترک اولیٰ کی وجہ سے استغفار کرتے تھے۔

(۴)۔ آپ تواضعاً استغفار کرتے تھے۔

(۵)۔ آپ سے جو سہو واقع ہوئے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(۶)۔ امت کے معاملات اور اپنے نجی معمولات میں مشغول رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور اور استغراق میں فرق آجاتا آپ اس کو ذنب خیال کرتے تھے، اگرچہ یہ تمام امور اعظم عبادات اور افضل اعمال پر مشتمل تھے لیکن چونکہ ان میں درجہ عالی سے نزول ہے اس لیے آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

(۷)۔ بشری تقاضوں سے کبھی بے توجہی اور غفلت طاری ہوتی ہے، آپ ان پر استغفار کرتے تھے۔

علامہ عینی نے ابن جوزی کے اس قول کا رد کیا ہے کہ آپ صغائر پر استغفار کرتے تھے اور یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہیں۔[۲]

اس بحث میں یہ جواب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فسبح بحمد ربك واستغفره — سو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں۔

(نصر: ۳)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو استغفار کرنے کا حکم دیا تو آپ امتثال امر اور اس کا حکم ماننے کے لیے استغفار کرتے تھے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان اللہ یحب التوابین — اللہ تعالیٰ بہت توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

(بقرہ: ۲۲۲)

تو آپ اللہ تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لیے دن میں سو بار سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔

ان سطور کے لکھتے وقت یہ دو جواب اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں القاء کیے، وللہ الحمد علی ذالک۔

---

[۱] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۰۲۔۱۰۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

بَابُ ۹۷ التَّوْبَةِ

توبہ کا بیان

۶۷۳۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْاَغَرَّ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ فَاِنِّيْ اَتُوْبُ فِي الْيَوْمِ اِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت اغر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ سے توبہ کرو، کیونکہ میں ایک دن میں سو بار اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

۶۷۳۵ - حَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا اَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُدَ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۷۳۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْخَالِدٍ يَعْنِيْ سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْسَعِيْدٍ الْاَشَجُّ حَدَّثَنَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْخَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيْرِيْنَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَابَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو جس نے اس سے پہلے توبہ کر لی، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

(ف) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے توبہ اور استغفار کرنے کی توجیہات اس سے پہلے باب میں بیان کر دی گئی ہیں۔

توبہ کا معنیٰ اور توبہ کے ارکان

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

توبہ کا معنی یہ ہے کہ معصیت سے طاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف اور غیاب سے حضور کی طرف رجوع کرے، اور اللہ کے توبہ قبول کرنے کا معنی یہ ہے کہ دنیا میں بندے کے گناہ پر ستر کرے بایں طور کہ کوئی شخص اس کے گناہ پر مطلع نہ ہو، اور آخرت میں اس کو سزا نہ دے، علامہ طیبی نے کہا کہ توبہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ گناہ کو برا جان کر فی الفور ترک کر دے، اس سے جو تقصیر ہوئی ہے اس پر نادم ہو، اور آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم مصمم کرے اور جو گناہ اس سے ہو گیا ہے اس کا تدارک اور تلافی کرے، علامہ نووی نے یہ کہا ہے کہ اگر اس گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کے قبول ہونے کا یہ زائد شرط ہے کہ وہ صاحب حق کو

اس کا حق واپس کرے یا اس سے معاف کرائے، علامہ ابن حجر نے کہا اور اگر اس کے ذمہ حقوق اللہ ہیں تو وہ نوافل اور فروض کفایہ میں مشغول ہونے کے بجائے ان فوت شدہ فرائض کو ادا کرے، کیونکہ جس شخص کی نمازیں اور روزے قضاء ہوں اور وہ نوافل میں مشغول ہو تو نفل ادا کرنے کی حالت میں بھی وہ فسق سے خارج نہیں ہوگا۔ [1]

قبول توبہ کی شرائط حدیث نمبر ۶۷۳۶ میں ہے: جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا تو جس نے اس سے پہلے توبہ کرلی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

یہ توبہ قبول ہونے کی حد ہے، اور حدیث صحیح میں ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور جب تک توبہ کا دروازہ بند نہ ہو توبہ قبول ہوتی رہے گی اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا توبہ دروازہ بند ہو جائے گا اور جس نے اس سے پہلے توبہ نہ کی ہو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ توبہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ غرغرہ موت اور وقت نزع سے پہلے توبہ کرے، کیونکہ وقت نزع میں توبہ قبول نہیں ہوتی اور نہ وصیت نافذ ہوتی ہے۔ [2]

بَابُ ۹۷۱ اسْتِحْبَابِ خَفْضِ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ إِلَّا فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي وَرَدَ الشَّرْعُ بِرَفْعِهِ

جہاں شریعت نے ذکر بالجہر کی اجازت دی ہے اس کے سوا میں ذکر بالسر کرنے کا استحباب

۶۷۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُونَ بِالتَّكْبِيرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا إِنَّكُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا قَرِيبًا وَهُوَ مَعَكُمْ قَالَ وَأَنَا خَلْفَهُ وَأَنَا أَقُولُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے لوگ بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر کہنے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو، تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور قریب ہے، اور تمہارے ساتھ ہے، اس وقت میں آپ کے پیچھے یہ کہہ رہا تھا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ "گناہوں سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ کے بغیر ممکن نہیں ہے" آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تمہاری جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے پر دلالت نہ کروں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: کہو: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۶۷۳۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۵ ص ۱۲۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَاَبُوْ سَعِيْدِ الْاَشَجُّ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

۶۷۳۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ (يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ) حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى اَنَّهُمْ كَانُوْا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ يَصْعَدُوْنَ فِيْ ثَنِيَّةٍ قَالَ فَجَعَلَ رَجُلٌ كُلَّمَا عَلَا ثَنِيَّةً نَادٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ قَالَ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ لَا تُنَادُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا قَالَ فَقَالَ يَا اَبَا مُوْسٰى اَوْ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى كَلِمَةٍ مِّنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قُلْتُ مَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک گھاٹی پر چڑھ رہے تھے ایک شخص جب بھی کسی گھاٹی پر چڑھتا تو بلند آواز سے کہتا: لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ حضرت ابوموسیٰ کہتے ہیں: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کسی بہرے کو پکار رہے ہو نہ غائب کو، پھر کہا: اے ابوموسیٰ! یا اے عبداللہ بن قیس! کیا میں تم کو جنت کے خزانہ میں سے ایک کلمہ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا: وہ کیا ہے یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

۶۷۴۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ اَبِيْهِ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، پھر اس کی مثل روایت ہے۔

۶۷۴۱ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاَبُو الرَّبِيْعِ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيْثِ عَاصِمٍ

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے، پھر اس کی مثل روایت ہے۔

۶۷۴۲ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَقَالَ فِيْهِ وَالَّذِيْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَةِ اَحَدِكُمْ وَلَيْسَ فِيْ حَدِيْثِهٖ ذِكْرُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے، پھر اس حدیث کو بیان کیا اور اس میں یہ ہے کہ جس کو تم پکار رہے ہو وہ تمہاری اونٹنی کی گردن سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے، اور اس میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۴۳ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ (وَهُوَ ابْنُ غِيَاثٍ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم

حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ أَوْ قَالَ عَلَى كَنْزٍ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلَى فَقَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

کہ جنت کے خزانوں میں سے ایک کلمہ پر دلالت نہ کروں، یا فرمایا میں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے پر دلالت نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ذکر بالجہر کی تحقیق

متوسط بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مستحب ہے بشرطیکہ اس ذکر سے کسی کی عبادت، مطالعہ، نیند اور کسی بیمار کے آرام میں خلل واقع نہ ہو اور یہ ذکر ریا کاری سے خالی ہو، امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس سے بظاہر ذکر بالجہر کی نفی ہوتی ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، اس حدیث میں جہر مفرط یعنی حد سے زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے اور گلا پھاڑ کر چلانے سے منع فرمایا ہے، جیسے بہرے آدمی سے چلا چلا کر بات کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب: ۱۳۱، مغازی کے باب: ۳۸، دعوات کے باب: ۵۱، قدر کے باب: ۷، اور توحید کے باب: ۹ میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا تھا۔ [1]

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں زیادہ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا ہے، لکھتے ہیں:

ارفقوا ولا تجهدوا انفسكم۔ [2]

آہستگی سے ذکر کرو اور اپنے آپ کو مشقت میں نہ ڈالو۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

يعني لا تبالغوا في الجهر۔ [3]

یعنی جہر میں مبالغہ نہ کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

وتصرف البخاري يقتضي ان ذلك خاص بالتكبير عند القتال واما رفع الصوت في غيره فقد تقدم في كتاب الصلوة حديث ابن عباس ان رفع الصوت بالذكر كان على عهد النبوي اذا انصرفوا من المكتوبة۔ [4]

امام بخاری نے (کتاب الجہاد میں) یہ عنوان قائم کیا ہے کہ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مکروہ ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف جہاد اور قتال کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا مکروہ ہے، اور قتال اور جہاد کے علاوہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے متعلق کتاب الصلوۃ میں حضرت ابن عباس کی یہ حدیث ذکر گزر چکی ہے کہ فرض نماز سے فراغت کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا عہد نبوی میں معروف اور معمول تھا۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۷، ص ۴۷۰، ج ۱۱ ص ۵۰۱، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] " " " " فتح الباری ج ۱۱ ص ۱۸۸

[3] علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۱۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بمصر، ۱۳۴۸ھ

[4] حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۱۳۵، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

علامہ شامی اس حدیث کی توجیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

یحتمل انہ لم یکن للرفع مصلحۃ فقد روی انہ لم یکن للرفع مصلحۃ فقد روی انہ کان فی غزاۃ ولعل رفع الصوت یجر بلاء و الحرب خدعۃ ولہذا نہی عن الجرس فی المغازی واما رفع الصوت بالذکر جائز کما فی الاذان والخطبۃ والجمعۃ والحج اھ وقد حرر المسئلۃ فی الخیریۃ وحمل ما فی فتاوی القاضی علی الجھر المضر وقال ان ھناک احادیث اقتضت طلب الجھر واحادیث طلب الاسرار والجمع بینھما بان ذلک یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین اوالنیام والجھر افضل حیث خلا مما ذکر لانہ اکثر عملا ولتعدی فائدتہ الی السامعین ویوقظ قلب الذاکر فیجمع ھمہ الی الفکر ویصرف سمعہ الیہ ویطرد النوم ویزید النشاط [1]

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند اللہ اکبر کہنے سے اس صورت میں منع فرمایا ہو جب آواز بلند کرنے میں کوئی مصلحت نہ ہو، کیونکہ حدیث میں ہے یہ ایک غزوہ (جنگ خیبر) کا واقعہ تھا، اور آواز بلند کرنے سے کوئی آزمائش آجاتی، اور جنگ ایک دھوکا ہے، اسی بنا پر جنگ میں گھنٹی بجانے سے منع فرمایا ہے، اور بلند آواز سے ذکر کرنا بہر حال جائز ہے جیسا کہ اذان، خطبہ جمعہ اور حج میں ہے یہ مسئلہ فتاوی خیریہ میں لکھا ہوا ہے اور فتاوی قاضی خاں میں جو ذکر بالجہر کی ممانعت ہے وہ جہر مضر پر محمول ہے، اور انہوں نے کہا کہ کچھ احادیث جہر کا تقاضا کرتی ہیں اور کچھ سر کا، اور ان میں تطبیق یہ ہے کہ بعض احوال میں ذکر بالسر افضل ہے، جب ریا نمازیوں کی ایذاء اور نیند میں خلل کا خدشہ ہو، اور جب ان عوارض سے خالی ہو تو ذکر بالجہر افضل ہے، کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے، اس کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے، ذکر کرنے والے کا دل بیدار رہتا ہے، وہ خود اس ذکر کو سنتا ہے اور اس میں غور و فکر کرتا ہے، اس کی نیند دور ہوتی ہے اور اس کی تر و تازگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ذکر بالجہر کے خلاف حدیث کی تحقیق اور توجیہ کرنے کے بعد ہم ذکر بالجہر کی تائید میں چند احادیث بیان کر رہے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں معمول اور معروف تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

---

[1] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۱-۳۵۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[3] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی الزبیر ان عبد اللہ بن الزبیر کان یھلل دبر کل صلوۃ بمثل حدیث ابن نمیر وقال فی اخرہ ثم یقول ابن الزبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یھلل بھن دبر کل صلوۃ۔[1]

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور حضرت ابن الزبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے۔

ابوالزبیر کا یہ بیان کرنا حضرت ابن الزبیر ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اس پر دلیل ہے کہ انھوں نے نماز کے بعد حضرت ابن الزبیر سے یہ ذکر سنا اور یہ اسی وقت ہوگا جب حضرت ابن الزبیر یہ ذکر جہراً کرتے ہوں، اسی طرح حضرت ابن الزبیر کا یہ بیان کرنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اسی وقت صحیح ہوگا جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد باآواز بلند لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوں اور وہ آپ سے سن کر اس ذکر کو روایت کریں اسی لیے شیخ ولی الدین عراقی نے اس حدیث کو مسلم کے حوالے سے اس طرح بیان کیا ہے:

عن عبد اللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الحدیث۔[2]

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے سلام پھیرنے کے بعد بہ آواز بلند فرماتے تھے: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الحدیث۔

بعض علماء نے اس کو صاحب مشکوٰۃ کے تسامح پر محمول کیا ہے، انھوں نے کہا صحیح مسلم میں یقول بصوتہ الاعلی "آپ بلند آواز سے لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے" یہ الفاظ نہیں ہیں اور صاحب مشکوٰۃ نے ان الفاظ کو صحیح مسلم کی طرف منسوب کر دیا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صاحب مشکوٰۃ نے یہ روایت بالمعنیٰ کی ہے اور چونکہ حضرت ابن الزبیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کلمات کو اسی وقت سن سکتے تھے جب آپ بلند آواز سے یہ کلمات فرمائیں اس لیے انھوں نے روایت بالمعنیٰ کرتے ہوئے حضرت ابن الزبیر کی طرف یہ منسوب کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بہ آواز بلند فرماتے تھے لا الہ الا اللہ الحدیث

بہرحال صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ان حدیثوں سے ذکر بالجہر کا جواز اور استحسان ثابت ہے، ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۸۱ میں بھی ذکر بالجہر کے مسئلہ پر بحث کی ہے اور اس پر مفصل گفتگو "ذکر بالجہر" میں کی ہے۔

بَابُ ۹۷ الدَّعَوَاتِ وَالتَّعَوُّذِ — دعائیں اور استعاذہ

۶۷۴۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مجھ

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۸۸، مطبوعہ اصح المطابع دہلی

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ اَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ قَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَبِيْرًا وَقَالَ قُتَيْبَةُ كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

کو ایسی دعا سکھائیے جس کو میں نماز میں مانگا کروں، آپ نے فرمایا: تم یہ کہا کرو (ترجمہ:) اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے، قتیبہ کی روایت میں ہے بہت ظلم کیا ہے، اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا تو اپنے پاس سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تو بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

۶۷۴۵۔ وَحَدَّثَنِيْهِ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ رَجُلٌ سَمَّاهُ وَعَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ اِنَّ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقَ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُعَاءً اَدْعُوْ بِهٖ فِيْ صَلَاتِيْ وَفِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ اللَّيْثِ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ ظُلْمًا كَثِيْرًا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسی دعا سکھائیے جس کو میں اپنی نماز میں اور اپنے گھر میں مانگا کروں، پھر حسب سابق حدیث ہے، البتہ اس میں "ظلم کثیر" کے الفاظ ہیں۔

۶۷۴۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ (وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰؤُلَاءِ الدَّعَوَاتِ اللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ النَّارِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْفَقْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّ قَلْبِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَبَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ فَاِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں کیا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ کے فتنہ اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں، اور قبر کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے اور دولت کے فتنہ کے شر سے اور فقر کے فتنہ کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تجھ سے مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میری خطاؤں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے اور میرے قلب کو خطاؤں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کر دیا ہے اور میرے درمیان اور میری خطاؤں کے درمیان اس طرح دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب میں دوری کی ہے، اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، گناہ اور قرض سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۴۷ وحدثناه ابو كريب حدثنا ابو معاوية ووكيع عن هشام بهذا الاسناد۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۶۷۴۸ - حدثنا يحيى بن ايوب حدثنا ابن علية قال واخبرنا سليمان التيمي حدثنا انس بن مالك قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اللهم اني اعوذ بك من العجز والكسل والجبن والهرم والبخل واعوذ بك من عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عاجز ہونے، سستی، بزدلی، بڑھاپے اور بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور میں قبر کے عذاب اور زندگی اور موت کی آزمائشوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۴۹ - وحدثنا ابو كامل حدثنا يزيد بن زريع ح وحدثنا محمد بن عبد الاعلى حدثنا معتمر كلاهما عن التيمي عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله غير ان يزيد ليس في حديثه قوله ومن فتنة المحيا والممات۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی ہے، البتہ اس روایت میں زندگی اور موت کی آزمائشوں کا ذکر نہیں ہے۔

۶۷۵۰ - حدثنا ابو كريب محمد بن العلاء اخبرنا ابن مبارك عن سليمان التيمي عن انس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم انه تعوذ من اشياء ذكرها والبخل۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشیاء سے پناہ مانگی جن میں بخل کا ذکر بھی ہے۔

۶۷۵۱ - حدثنا ابو بكر بن نافع العبدي حدثنا بهز بن اسد العمي حدثنا هارون الاعور حدثنا شعيب بن الحبحاب عن انس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يدعو بهؤلاء الدعوات اللهم اني اعوذ بك من البخل والكسل وارذل العمر وعذاب القبر وفتنة المحيا والممات۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعائیں کرتے تھے: اے اللہ! میں بخل، سستی، ارذل عمر، عذاب قبر اور زندگی اور موت کے فتنوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

۶۷۵۲ - حدثني عمرو الناقد وزهير بن حرب قالا حدثنا سفيان بن عيينة حدثني سمي عن ابي صالح عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يتعوذ من سوء القضاء ومن درك الشقاء ومن شماتة الاعداء ومن جهد البلاء قال عمرو في حديثه قال سفيان اشك

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بری تقدیر سے، بدبختی کے پانے سے، دشمنوں کی خوشی سے، اور سخت آزمائش سے پناہ مانگتے تھے۔

أَنِّي زِدْتُ وَاحِدَةً مِنْهَا۔

٦٧٥٣ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ يَعْقُوبَ أَنَّ يَعْقُوبَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ بُسْرَ بْنَ سَعِيدٍ يَقُولُ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ سَمِعْتُ خَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيمٍ السُّلَمِيَّةَ تَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا ثُمَّ قَالَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ يَضُرَّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِهِ ذَلِكَ۔

حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "جو شخص کسی منزل پر پہنچ کر یہ دعا کرے تو جب تک وہ اس جگہ سے روانہ نہیں ہوگا اس کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی، "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں۔"

٦٧٥٤ - وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَأَبُو الطَّاهِرِ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ وَهْبٍ (وَاللَّفْظُ لِهَارُونَ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ وَأَخْبَرَنَا عَمْرٌو (وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ) أَنَّ يَزِيدَ بْنَ أَبِي حَبِيبٍ وَالْحَارِثَ بْنَ يَعْقُوبَ حَدَّثَاهُ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ خَوْلَةَ بِنْتِ حَكِيمٍ السُّلَمِيَّةِ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا نَزَلَ أَحَدُكُمْ مَنْزِلًا فَلْيَقُلْ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّهُ شَيْءٌ حَتَّى يَرْتَحِلَ مِنْهُ۔

حضرت خولہ بنت حکیم سلمیہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص کسی منزل پر پہنچ کر یہ کلمات کہے "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں" تو جب تک وہ اس جگہ سے روانہ نہ ہو اس کو کوئی چیز ضرر نہیں دے گی۔

٦٧٥٥ - قَالَ يَعْقُوبُ وَقَالَ الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ ذَكْوَانَ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَقِيتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِي الْبَارِحَةَ قَالَ أَمَا لَوْ قُلْتَ حِينَ أَمْسَيْتَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! گذشتہ رات مجھ کو بچھو نے کاٹ لیا، آپ نے فرمایا اگر تم شام کے وقت یہ کہہ دیتے: "میں ہر مخلوق کے شر سے اللہ کے کلمات تامہ کی پناہ میں آتا ہوں" تو تم کو یہ بچھو ضرر نہ دیتا۔

٦٧٥٦ - وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنِي اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ يَعْقُوبَ أَنَّهُ ذَكَرَ لَهُ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ مَوْلَى غَطَفَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! مجھ کو بچھو نے کاٹ لیا۔ اس کے بعد مثل سابق ہے۔

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَدَغَتْنِي عَقْرَبٌ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ وَهْبٍ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگی ہے ان کی تشریح

حدیث نمبر ۶۷۳۶ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت اور فقر کے فتنوں سے پناہ مانگی ہے، علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

کیونکہ فقر کی وجہ سے انسان میں غصہ اور صبر کی کمی پیدا ہوتی ہے، اور وہ حرام کاموں یا مشتبہ کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دولت کی وجہ سے فخر اور غرور پیدا ہوتا ہے وہ مال کے حقوق پورا کرنے میں بخل کرتا ہے، اسراف کرتا ہے یا مال کو ناجائز مصارف میں خرچ کرتا ہے یا مال کو فخر کے لیے خرچ کرتا ہے، یہ دولت اور فخر کے فتنے ہیں۔

اس حدیث میں سستی سے بھی آپ نے پناہ مانگی ہے، کیونکہ سستی کی وجہ سے انسان نیک کاموں کو شوق سے نہیں کرتا اور نیکیوں میں کم رغبت کرتا ہے اور بے دلی سے عبادت کرتا ہے، اور آپ نے عاجز ہونے سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ جب انسان میں کسی کام کی قدرت نہیں ہوگی تو وہ فرائض اور واجبات کو ادا نہیں کر سکے گا۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس فقر سے مراد قلت مال نہیں ہے بلکہ اس سے مراد نفس کا مفتقر اور محتاج ہونا ہے، قاضی عیاض نے کہا آپ نے قلت مال کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے اور قلت مال کا فتنہ یہ ہے کہ انسان مال کی کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خوش اور راضی نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ نے فقر کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے فقر سے پناہ نہیں مانگی۔ اور بہ کثرت احادیث صحیحہ میں فقر کی فضیلت کا ذکر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھاپے سے پناہ مانگی ہے اس سے مراد ارذل عمر ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے ارذل عمر سے مراد عمر کا وہ حصہ ہے جب عقل میں خلل آجائے اور حواس بے کار ہو جائیں، قویٰ مضمحل ہو جائیں، انسان کسی چیز کو ضبط کر سکے نہ یاد کر سکے، عبادات کر سکے نہ دنیاوی کام کر سکے اور انسان اپنی ضروریات میں دوسروں کا محتاج ہو جائے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جب انسان مقروض ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے اور بعض اوقات انسان قرض کی ادائیگی سے پہلے فوت ہو جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بزدلی اور بخل سے پناہ مانگی ہے، کیونکہ بزدلی کی وجہ سے واجبات کی ادائیگی میں تقصیر ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی، برائیوں کے رد کرنے، فاسقوں پر سختی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور انسان طاقت اور بہادری کی وجہ سے عبادات کو انجام دیتا ہے، جہاد کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے کے لیے کمربستہ ہوتا ہے۔ اور بخل نہ ہونے کی وجہ سے انسان مال کے حقوق ادا کرتا ہے، اس میں خرچ کرنے کا جذبہ ہوتا ہے، وہ سخاوت کرتا ہے اور لوگوں سے حسن سلوک کرتا ہے اور جو اس کا حق نہ ہو اس کی طمع نہیں کرتا۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان امور سے پناہ مانگنا اس لیے تھا تاکہ تمام احوال میں آپ کی صفات کامل ہوں اور امت کی تعلیم ہو۔

ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ اللہ سے دعا کرنا اور اس کی پناہ مانگنا مستحب ہے، یہی صحیح مذہب ہے جس پر

تمام علماء اور اہل فتاوی کا اجماع ہے، اور بعض صوفیوں نے یہ کہا ہے کہ دعا ترک کرکے اپنے حال کو قضاء و قدر کے سپرد کرنا زیادہ افضل ہے، اور بعض زاہدوں نے یہ کہا کہ احسن یہ ہے کہ دوسروں کے لیے دعا کرے اور اپنے لیے دعا نہ کرے اور بعض نے کہا اگر اس کے دل میں دعا کا محرک ہو تو دعا مستحب ہے ورنہ نہیں، فقہاء کی دلیل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دعا کرنے کا حکم ہے، اور انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ہیں۔[1]

بَابُ ۹۷۳ مَا يَقُولُ عِنْدَ النَّوْمِ!

سونے کے وقت کی دعا

۶۷۵۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلَى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ وَاجْعَلْهُنَّ مِنْ اٰخِرِ كَلَامِكَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ وَأَنْتَ عَلَى الْفِطْرَةِ قَالَ فَرَدَّدْتُهُنَّ لِأَسْتَذْكِرَهُنَّ فَقُلْتُ اٰمَنْتُ بِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم اپنی خوابگاہ میں جانے لگو تو وضو کرو، جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہیں، پھر دائیں کروٹ پر لیٹ جاؤ پھر یہ دعا کرو: اے اللہ! میں نے اپنا چہرہ تیرے سپرد کر دیا، اور اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دیا، اور اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی، تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور تیرا خوف کھاتے ہوئے، تیرے علاوہ تجھ سے بچنے کے لیے کوئی پناہ کی جگہ ہے نہ نجات کی جگہ، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، یہ دعا تمہارا آخری کلام ہونا چاہیے، اگر تم اسی رات فوت ہو جاؤ تو تم فطرت پر مرو گے، حضرت براء کہتے ہیں میں نے ان کلمات کو یاد کرنے کے لیے دہرایا تو میں نے امنت برسولك الذی ارسلت کہا آپ نے فرمایا امنت بنبيك الذی ارسلت کہو۔

(ف): اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا میں جو کلمات منقول ہوں ان کو تبدیل کرنا صحیح نہیں ہے، اور یہ کہ سونے سے پہلے وضو کرنا، دائیں کروٹ لیٹنا اور یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

۶۷۵۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ (يَعْنِي ابْنَ إِدْرِيسَ) قَالَ سَمِعْتُ حُصَيْنًا عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا

حضرت براء بن عازب نے اس حدیث کو روایت کیا، اس روایت میں یہ اضافہ ہے، اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر حاصل ہوگی۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

غَيْرَ أَنَّ مَنْصُورًا أَتَمُّ حَدِيثًا وَزَادَ فِي حَدِيثِ حُصَيْنٍ وَإِنْ أَصْبَحَ أَصَابَ خَيْرًا۔

۶۷۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَأَبُو دَاوُدَ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ مِنَ اللَّيْلِ أَنْ يَقُولَ اللَّهُمَّ أَسْلَمْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِي إِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً إِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ آمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِي أَنْزَلْتَ وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مَاتَ مَاتَ عَلَى الْفِطْرَةِ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ مِنَ اللَّيْلِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جب تم رات کو اپنی خواب گاہ میں جاؤ تو یہ دعا کرو، اے اللہ! میں نے اپنی جان تیرے سپرد کر دی، اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر دیا اور اپنی پشت تیری پناہ میں دے دی اور تیری رغبت اور تیرے خوف سے اپنا معاملہ تیرے حوالے کر دیا، تیرے علاوہ تجھ سے بچنے کے لیے کوئی پناہ کی جگہ ہے نہ نجات کی، میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جس کو تو نے نازل کیا، اور تیرے اس رسول پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، سو اگر وہ شخص مر گیا تو فطرت پر مرے گا، ابن بشار نے اپنی روایت میں رات کا ذکر نہیں کیا۔

۶۷۶۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ يَا فُلَانُ إِذَا أَوَيْتَ إِلَى فِرَاشِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ فَإِنْ مُتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ مُتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: اے فلاں شخص جب تم اپنے بستر پر جاؤ، اس کے بعد حسب سابق ہے البتہ اس روایت میں ہے اور میں اس نبی پر ایمان لایا جس کو تو نے بھیجا، اگر تم اس رات کو فوت ہو گئے تو فطرت پر فوت ہو گے، اور اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر پاؤ گے۔

۶۷۶۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ وَإِنْ أَصْبَحْتَ أَصَبْتَ خَيْرًا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا، پھر اس کی مثل روایت ہے "اگر تم صبح کو اٹھو گے تو خیر پاؤ گے"۔ اس روایت میں یہ جملہ نہیں ہے۔

۶۷۶۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنِ الْبَرَاءِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ قَالَ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب خواب گاہ میں جاتے تو یہ دعا کرتے: اے اللہ! میں تیرے نام سے جیتا ہوں اور تیرے نام سے وفات پاؤں گا، اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے:

اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَحْيَا وَبِاسْمِكَ أَمُوتُ وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ۔

اللہ کی حمد ہے جس نے ہم کو وفات دینے کے بعد زندہ کر دیا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

٦٧٦٣ - **حَدَّثَنَا** عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ خَلَقْتَ نَفْسِي وَأَنْتَ تَوَفَّاهَا لَكَ مَمَاتُهَا وَمَحْيَاهَا إِنْ أَحْيَيْتَهَا فَاحْفَظْهَا وَإِنْ أَمَتَّهَا فَاغْفِرْ لَهَا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَسَمِعْتَ هٰذَا مِنْ عُمَرَ فَقَالَ مِنْ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ نَافِعٍ فِي رِوَايَتِهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَلَمْ يَذْكُرْ سَمِعْتُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے ایک شخص کو یہ حکم دیا کہ جب وہ اپنے بستر پر جائے تو یہ دعا کرے: اے اللہ! تو نے میری جان کو پیدا کیا اور تو ہی اس کو فوت کرے گا، موت اور زندگی تیرے ہی لیے ہے، اگر تو اس جان کو زندہ رکھے تو اس کی حفاظت کر، اور اگر تو اس کو فوت کرے تو اس کی مغفرت کر، اے اللہ! میں تجھ سے عافیت کا سوال کرتا ہوں، ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث حضرت عمر سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا میں نے حضرت عمر سے بہتر شخص سے سنی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔

٦٧٦٤ - **حَدَّثَنِي** زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ كَانَ أَبُو صَالِحٍ يَأْمُرُنَا إِذَا أَرَادَ أَحَدُنَا أَنْ يَنَامَ أَنْ يَضْطَجِعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوٰى وَمُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْفُرْقَانِ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَأَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ وَكَانَ يَرْوِي ذٰلِكَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

سہیل کہتے ہیں کہ ابو صالح ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ تم میں سے کوئی شخص جب سونے کا ارادہ کرے تو بستر پر دائیں کروٹ لیٹے پھر دعا کرے: اے آسمانوں کے رب، اے زمین کے رب، عرش عظیم کے رب، اے ہمارے رب اور ہر چیز کے رب، دانے اور گٹھلی کے چیرنے والے، تورات، انجیل اور فرقان کو نازل کرنے والے! میں ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، جس کی پیشانی تیرے قبضہ میں ہے، اے اللہ! تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں ہے، اے اللہ! تو آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں ہے، تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں ہے، تو باطن ہے تجھ سے دور کوئی چیز نہیں ہے، ہم سے قرض کو دور کر دے اور ہم کو فقر سے مستغنی کر دے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے۔

٦٧٦٥ - **وَحَدَّثَنِي** عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ بَيَانٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

الْوَاسِطِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ (يَعْنِي الطَّحَّانَ) عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا إِذَا أَخَذْنَا مَضْجَعَنَا أَنْ نَقُولَ بِمِثْلِ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَقَالَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۔

٦٧٦٦ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُبَيْدَةَ حَدَّثَنَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَتْ فَاطِمَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا فَقَالَ لَهَا قُولِي اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ بِمِثْلِ حَدِيثِ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ ۔

٦٧٦٧ - وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَوَى أَحَدُكُمْ إِلَى فِرَاشِهِ فَلْيَأْخُذْ دَاخِلَةَ إِزَارِهِ فَلْيَنْفُضْ بِهَا فِرَاشَهُ وَلْيُسَمِّ اللَّهَ فَإِنَّهُ لَا يَعْلَمُ مَا خَلَفَهُ بَعْدَهُ عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَضْطَجِعَ فَلْيَضْطَجِعْ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ وَلْيَقُلْ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّي بِكَ وَضَعْتُ جَنْبِي وَبِكَ أَرْفَعُهُ إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَاغْفِرْ لَهَا وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ ۔

٦٧٦٨ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ ثُمَّ لْيَقُلْ بِاسْمِكَ رَبِّي وَضَعْتُ جَنْبِي فَإِنْ أَحْيَيْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا ۔

٦٧٦٩ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هٰرُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ

صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہم سونے کے لیے جائیں تو یہ دعا کریں، اس کے بعد مثل سابق ہے اور فرمایا: میں ہر اس جانور کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں جس کو تو نے پیشانی سے پکڑا ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے خادم مانگا، آپ نے فرمایا تم کہو اے اللہ سات آسمانوں کے رب۔ پھر سہل سے اپنے والد سے روایت کی مثل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بستر پر جائے تو تہبند کے اندرونی حصہ کو بستر پر جھاڑے اور بسم اللہ پڑھے، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے بعد بستر پر کون (جانور) آیا تھا اور جب لیٹنے کا ارادہ کرے تو دائیں کروٹ لیٹے، اور یہ دعا کرے: اے اللہ! میرے رب تو پاک ہے، میں تیرے نام کے ساتھ کروٹ لیتا ہوں اور تیرے نام کے ساتھ اٹھوں گا، اگر تو میری جان کو روک لے تو اس کو بخش دینا اور اگر تو اس کو چھوڑ دے تو اس کی اس طرح حفاظت کرنا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اس میں ہے یہ دعا کرے: اے میرے رب تیرے نام کے ساتھ میں نے کروٹ لی، اگر تو میری جان کو زندہ رکھے تو اس پر رحم فرما۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر جاتے تو یہ دعا کرتے

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَاٰوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِىَ لَهٗ وَلَا مُؤْوِىَ ۔

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور ہم کو کافی ہوا اور ہم کو ٹھکانا دیا کیونکہ کتنے لوگوں کے کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ ٹھکانہ دینے والا۔

بَابُ ۹۷۴ فِى الْاَدْعِيَةِ

دعاؤں کا بیان

۶۷۷۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيٰى) قَالَا اَخْبَرَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالٍ ــــــ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ الْاَشْجَعِىِّ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَمَّا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْ بِهِ اللّٰهَ قَالَتْ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ ۔

فروہ بن نوفل اشجعی کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کیا دعائیں کرتے تھے، حضرت عائشہ نے کہا آپ یہ دعا کرتے تھے! اے اللہ میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۷۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ هِلَالٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُوْ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ ۔

فروہ بن نوفل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا دعا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ نے کہا آپ یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۷۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عَدِىٍّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ (يَعْنِى ابْنَ جَعْفَرٍ) كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ غَيْرَ اَنَّ فِىْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ وَمِنْ شَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کیں، ایک سند کے ساتھ ومن شر مالم اعمل کے الفاظ مروی ہیں۔

۶۷۷۳ - وَحَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنِ الْاَوْزَاعِىِّ عَنْ عَبْدَةَ بْنِ اَبِىْ لُبَابَةَ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ فَرْوَةَ بْنِ نَوْفَلٍ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ فِىْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں فرماتے تھے: اے اللہ! میں نے جو کام کیے ہیں ان کے شر سے اور جو کام میں نے نہیں کیے ان کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

دُعَائِهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَشَرِّ مَا لَمْ اَعْمَلْ۔

۶۷۷۴۔ حَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو اَبُوْ مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ حَدَّثَنِیْ ابْنُ بُرَيْدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِیْ اَنْتَ الْحَیُّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے، اے اللہ میں نے تیری اطاعت کی اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر توکل کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے جنگ کی، اے اللہ میں تیرے گمراہ کرنے سے تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں، تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، تو ہی زندہ ہے جس کو موت نہیں آئے گی اور سب جن اور انس مر جائیں گے۔

۶۷۷۵۔ حَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاهِرِ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَانَ فِیْ سَفَرٍ وَاَسْحَرَ يَقُوْلُ سَمِعَ سَامِعٌ بِحَمْدِ اللّٰهِ وَحُسْنِ بَلَائِهِ عَلَيْنَا رَبَّنَا صَاحِبْنَا وَاَفْضِلْ عَلَيْنَا عَائِذًا بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر میں صبح اٹھتے تو یہ دعا فرماتے: سننے والے نے اللہ کی حمد کو اور اس کی ہم پر آزمائش کے حسن کو سن لیا، اے اللہ ہمارے ساتھ رہ اور ہم پر فضل فرما درآں حالیکہ ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگنے والے ہیں۔

۶۷۷۶۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِیُّ حَدَّثَنَا اَبِیْ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ بْنِ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ خَطِيْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ جِدِّیْ وَهَزْلِیْ وَخَطَئِیْ وَعَمْدِیْ وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میری خطا، میری نادانی، میرے معاملہ میں میری زیادتی کو اور جن کاموں کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، ان کو معاف فرما دے، اے اللہ! جو کام میں نے سنجیدگی سے کیے اور جو مذاق سے کیے، جو غلطاً کیے اور جو قصداً کیے اور ہر وہ کام جو میرے نزدیک گناہ ہیں معاف فرما، اے اللہ! ان کاموں کو معاف فرما جو میں نے پہلے کیے، اور جو میں نے بعد میں کیے اور جو میں نے چھپ کر کیے اور جو میں نے ظاہر کیے اور جن کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے، تو مقدم کرنے والا ہے اور تو مؤخر کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔

(ف:) یہ دعا تعلیم امت کے لیے ہے، یا آپ نے تواضعاً یہ دعا کی، یا آپ نے تبلیغی مصلحت سے جو خلاف اولیٰ کام

کیے ان کی معافی چاہی، اور امور طبعیہ اور امور مباحہ میں شغل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ میں جو فرق آیا اپنے رفیع مقام کے اعتبار سے آپ نے ان کو ذنب قرار دیا اور ان پر معافی چاہی، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور آپ سے کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔

۶۷۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْمِسْمَعِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۷۷۸ - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنٍ عَمْرُو بْنُ الْهَيْثَمِ الْقُطَعِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ الْمَاجِشُونِ عَنْ قُدَامَةَ بْنِ مُوسٰى عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَصْلِحْ لِي دِينِيَ الَّذِي هُوَ عِصْمَةُ أَمْرِي وَأَصْلِحْ لِي دُنْيَايَ الَّتِي فِيهَا مَعَاشِي وَأَصْلِحْ لِي آخِرَتِي الَّتِي فِيهَا مَعَادِي وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِي مِنْ كُلِّ شَرٍّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میرے دین کو درست کر دے جو میرے معاملہ کا محافظ ہے، اور میری دنیا کو درست کر دے جس میں میری روزی ہے، اور میری آخرت کو درست کر دے جس میں میرا تیری طرف لوٹنا ہے اور میری زندگی کو ہر خیر میں میری زیادتی کا سبب بنا دے اور میری وفات کو ہر شر سے میری راحت بنا دے۔

۶۷۷۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، تقویٰ، پاک دامنی اور غنا کا سوال کرتا ہوں۔

۶۷۸۰ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ ابْنَ الْمُثَنّٰى قَالَ فِي رِوَايَتِهِ وَالْعِفَّةَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی، اس میں عفت کا لفظ ہے۔

۶۷۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ وَعَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں تم سے اسی طرح کہتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، آپ فرماتے تھے: اے اللہ! میں عجز، سستی، بزدلی، بخل، بڑھاپے (ارذل عمر) اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میرے نفس

قَالَ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِلَّا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ اَللّٰهُمَّ اٰتِ نَفْسِيْ تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا يُسْتَجَابُ لَهَا۔

کو تقویٰ عطا فرما، اس کو پاکیزہ کر، تو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے، تو اسی کا ولی اور مولیٰ ہے، اے اللہ! جو علم نفع نہ دے، جو دل ڈرتا نہ ہو، جو نفس سیر نہ ہو اور جو دعا قبول نہ ہو میں اس سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۸۲- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سُوَيْدٍ النَّخَعِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰى قَالَ اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قَالَ الْحَسَنُ فَحَدَّثَنِي الزُّبَيْدُ اَنَّهٗ حَفِظَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ هٰذَا لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ الْكِبَرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے تھے، ہم نے شام کی، اور اللہ کے ملک نے شام کی، اللہ کے لیے حمد ہے، اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اللہ کا کوئی شریک نہیں، ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: اللہ ہی کے لیے ملک ہے، اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس رات کے شر سے اور اس رات کے بعد کے شر سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں سستی سے، اور بڑھاپے کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میں جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۷۸۳- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمْسٰى قَالَ اَمْسَيْنَا وَاَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قَالَ اُرَاهُ قَالَ فِيْهِنَّ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ اَسْاَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهَا وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَسُوْءِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے: ہم نے شام کی، اور اللہ کے ملک نے شام کی، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ وحدہٗ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ نے ان کلمات میں یہ بھی فرمایا: اللہ کے لیے ہی ملک ہے اور اسی کی حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے رب! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس رات کے بعد کی خیر کا سوال کرتا ہوں، اور اس رات کے شر سے اور اس رات کے بعد کے شر سے

الْكِبَرِ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابٍ فِي النَّارِ وَعَذَابٍ فِي الْقَبْرِ وَإِذَا أَصْبَحَ قَالَ ذَلِكَ أَيْضًا أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ۔

سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں سستی سے اور بڑھاپے کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اور جب صبح ہوتی تو آپ صبح بھی یہ دعا کرتے ہم نے صبح کی اور اللہ کے ملک نے صبح کی۔

۶۷۸۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ ابْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمْسٰى قَالَ أَمْسَيْنَا وَأَمْسَى الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ وَخَيْرِ مَا فِيهَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَسُوءِ الْكِبَرِ وَفِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ وَزَادَنِي فِيهِ زُبَيْدٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَفَعَهُ أَنَّهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کے وقت یہ دعا کرتے تھے، ہم نے شام کی اور اللہ کے ملک نے شام کی، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ وحدہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اللہ کا کوئی شریک نہیں، اے اللہ! میں تجھ سے اس رات کی خیر کا اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس رات کے شر سے اور جو کچھ اس رات میں ہے اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں سستی، بڑھاپے، بڑھاپے کی خرابی، دنیا کے فتنے اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا: اللہ وحدہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۷۸۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَعَزَّ جُنْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَغَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے: اللہ وحدہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، جس نے اپنے لشکر کو غلبہ عطا کیا، اپنے بندے کی مدد کی، اور تنہا لشکروں کو مغلوب کیا ہے اور اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔

۶۷۸۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے

حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللَّهُمَّ اهْدِنِي وَسَدِّدْنِي وَاذْكُرْ بِالْهُدَى هِدَايَتَكَ الطَّرِيقَ وَالسَّدَادِ سَدَادَ السَّهْمِ۔

۶۷۸۷- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ (يَعْنِي ابْنَ إِدْرِيسَ) أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ كُلَيْبٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْهُدَى وَالسَّدَادَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دعا کرو: اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور سیدھا رکھ اور ہدایت کے وقت تمہیں راستہ کی ہدایت، اور سیدھا کرنے کی دعا کے وقت، تیر کے سیدھے ہونے کو یاد کرو۔

اسی سند کے ساتھ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت اور راستی کا سوال کرتا ہوں۔

بَابُ ۹۷۵ التَّسْبِيحِ أَوَّلَ النَّهَارِ وَعِنْدَ النَّوْمِ

سوتے وقت اور علی الصباح تسبیح کرنے کا بیان

۶۷۸۸- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ) قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ مَوْلَى آلِ طَلْحَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَا نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

۶۷۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحَاقُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي رِشْدِينَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ جُوَيْرِيَةَ قَالَتْ مَرَّ بِهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الْغَدَاةِ أَوْ بَعْدَ مَا صَلَّى الْغَدَاةَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد صبح کو ہی ان کے پاس سے چلے گئے اور وہ اس وقت اپنی نماز کی جگہ میں بیٹھی تھیں، پھر آپ دن چڑھے تشریف لائے اور وہ وہیں بیٹھی تھیں، آپ نے فرمایا جس وقت سے میں تم کو چھوڑ کر گیا ہوں تم اسی طرح بیٹھی ہو، حضرت جویریہ نے عرض کیا جی! نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے بعد چار ایسے کلمات تین بار کہے ہیں کہ جو کچھ تم نے صبح سے اب تک پڑھا ہے اگر اس کا ان کلمات کے ساتھ وزن کرو تو ان کلمات کا وزن زیادہ ہوگا: اللہ کی حمد اور تسبیح ہے اس کی مخلوق کے عدد، اس کی رضا، اس کے عرش کے وزن اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں صبح کی نماز کے وقت، یا صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے، پھر حسب سابق روایت ہے اور اس روایت میں اس طرح ہے، اللہ کی تسبیح مخلوق کے عدد کے برابر، اللہ کی تسبیح اللہ کی رضا کے برابر، اللہ کی تسبیح اس کے عرش کے وزن کے برابر، اللہ کی تسبیح اس

قَالَ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهِ سُبْحَانَ اللهِ رِضَا نَفْسِهِ سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔

۶۷۹۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى) قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا عَلِيٌّ أَنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ مَا تَلْقَى مِنَ الرَّحَى فِي يَدِهَا وَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ وَلَقِيَتْ عَائِشَةَ فَأَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيءِ فَاطِمَةَ إِلَيْهَا فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمِهِ عَلَى صَدْرِي ثُمَّ قَالَ أَلَا أُعَلِّمُكُمَا خَيْرًا مِمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا أَنْ تُكَبِّرَا اللهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ وَتُسَبِّحَاهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدَاهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ چکی پیسنے کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں نشانات پڑ گئے تھے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی (یعنی غلام) تھے، حضرت فاطمہ حضور سے ملنے گئیں، لیکن حضور سے ملاقات نہیں ہوئی حضرت عائشہ سے ملاقات ہوئی حضرت فاطمہ نے ان کو اپنے حال کی خبر دی، جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے حضور سے حضرت فاطمہ کے آنے کا ذکر کیا (حضرت فاطمہ فرماتی ہیں) پھر جب ہم بستروں میں لیٹے ہوئے تھے اس وقت ہمارے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ہم اٹھنے لگے تو اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جگہ پہ ہی رہو، پھر آپ ہمارے درمیان بیٹھ گئے حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے کے پاس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی ٹھنڈک محسوس کی، آپ نے فرمایا: تم نے جو مجھ سے سوال کیا ہے کیا میں تم کو اس سے اچھی چیز کی خبر نہ دوں! جب تم دونوں اپنے بستروں پہ جاؤ تو چونتیس بار اللہ اکبر کہو اور تینتیس بار سبحان اللہ کہو اور تینتیس بار الحمد للہ کہو تو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

۶۷۹۱۔ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ كُلُّهُمْ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ مُعَاذٍ أَخَذْتُمَا مَضْجَعَكُمَا مِنَ اللَّيْلِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی دو اور سندیں ذکر کیں۔

۶۷۹۲۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَعُبَيْدُ بْنُ يَعِيشَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی، اس روایت میں یہ اضافہ ہے حضرت علی نے فرمایا جب سے میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے اس کا پڑھنا ترک نہیں کیا، کہا گیا کہ صفین کی رات کو بھی ترک نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا صفین کی رات کو بھی ترک نہیں کیا، ایک روایت میں ہے

لَيْلَى عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِ الْحَكَمِ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى وَزَادَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ عَلِيٌّ مَا تَرَكْتُهُ مُنْذُ سَمِعْتُهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ قَالَ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ وَفِي حَدِيثِ عَطَاءٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ قُلْتُ لَهُ وَلَا لَيْلَةَ صِفِّينَ۔

ابن ابی لیلیٰ نے کہا میں نے حضرت علی سے کہا صفین کی رات کو بھی نہیں؟

۶۷۹۳۔ حَدَّثَنِي أُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامَ الْعَيْشِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْأَلُهُ خَادِمًا وَشَكَتِ الْعَمَلَ فَقَالَ مَا أَلْفَيْتِيهِ عِنْدَنَا قَالَ أَلَا أَدُلُّكِ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَكِ مِنْ خَادِمٍ تُسَبِّحِينَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمَدِينَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتُكَبِّرِينَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ حِينَ تَأْخُذِينَ مَضْجَعَكِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آپ سے کام کی شکایت کی اور خادم کا سوال کیا آپ نے فرمایا تم کو ہمارے پاس خادم تو نہیں ملے گا، کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو خادم سے بہتر ہے؟ تم جب بستر پر جاؤ تو تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور چونتیس بار اللہ اکبر کہو۔

۶۷۹۴۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ حَدَّثَنَا سُهَيْلٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

(ف): بیوی پر گھر کا کام کاج کرنا اور کھانا پکانا لازم نہیں ہے، البتہ شوہر سے تعاون کرنا مستحب ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر میں چکی سے آٹا پیستی تھیں، جس سے آپ کے ہاتھوں پر نشان پڑ جاتے تھے، روٹی پکاتی تھیں جس سے چہرہ متغیر ہو جاتا تھا، گھر کی صفائی کرتی تھیں جس سے آپ کے بال گرد سے اٹ جاتے تھے، اس لیے خواتین کو حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی پیروی کرنی چاہیے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ الدُّعَاءِ عِنْدَ صِيَاحِ الدِّيكِ ۹۷۶

مرغ کی بانگ کے وقت دعا کا استحباب

۶۷۹۵۔ حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ صِيَاحَ الدِّيَكَةِ فَاسْأَلُوا اللهَ مِنْ فَضْلِهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مرغ کی بانگ سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو، کیونکہ وہ فرشتہ کو دیکھتا ہے، اور جب تم گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے

فَإِنَّهَا رَأَتْ مَلَكًا وَإِذَا سَمِعْتُمْ نَهِيقَ الْحِمَارِ فَتَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهَا رَأَتْ شَيْطَانًا۔

اللہ کی پناہ مانگو، کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

بَابُ ۹۷۷ دُعَاءِ الْكَرْبِ

مصیبت کے وقت کی دعا

۶۷۹۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ سَعِيدٍ) قَالُوا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کرب کے وقت یہ دعا کرتے تھے: اللہ عظیم حلیم کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے، عرش عظیم کے رب کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔

۶۷۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ أَتَمُّ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

۶۷۹۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَبَا الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيَّ حَدَّثَهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو بِهِنَّ وَيَقُولُهُنَّ عِنْدَ الْكَرْبِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ قَتَادَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا کرتے اور کرب کے وقت فرماتے تھے پھر حسب سابق کلمات ذکر کیے، البتہ قتادہ نے کہا آسمانوں اور زمین کے رب۔

۶۷۹۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا بَهْزٌ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنِي يُوسُفُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ قَالَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ وَزَادَ مَعَهُنَّ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو کوئی اہم کام درپیش ہوتا، تو آپ فرماتے، اس کے بعد حسب سابق کلمات ہیں، اس روایت میں یہ کلمات زائد ہیں، اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں جو عرش کریم کا رب ہے۔

باب ۹۷۸ فضل سبحان الله وبحمده

سبحان اللہ وبحمدہ کی فضیلت

۶۸۰۰ - حدثنا زهير بن حرب حدثنا حبان بن هلال حدثنا وهيب حدثنا سعيد الجريري عن أبي عبد الله الجسري عن ابن الصامت عن أبي ذر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل أي الكلام أفضل قال ما اصطفى الله لملائكته أو لعباده سبحان الله وبحمده.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا کلام سب سے افضل ہے، آپ نے فرمایا جس کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں یا اپنے فرشتوں کے لیے منتخب فرما لیا ہے "سبحان اللہ وبحمدہ"۔

۶۸۰۱ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة حدثنا يحيى بن أبي بكير عن شعبة عن الجريري عن أبي عبد الله الجسري من عنزة عن عبد الله بن الصامت عن أبي ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا أخبرك بأحب الكلام إلى الله قلت يا رسول الله أخبرني بأحب الكلام إلى الله فقال إن أحب الكلام إلى الله سبحان الله وبحمده.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے؟ میں نے کہا: یا رسول اللہ مجھے بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ کون سا کلام محبوب ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام یہ ہے "سبحان اللہ وبحمدہ"۔

باب ۹۷۹ فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب

مسلمانوں کے پس پشت دعا کرنے کی فضیلت

۶۸۰۲ - حدثني أحمد بن عمر بن حفص الوكيعي حدثنا محمد بن فضيل حدثنا أبي عن طلحة بن عبيد الله بن كريز عن أم الدرداء عن أبي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من عبد مسلم يدعو لأخيه بظهر الغيب إلا قال الملك ولك بمثل.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان بھی اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔

۶۸۰۳ - حدثنا إسحاق بن إبراهيم أخبرنا النضر بن شميل حدثنا موسى بن سروان المعلم حدثني طلحة بن عبيد الله بن كريز قال حدثتني أم الدرداء قالت حدثني سيدي أنه سمع

حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے آقا نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کی تو جو فرشتہ اس کے

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ دَعَا لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

ساتھ مقرر ہے وہ کہتا ہے آمین اور تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو۔

۶۸۰۴ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ اَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ صَفْوَانَ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ) وَكَانَتْ تَحْتَهُ اُمُّ الدَّرْدَاءِ قَالَ قَدِمْتُ الشَّامَ فَاَتَيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَلَمْ اَجِدْهُ وَوَجَدْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ فَقَالَتْ اَتُرِيْدُ الْحَجَّ الْعَامَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا بِخَيْرٍ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ عِنْدَ رَاْسِهٖ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِاَخِيْهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهٖ اٰمِيْنَ وَلَكَ بِمِثْلٍ قَالَ فَخَرَجْتُ اِلَى السُّوْقِ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَقَالَ لِيْ مِثْلَ ذٰلِكَ يَرْوِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

صفوان بن عبد اللہ بن صفوان بیان کرتے ہیں کہ میں شام میں حضرت ابو درداء کے گھر گیا وہ نہیں ملے، حضرت ام درداء تھیں، انھوں نے کہا کیا تم اس سال حج کرنا چاہتے ہو، میں نے کہا جی! انھوں نے کہا ہمارے لیے خیر کی دعا کرنا، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، مسلمان کا اپنے بھائی کے لیے پس پشت دعا کرنا مستجاب ہوتا ہے، اس کے سرہانے ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے، وہ جب بھی اپنے بھائی کے لیے دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر فرشتہ آمین کہتا ہے اور کہتا ہے تیرے لیے بھی اس کی مثل ہو، وہ کہتے ہیں میں بازار گیا تو میری حضرت ابو درداء سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بھی نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی مجھے دعا کے لیے کہا۔

۶۸۰۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَقَالَ عَنْ صَفْوَانَ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ صَفْوَانَ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

بَاب ۹۸ اِسْتِحْبَابِ حَمْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْاَكْلِ وَالشُّرْبِ

کھانے پینے کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا استحباب

۶۸۰۶ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ نُمَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَكَرِيَّاءَ بْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَرْضٰى عَنِ الْعَبْدِ اَنْ يَّاْكُلَ الْاَكْلَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا اَوْ يَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهٗ عَلَيْهَا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے راضی ہوتا ہے کہ بندہ کھانا کھا کر اس کا شکر ادا کرے، یا پانی پی کر اس کا شکر ادا کرے۔

۶۸۰۷ - وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

اِسْحٰقُ بْنُ يُوسُفَ الْأَزْرَقُ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

بَابُ ۹۸۱ بَيَانِ أَنَّهُ يُسْتَجَابُ لِلدَّاعِي مَالَمْ يَعْجَلْ

جب تک قبولیت کی جلدی نہ کرے دعا قبول ہوتی ہے

۶۸۰۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ فَيَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ فَلَا أَوْ فَلَمْ يُسْتَجَبْ لِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے وہ یہ نہ کہے کہ میں نے دعا کی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

۶۸۰۹۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ لَيْثٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَكَانَ مِنَ الْقُرَّاءِ وَأَهْلِ الْفِقْهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَجَابُ لِأَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ فَيَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ رَبِّي فَلَمْ يَسْتَجِبْ لِي۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے، جب تک کوئی شخص جلدی نہ کرے، یہ نہ کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی تھی اور میری دعا قبول نہیں ہوئی۔

۶۸۱۰۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ (وَهُوَ ابْنُ صَالِحٍ) عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَزَالُ يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ أَوْ قَطِيعَةِ رَحِمٍ مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ أَرَ يَسْتَجِيبُ لِي فَيَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِكَ وَيَدَعُ الدُّعَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک کوئی بندہ گناہ کی یا قطع رحم کی دعا نہ کرے اور قبولیت کی جلدی نہ کرے اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! جلدی کا کیا معنی ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کہے میں نے دعا کی اور میں نے دعا کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی، پھر وہ ناامید ہوکر دعا کرنا ترک کر دے۔

بَابُ ۹۸۲ أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ الْفُقَرَاءُ وَأَكْثَرُ أَهْلِ النَّارِ النِّسَاءُ

اہل جنت اکثر فقراء ہوں گے اور اہل دوزخ اکثر عورتیں ہوں گی

۶۸۱۱۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بْنُ سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِينُ وَإِذَا أَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوسُونَ إِلَّا أَصْحَابَ النَّارِ فَقَدْ أُمِرَ بِهِمْ إِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلَى بَابِ النَّارِ فَإِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔

ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو جنت میں داخل ہونے والے عموماً مساکین تھے اور مالداروں کو جنت میں داخل ہونے سے روک دیا گیا تھا، البتہ دوزخیوں کو دوزخ میں داخل ہونے کا حکم دے دیا گیا تھا، اور جب میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دوزخ میں داخل ہونے والی عموماً عورتیں تھیں۔

۶۸۱۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں جنت پر مطلع ہوا تو میں نے جنت میں زیادہ تر فقراء کو دیکھا اور دوزخ پر مطلع ہوا تو میں نے دوزخ میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔

۶۸۱۳ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا الثَّقَفِيُّ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۸۱۴ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعَ فِي النَّارِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَيُّوبَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نار پر مطلع ہوئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے

۶۸۱۵ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ سَمِعَ أَبَا رَجَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ مِثْلَهُ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر اس کی مثل حدیث ذکر کی۔

۶۸۱۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ كَانَ لِمُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ امْرَأَتَانِ فَجَاءَ مِنْ عِنْدِ إِحْدَاهُمَا

ابو التیاح بیان کرتے ہیں کہ مطرف بن عبد اللہ کی دو بیویاں تھیں، وہ ایک بیوی کے پاس سے آئے، تو دوسری نے کہا تم فلانیہ کے پاس سے آئے ہو،

فَقَالَتِ الْأُخْرٰى جِئْتُ مِنْ عِنْدِ فُلَانَةَ فَقَالَ جِئْتُ مِنْ عِنْدِ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَقَلَّ سَاكِنِي الْجَنَّةِ النِّسَآءُ۔

انھوں نے کہا میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس سے آیا ہوں اور انھوں نے ہم کو یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے رہنے والوں میں عورتیں بہت کم ہیں۔

۶۸۱۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيْدِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفًا يُحَدِّثُ أَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ امْرَأَتَانِ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ مُعَاذٍ۔

مطرف بیان کرتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں، جس طرح معاذ کی حدیث میں ہے۔

۶۸۱۸ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْكَرِيْمِ أَبُوْ زُرْعَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ مِنْ دُعَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِيْعِ سَخَطِكَ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا تھی: اے اللہ! میں تیری نعمت کے زوال سے اور تیری عافیت کے پھر جانے سے اور تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیری تمام ناراضگیوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

۶۸۱۹ - حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً هِيَ أَضَرُّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ مضر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

۶۸۲۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى جَمِيْعًا عَنِ الْمُعْتَمِرِ قَالَ ابْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ أَبِيْ حَدَّثَنَا أَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَسَعِيْدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ أَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِي النَّاسِ فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ۔

حضرت اسامہ بن زید اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد لوگوں میں مردوں پر عورتوں سے زیادہ مضر فتنہ کوئی نہیں چھوڑا۔

۶۸۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں بیان کیں۔

نُمَيْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ كُلُّهُمْ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۶۸۲۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ بَشَّارٍ لِيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا شیریں اور سرسبز ہے، اور اللہ تعالیٰ تم کو اس میں خلیفہ بنانے والا ہے پھر وہ دیکھے گا کہ تم اس میں کس طرح عمل کرتے ہو سو تم دنیا سے اور عورتوں سے بچو، کیونکہ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں میں تھا، اور ابن بشار کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ دیکھے گا تم کس طرح عمل کرتے ہو۔

(ف) ان احادیث کا منشا یہ ہے کہ امراء اپنے معاصی کی وجہ سے رکے رہیں گے اور فقراء کے پانچ سو سال بعد ان سے حساب لیا جائے گا، ان احادیث میں فقراء اور ضعفاء کی فضیلت ہے اور عورتوں کے بہ کثرت دوزخ میں جانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عموماً نماز نہیں پڑھتیں، شوہر کے حقوق ادا نہیں کرتیں، اس کی تعظیم و تکریم اور شکر بجا نہیں لاتیں اور ستر اور حجاب کے احکام کی اکثر مخالفت کرتی ہیں۔

بَابُ ۹۸۳ قِصَّةِ أَصْحَابِ الْغَارِ الثَّلَاثَةِ وَالتَّوَسُّلِ بِصَالِحِ الْأَعْمَالِ

غار میں پھنسے ہوئے تین آدمیوں کا قصہ اور نیک اعمال کا وسیلہ

۶۸۲۳ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَقَ الْمُسَيَّبِيُّ حَدَّثَنِي أَنَسٌ (يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ أَبَا ضَمْرَةَ) عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَتَمَشَّوْنَ أَخَذَهُمُ الْمَطَرُ فَأَوَوْا إِلَى غَارٍ فِي جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَى فَمِ غَارِهِمْ صَخْرَةٌ مِنَ الْجَبَلِ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ انْظُرُوا أَعْمَالًا عَمِلْتُمُوهَا صَالِحَةً لِلّٰهِ فَادْعُوا اللهَ تَعَالَى بِهَا لَعَلَّ اللهَ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ فَقَالَ أَحَدُهُمْ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَ لِي وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ وَامْرَأَتِي وَلِي صِبْيَةٌ صِغَارٌ أَرْعَى عَلَيْهِمْ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جا رہے تھے کہ ان کو بارش نے آلیا، تو انھوں نے پہاڑ کے ایک غار میں پناہ لی، اتنے میں غار کے منہ پر پہاڑ کی ایک چٹان آگری، اور یہ لوگ بند ہو گئے، پھر انھوں نے ایک دوسرے سے کہا تم لوگوں نے جو اللہ کے لیے نیک اعمال کیے ہیں ان پر غور کرو، اور ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، شاید اللہ تعالیٰ تم سے یہ مصیبت دور کر دے، سو ان میں سے ایک نے یہ دعا کی: اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میری بیوی تھی اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں بکریاں

فَإِذَا أَرَحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ
فَسَقَيْتُهُمَا قَبْلَ بَنِيَّ وَأَنَّهُ نَاءَى بِي ذَاتَ يَوْمٍ
الشَّجَرُ فَلَمْ آتِ حَتَّى أَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا قَدْ نَامَا
فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ أَحْلُبُ فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ
عِنْدَ رُءُوسِهِمَا أَكْرَهُ أَنْ أُوقِظَهُمَا مِنْ نَوْمِهِمَا
وَأَكْرَهُ أَنْ أَسْقِيَ الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ
يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمَيَّ فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَ
دَأْبَهُمْ حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي
فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا
فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللَّهُ مِنْهَا فُرْجَةً
فَرَأَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنَّهُ
كَانَتْ لِي ابْنَةُ عَمٍّ أَحْبَبْتُهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ
الرِّجَالُ النِّسَاءَ وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتَّى
آتِيَهَا بِمِائَةِ دِينَارٍ فَتَعِبْتُ حَتَّى جَمَعْتُ مِائَةَ
دِينَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا
قَالَتْ يَا عَبْدَ اللَّهِ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ إِلَّا
بِحَقِّهِ فَقُمْتُ عَنْهَا فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ
ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً
فَفَرَجَ لَهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنِّي كُنْتُ
اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ أَرُزٍّ فَلَمَّا
قَضَى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي حَقِّي فَعَرَضْتُ
عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَغِبَ عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ
أَزْرَعُهُ حَتَّى جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا
فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَظْلِمْنِي حَقِّي
قُلْتُ اذْهَبْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا
فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي
لَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ خُذْ ذَلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا
فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ

چراتا تھا، جب میں واپس آتا تو دودھ دوہتا، اور اپنے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا، ایک دن درختوں نے مجھے دور پہنچا دیا، اور میں رات سے پہلے نہ لوٹ سکا، جب میں آیا تو ماں باپ سو چکے تھے، میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور ایک برتن میں دودھ ڈال کر ماں باپ کے سرہانے کھڑا ہو گیا، میں ان کو نیند سے بیدار کرنا ناپسند کرتا تھا، اور ان سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا بھی ناپسند کرتا تھا، حالانکہ بچے میرے قدموں میں چیخ رہے تھے، فجر طلوع ہونے تک میرا اور میرے والدین کا یونہی معاملہ رہا، اے اللہ! یقیناً تجھے علم ہے کہ میں نے یہ عمل تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے کچھ کشادگی کر دے، اور ہم اس غار سے آسمان کو دیکھ لیں، سو اللہ تعالیٰ نے کچھ کشادگی کر دی اور انھوں نے اس غار سے آسمان کو دیکھ لیا، پھر دوسرے آدمی نے دعا کی کہ اے اللہ! میری ایک عم زاد تھی جس سے میں بہت محبت کرتا تھا جیسا کہ مردوں کو عورتوں سے لگاؤ ہوتا ہے، میں نے اس سے مقاربت کی درخواست کی، اس نے انکار کیا اور کہا پہلے سو دینار لاؤ، میں نے بہت مشقت کر کے سو دینار جمع کیے، میں اس کے پاس وہ دینار لے کر گیا، جب میں اس کے ساتھ جنسی عمل کرنے کے لیے بیٹھا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر، اور ناجائز طریقہ سے مہر نہ توڑ، سو میں اسی وقت اس سے الگ ہو گیا، اے اللہ! تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ فعل تیری رضا مندی کے لیے کیا تھا پس تو ہمارے لیے اس غار کو کچھ کھول دے، تو اللہ نے غار کو (مزید) کھول دیا، اور تیسرے شخص نے کہا: اے اللہ! میں نے ایک شخص کو ایک فرق (ایک پیمانہ آٹھ کلوگرام) چاولوں کی اجرت پر رکھا تھا، جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو اس نے کہا مجھے

لَنَا مَا بَقِيَ. فَفَرَّجَ اللّٰهُ مَا بَقِيَ.

میری اجرت دو، میں نے اس کو مقررہ اجرت دے دی، اس نے اس سے اعراض کیا، میں ان چاولوں کی کاشت کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے اس (کی آمدنی) سے بیل اور چرواہے جمع کر لیے، پھر ایک دن وہ شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا، اللہ سے ڈرو، اور میرا حق نہ مارو، میں نے کہا یہ بیل اور چرواہے لے جاؤ اور اپنا حق لے لو، اس نے کہا اللہ سے ڈرو اور میرے ساتھ مذاق نہ کرو، میں نے کہا میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کرتا، یہ بیل اور چرواہے لے لو، وہ ان کو لے کر چلا گیا، تجھ کو یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے کیا تھا، تو اب تو غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دے سو اللہ نے غار کا باقی ماندہ منہ بھی کھول دیا۔

۶۸۲۴- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنِي سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو كُرَيْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْبَجَلِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَرَقَبَةُ بْنُ مَسْقَلَةَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ (يَعْنُونَ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ) حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ أَبِي ضَمْرَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَزَادُوا فِي حَدِيثِهِمْ وَخَرَجُوا يَمْشُونَ وَفِي حَدِيثِ صَالِحٍ يَتَمَاشَوْنَ إِلَّا عُبَيْدُ اللّٰهِ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ وَخَرَجُوا وَلَمْ يَذْكُرْ بَعْدَهَا شَيْئًا.

امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کیں، موسیٰ بن عقبہ کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ وہ غار سے نکل کر چل دیے اور صالح کی روایت میں یتماشون کا لفظ ہے اور عبید کی روایت میں خرجوا کا لفظ ہے۔

۶۸۲۵- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ بَهْرَامَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ ابْنُ سَهْلٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں تین شخص روانہ ہوئے، حتیٰ کہ انھوں نے رات

أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ انْطَلَقَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَتّٰى آوَاهُمُ الْمَبِيتُ إِلَى غَارٍ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ مِنْهُمُ اللّٰهُمَّ كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فَكُنْتُ لَا أَغْبِقُ قَبْلَهُمَا أَهْلًا وَلَا مَالًا وَقَالَ فَامْتَنَعَتْ مِنِّي حَتّٰى أَلَمَّتْ بِهَا سَنَةٌ مِنَ السِّنِينَ فَجَاءَتْنِي فَأَعْطَيْتُهَا عِشْرِينَ وَمِائَةَ دِينَارٍ وَقَالَ فَثَمَّرْتُ أَجْرَهُ حَتّٰى كَثُرَتْ مِنْهُ الْأَمْوَالُ فَارْتَعَجَتْ وَقَالَ فَخَرَجُوا مِنَ الْغَارِ يَمْشُونَ ۔

کو ایک غار میں پناہ لی، اس کے بعد حسب سابق ہے، البتہ اس روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا: اے اللہ! میرے دو بوڑھے ماں باپ تھے، میں رات کو ان سے پہلے اپنے بال بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا، اور دوسرے شخص نے کہا اس لڑکی نے انکار کیا حتیٰ کہ ایک سال وہ قحط میں مبتلا ہوئی پھر وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کو ایک سو بیس دینار دیئے اور تیسرے شخص نے کہا میں نے اس کو اس کی مزدوری کا پھل دیا ۔۔۔ حتیٰ کہ مال میں بہت اضافہ ہو گیا اور وہ مال موجیں مارنے لگا، پھر وہ غار سے نکل کر روانہ ہو گئے۔

نیک اعمال سے توسل

علامہ نووی لکھتے ہیں:

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان قحط سالی یا کسی اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرے، کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اعمال کے وسیلہ سے دعا کی اور وہ قبول ہوئی۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کی، اور اس کو ان کے فضائل میں شمار کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور ان کی ضروریات کو اپنے بال بچوں کی ضروریات پر ترجیح دینا شریعت میں مطلوب ہے، اور اس میں پاک دامنی اور محرمات سے بچنے کا بیان ہے خصوصاً حرام پر قادر ہونے کے باوجود اس کو محض اللہ تعالیٰ کے خوف سے ترک کرنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں کسی شخص سے مزدوری پر کام کرانے اس کو مزدوری دینے حسن عہد، امانت داری اور سخاوت کا بیان ہے اور اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا بیان ہے اور یہی اہل حق کا مذہب ہے۔

فقہاء احناف نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ انسان کسی شخص کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کر سکتا ہے بہ شرطیکہ بعد میں مالک اس کو صحیح قرار دے دے، ہمارے اصحاب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ شریعت سابقہ ہے۔[1]

علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان تمام امور کو بہ طریق تعریف اور تحسین بیان کیا ہے، اور جس طرح اس حدیث کے باقی مسائل حجت ہیں یہ مسئلہ بھی حجت ہے۔

٭

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۴ - ۳۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب التوبہ

باب ۹۸۴ (توبہ کا بیان)

۶۸۲۶ - حَدَّثَنِیْ سُوَیْدُ بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَیْسَرَةَ حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ حَیْثُ یَذْكُرُنِیْ وَاللّٰهِ لَلّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ یَجِدُ ضَالَّتَهٗ بِالْفَلَاةِ وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور جہاں وہ ذکر کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اور بہ خدا اللہ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کی جنگل میں گمشدہ سواری مل جائے، اور جو شخص بہ قدر ایک بالشت میرا قرب حاصل کرتا ہے، میں بہ قدر ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں اور جو بہ قدر ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے میں بہ قدر چار ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

۶۸۲۷ - حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِیُّ حَدَّثَنَا الْمُغِیْرَةُ یَعْنِیْ ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِزَامِیَّ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ اَحَدِكُمْ مِّنْ اَحَدِكُمْ بِضَالَّتِهٖ اِذَا وَجَدَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک شخص کے توبہ کرنے پر اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے کہ تم میں سے کسی شخص کو اس کی گمشدہ سواری مل جائے۔

۶۸۲۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی۔

۶۸۲۹ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ (وَاللَّفْظُ لِعُثْمَانَ) قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَیْرٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَیْدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ اَعُوْدُهٗ وَهُوَ مَرِیْضٌ فَحَدَّثَنَا بِحَدِیْثَیْنِ

حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار تھے میں ان کی عیادت کے لیے گیا، انھوں نے مجھ کو دو حدیثیں بیان کیں ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے

حَدِيْثًا عَنْ نَّفْسِهٖ وَحَدِيْثًا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ رَجُلٍ فِىْ اَرْضٍ دَوِيَّةٍ مَهْلَكَةٍ مَعَهٗ رَاحِلَتُهٗ عَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَنَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَقَدْ ذَهَبَتْ فَطَلَبَهَا حَتّٰى اَدْرَكَهُ الْعَطَشُ ثُمَّ قَالَ اَرْجِعُ اِلٰى مَكَانِىَ الَّذِىْ كُنْتُ فِيْهِ فَاَنَامُ حَتّٰى اَمُوْتَ فَوَضَعَ رَاْسَهٗ عَلٰى سَاعِدِهٖ لِيَمُوْتَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهٗ رَاحِلَتُهٗ وَعَلَيْهَا زَادُهٗ وَطَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاللّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هٰذَا بِرَاحِلَتِهٖ وَزَادِهٖ۔

یہ سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی ہلاکت خیز سنسان جنگل میں اپنی سواری پر جاتے جس پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں ہوں، وہ سو جائے اور جب وہ بیدار ہو تو سواری کہیں جا چکی ہو، وہ اس سواری کی تلاش کرتا رہے حتیٰ کہ اس کو سخت پیاس لگ جائے پھر وہ کہے میں واپس اسی جگہ جاتا ہوں جہاں پر میں پہلے تھا، میں وہاں سو جاؤں گا حتیٰ کہ مر جاؤں گا، وہ کلائی پر اپنا سر رکھ کر لیٹ جاتا ہے تاکہ مر جائے، پھر وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کے پاس اس کی سواری ہوتی ہے اور اس پر اس کی خوراک اور کھانے اور پینے کی چیزیں رکھی ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کو بندہ مومن کی توبہ کرنے پر اس شخص کی سواری اور زادِ راہ (کے ملنے) سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

۶۸۳۰- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اٰدَمَ عَنْ قُطْبَةَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ مِنْ رَجُلٍ بِدَاوِيَّةٍ مِنَ الْاَرْضِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔ اس روایت میں ہے کہ ایک شخص جنگل کی زمین میں تھا۔

۶۸۳۱- وَحَدَّثَنِىْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَارِثَ بْنَ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ عَبْدُ اللّٰهِ حَدِيْثَيْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ عَنْ نَّفْسِهٖ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ جَرِيْرٍ۔

حارث بن سوید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دو حدیثیں بیان کیں، ایک حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روایت کی اور دوسری حدیث انھوں نے از خود بیان کی، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کو اپنے بندہ مومن کی توبہ سے اس سے بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اس کے بعد جریر کی روایت کی طرح ہے۔

۶۸۳۲- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِىُّ حَدَّثَنَا اَبِىْ حَدَّثَنَا اَبُوْ يُوْنُسَ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ خَطَبَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ فَقَالَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ رَجُلٍ حَمَلَ زَادَهٗ وَمَزَادَهٗ عَلٰى بَعِيْرٍ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى كَانَ

سماک کہتے ہیں کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں کہا اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جس نے اپنی خوراک اور مشک کو اونٹ پر لادا پھر کسی جنگل کی زمین میں سفر کے لیے روانہ

بِفَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَدْرَكَتْهُ الْقَائِلَةُ فَنَزَلَ فَقَالَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهُ وَانْسَلَّ بَعِيْرُهٗ فَاسْتَيْقَظَ فَسَعٰى شَرَفًا فَلَمْ يَرَ شَيْئًا ثُمَّ سَعٰى شَرَفًا ثَانِيًا فَلَمْ يَرَ شَيْئًا ثُمَّ سَعٰى شَرَفًا ثَالِثًا فَلَمْ يَرَ شَيْئًا فَاَقْبَلَ حَتّٰى اَتٰى مَكَانَهُ الَّذِىْ قَالَ فِيْهِ فَبَيْنَمَا هُوَ قَاعِدٌ اِذْ جَآءَهٗ بَعِيْرُهٗ يَمْشِىْ حَتّٰى وَضَعَ خِطَامَهٗ فِىْ يَدِهٖ فَلَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ مِنْ هٰذَا حِيْنَ وَجَدَ بَعِيْرَهٗ عَلٰى حَالِهٖ قَالَ سِمَاكٌ فَزَعَمَ الشَّعْبِىُّ اَنَّ النُّعْمَانَ رَفَعَ هٰذَا الْحَدِيْثَ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَّا اَنَا فَلَمْ اَسْمَعْهُ۔

۶۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَجَعْفَرُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ جَعْفَرٌ حَدَّثَنَا وَقَالَ يَحْيٰى اَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِيَادِ بْنِ لَقِيْطٍ عَنْ اِيَادٍ عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ بِفَرَحِ رَجُلٍ انْفَلَتَتْ مِنْهُ رَاحِلَتُهٗ تَجُرُّ زِمَامَهَا بِاَرْضٍ قَفْرٍ لَيْسَ بِهَا طَعَامٌ وَّلَا شَرَابٌ وَعَلَيْهَا لَهٗ طَعَامٌ وَّشَرَابٌ فَطَلَبَهَا حَتّٰى شَقَّ عَلَيْهِ ثُمَّ مَرَّتْ بِجِذْلِ شَجَرَةٍ فَتَعَلَّقَ زِمَامُهَا فَوَجَدَهَا مُتَعَلِّقَةً بِهٖ قُلْنَا شَدِيْدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنَ الرَّجُلِ بِرَاحِلَتِهٖ قَالَ جَعْفَرٌ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ اِيَادٍ عَنْ اَبِيْهِ۔

۶۸۳۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُوْنُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِىْ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِيْنَ يَتُوْبُ

ہوا، دوپہر گزارنے کے لیے نیند آنے لگی وہ ایک درخت کے نیچے اترا اور سو گیا، اور اس کا اونٹ کسی طرف کو نکل گیا، جب وہ بیدار ہوا تو ایک ٹیلہ پر چڑھ کر دیکھا اسے کچھ نظر نہ آیا، وہ دوبارہ ایک ٹیلے پر چڑھا، اسے پھر بھی کچھ نظر نہیں آیا وہ تیسری بار ٹیلہ پر چڑھا اسے پھر بھی کچھ نظر نہ آیا وہ پھر اسی جگہ لوٹ آیا جہاں وہ سویا تھا پھر جس جگہ وہ بیٹھا تھا اچانک وہاں پر وہ اونٹ چلتے چلتے آپہنچا اور اپنی مہار لا کر اس شخص کے ہاتھ میں دے دی تو اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جبکہ یاس کے عالم میں اس کو اونٹ مل جاتا ہے۔ سماک کہتے ہیں کہ شعبی کا خیال ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر نے اس بیان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس شخص کی خوشی کے متعلق کیا کہتے ہو جس کی اونٹنی کسی سنسان جنگل میں اپنی نکیل کی رسی کھینچتی ہوئی نکل جائے، جس سرزمین میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ہو، اور اس اونٹنی پر اس کے کھانے پینے کی چیزیں لدی ہوں، وہ شخص اس اونٹنی کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک جائے، پھر وہ اونٹنی ایک درخت کے تنے کے پاس سے گزرے اور اس کی نکیل اس تنے میں اٹک جائے اور اس شخص کو وہ اونٹنی اس تنے میں اٹکی ہوئی مل جائے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ شخص بہت خوش ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ پر اس شخص کی سواری کے (ملنے کی) بہ نسبت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس پر اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص جنگل کی زمین میں اپنی سواری پر جائے اور سواری اس

الْبَعِيرِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلَى رَاحِلَتِهِ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَأَيِسَ مِنْهَا فَأَتَى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا قَدْ أَيِسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَا هُوَ كَذَٰلِكَ إِذَا هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اللَّهُمَّ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ۔

سے نکل جائے جس پر اس کے کھانے اور پینے کی چیزیں ہوں، وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے پاس آئے اور اس کے سائے میں لیٹ جائے جس وقت وہ سواری سے مایوس ہو کر لیٹا ہوا ہو، اچانک وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہو، وہ اس کی مہار پکڑ لے، پھر خوشی کی شدت سے یہ کہے "اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں" یعنی شدت مسرت کی وجہ سے الفاظ الٹ جائیں۔

۶۸۳۵۔ حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَلَّهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ إِذَا اسْتَيْقَظَ عَلَى بَعِيرِهِ قَدْ أَضَلَّهُ بِأَرْضِ فَلَاةٍ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کی توبہ کرنے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہوتے ہی جنگل کی زمین میں اپنا اونٹ پالے۔

۶۸۳۶۔ وَحَدَّثَنِيهِ أَحْمَدُ الدَّارِمِيُّ حَدَّثَنَا حَبَّانُ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کی۔

(ف): حدیث نمبر ۶۸۲۹ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے دو حدیثیں بیان کیں، ایک اپنی طرف سے اور ایک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، امام مسلم نے وہ حدیث نہیں بیان کی جو حضرت ابن مسعود نے اپنی طرف سے بیان کی تھی، امام بخاری نے اس کا بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود نے کہا مومن اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے گویا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اس کو پہاڑ کے گرنے کا خوف ہو، اور فاجر اپنے گناہوں کو یوں خیال کرتا ہے جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو پھر انہوں نے ہاتھ سے مکھی اڑانے کا اشارہ کیا۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۳۳ مطبوعہ کراچی)

بَابُ فَضِيلَةِ الْاِسْتِغْفَارِ!

استغفار کی فضیلت

۶۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَاصِّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي صِرْمَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ أَنَّهُ قَالَ حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ كُنْتُ كَتَمْتُ عَنْكُمْ شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْلَا أَنَّكُمْ

حضرت ابو ایوب انصاری نے وفات کے وقت فرمایا: میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ایک حدیث تم سے چھپا رکھی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا۔

تُذْنِبُوْنَ لَخَلَقَ اللّٰهُ خَلْقًا يُذْنِبُوْنَ يَغْفِرُ لَهُمْ۔

۶۸۳۸ - حَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِيْ عِيَاضٌ (وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْفِهْرِيُّ) حَدَّثَنِيْ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ اَبِيْ صِرْمَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَوْ اَنَّكُمْ لَمْ تَكُنْ لَكُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَكُمْ لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ لَهُمْ ذُنُوْبٌ يَغْفِرُهَا لَهُمْ۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مغفرت کرنے کے لیے تمہارے گناہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو پیدا کرتا جس کے گناہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرتا۔

۶۸۳۹ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ جَعْفَرٍ الْجَزَرِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تم کو لے جاتا اور تمہارے بدلے میں ایک ایسی قوم لاتا جو گناہ کرتی اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتی، اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو اس خوف سے چھپایا تھا کہ لوگ اس پر اعتماد کر کے عمل کو ترک کر دیں گے اور ان پر مغفرت کی امید غالب آجائے گی اور وہ دلیری سے گناہ کرنے لگیں گے، اسی طرح واعظ پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی احادیث کو بہ کثرت بیان نہ کرے تاکہ لوگ گناہوں میں نہ ڈوب جائیں اور وعظ ونصیحت میں گناہوں سے ڈرانے کی احادیث کو زیادہ تر بیان کیا جائے لیکن اس طرح نہیں کہ لوگ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں اور جب انسان پر موت کا وقت آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی وسعت سے متعلق آیات اور احادیث سنانی چاہئیں تاکہ مرتے وقت بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم رہے۔ [۱]

اس حدیث کا منشاء یہ نہیں ہے کہ لوگ گناہ کریں اور پھر مغفرت چاہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ لوگ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہیں، عبادت گذار اور نیکوکار بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتے رہیں، کیونکہ انسان کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی غیر متناہی نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، اس لیے ہر وقت اپنی عبادت کی کمی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے یا اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر انسان سے گناہ ہو جائے تو وہ فوراً توبہ اور استغفار کرے۔ اور توبہ سے غافل نہ ہو۔

---

[۱] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۵۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

بَابُ ۹۸۶ فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الْآخِرَةِ

ذکر کے دوام اور امور آخرت میں غور و فکر کی فضیلت

۶۸۴۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقَطَنُ بْنُ نُسَيْرٍ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ حَنْظَلَةَ الْأُسَيْدِيِّ قَالَ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ أَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قَالَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ قَالَ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ فَنَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَوَاللَّهِ إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا؟ فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأْيُ عَيْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔

حضرت حنظلہ اُسیدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ملاقات کی، اور کہا اے حنظلہ! تم کیسے ہو! میں نے کہا حنظلہ منافق ہو گیا، حضرت ابوبکر نے کہا سبحان اللہ! تم کیسی بات کر رہے ہو، میں نے کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحت کرتے ہیں، حتیٰ کہ ہم گویا کہ جنت اور دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، پھر جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں کے معاملات میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت ساری چیزیں بھول جاتے ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا: بہ خدا اس قسم کا معاملہ تو ہمیں بھی پیش آتا ہے، پھر میں اور حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے کہا: یارسول! حنظلہ منافق ہو گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے کہا یارسول اللہ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے ہیں حتیٰ کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے جنت اور نار کو دیکھتے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر اپنی بیویوں، بچوں اور زمینوں میں مشغول ہوتے ہیں تو ہم بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے تم میرے پاس ذکر و فکر کی جس کیفیت میں ہوتے ہو اگر تمہاری وہ کیفیت ہمیشہ رہے تو تمہارے بستروں اور راستوں پر فرشتے تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ!

یہ کیفیت ایک آدھ ساعت رہتی ہے، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔

۶۸۴۱ - حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ سَمِعْتُ اَبِیْ یُحَدِّثُ حَدَّثَنَا سَعِیْدُ الْجُرَیْرِیُّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عَنْ حَنْظَلَةَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَعَظَنَا فَذَکَّرَ النَّارَ ثُمَّ قَالَ جِئْتُ اِلَی الْبَیْتِ فَضَاحَکْتُ الصِّبْیَانَ وَلَاعَبْتُ الْمَرْاَةَ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَقِیْتُ اَبَا بَکْرٍ فَذَکَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذْکُرُ فَلَقِیْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَافَقَ حَنْظَلَةُ فَقَالَ مَهْ فَحَدَّثْتُهٗ بِالْحَدِیْثِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ فَقَالَ یَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَّسَاعَةً وَّلَوْ کَانَتْ تَکُوْنُ قُلُوْبُکُمْ کَمَا تَکُوْنُ عِنْدَ الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ حَتّٰی تُسَلِّمَ عَلَیْکُمْ فِی الطُّرُقِ۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، ہم نے آپ کو نصیحت کی اور دوزخ کا ذکر فرمایا، انھوں نے کہا، پھر میں گھر آیا اور بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کیا اور بیوی سے خوش طبعی کی، پھر جب میں باہر نکلا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا انھوں نے کہا میں نے بھی اسی طرح کیا ہے جس طرح تم ذکر کر رہے ہو، پھر ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، میں نے کہا یا رسول اللہ! حنظلہ منافق ہو گیا! آپ نے فرمایا: کیا کہتے ہو، تو میں نے آپ کے سامنے پورا واقعہ عرض کیا، حضرت ابوبکر نے کہا جس طرح انھوں نے بیان کیا ہے میرے ساتھ بھی اسی طرح ہوا ہے، آپ نے فرمایا: اے حنظلہ! یہ کیفیت کبھی کبھی ہوتی ہے جس طرح نصیحت کے وقت تمہارے دلوں کی کیفیت ہوتی ہے اگر یہ کیفیت ہمیشہ رہے تو فرشتے تم سے معانقہ کریں اور راستوں پر تم کو سلام کریں۔

۶۸۴۲ - حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُکَیْنٍ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ عَنْ سَعِیْدِ الْجُرَیْرِیِّ عَنْ اَبِیْ عُثْمَانَ النَّهْدِیِّ عَنْ حَنْظَلَةَ التَّمِیْمِیِّ الْاُسَیْدِیِّ الْکَاتِبِ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَکَّرَنَا الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَذَکَرَ نَحْوَ حَدِیْثِهِمَا۔

حضرت حنظلہ تمیمی اسیدی کاتب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ہمیں جنت اور نار کی نصیحت کرتے تھے۔ پھر حسب سابق حدیث ہے۔

(ف) حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا تھا کہ حنظلہ منافق ہو گیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ان کو جو آخرت کا خوف لاحق ہوتا تھا، اور خضوع اور خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی تھی، اس مجلس سے اٹھنے کے بعد جب وہ بال بچوں اور گھر کے امور میں مشغول ہوتے تھے تو وہ کیفیت نہیں ہوتی تھی، اور نفاق کی اصل یہ ہے کہ دل میں پوشیدہ شر کے برعکس خیر کا اظہار کرے، اس لیے حضرت حنظلہ کو خوف ہوا کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہو گئے، تب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتایا کہ یہ نفاق نہیں ہے، اور وہ خوف خدا کی اس کیفیت کو دائماً برقرار رکھنے کے مکلف نہیں ہیں، البتہ یہ کیفیت کبھی کبھی ہونی چاہیے۔

باب ۹۸۷ فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ وانہا سبقت غضبہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے

۶۸۴۳ - حدثنا قتیبۃ بن سعید حدثنا المغیرۃ (یعنی الحزامی) عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما خلق اللہ الخلق کتب فی کتابہ فہو عندہ فوق العرش ان رحمتی تغلب غضبی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش کے اوپر اپنے پاس کتاب میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

۶۸۴۴ - حدثنی زہیر بن حرب حدثنا سفیان بن عیینۃ عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ عز وجل سبقت رحمتی غضبی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔

۶۸۴۵ - حدثنا علی بن خشرم اخبرنا ابو ضمرۃ عن الحارث بن عبد الرحمن عن عطاء بن میناء عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قضی اللہ الخلق کتب فی کتابہ علی نفسہ فہو موضوع عندہ ان رحمتی تغلب غضبی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کر لیا تو اس نے اپنے پاس رکھی ہوئی کتاب میں یہ لکھ دیا، اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

۶۸۴۶ - حدثنا حرملۃ بن یحیی التجیبی اخبرنا ابن وہب اخبرنی یونس عن ابن شہاب ان سعید بن المسیب اخبرہ ان ابا ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء فامسک عندہ تسعۃ وتسعین وانزل فی الارض جزءا واحدا فمن ذلک الجزء تتراحم الخلائق حتی ترفع الدابۃ حافرہا عن ولدہا خشیۃ ان تصیبہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ایک سو حصے کیے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین پر نازل کیا، اسی ایک حصے سے مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے حتیٰ کہ چوپایہ اپنے بچے کے اوپر سے اپنا پیر ہٹا لیتا ہے تاکہ اس کو تکلیف نہ ہو۔

۶۸۴۷ - حدثنا یحیی بن ایوب وقتیبۃ وابن حجر قالوا حدثنا اسمعیل یعنون ابن جعفر عن العلاء عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خلق اللہ مائۃ رحمۃ فوضع واحدۃ بین خلقہ وخبا عندہ مائۃ الا واحدۃ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں، ایک رحمت اس نے اپنی مخلوق میں رکھی اور ننانوے رحمتیں اس نے اپنے پاس رکھیں۔

۶۸۴۸- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ وَبِهَا يَتَرَاحَمُونَ وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللّٰهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالے کے پاس سو رحمتیں ہیں اس نے ان میں سے ایک رحمت جن، انس، حیوانات اور حشرات الارض میں نازل کی جس سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور رحم کرتے ہیں اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں بچا رکھی ہیں ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

۶۸۴۹- حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ النَّهْدِيُّ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلّٰهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ فَمِنْهَا رَحْمَةٌ بِهَا يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ بَيْنَهُمْ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے پاس سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک رحمت سے مخلوق آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے اور ننانوے رحمتیں روز قیامت کے لیے ہیں۔

۶۸۵۰- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۸۵۱- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِائَةَ رَحْمَةٍ كُلُّ رَحْمَةٍ طِبَاقَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَجَعَلَ مِنْهَا فِي الْأَرْضِ رَحْمَةً فَبِهَا تَعْطِفُ الْوَالِدَةُ عَلَى وَلَدِهَا وَالْوَحْشُ وَالطَّيْرُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ أَكْمَلَهَا بِهٰذِهِ الرَّحْمَةِ۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالے نے جس دن آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اس دن اس نے سو رحمتیں پیدا کیں، ہر رحمت آسمان اور زمین کے بھراؤ کے برابر ہے، اس نے ان میں سے ایک رحمت زمین پر نازل کی، اسی رحمت کی وجہ سے والدہ اپنی اولاد پر رحمت کرتی ہے اور درندے اور پرندے ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں، جب قیامت کا دن ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس رحمت کے ساتھ اپنی رحمتوں کو مکمل فرمائے گا۔

۶۸۵۲- حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِيُّ (وَاللَّفْظُ لِحَسَنٍ) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ قَدِمَ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے ان قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی اچانک قیدیوں میں سے اس کو اپنا بچہ مل گیا، اس نے اس بچہ

عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِسَبْیٍ فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِّنَ السَّبْیِ تَبْتَغِیْ اِذَا وَجَدَتْ صَبِیًّا فِی السَّبْیِ اَخَذَتْہُ فَاَلْصَقَتْہُ بِبَطْنِھَا وَاَرْضَعَتْہُ فَقَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَرَوْنَ ھٰذِہِ الْمَرْاَۃَ طَارِحَۃً وَلَدَھَا فِی النَّارِ قُلْنَا لَا وَاللّٰہِ وَھِیَ تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ لَّا تَطْرَحَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا۔

کو اٹھا کر پیٹ سے چمٹا لیا، اور اس کو دودھ پلانے لگی، تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے کہا نہیں بہ خدا اگر اس سے ہو سکا تو یہ اس بچہ کو آگ میں نہیں ڈالے گی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عورت اپنے بچہ پر جس قدر رحم کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔

۶۸۵۳ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِیْعًا عَنْ اِسْمٰعِیْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَیُّوْبَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیْلُ اَخْبَرَنِی الْعَلَاءُ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الْعُقُوْبَۃِ مَا طَمِعَ بِجَنَّتِہٖ اَحَدٌ وَلَوْ یَعْلَمُ الْکَافِرُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الرَّحْمَۃِ مَا قَنِطَ مِنْ جَنَّتِہٖ اَحَدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مومن کو یہ علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب کتنا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جنت کی کوئی تمنا نہ کرتا، اور اگر کافر کو یہ علم ہو جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اللہ تعالیٰ کی جنت سے کوئی مایوس نہ ہوتا۔

۶۸۵۴ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوْقِ بْنِ بِنْتِ مَھْدِیِّ بْنِ مَیْمُوْنٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لَّمْ یَعْمَلْ حَسَنَۃً قَطُّ لِاَھْلِہٖ اِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوْہُ ثُمَّ اذْرُوْا نِصْفَہٗ فِی الْبَرِّ وَنِصْفَہٗ فِی الْبَحْرِ فَوَاللّٰہِ لَئِنْ قَدَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ لَیُعَذِّبَنَّہٗ عَذَابًا لَّا یُعَذِّبُہٗ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ فَلَمَّا مَاتَ الرَّجُلُ فَعَلُوْا مَا اَمَرَھُمْ فَاَمَرَ اللّٰہُ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ وَاَمَرَ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِیْہِ ثُمَّ قَالَ لِمَ فَعَلْتَ ھٰذَا قَالَ مِنْ خَشْیَتِكَ یَا رَبِّ وَاَنْتَ اَعْلَمُ فَغَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے کوئی نیکی نہیں کی تھی جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا اس کو جلا دینا پھر اس کے نصف کو خشکی میں اڑا دینا اور نصف کو سمندر میں بہا دینا کیونکہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر گرفت کی تو اس کو اتنا سخت عذاب دے گا کہ تمام جہانوں میں کوئی اس کو اتنا سخت عذاب نہیں دے سکتا، جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی وصیت کے مطابق کر دیا، اللہ تعالے نے خشکی کو حکم دیا تو اس نے اس کے ذرات جمع کر دیے اور سمندر کو حکم دیا تو اس نے اس کے ذرات جمع کر دیے، پھر فرمایا تم نے اس طرح کرنے کا کیوں کہا تھا؟ اس نے کہا اے میرے رب تیرے ڈر کی وجہ سے اور تو زیادہ جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

۶۸۵۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ

معمر کہتے ہیں مجھ سے زہری نے کہا میں تم کو دو

قَالَ عَبْدٌ أَخْبَرَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ (وَاللَّفْظُ لَهُ)
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، قَالَ قَالَ لِيَ
الزُّهْرِيُّ أَلَا أُحَدِّثُكَ بِحَدِيثَيْنِ عَجِيبَيْنِ قَالَ
الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أَسْرَفَ رَجُلٌ عَلٰى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ
أَوْصٰى بَنِيهِ فَقَالَ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي ثُمَّ اسْحَقُونِي
ثُمَّ اذْرُونِي فِي الرِّيحِ فِي الْبَحْرِ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ قَدَرَ
عَلَيَّ رَبِّي لَيُعَذِّبُنِي عَذَابًا مَا عَذَّبَهُ بِهِ أَحَدًا قَالَ
فَفَعَلُوا ذٰلِكَ بِهِ فَقَالَ لِلْأَرْضِ أَدِّي مَا أَخَذْتِ
فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقَالَ لَهُ مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا صَنَعْتَ
فَقَالَ خَشْيَتُكَ يَا رَبِّ أَوْ قَالَ مَخَافَتُكَ فَغَفَرَ لَهُ
بِذٰلِكَ، قَالَ الزُّهْرِيُّ وَحَدَّثَنِي حُمَيْدٌ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
دَخَلَتِ امْرَأَةٌ النَّارَ فِي هِرَّةٍ رَبَطَتْهَا فَلَا هِيَ
أَطْعَمَتْهَا وَلَا هِيَ أَرْسَلَتْهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَاشِ
الْأَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ هَزْلًا قَالَ الزُّهْرِيُّ ذٰلِكَ
لِئَلَّا يَتَّكِلَ رَجُلٌ وَلَا يَيْأَسَ رَجُلٌ

عجیب حدیثیں نہ سناؤں! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے اپنے نفس پر زیادتی کی، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا، پھر مجھے راکھ کر کے ہوا اور سمندر میں منتشر کر دینا، کیونکہ بخدا اگر میرے رب نے گرفت کی تو وہ مجھے اتنا عذاب دے گا کہ کوئی کسی کو اتنا عذاب نہیں دے سکتا، آپ نے فرمایا اس کے بیٹوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو نے جو کچھ لیا ہے اس کو واپس کر، وہ شخص کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو اس وصیت پر کس چیز نے برانگیختہ کیا تھا، اس شخص نے کہا اے رب! تیری خشیت نے یا کہا تیرے خوف نے! اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (دوسری حدیث یہ ہے) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عورت بلی کی وجہ سے دوزخ میں داخل ہو گئی، اس نے اس بلی کو باندھ کر رکھا، اس کو کھلایا نہ پلایا اور نہ اس کو آزاد کیا تاکہ وہ حشرات الارض کو کھا لیتی حتیٰ کہ وہ بلی لاغری سے مر گئی۔ زہری نے کہا ان حدیثوں کا منشا یہ ہے کہ انسان اللہ کی رحمت پر کلیۃً اعتماد کرے (اور عمل ترک کر دے) اور نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو۔

۶۸۵۶- حَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ قَالَ
الزُّهْرِيُّ حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
عَوْفٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَسْرَفَ عَبْدٌ عَلٰى نَفْسِهِ
بِنَحْوِ حَدِيثِ مَعْمَرٍ إِلٰى قَوْلِهِ فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَلَمْ
يَذْكُرْ حَدِيثَ الْمَرْأَةِ فِي قِصَّةِ الْهِرَّةِ وَفِي حَدِيثِ
الزُّبَيْدِيِّ قَالَ فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِكُلِّ شَيْءٍ
أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا أَدِّ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک بندے نے اپنے نفس پر زیادتی کی، جیسا کہ معمر کی روایت میں یہاں تک ہے کہ "پس اللہ نے اسے بخش دیا" اور بلی کے قصہ میں عورت کا ذکر نہیں ہے اور زبیدی کی روایت میں ہے اللہ عزوجل نے ہر اس چیز سے فرمایا جس نے اس کی راکھ کا کچھ حصہ لیا تھا "جو تم نے لیا ہے وہ واپس کر دو"

۶۸۵۷۔ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ
حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ سَمِعَ عُقْبَةَ
بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ
يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا
فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَاشَهُ اللَّهُ مَالًا وَوَلَدًا فَقَالَ
لِوَلَدِهِ لَتَفْعَلُنَّ مَا آمُرُكُمْ بِهِ أَوْ لَأُوَلِّيَنَّ مِيرَاثِي
غَيْرَكُمْ إِذَا أَنَا مُتُّ فَأَحْرِقُونِي وَأَكْثَرُ عِلْمِي أَنَّهُ
قَالَ ثُمَّ اسْحَقُونِي وَاذْرُونِي فِي الرِّيحِ فَإِنِّي لَمْ
أَبْتَهِرْ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرًا وَإِنَّ اللَّهَ يَقْدِرُ عَلَيَّ أَنْ
يُعَذِّبَنِي قَالَ فَأَخَذَ مِنْهُمْ مِيثَاقًا فَفَعَلُوا ذَلِكَ
بِهِ وَرَبِّي فَقَالَ اللَّهُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ
فَقَالَ مَخَافَتُكَ قَالَ فَمَا تَلَافَاهُ غَيْرُهَا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد سے نوازا تھا، اس نے اپنی اولاد سے کہا تم وہ ضرور کرنا جس کا میں تم کو حکم دوں، ورنہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کو تمہارے مال کا وارث بنا دوں گا، جب میں مر جاؤں تو تم مجھ کو جلا دینا۔ اور مجھے زیادہ یاد یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا پھر مجھے راکھ کر کے ہوا میں اڑا دینا، کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نیکی نہیں کی اور بے شک اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دینے پر قادر ہے، پھر اس نے اپنی اولاد سے پکا وعدہ لیا، سو اس کی اولاد نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے اس کام پر کس چیز نے برانگیختہ کیا؟ اس نے کہا تیرے خوف نے، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کو اور کوئی عذاب نہیں ہوا۔

۶۸۵۸۔ وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ
حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ قَالَ لِي أَبِي حَدَّثَنَا
قَتَادَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا
الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ح
وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا أَبُو
عَوَانَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ ذَكَرُوا جَمِيعًا بِإِسْنَادِ
شُعْبَةَ نَحْوَ حَدِيثِهِ وَفِي حَدِيثِ شَيْبَانَ وَأَبِي عَوَانَةَ
أَنَّ رَجُلًا مِنَ النَّاسِ رَغَسَهُ اللَّهُ مَالًا وَوَلَدًا وَفِي
حَدِيثِ التَّيْمِيِّ فَإِنَّهُ لَمْ يَبْتَئِرْ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرًا قَالَ
فَسَّرَهَا قَتَادَةُ لَمْ يَدَّخِرْ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرًا وَفِي
حَدِيثِ شَيْبَانَ فَإِنَّهُ وَاللَّهِ مَا ابْتَأَرَ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرًا
وَفِي حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ مَا امْتَأَرَ بِالْمِيمِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی تین سندیں ذکر کیں، ابو عوانہ کی روایت میں ہے ایک آدمی کو اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد عطا کی تھی اور تیمی کی روایت میں ہے اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی نیکی نہیں کی، اس کی قتادہ نے یہ تفسیر کی اس نے اللہ کے نزدیک کوئی خیر نہیں کی اور شیبان کی روایت میں ہے کیونکہ اس نے بے شک اللہ کے نزدیک کوئی خیر نہیں کی اور ابو عوانہ کی روایت میں ہے اس نے کوئی نیکی نہیں کی۔

رحمت اور غضب کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۸۴۳ میں ہے: میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔
علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

رحمت کا معنی ہے دل کا رقیق ہونا اور غضب کا معنی ہے خون کا جوش میں آنا اور یہ دونوں معنی اللہ سبحانہ کے لیے محال ہیں، علامہ مازری نے کہا یہ دونوں لفظ ارادہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، رحمت کا معنی ہے نیکوکار کو انعام دینے کا

ارادہ کرنا اور غضب کا معنی ہے گنہ گار کو سزا دینے کا ارادہ کرنا، ایک قول یہ ہے کہ ان کا معنی انعام دینا اور سزا دینا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا حدیث میں ہے میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے، یہاں غلبہ سے مراد کثرت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کرنے کا ظہور سزا دینے کی بہ نسبت کثیر اور زیادہ ہے۔ اور رحمت کے سو حصوں سے مراد کثرت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرنے کی توجیہ

حدیث نمبر ۶۸۵۴ میں ہے: جس آدمی نے اپنے نفس پر زیادتی کی تھی اس نے کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے پر قادر ہوا تو اس کو اتنا سخت عذاب دے گا کہ تمام جہانوں میں کوئی کسی کو اتنا عذاب نہیں دے سکتا۔

علامہ وشتانی ابی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بظاہر یہ لفظ قدرت سے ماخوذ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرے وہ کافر ہے، اور یہ شخص کافر نہیں تھا کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اے رب میں نے تیرے خوف سے یہ کہا تھا، اور نیز اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کافر کو نہیں بخشتا، اس لیے "قدر" کی تاویل میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا یہ قضا اور حکم کے معنی میں ہے، یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے کا حکم دیا یا فیصلہ کیا اور بعض علماء نے کہا یہ ضیق کے معنی میں ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے عذاب دینے میں تنگی کی یا گرفت کی اور بعض علماء نے یہ کہا کہ یہ قدرت سے ہی ماخوذ ہے، لیکن اس شخص کو قدرت میں شک نہیں تھا بلکہ خوف کے غلبہ اور گھبراہٹ کی شدت کی وجہ سے اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے اس لیے اس سے ان الفاظ پر مواخذہ نہیں ہوا، جس طرح ایک شخص نے خوشی کی شدت کی وجہ سے یہ کہا تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ [1]

بَابُ قَبُولِ التَّوْبَةِ مِنَ الذُّنُوبِ وَإِنْ تَكَرَّرَتِ الذُّنُوبُ وَالتَّوْبَةُ

باب ۹۸۸ گناہوں کی توبہ کا قبول ہونا خواہ گناہ اور توبہ بار بار ہوں

۶۸۵۹ - حَدَّثَنِي عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا يَحْكِي عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ أَذْنَبَ عَبْدٌ ذَنْبًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا اور کہا اے اللہ میرے گناہ کو بخش دے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، پھر دوبارہ وہ بندہ گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرا گناہ معاف کردے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۷، ص ۱۵۸۔ ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَبْدِي أَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ ثُمَّ عَادَ فَأَذْنَبَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي فَقَالَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَذْنَبَ عَبْدِي ذَنْبًا فَعَلِمَ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ وَيَأْخُذُ بِالذَّنْبِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى لَا أَدْرِي أَقَالَ فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ اعْمَلْ مَا شِئْتَ۔

نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے، اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے، وہ بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب میرے گناہ کو معاف کر دے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا ہے اور اس کو یقین ہے کہ اس کا رب گناہ معاف بھی کرتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے تم جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی، عبدالاعلیٰ نے کہا مجھے یاد نہیں آپ نے تیسری یا چوتھی بار فرمایا تھا: جو چاہو کرو۔

۶۸۶۰۔ قَالَ أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ زَنْجُوَيْهِ الْقُرَشِيُّ الْقُشَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ النَّرْسِيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۶۸۶۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ كَانَ بِالْمَدِينَةِ قَاصٌّ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا بِمَعْنَى حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ وَذَكَرَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَذْنَبَ ذَنْبًا وَفِي الثَّالِثَةِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي فَلْيَعْمَلْ مَا شَاءَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بندے نے گناہ کیا، یہ روایت حسب سابق ہے، اس میں تین بار یہ ذکر ہے اس نے گناہ کیا اور تیسری بار میں یہ ذکر ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے سو کرے۔

۶۸۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل رات بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والا (رات کو) توبہ کرے، اور دن بھر ہاتھ پھیلائے رکھتا ہے کہ رات کو گناہ کرنے والا (دن میں) توبہ کرے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔ (اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہو گی)۔

۶۸۶۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

(ف) ان احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص سو بار یا ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے اور ہر بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے، اور اگر تمام گناہوں کے بعد توبہ کرے تب بھی اس کی توبہ صحیح ہے۔[1]

بَابُ ۹۸۹ غَيْرَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَحْرِيْمِ الْفَوَاحِشِ!

اللہ تعالیٰ کی غیرت کا بیان اور بے حیائی کے کاموں کی ممانعت

۶۸۶۴ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِسْحٰقُ اَخْبَرَنَا وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ وَآئِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ اَحَدٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ وَلَيْسَ اَحَدٌ اَغْيَرَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی شخص غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فواحش (بے حیائی کے کاموں) کو حرام کر دیا۔

۶۸۶۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لَهُ) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہر اور باطن کے تمام فواحش کو حرام کر دیا، اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی شخص تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔

۶۸۶۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا وَآئِلٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قُلْتُ لَهُ اَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ وَرَفَعَهُ اَنَّهُ قَالَ لَا اَحَدَ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام ظاہری اور باطنی فواحش کو حرام کر دیا، اور نہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو تعریف پسند ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ وَلِذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ.

۶۸۶۷ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ وَلَيْسَ أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ وَلَيْسَ أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللهِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ أَنْزَلَ الْكِتَابَ وَأَرْسَلَ الرُّسُلَ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو تعریف پسند نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے۔ اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فواحش کو حرام کر دیا اور نہ اللہ عزوجل سے زیادہ کسی کو عذر قبول کرنا پسند ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی اور رسولوں کو بھیجا۔

۶۸۶۸ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُلَيَّةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ يَغَارُ وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللهِ أَنْ يَأْتِيَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ عَلَيْهِ. قَالَ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ أَنَّ أَسْمَاءَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ شَيْءٌ أَغْيَرَ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بھی غیرت کرتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر غیرت آتی ہے کہ مومن وہ کام کرے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، ایک اور سند سے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے۔

۶۸۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ وَحَرْبُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ رِوَايَةِ حَجَّاجٍ حَدِيثَ أَبِي هُرَيْرَةَ خَاصَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ حَدِيثَ أَسْمَاءَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت بیان کی۔

۶۸۷۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ أَسْمَاءَ عَنِ

حضرت اسماء بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل سے زیادہ کوئی غیور نہیں ہے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا شَيْءَ أَغْيَرُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

۶۸۷۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ (يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ) عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ يَغَارُ وَاللهُ أَشَدُّ غَيْرًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن غیرت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ غیرت کرتا ہے۔

۶۸۷۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

باب ۹۹۰ قَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں

۶۸۷۳ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَزِيدَ بْنِ زُرَيْعٍ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ) حَدَّثَنَا يَزِيدُ حَدَّثَنَا التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ قَالَ فَنَزَلَتْ أَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ أَلِيَ هَذِهِ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لِمَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ أُمَّتِي۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لیا وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا تب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ:) "دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھو، بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں"۔ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ! کیا یہ (بشارت) صرف اسی شخص کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا میری امت میں سے جو بھی اس پر عمل کرے سب کے لیے ہے۔

۶۸۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَنَّهُ أَصَابَ مِنِ امْرَأَةٍ إِمَّا قُبْلَةً أَوْ مَسًّا بِيَدٍ أَوْ شَيْئًا كَأَنَّهُ يَسْأَلُ عَنْ كَفَّارَتِهَا قَالَ فَأَنْزَلَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے یہ ذکر کیا کہ اس نے ایک عورت کا بوسہ لیا ہے یا اس کو ہاتھ سے چھیڑا ہے یا کچھ اور کیا ہے، گویا کہ وہ اس کے کفارے کے متعلق سوال کر رہا تھا، تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۶۸۷۵ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ

اسی سند سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیے بغیر کوئی کارروائی کی، وہ حضرت

أَصَابَ رَجُلٌ مِّنِ امْرَأَةٍ شَيْئًا دُونَ الْفَاحِشَةِ فَأَتَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَعَظَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى أَبَا بَكْرٍ فَعَظَّمَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يَزِيدَ وَالْمُعْتَمِرِ.

۶۸۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ (وَاللَّفْظُ لِيَحْيَى) قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي عَالَجْتُ امْرَأَةً فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَإِنِّي أَصَبْتُ مِنْهَا مَا دُونَ أَنْ أَمَسَّهَا فَأَنَا هٰذَا فَاقْضِ فِيَّ مَا شِئْتَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ لَقَدْ سَتَرَكَ اللهُ لَوْ سَتَرْتَ نَفْسَكَ قَالَ فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَقَامَ الرَّجُلُ فَانْطَلَقَ فَأَتْبَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا دَعَاهُ وَتَلَا عَلَيْهِ هٰذِهِ الْآيَةَ أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذَّاكِرِينَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ يَا نَبِيَّ اللهِ هٰذَا لَهُ خَاصَّةً قَالَ بَلْ لِلنَّاسِ كَافَّةً.

۶۸۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ يُحَدِّثُ عَنْ خَالِهِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيثِ أَبِي الْأَحْوَصِ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِ فَقَالَ مُعَاذٌ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا لِهٰذَا خَاصَّةً أَوْ لَنَا عَامَّةً قَالَ بَلْ لَكُمْ عَامَّةً.

۶۸۷۸ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ حَدَّثَنَا

عمر بن الخطاب کے پاس گیا، انھوں نے اس کو بہت بڑا گناہ قرار دیا، پھر وہ حضرت ابوبکر کے پاس گیا، انھوں نے بھی اس کو بہت سخت گناہ قرار دیا پھر وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے مدینہ کے آخری کنارے میں ایک عورت کو پکڑ لیا اور میں نے دخول کے علاوہ اس سے باقی کارروائی کرلی، اب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں آپ میرے متعلق جو چاہیں فیصلہ فرمائیں، حضرت عمر نے اس شخص سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارا پردہ رکھا تھا، کاش تم بھی اپنا پردہ رکھتے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو کوئی جواب نہیں دیا، وہ شخص اٹھ کر چلا گیا، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی بھیج کر اس کو بلوایا، اور اس کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی: "دن کے دونوں حصوں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم رکھو، بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ان لوگوں کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں"، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ (بشارت) اسی کے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، سب لوگوں کے لیے ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو ذکر کیا، اس حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ اسی کے لیے خاص ہے؟ یا ہم سب کے لیے عام ہے؟ آپ نے فرمایا بلکہ تم سب کے لیے عام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی

عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلّٰى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْ فِيَّ كِتَابَ اللّٰهِ قَالَ هَلْ حَضَرْتَ الصَّلٰوةَ مَعَنَا قَالَ نَعَمْ قَالَ قَدْ غُفِرَ لَكَ

۶۸۷۹- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ (وَاللَّفْظُ لِزُهَيْرٍ) قَالَا حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا شَدَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُمَامَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَنَحْنُ قُعُودٌ مَعَهُ إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَسَكَتَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَعَادَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ فَسَكَتَ عَنْهُ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَمَّا انْصَرَفَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو أُمَامَةَ فَاتَّبَعَ الرَّجُلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْصَرَفَ وَاتَّبَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْظُرُ مَا يَرُدُّ عَلَى الرَّجُلِ فَلَحِقَ الرَّجُلُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَصَبْتُ حَدًّا فَأَقِمْهُ عَلَيَّ قَالَ أَبُو أُمَامَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ حِينَ خَرَجْتَ مِنْ بَيْتِكَ أَلَيْسَ قَدْ تَوَضَّأْتَ فَأَحْسَنْتَ الْوُضُوءَ قَالَ بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ ثُمَّ شَهِدْتَ الصَّلٰوةَ مَعَنَا فَقَالَ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ

اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آکر کہا: یا رسول اللہ مجھ سے ایک ایسا جرم ہو گیا جس پر حد ہے، آپ مجھ پر حد جاری کریں، اتنے میں نماز تیار ہو گئی، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب اس نے نماز پڑھ لی تو اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد لگنے والا کام کیا ہے، آپ کتاب اللہ کے مطابق حد قائم کیجیے، آپ نے فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا جی! آپ نے فرمایا تمہاری مغفرت کر دی گئی۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے آپ مجھ پر حد قائم کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے، آپ مجھ پر حد قائم کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، اور جماعت کھڑی ہو گئی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، ابو امامہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو وہ شخص آپ کے پیچھے گیا اور میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گیا کہ دیکھوں آپ اس شخص کو کیا جواب دیتے ہیں، وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور کہا یا رسول اللہ! میں نے ایک حد والا کام کیا ہے آپ مجھ پر حد قائم کیجیے، حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: یہ بتاؤ کہ جب تم گھر سے چلے تھے کیا تم نے اچھی طرح وضو نہیں کیا تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا پھر تم نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لَکَ حَدَّکَ اَوْ قَالَ ذَنْبَکَ۔

نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری حد کو یا فرمایا تمہارے گناہ کو اس نماز سے معاف کر دیا۔

گناہوں کو دور کرنے والی "حسنات" کی تشریح

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی احادیث میں مذکور ہے کہ حسنات (نیکیاں) گناہوں کو دور کر دیتی ہیں، حسنات کی تفسیر میں اختلاف ہے، علامہ ثعلبی نے کہا اس پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پانچ نمازیں ہیں، امام ابن جریر اور دوسرے ائمہ تفاسیر نے اسی کو اختیار کیا ہے، مجاہد نے کہا اس سے بندہ کا "سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر" کہنا مراد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مطلقاً حسنات مراد ہوں۔

حد کا معنیٰ

حدیث نمبر ۶۸۰۸ میں ہے اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ! مجھ سے ایک ایسا کام ہو گیا جس پر حد ہے۔ علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یہاں حد سے مراد ایسا گناہ ہے جو تعزیر کا موجب ہو، اور یہ گناہ صغیرہ ہے کیونکہ اگر یہ گناہ کبیرہ ہوتا خواہ حد کا موجب ہوتا یا نہ ہوتا، تو نماز سے ساقط نہ ہوتا، کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جو گناہ حد کو واجب کرتے ہیں وہ حدود نماز سے ساقط نہیں ہوتیں، قاضی عیاض نے بعض علماء سے یہ نقل کیا ہے کہ یہاں حد سے مراد معروف حد ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر حد اس لیے نہیں جاری کی، کیونکہ اس شخص نے یہ نہیں بیان کیا تھا کہ اس پر کس وجہ سے حد واجب ہے؟ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پردہ رکھنے کو ترجیح دیتے ہوئے اس سے دریافت نہیں فرمایا، کیونکہ اگر کوئی شخص حد کا صراحۃً اقرار بھی کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو رجوع کی تلقین کی جائے، تاہم صحیح پہلی تفسیر ہے۔[۱]

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے۔[۲] اس عبارت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنا بھی کبیرہ ہے اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

باب ۹۹۱ قَبُوْلِ تَوْبَةِ الْقَاتِلِ وَاِنْ كَثُرَ قَتْلُهٗ

قاتل کی توبہ کا قبول ہونا خواہ اس نے زیادہ قتل کیے ہوں

۶۸۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَمُحَمَّدُ ابْنُ بَشَّارٍ (وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنّٰى) قَالَا حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِی الصِّدِّیْقِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں میں

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[۲] علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۲۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَسَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَاهِبٍ، فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ نَفْسًا فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَا فَقَتَلَهُ، فَكَمَّلَ بِهِ مِائَةً ثُمَّ سَأَلَ عَنْ أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ فَدُلَّ عَلَى رَجُلٍ عَالِمٍ فَقَالَ إِنَّهُ قَتَلَ مِائَةَ نَفْسٍ فَهَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ نَعَمْ وَمَنْ يَحُولُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ التَّوْبَةِ انْطَلِقْ إِلَى أَرْضِ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ بِهَا أُنَاسًا يَعْبُدُونَ اللّٰهَ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مَعَهُمْ وَلَا تَرْجِعْ إِلَى أَرْضِكَ فَإِنَّهَا أَرْضُ سَوْءٍ فَانْطَلَقَ حَتّٰى إِذَا نَصَفَ الطَّرِيقَ أَتَاهُ الْمَوْتُ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ جَاءَ تَائِبًا مُقْبِلًا بِقَلْبِهِ إِلَى اللّٰهِ وَقَالَتْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ إِنَّهُ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ فَأَتَاهُمْ مَلَكٌ فِي صُورَةِ آدَمِيٍّ فَجَعَلُوهُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ قِيسُوا مَا بَيْنَ الْأَرْضَيْنِ فَإِلَى أَيَّتِهِمَا كَانَ أَدْنٰى فَهُوَ لَهُ فَقَاسُوهُ فَوَجَدُوهُ أَدْنٰى إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي أَرَادَ فَقَبَضَتْهُ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ قَالَ قَتَادَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ ذُكِرَ لَنَا أَنَّهُ لَمَّا أَتَاهُ الْمَوْتُ نَأَى بِصَدْرِهِ ۔

تارک الدنیا عبادت گذار) کا پتا بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں، اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیے پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو اس کو ایک عالم کا پتا دیا گیا۔ اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے! جاؤ، فلاں، فلاں جگہ پر جاؤ، وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں، تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے، وہ شخص روانہ ہوا، جب وہ آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا، اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا، رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا، پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انھوں نے اس کو اپنے درمیان حکم بنا لیا، اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو، وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا، جب انھوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا، حسن نے بیان کیا ہے کہ جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا۔

۶۸۸۱- حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا الصِّدِّيقِ النَّاجِيَّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا قَتَلَ تِسْعَةً

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا، پھر وہ یہ پوچھتا پھرتا تھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے ایک راہب کے پاس جا کر یہ سوال

وَّتِسْعِيْنَ نَفْسًا فَجَعَلَ يَسْأَلُ هَلْ لَهُ مِنْ تَوْبَةٍ فَأَتَى رَاهِبًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَيْسَتْ لَكَ تَوْبَةٌ فَقَتَلَ الرَّاهِبَ ثُمَّ جَعَلَ يَسْأَلُ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَى قَرْيَةٍ فِيهَا قَوْمٌ صَالِحُونَ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَأَى بِصَدْرِهِ ثُمَّ مَاتَ فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَكَانَ إِلَى الْقَرْيَةِ الصَّالِحَةِ أَقْرَبَ مِنْهَا بِشِبْرٍ فَجُعِلَ مِنْ أَهْلِهَا۔

کیا کیا اس کی توبہ ہے؟ راہب نے کہا تمہاری توبہ نہیں ہو سکتی، اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا، اس نے پھر سوال کرنا شروع کیا اور وہ اس بستی سے نکل کر دوسری بستی کی طرف جانے لگا، جس میں کچھ نیک لوگ رہتے تھے، جب اس نے راستہ کا کچھ حصہ طے کیا تھا تو اس کو موت نے آلیا اس نے اپنا سینہ کچھ دور کر دیا پھر مر گیا، پھر رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں بحث ہوئی، وہ ایک بالشت کے برابر نیک آدمیوں کی بستی کے قریب تھا سو اس کو اس بستی والوں سے لاحق کر دیا گیا۔

۶۸۸۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ مُعَاذِ بْنِ مُعَاذٍ وَزَادَ فِيهِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعَدِي وَإِلَى هَذِهِ أَنْ تَقَرَّبِي۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی، اس میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے کہا تو دور ہو جا اور اس زمین سے کہا تو قریب ہو جا۔

قاتل کی توبہ کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ عمداً قتل کرنے والے کی توبہ مقبول ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور سلف صالحین سے جو اس مسئلہ میں اختلاف منقول ہے تو ان کی اس سے مراد صرف زجر اور توبیخ تھی، وہ قاتل کی توبہ کے باطل ہونے کے معتقد نہیں تھے، اور یہ حدیث اس مسئلہ میں واضح ہے، ہر چند کہ یہ ہم سے پہلی شریعت ہے، لیکن جب شریعت سابقہ کے خلاف ہماری شریعت میں کوئی حکم نہ ہو تو وہ حجت ہوتی ہے، اور اس مسئلہ میں تو ہماری شریعت میں بھی یہی حکم ہے، قرآن مجید میں ہے:

والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک یلق اثاما ۝ یضٰعف لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلد فیہ مہانا ۝ الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنٰت وکان اللہ غفورا رحیما۔

(فرقان: ۷۰ - ۶۸)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے، اور زنا نہیں کرتے اور جو ایسا کرے گا سزا بھگتے گا، قیامت کے دن اس کو دُہرا عذاب دیا جائے گا، اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ خوار ہو گا، لیکن جو شخص توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برائیوں کو بھی نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ قتل کرنے کے بعد بھی توبہ مقبول اور مشروع ہے۔

جو لوگ قتل کے بعد توبہ کے قائل نہیں ہیں، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالدا فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ (نساء: ۹۳)

اور جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی) رحمت سے دور کر دے گا اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس آیت کے متعدد جوابات ہیں:

۱۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے اور مراد یہ ہے کہ اگر کوئی کافر مسلمان کو قتل کرے تو اس کی یہ سزا ہے۔

۲۔ یہ آیت اپنے عموم پر ہے اور مراد یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کے قتل کو جائز اور حلال سمجھ کر قتل کرے تو اس کی یہ سزا ہے اور ظاہر ہے کہ حرام قطعی کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے۔

۳۔ جب مشتق پر حکم لگایا جائے تو اس کا مبداء اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، اس آیت میں مومن پر قتل کا حکم لگایا گیا ہے اور اس حکم یعنی قتل کی علت ایمان ہوگی یعنی جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے اس کی یہ سزا ہے اور جو شخص کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے گا وہ کافر ہو جائے گا۔

۴۔ اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ مومن کو قتل کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو یہ سزا دے گا۔

۵۔ یہ آیت انشاء تخویف پر محمول ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے۔

۶۔ یہ آیت عدم عفو کے ساتھ مقید ہے، یعنی اگر اللہ معاف نہ فرمائے تو یہ سزا دے گا۔

۷۔ یہ آیت ایک خاص شخص کے متعلق ہے اور عام حکم نہیں ہے۔

۸۔ اس آیت میں خلود سے مراد مکث طویل ہے، یعنی قاتل بہت عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

تائب کے لیے بُری جگہ اور بُرے لوگوں کو چھوڑ دینے کا استحباب

اس حدیث میں ہے: عالم نے کہا تم فلاں فلاں علاقے میں جاؤ، وہاں لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اپنی زمین کی طرف لوٹ کر نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری زمین ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ توبہ کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ جس زمین میں اس نے گناہ کیے ہوں اس کو چھوڑ دے اور جو لوگ اس کو گناہ کی دعوت دیتے ہوں اور گناہ میں اس کی معاونت کرتے ہوں ان سے مقاطعہ کرے تا وقتیکہ وہ لوگ بھی تائب نہ ہو جائیں۔ اور یہ کہ علماء، صلحاء، عبادت گذاروں اور اہل تقویٰ کی صحبت اور مجلس کو اختیار کرے اور ان کی نصیحت اور مجلس سے فائدہ حاصل کرے۔ [۱]

اولیاء کرام کی وجاہت

اس حدیث سے اولیاء کرام کی اللہ کے ہاں وجاہت اور قدر و منزلت معلوم ہوتی ہے، کہ اگر کوئی گناہ گار ان کے پاس جا کر توبہ کرنے کا صرف ارادہ کرے، ابھی وہاں گیا نہ ہو اور توبہ نہ کی ہو

[۱] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

تب بھی بخش دیا جاتا ہے تو جو لوگ ان کے پاس جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہوں، توبہ کریں اور ان کے وظائف پر عمل کریں، ان کے مرتبہ اور مقام کا کیا عالم ہوگا، اور یہ تو پہلی امتوں کے اولیاء کرام کی وجاہت ہے تو امت محمدیہ کے اولیاء کرام خصوصاً غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت اور وجاہت کا کیا عالم ہوگا اور جو مسلمان ان کے سلسلہ سے وابستہ ہیں ان کے لیے حصول مغفرت اور وسعت رحمت کی کتنی قوی امید ہوگی!

لیلۃ القدر کا بڑا مرتبہ ہے ایک رات میں عبادت کر لی جائے تو اس رات کی عبادت کا درجہ ایک ہزار راتوں کی عبادتوں سے زیادہ ہے، لیکن اگر کوئی اس رات کو پا کر عبادت نہ کرے تو اسے کوئی اجر نہیں ملے گا، لیکن اولیاء اللہ کی کیا شان ہے کہ کوئی ان کے پاس جا کر عبادت اور توبہ نہیں کرتا صرف جانے کی نیت کر لیتا ہے تو بخش دیا جاتا ہے یہی حال کعبہ کا ہے، کوئی شخص کعبہ کی زیارت اور اس میں عبادت کرے گا تو اجر و ثواب ملے گا، اگر کعبہ تک نہیں پہنچا، تو اجر و ثواب نہیں ملے گا، پھر لیلۃ القدر اور کعبہ میں عبادت سے اجر و ثواب میں اضافہ ہوتا ہے بخشش کی ضمانت نہیں ہے، لیکن جو شخص اللہ والوں کے پاس جا کر توبہ کرنے کی نیت کر لے بخش دیا جاتا ہے!

بَابٌ ۹۹۲ فِي سَعَةِ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمُؤْمِنِيْنَ وَفِدَاءِ كُلِّ مُسْلِمٍ بِكَافِرٍ مِّنَ النَّارِ

مومنوں پر اللہ کی رحمت کی وسعت اور دوزخ سے نجات کے لیے ہر مسلمان کے عوض کافر کا فدیہ دیا جانا

۶۸۸۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ دَفَعَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا نصرانی دے گا اور فرمائے گا یہ جہنم سے تمہارا چھٹکارا ہے۔

۶۸۸۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ اَنَّ عَوْنًا وَّسَعِيْدَ بْنَ اَبِيْ بُرْدَةَ حَدَّثَاهُ اَنَّهُمَا شَهِدَا اَبَا بُرْدَةَ يُحَدِّثُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمُوْتُ رَجُلٌ مُّسْلِمٌ اِلَّا اَدْخَلَ اللّٰهُ مَكَانَهُ النَّارَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا قَالَ فَاسْتَحْلَفَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَحَلَفَ

حضرت ابو بردہ نے اپنے والد سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی فوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا ایک نصرانی کو دوزخ میں داخل کرتا ہے، عمر بن عبد العزیز نے حضرت ابو بردہ کو تین بار اس ذات کی قسم دی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے، انھوں نے قسم کھائی، قتادہ کہتے ہیں کہ سعید نے مجھ سے قسم لینے کا ذکر نہیں کیا اور نہ انھوں نے اس پر کوئی اعتراض کیا۔

لہ قال فلم یحدثنی سعید انہ استحلفہ ولم ینکر علی عون قولہ۔

۶۸۸۵۔ حدثنا اسحٰق بن ابراھیم ومحمد بن المثنی جمیعا عن عبد الصمد بن عبد الوارث اخبرنا ھمام حدثنا قتادۃ بھذا الاسناد نحو حدیث عفان وقال عون بن عتبۃ۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۸۸۶۔ حدثنا محمد بن عمرو بن عباد بن جبلۃ بن ابی رواد حدثنا حرمی بن عمارۃ حدثنا شداد ابو طلحۃ الراسبی عن غیلان بن جریر عن ابی بردۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یجیء یوم القیامۃ ناس من المسلمین بذنوب امثال الجبال فیغفرھا اللہ لھم ویضعھا علی الیھود والنصاری فیما احسب انا قال ابو روح لا ادری ممن الشک قال ابو بردۃ فحدثت بہ عمر بن عبد العزیز فقال ابوک حدثک ھذا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلت نعم۔

حضرت ابوبردہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کچھ مسلمان پہاڑ جتنے گناہ لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے وہ گناہ بخش دے گا، اور وہ گناہ یہود اور نصاریٰ پر ڈال دے گا، جہاں تک مجھے گمان ہے، ابو روح نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ شک کس کو تھا، حضرت ابوبردہ نے کہا میں نے یہ حدیث عمر بن عبدالعزیز کو بیان کی، انھوں نے کہا تمہارے والد نے یہ حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی تھی؟ میں نے کہا ہاں۔

۶۸۸۷۔ حدثنا زھیر بن حرب حدثنا اسمٰعیل بن ابراھیم عن ھشام الدستوائی عن قتادۃ عن صفوان بن محرز قال قال رجل لابن عمر کیف سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی النجوی قال سمعتہ یقول یدنی المؤمن یوم القیامۃ من ربہ عز وجل حتی یضع علیہ کنفہ فیقررہ بذنوبہ فیقول ھل تعرف فیقول ای رب اعرف قال فانی قد سترتھا علیک فی الدنیا وانی اغفرھا لک الیوم فیعطی صحیفۃ حسناتہ واما الکفار والمنافقون فینادی بھم علی رءوس الخلائق ھؤلاء الذین کذبوا علی اللہ۔

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے پوچھا آپ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے "نجویٰ" (سرگوشی) کے متعلق کس طرح سنا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب عزوجل کے قریب ہوگا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے پر میں چھپا لے گا، پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، اور فرمائے گا کیا تو (اس گناہ کو) پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: ہاں میرے رب میں پہچانتا ہوں، اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہ کو چھپایا تھا اور میں آج تیرے گناہ کو معاف کر دیتا ہوں، پھر اس کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا، اور کفار اور

منافقوں کو لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور کہا جائیگا)
یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی تھی۔

کافروں کے فدیہ ہونے کی وضاحت

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:
اس حدیث کی تشریح میں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ہے: ہر شخص کی ایک منزل جنت میں ہے اور ایک منزل دوزخ میں ہے، پس مومن جنت میں داخل ہوگا اور کافر دوزخ میں مومن کی منزل میں اپنے کفر کی وجہ سے داخل ہوگا، اور جب کفار اپنے کفر کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ان کا یہ دخول بہ منزلہ فدیہ ہوگا۔

حدیث نمبر ۶۸۸۶ میں ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ یہود اور نصاریٰ پر ڈال دے گا، یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے گناہ معاف کر دے گا اور یہود و نصاریٰ کے اتنے ہی گناہوں پر ان کو عذاب دے گا، کیونکہ قرآن مجید میں ہے "کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چونکہ ان گناہوں کو کفار نے ایجاد کیا تھا، اسی لیے مسلمانوں کے گناہ کفار پر ڈال دیے جائیں گے اور مسلمانوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے معاف کر دے گا۔

حدیث نمبر ۶۸۸۴ میں ہے، عمر بن عبدالعزیز نے حضرت ابوبردہ کو تین بار قسم دے کر پوچھا کہ واقعی ان کے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی تھی، ان کا قسم دے کر یہ سوال کرنا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ زیادہ تاکید کے حصول کے لیے تھا، کیونکہ اس حدیث میں تمام مسلمانوں کے لیے جو عظیم بشارت دی گئی ہے اس سے ان کو بہت طمانیت اور مسرت حاصل ہوئی تھی، کیونکہ حضرت ابوبردہ کو اگر اس حدیث میں کوئی شک ہوتا یا نسیان اور خطاء کا خدشہ ہوتا تو وہ اس پر قسم نہ کھاتے، اور جب انھوں نے قسم کھالی تو اس قسم کے تمام امور کی نفی ہو گئی، عمر بن عبدالعزیز اور امام شافعی سے منقول ہے کہ اس حدیث میں مسلمانوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کیونکہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے بدلہ میں ایک یہودی یا نصرانی کو جہنم میں داخل کر دے گا۔[1]

باب ۹۹۳ حَدِيثِ تَوْبَةِ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ

حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ کا بیان

۶۸۸۸ - حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ مَوْلَى بَنِي أُمَيَّةَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ ثُمَّ غَزَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ تَبُوكَ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں گئے اور آپ کا ارادہ روم اور شام کے نصاریٰ عرب کے خلاف جہاد کرنے کا تھا ابن شہاب نے بیان کیا کہ مجھے عبداللہ بن کعب بن مالک نے (حضرت

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

وَهُوَ يُرِيدُ الرُّومَ وَنَصَارَى الْعَرَبِ بِالشَّامِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ كَعْبٍ كَانَ قَائِدَ كَعْبٍ مِنْ بَنِيهِ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حَدِيثَهُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ قَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ لَمْ أَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ إِلَّا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ غَيْرَ أَنِّي قَدْ تَخَلَّفْتُ فِي غَزْوَةِ بَدْرٍ وَلَمْ يُعَاتِبْ أَحَدًا تَخَلَّفَ عَنْهُ إِنَّمَا خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُونَ يُرِيدُونَ عِيرَ قُرَيْشٍ حَتّٰى جَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ عَدُوِّهِمْ عَلَى غَيْرِ مِيعَادٍ وَلَقَدْ شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ حِينَ تَوَاثَقْنَا عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَا أُحِبُّ أَنَّ لِي بِهَا مَشْهَدَ بَدْرٍ وَإِنْ كَانَتْ بَدْرٌ أَذْكَرَ فِي النَّاسِ مِنْهَا وَكَانَ مِنْ خَبَرِي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ أَنِّي لَمْ أَكُنْ قَطُّ أَقْوٰى وَلَا أَيْسَرَ مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْهُ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُ قَبْلَهَا رَاحِلَتَيْنِ قَطُّ حَتّٰى جَمَعْتُهُمَا فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَغَزَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَرٍّ شَدِيدٍ وَاسْتَقْبَلَ سَفَرًا بَعِيدًا وَمَفَازًا وَاسْتَقْبَلَ عَدُوًّا كَثِيرًا فَجَلَا لِلْمُسْلِمِينَ أَمْرَهُمْ لِيَتَأَهَّبُوا أُهْبَةَ غَزْوِهِمْ فَأَخْبَرَهُمْ بِوَجْهِهِمُ الَّذِي يُرِيدُ وَالْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ

کعب کے نابینا ہونے کے بعد عبد اللہ ان کی رہنمائی کرتے تھے) حضرت کعب بن مالک کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کیا، حضرت کعب بن مالک نے کہا میں غزوۂ تبوک کے علاوہ کبھی کسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا، البتہ میں غزوہ بدر میں بھی پیچھے رہ گیا تھا اور غزوہ بدر میں پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی پر بھی آپ نے عتاب نہیں کیا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان قریش کے قافلہ کو لوٹنے کے ارادے سے روانہ ہوئے تھے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان اچانک مقابلہ کرا دیا، اور جب ہم نے اسلام کا عہد کیا تھا اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عقبہ کی شب میں بھی حاضر ہوا تھا، ہر چند کہ مسلمانوں میں شرکا بدر کی وقعت بہت زیادہ ہے لیکن میں شب عقبہ کی حاضری کے بدلہ میں اور کوئی فضیلت پسند نہیں کرتا، میرا واقعہ یہ ہے کہ جب میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تھا، اس وقت میں جس قدر قوی اور خوش حال تھا اس سے پہلے کبھی اس قدر قوی اور خوشحال نہیں تھا، اس وقت جہاد کے لیے میرے پاس دو اونٹنیاں تھیں جو اس سے پہلے کبھی کسی جہاد کے وقت میرے پاس نہیں تھیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سخت گرمی میں جہاد کے لیے روانہ ہوئے، آپ دور دراز سفر کے لیے صحرا میں کثیر دشمنوں سے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے، آپ نے مسلمانوں پر پورا معاملہ واضح کر دیا تھا تاکہ وہ دشمنوں سے جہاد کے لیے پوری تیاری کر لیں۔ آپ نے مسلمانوں کو اپنے ارادہ سے آگاہ کر دیا تھا، اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں مسلمانوں کی تعداد کا اندراج نہیں تھا، حضرت کعب نے کہا بہت کم کوئی ایسا شخص ہوگا جو اس غزوہ سے غائب ہونے کا ارادہ کرے اور اس

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرٌ وَّلَا يَجْمَعُهُمْ كِتَابُ حَافِظٍ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ الدِّيْوَانَ قَالَ كَعْبٌ فَقَلَّ رَجُلٌ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ يَظُنُّ اَنَّ ذٰلِكَ سَيَخْفٰى لَهٗ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيْهِ وَحْيٌ مِّنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَغَزَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْغَزْوَةَ حِيْنَ طَابَتِ الثِّمَارُ وَالظِّلَالُ فَاَنَا اِلَيْهَا اَصْعَرُ فَتَجَهَّزَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَطَفِقْتُ اَغْدُوْ لِكَيْ اَتَجَهَّزَ مَعَهُمْ فَاَرْجِعُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا وَاَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ اَنَا قَادِرٌ عَلٰى ذٰلِكَ اِذَا اَرَدْتُّ فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادٰى بِيْ حَتَّى اسْتَمَرَّ بِالنَّاسِ الْجِدُّ فَاَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَادِيًا وَّالْمُسْلِمُوْنَ مَعَهٗ وَلَمْ اَقْضِ مِنْ جَهَازِيْ شَيْئًا ثُمَّ غَدَوْتُ فَرَجَعْتُ وَلَمْ اَقْضِ شَيْئًا فَلَمْ يَزَلْ ذٰلِكَ يَتَمَادٰى بِيْ حَتّٰى اَسْرَعُوْا وَتَفَارَطَ الْغَزْوُ فَهَمَمْتُ اَنْ اَرْتَحِلَ فَاُدْرِكَهُمْ فَيَا لَيْتَنِيْ فَعَلْتُ ثُمَّ لَمْ يُقَدَّرْ ذٰلِكَ لِيْ فَطَفِقْتُ اِذَا خَرَجْتُ فِي النَّاسِ بَعْدَ خُرُوْجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْزُنُنِيْ اَنِّيْ لَا اَرٰى لِيْ اُسْوَةً اِلَّا رَجُلًا مَّغْمُوْصًا عَلَيْهِ فِي النِّفَاقِ اَوْ رَجُلًا مِّمَّنْ عَذَرَ اللّٰهُ مِنَ الضُّعَفَآءِ وَلَمْ يَذْكُرْنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَغَ تَبُوْكَ فَقَالَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْقَوْمِ بِتَبُوْكَ مَا فَعَلَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سَلِمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَبَسَهٗ بُرْدَاهُ وَالنَّظَرُ فِيْ عِطْفَيْهِ فَقَالَ لَهٗ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِئْسَ مَا قُلْتَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ اِلَّا خَيْرًا فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کا یہ گمان ہو کہ بغیر اللہ کی وحی نازل کرنے کے آپ سے اس کا معاملہ مخفی رہے گا، جب درختوں پر پھل آ گئے تھے اور ان کے سائے گھنے ہو گئے اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ کا ارادہ کیا، میں اس وقت پھلوں اور درختوں میں مشغول تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جہاد کی تیاری میں تھے، میں ہر صبح جہاد کی تیاری کا سوچتا اور واپس آ جاتا میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا اور یہ سوچتا کہ میں جس وقت جانے کا ارادہ کرونگا جا سکوں گا، میں یہی سوچتا رہا حتیٰ کہ مسلمانوں نے سامانِ سفر باندھ لیا اور ایک صبح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر روانہ ہو گئے، میں نے ابھی تیاری نہیں کی تھی، میں صبح گھر گیا اور لوٹ آیا اور میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا، میں یونہی سوچ بچار میں رہا حتیٰ کہ مجاہدین آگے بڑھ گئے اور جنگ شروع ہو گئی، اور میں یہی سوچتا رہا کہ میں روانہ ہو کر ان کے ساتھ جا ملوں گا، کاش میں ایسا کر لیتا، لیکن یہ چیز میرے مقدر میں نہیں تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوتا کہ میں جن لوگوں کے درمیان چلتا تھا یہ صرف وہی لوگ تھے جو نفاق سے متہم تھے یا وہ ضعیف لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے جہاد سے معذور رکھا تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے سے پہلے میرا ذکر نہیں کیا، جس وقت آپ تبوک میں صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا: کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو دو چادروں اور اپنے پہلوؤں کو دیکھنے نے روک لیا، حضرت معاذ بن جبل نے کہا: تم نے بری بات کہی ہے! بہ خدا! یا رسول اللہ! ہم اس کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ نہیں جانتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے، ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ آپ نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے

وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ عَلٰى ذٰلِكَ رَاٰى رَجُلًا مُبَيِّضًا
يَزُوْلُ بِهِ السَّرَابُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ اَبَا خَيْثَمَةَ فَاِذَا هُوَ اَبُوْ خَيْثَمَةَ
الْاَنْصَارِيُّ وَهُوَ الَّذِيْ تَصَدَّقَ بِصَاعِ التَّمْرِ
حِيْنَ لَمَزَهُ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ
فَلَمَّا بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَدْ تَوَجَّهَ قَافِلًا مِّنْ تَبُوْكَ حَضَرَنِيْ بَثِّيْ
فَطَفِقْتُ اَتَذَكَّرُ الْكَذِبَ وَاَقُوْلُ بِمَ
اَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ غَدًا وَّاسْتَعِيْنُ عَلٰى
ذٰلِكَ كُلَّ ذِيْ رَاْيٍ مِّنْ اَهْلِيْ فَلَمَّا قِيْلَ لِيْ
اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ
اَظَلَّ قَادِمًا زَاحَ عَنِّي الْبَاطِلُ حَتّٰى عَرَفْتُ
اَنِّيْ لَنْ اَنْجُوَ مِنْهُ بِشَيْءٍ اَبَدًا فَاَجْمَعْتُ
صِدْقَهُ وَصَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَادِمًا وَّكَانَ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ
بَدَاَ بِالْمَسْجِدِ فَرَكَعَ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ
لِلنَّاسِ فَلَمَّا فَعَلَ ذٰلِكَ جَاءَهُ الْمُخَلَّفُوْنَ
فَطَفِقُوْا يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْهِ وَيَحْلِفُوْنَ لَهُ وَ
كَانُوْا بِضْعَةً وَّثَمَانِيْنَ رَجُلًا فَقَبِلَ مِنْهُمْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَانِيَتَهُمْ
وَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَوَكَلَ سَرَائِرَهُمْ
اِلَى اللّٰهِ حَتّٰى جِئْتُ فَلَمَّا سَلَّمْتُ تَبَسَّمَ تَبَسُّمَ
الْمُغْضَبِ ثُمَّ قَالَ تَعَالَ فَجِئْتُ اَمْشِيْ حَتّٰى
جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَقَالَ لِيْ مَا خَلَّفَكَ
اَلَمْ تَكُنْ قَدِ ابْتَعْتَ ظَهْرَكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَوْ جَلَسْتُ عِنْدَ غَيْرِكَ مِنْ اَهْلِ
الدُّنْيَا لَرَاَيْتُ اَنِّيْ سَاَخْرُجُ مِنْ سَخَطِهِ بِعُذْرٍ
وَلَقَدْ اُعْطِيْتُ جَدَلًا وَّلٰكِنِّيْ وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ
لَئِنْ حَدَّثْتُكَ الْيَوْمَ حَدِيْثَ كَذِبٍ تَرْضٰى

ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو
ابو خیثمہ ہو جا"، تو وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گیا، یہ وہی شخص
تھے جنھوں نے ایک صاع (چار کلوگرام) چھوارے
صدقہ کیے تھے تو منافقین نے انھیں طعنہ دیا تھا حضرت
کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر پہنچی
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آ رہے
ہیں تو میری پریشانی پھر تازہ ہو گئی، میں جھوٹی باتیں بنانے
کے لیے سوچنے لگا اور یہ سوچنے لگا کہ میں کل حضور کی
ناراضگی سے کیسے بچوں گا، اور اپنے گھر کے اصحاب
رائے سے اس سلسلہ میں مشورہ لینے لگا، پھر جب
مجھے یہ بتایا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عنقریب
تشریف لا رہے ہیں تو میرے ذہن سے وہ سب
جھوٹے بہانے نکل گئے اور میں نے یہ جان لیا کہ
میں کسی (جھوٹی) بات سے کبھی نجات نہیں پا سکوں گا
پھر میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا، صبح کو رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ جب
سفر سے آتے تھے تو پہلے مسجد میں جاتے تھے اور
وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے، پھر لوگوں کی طرف
متوجہ ہوتے تھے، جب حضور معمول کے مطابق فارغ
ہو گئے، تو جو لوگ غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے وہ آ آ
کر عذر پیش کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے، یہ لوگ
اسی سے زیادہ تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
ظاہری اعتبار سے ان کے عذر کو قبول کر لیا تھا، آپ
نے ان سے بیعت لی اور ان کے لیے استغفار کیا، اور
ان کے باطنی معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا، حتیٰ کہ میں آیا
جب میں نے سلام کیا تو آپ مسکرائے جیسے کوئی ناراض
شخص مسکراتا ہے، آپ نے فرمایا آؤ، میں آکر آپ
کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے فرمایا تمہارے نہ آنے کی
کیا وجہ ہے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی، میں

بِهِ عَنِّي لَيُوشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يُسْخِطَكَ عَلَيَّ وَلَئِنْ
حَدَّثْتُكَ حَدِيثَ صِدْقٍ تَجِدُ عَلَيَّ فِيهِ
إِنِّي لَأَرْجُو فِيهِ عُقْبَى اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَانَ
لِي عُذْرٌ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ قَطُّ أَقْوَى وَلَا أَيْسَرَ
مِنِّي حِينَ تَخَلَّفْتُ عَنْكَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ
فَقُمْ حَتَّى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيكَ فَقُمْتُ وَثَارَ
رِجَالٌ مِنْ بَنِي سَلِمَةَ فَاتَّبَعُونِي فَقَالُوا لِي
وَاللّٰهِ مَا عَلِمْنَاكَ أَذْنَبْتَ ذَنْبًا قَبْلَ هٰذَا
لَقَدْ عَجَزْتَ فِي أَنْ لَا تَكُونَ اعْتَذَرْتَ إِلَى
رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا اعْتَذَرَ
بِهِ إِلَيْهِ الْمُخَلَّفُونَ فَقَدْ كَانَ كَافِيَكَ ذَنْبَكَ
اسْتِغْفَارُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا زَالُوا يُؤَنِّبُونِي حَتَّى أَرَدْتُ
أَنْ أَرْجِعَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَأُكَذِّبَ نَفْسِي قَالَ ثُمَّ قُلْتُ لَهُمْ هَلْ
لَقِيَ هٰذَا مَعِي مِنْ أَحَدٍ قَالُوا نَعَمْ لَقِيَهُ
مَعَكَ رَجُلَانِ قَالَا مِثْلَ مَا قُلْتَ فَقِيلَ لَهُمَا
مِثْلَ مَا قِيلَ لَكَ قَالَ قُلْتُ مَنْ هُمَا قَالُوا
مُرَارَةُ بْنُ الرَّبِيعَةِ الْعَامِرِيُّ وَهِلَالُ ابْنُ أُمَيَّةَ
الْوَاقِفِيُّ قَالَ فَذَكَرُوا لِي رَجُلَيْنِ صَالِحَيْنِ قَدْ
شَهِدَا بَدْرًا فِيهِمَا أُسْوَةٌ قَالَ فَمَضَيْتُ
حِينَ ذَكَرُوهُمَا لِي قَالَ وَنَهَى رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ عَنْ كَلَامِنَا
أَيُّهَا الثَّلَاثَةُ مِنْ بَيْنِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُ
قَالَ فَاجْتَنَبَ النَّاسُ وَقَالَ تَغَيَّرُوا لَنَا
حَتَّى تَنَكَّرَتْ لِي فِي نَفْسِي الْأَرْضُ فَمَا هِيَ
بِالْأَرْضِ الَّتِي أَعْرِفُ فَلَبِثْنَا عَلَى ذٰلِكَ
خَمْسِينَ لَيْلَةً فَأَمَّا صَاحِبَايَ فَاسْتَكَانَا

نے کہا یا رسول اللہ! بہ خدا اگر میں آپ کے علاوہ کسی دنیادار
کے پاس بیٹھا ہوتا تو مجھے معلوم ہے کہ میں کوئی عذر پیش
کرکے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا کیونکہ مجھے کلام پر
قدرت عطا کی گئی ہے، لیکن بہ خدا مجھے معلوم ہے کہ اگر میں
نے آج آپ سے کوئی جھوٹی بات کہہ دی حتی کہ آپ اس
سے راضی ہو بھی گئے، تو عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے
ناراض کر دے گا، اور اگر میں آپ سے سچی بات کہوں تو آپ
مجھ سے ناراض ہوں گے اور بے شک مجھ کو سچ میں اللہ تعالیٰ
سے حسن عاقبت کی امید ہے، بہ خدا میرا کوئی عذر نہیں تھا،
اور جس وقت میں آپ کے پیچھے رہ گیا تھا تو مجھ سے زیادہ
خوش حال کوئی نہیں تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا بہر حال اس شخص نے سچ بولا ہے، تم یہاں سے اٹھ
جاؤ، حتی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ کر دے، میں
وہاں سے اٹھا اور بنو سلمہ کے لوگ بھی اٹھ کر میرے پاس
آئے، انھوں نے مجھ سے کہا بہ خدا ہم کو یہ معلوم نہیں ہے
کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہو، کیا تم سے یہ نہیں
ہو سکتا تھا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس
قسم کا کوئی عذر پیش کرتے جس طرح دیگر نہ جانے والوں
نے عذر پیش کیے تھے، تمہارے گناہ کے لیے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا تمہارے لیے استغفار کرنا کافی تھا،
بہ خدا وہ مجھ کو مسلسل ملامت کرتے رہے حتی کہ میں
نے یہ ارادہ کیا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس
دوبارہ جاؤں اور اپنے پہلے قول کی تکذیب کر دوں پھر
میں نے ان سے پوچھا کیا کسی اور کو بھی میرے جیسا معاملہ پیش
آیا ہے، انھوں نے کہا دو اور شخصوں نے بھی تمہاری مثل
کہا ہے ان سے بھی حضور نے وہی فرمایا ہے جو تم سے
فرمایا تھا، میں نے پوچھا وہ کون ہیں، انھوں نے کہا وہ
مرارہ بن ربیعہ عامری اور ہلال بن امیہ واقفی ہیں، انھوں
نے مجھ سے ان دو نیک شخصوں کا ذکر کیا جو غزوہ بدر میں

وَقَعَدَا فِي بُيُوتِهِمَا يَبْكِيَانِ وَأَمَّا أَنَا فَكُنْتُ أَشَبَّ الْقَوْمِ وَأَجْلَدَهُمْ فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَشْهَدُ الصَّلٰوةَ وَأَطُوفُ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يُكَلِّمُنِي أَحَدٌ وَآتِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَأَقُولُ فِي نَفْسِي هَلْ حَرَّكَ شَفَتَيْهِ بِرَدِّ السَّلَامِ أَمْ لَا ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا مِنْهُ وَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ فَإِذَا أَقْبَلْتُ عَلٰى صَلٰوتِي نَظَرَ إِلَيَّ وَإِذَا الْتَفَتُّ نَحْوَهُ أَعْرَضَ عَنِّي حَتّٰى إِذَا طَالَ ذٰلِكَ عَلَيَّ مِنْ جَفْوَةِ الْمُسْلِمِينَ مَشَيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ جِدَارَ حَائِطِ أَبِي قَتَادَةَ وَهُوَ ابْنُ عَمِّي وَأَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَدَّ عَلَيَّ السَّلَامَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا قَتَادَةَ أَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ هَلْ تَعْلَمَنَّ أَنِّي أُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ قَالَ فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهُ فَسَكَتَ فَعُدْتُ فَنَاشَدْتُهُ فَقَالَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ فَفَاضَتْ عَيْنَايَ وَتَوَلَّيْتُ حَتّٰى تَسَوَّرْتُ الْجِدَارَ فَبَيْنَا أَنَا أَمْشِي فِي سُوقِ الْمَدِينَةِ إِذَا نَبَطِيٌّ مِنْ نَبَطِ أَهْلِ الشَّامِ مِمَّنْ قَدِمَ بِالطَّعَامِ يَبِيعُهُ بِالْمَدِينَةِ يَقُولُ مَنْ يَدُلُّ عَلٰى كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ فَطَفِقَ النَّاسُ يُشِيرُونَ لَهُ إِلَيَّ حَتّٰى جَاءَنِي فَدَفَعَ إِلَيَّ كِتَابًا مِنْ مَلِكِ غَسَّانَ وَكُنْتُ كَاتِبًا فَقَرَأْتُهُ فَإِذَا فِيهِ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنَا أَنَّ صَاحِبَكَ قَدْ جَفَاكَ وَلَمْ يَجْعَلْكَ اللّٰهُ بِدَارِ هَوَانٍ وَلَا مَضْيَعَةٍ فَالْحَقْ بِنَا نُوَاسِكَ قَالَ فَقُلْتُ حِينَ قَرَأْتُهَا وَهٰذِهِ أَيْضًا مِنَ الْبَلَاءِ فَتَيَامَمْتُ بِهَا التَّنُّورَ فَسَجَرْتُهَا بِهَا حَتّٰى إِذَا مَضَتْ

حاضر ہوئے تھے وہ میرے لیے نمونہ (آئیڈیل) تھے، جب ان لوگوں نے ان دو صاحبوں کا ذکر کیا تو میں اپنے پہلے خیال پر قائم رہا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا، جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر مسلمانوں نے ہم سے اجتناب کر لیا اور ہمارے لیے اجنبی ہو گئے، حتیٰ کہ زمین بھی میرے لیے اجنبی ہو گئی یہ وہ زمین نہیں تھی جس کو میں پہلے پہچانتا تھا، ہم لوگوں کو اسی حال پر پچاس راتیں گذر گئیں، میرے دو ساتھی تو خانہ نشین ہو گئے تھے، وہ اپنے گھروں میں ہی پڑے روتے رہتے تھے لیکن ان کی بہ نسبت میں جوان اور طاقتور تھا، میں باہر نکلتا تھا، نمازوں میں حاضر ہوتا تھا، اور بازاروں میں گھومتا تھا، مجھ سے کوئی شخص بات نہیں کرتا تھا، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا، اور نماز کے بعد جب آپ اپنی نشست پر بیٹھتے تو میں آپ کو سلام عرض کرتا، میں اپنے دل میں سوچتا کہ آیا حضور نے سلام کا جواب دینے کے لیے اپنے ہونٹ ہلائے ہیں یا نہیں، پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھتا اور نظریں چرا کر آپ کو دیکھتا سو جب میں نماز کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو مجھ سے اعراض کرتے، حتیٰ کہ جب مسلمانوں کی بے رخی زیادہ بڑھ گئی تو میں ایک روز اپنے عم زاد حضرت ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ مجھ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے، میں نے ان کو سلام کیا، بہ خدا انھوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا، میں نے ان سے کہا: اے ابو قتادہ! میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، وہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ ان کو قسم دے کر سوال کیا، وہ پھر خاموش رہے، میں

اَرْبَعُوْنَ مِنَ الْخَمْسِيْنَ وَاسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ إِذَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْنِيْ فَقَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَعْتَزِلَ امْرَأَتَكَ قَالَ فَقُلْتُ أُطَلِّقُهَا أَمْ مَاذَا أَفْعَلُ قَالَ لَا بَلْ اعْتَزِلْهَا فَلَا تَقْرَبَنَّهَا قَالَ فَأَرْسَلَ إِلٰى صَاحِبَيَّ بِمِثْلِ ذٰلِكَ قَالَ فَقُلْتُ لِامْرَأَتِي الْحَقِيْ بِأَهْلِكِ فَكُوْنِيْ عِنْدَهُمْ حَتّٰى يَقْضِيَ اللّٰهُ فِيْ هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ فَجَاءَتِ امْرَأَةُ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ هِلَالَ بْنَ أُمَيَّةَ شَيْخٌ ضَائِعٌ لَيْسَ لَهٗ خَادِمٌ فَهَلْ تَكْرَهُ أَنْ أَخْدُمَهٗ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَا يَقْرَبَنَّكِ فَقَالَتْ إِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا بِهٖ حَرَكَةٌ إِلٰى شَيْءٍ وَوَاللّٰهِ مَا زَالَ يَبْكِيْ مُنْذُ كَانَ مِنْ أَمْرِهٖ مَا كَانَ إِلٰى يَوْمِهٖ هٰذَا قَالَ فَقَالَ لِيْ بَعْضُ أَهْلِيْ لَوِ اسْتَأْذَنْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي امْرَأَتِكَ فَقَدْ أَذِنَ لِامْرَأَةِ هِلَالِ بْنِ أُمَيَّةَ أَنْ تَخْدُمَهٗ قَالَ فَقُلْتُ لَا أَسْتَأْذِنُ فِيْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْنِيْ مَاذَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَأْذَنْتُهٗ فِيْهَا وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ قَالَ فَلَبِثْتُ بِذٰلِكَ عَشْرَ لَيَالٍ فَكَمَلَ لَنَا خَمْسُوْنَ لَيْلَةً مِنْ حِيْنَ نُهِيَ عَنْ كَلَامِنَا قَالَ ثُمَّ صَلَّيْتُ صَلٰوةَ الْفَجْرِ صَبَاحَ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً عَلٰى ظَهْرِ بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِنَا فَبَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنَّا قَدْ ضَاقَتْ عَلَيَّ نَفْسِيْ وَضَاقَتْ عَلَيَّ

نے پھر ان کو قسم دی تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے، میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں نے دیوار پھاندی اور واپس آگیا، ایک دن میں مدینہ کے بازار میں جا رہا تھا، تو اہل شام کا ایک شخص مدینہ میں غلہ بیچنے کے لیے آیا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو مجھے کعب بن مالک سے ملا دے، لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا، وہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا، میں چونکہ پڑھا لکھا تھا اس لیے میں نے اس کو پڑھا اس میں لکھا تھا: "ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب نے تم پر ظلم کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی کی جگہ میں رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا، تم ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہاری دلجوئی کریں گے۔" میں نے جب یہ خط پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی میرے لیے ایک آزمائش ہے، میں نے اس خط کو تنور میں پھینک کر جلا دیا حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس دن گذر گئے، اور وحی رکی رہی، تو ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک قاصد میرے پاس آیا، اس نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ، میں نے پوچھا آیا میں اس کو طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں بلکہ تم اس سے علیحدہ ہو جاؤ، اور اس کے قریب نہ جاؤ، حضرت کعب نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھیوں کو بھی یہی حکم بھیجا میں نے اپنی بیوی سے کہا تم اپنے میکہ چلی جاؤ اور وہیں رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق کوئی حکم نازل فرمائے حضرت کعب نے کہا پھر حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہ! بے شک حضرت ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں اور ان کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے کیا آپ اس

الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ سَمِعْتُ صَوْتَ
صَارِخٍ اَوْفٰى عَلٰى سَلْعٍ يَقُوْلُ بِاَعْلٰى
صَوْتِهٖ يَا كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ اَبْشِرْ
قَالَ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا وَعَرَفْتُ اَنْ
قَدْ جَآءَ فَرَجٌ قَالَ فَاٰذَنَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ
بِتَوْبَةِ اللّٰهِ عَلَيْنَا حِيْنَ صَلّٰى صَلٰوةَ
الْفَجْرِ فَذَهَبَ النَّاسُ يُبَشِّرُوْنَنَا
فَذَهَبَ قِبَلَ صَاحِبَيَّ مُبَشِّرُوْنَ
وَرَكَضَ رَجُلٌ اِلَيَّ فَرَسًا وَسَعٰى سَاعٍ
مِنْ اَسْلَمَ قِبَلِيْ وَاَوْفٰى الْجَبَلَ فَكَانَ
الصَّوْتُ اَسْرَعَ مِنَ الْفَرَسِ فَلَمَّا جَآءَنِي
الَّذِيْ سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِيْ فَنَزَعْتُ
لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا اِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ
وَاللّٰهِ مَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ
وَّاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا
فَانْطَلَقْتُ اَتَاَمَّمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَلَقَّانِي النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا
يُهَنِّئُوْنِيْ بِالتَّوْبَةِ وَيَقُوْلُوْنَ لِتَهْنِئْكَ
تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ حَتّٰى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ
فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ
طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِيْ
وَهَنَّاَنِيْ وَاللّٰهِ مَا قَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ
غَيْرُهٗ قَالَ فَكَانَ كَعْبٌ لَا يَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ
قَالَ كَعْبٌ فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ يَبْرُقُ
وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ وَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِخَيْرِ
يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ قَالَ

کو ناپسند کرتے ہیں کہ میں ان کی خدمت کروں، آپ
نے فرمایا نہیں، لیکن وہ تم سے مقاربت نہ کرے، ان
کی بیوی نے کہا بہ خدا وہ تو کسی چیز کی طرف حرکت بھی نہیں
کر سکتے، اور جب سے یہ معاملہ ہوا ہے بہ خدا وہ اس
دن سے مسلسل روتے رہتے ہیں، مجھ سے میرے
بعض گھر والوں نے کہا تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسی طرح اجازت لے لو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی کو ان کی خدمت
کرنے کی اجازت دے دی ہے، میں نے کہا میں اس
معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں
لوں گا، مجھے پتا نہیں کہ اگر میں نے اجازت طلب کی تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں کیا فرمائیں گے
اور میں ایک جوان شخص ہوں، پھر میں اسی حال پر دس
راتیں ٹھہرا رہا، پھر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہم سے گفتگو کی ممانعت کی تھی، اس کو پچاس دن گذر
چکے تھے، حضرت کعب کہتے ہیں کہ پچاس روز کے
بعد ایک صبح کو میں اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ
رہا تھا، پھر جس وقت میں اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جس
کا اللہ عزوجل نے ہمارے متعلق ذکر کیا ہے: کہ مجھ پر
میرا نفس تنگ ہو گیا اور زمین اپنی وسعت کے باوجود
مجھ پر تنگ ہو گئی، اچانک میں نے سلع پہاڑ کی چوٹی
سے ایک چلانے والے کی آواز سنی، جو بلند آواز سے
کہہ رہا تھا، اے کعب بن مالک! بشارت ہو (مبارک ہو)
حضرت کعب نے کہا میں اسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور
میں نے جان لیا کہ اب کشادگی ہو گئی، پھر رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لوگوں میں
اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے،
پھر لوگ ہم کو مبارک باد دیتے تھے پھر میرے ان دو
ساتھیوں کی طرف لوگ مبارک باد دینے کے لیے گئے

فَقُلْتُ اَمِنْ عِنْدِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَقَالَ لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهٗ كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ قَالَ وَكُنَّا نَعْرِفُ ذٰلِكَ قَالَ فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ صَدَقَةً اِلَى اللّٰهِ وَاِلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ فَقُلْتُ فَاِنِّيْ اُمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ قَالَ وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ اِنَّمَا اَنْجَانِيْ بِالصِّدْقِ وَاِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ لَا اُحَدِّثَ اِلَّا صِدْقًا مَا بَقِيْتُ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ اَنَّ اَحَدًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَبْلَاهُ اللّٰهُ فِيْ صِدْقِ الْحَدِيْثِ مُنْذُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا اَحْسَنَ مِمَّا اَبْلَانِي اللّٰهُ بِهٖ وَاللّٰهِ مَا تَعَمَّدْتُ كِذْبَةً مُنْذُ قُلْتُ ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى يَوْمِيْ هٰذَا وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ اَنْ يَّحْفَظَنِيَ اللّٰهُ فِيْمَا بَقِيَ قَالَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ

———— وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا

اور ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف روانہ ہوا، اور قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے مجھے ندا کی، اور اس کی آواز گھوڑے سوار کے پہنچنے سے پہلے مجھ تک پہنچی، جب میرے پاس وہ شخص آیا، جس کی بشارت کی آواز میں نے سنی تھی، میں نے اپنے کپڑے اتار کر اس شخص کو بشارت کی خوشی میں پہنا دیئے بہ خدا اس وقت میرے پاس ان کپڑوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں تھی، اور میں نے کسی سے عاریۃً کپڑے لے کر پہنے، پھر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے قصد سے روانہ ہوا، ادھر میری توبہ قبول ہونے پر فوج در فوج لوگ مجھ کو مبارک باد دینے کے لیے آرہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ تم کو اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول کرنا مبارک ہو، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، اور آپ کے ارد گرد صحابہ بیٹھے تھے، حضرت طلحہ بن عبید اللہ جلدی سے اٹھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، بہ خدا مہاجرین میں سے ان کے علاوہ اور کوئی نہیں اٹھا تھا، حضرت کعب طلحہ کو نہیں بھولتے تھے، حضرت کعب نے کہا جب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا اور آپ فرما رہے تھے مبارک ہو، جب سے تم کو تمہاری ماں نے جنا ہے، اس سے زیادہ اچھا دن تمہارے لیے نہیں آیا، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ (قبولیت توبہ) آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ اس طرح منور ہو جاتا تھا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو، حضرت کعب نے کہا ہم اس علامت کو پہچانتے تھے، انھوں نے کہا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ حَتّٰى بَلَغَ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ قَالَ كَعْبٌ وَاللّٰهِ مَاۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَةٍ قَطُّ بَعْدَ اِذْ هَدَانِيَ اللّٰهُ لِلْاِسْلَامِ اَعْظَمَ فِيْ نَفْسِيْ مِنْ صِدْقِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا اَكُوْنَ كَذَبْتُهٗ فَاَهْلِكَ كَمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَالَ لِلَّذِيْنَ كَذَبُوْا حِيْنَ اَنْزَلَ الْوَحْيَ شَرَّ مَا قَالَ لِاَحَدٍ وَّقَالَ اللّٰهُ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ قَالَ كَعْبٌ كُنَّا خُلِّفْنَا اَيُّهَا الثَّلَاثَةُ عَنْ اَمْرِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ قَبِلَ مِنْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ حَلَفُوْا لَهٗ فَبَايَعَهُمْ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ وَاَرْجَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْرَنَا حَتّٰى قَضَى اللّٰهُ فِيْهِ فَبِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا وَلَيْسَ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ مِمَّا خُلِّفْنَا تَخَلُّفَنَا عَنِ الْغَزْوِ

تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں اپنی توبہ کی خوشی میں اپنے مال کو اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اپنے لیے کچھ مال کو رکھ لو وہ تمہارے لیے بہتر ہے، میں نے کہا میں اپنے اس مال کو رکھ لیتا ہوں جو خیبر میں ہے، اور میں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالے نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور اب میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی باقی زندگی میں ہمیشہ سچ بولوں گا، انھوں نے کہا بخدا! مجھے یہ معلوم نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اس طرح سزا میں مبتلا کیا ہو اور جب سے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک میں نے جھوٹ نہیں بولا، اور آئندہ کے لیے بھی مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل کیں:

(ترجمہ:) بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی، مہاجرین اور انصار پر رحمت کے ساتھ رجوع کیا جنھوں نے سختی کے وقت نبی کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل اپنی جگہ سے ہل جائیں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت مہربان بے حد رحم فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی بھی توبہ قبول فرمائی جو مؤخر کیے گئے تھے، یہاں تک کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر تنگ ہو گئی تھیں اور ان کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اللہ کے سوا ان کی کوئی جائے پناہ نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ

وَ اِنَّمَا هُوَ تَخْلِيفُهُ اِيَّانَا وَ اِرْجَاؤُهُ اَمْرَنَا عَمَّنْ حَلَفَ لَهُ وَاعْتَذَرَ اِلَيْهِ فَقَبِلَ مِنْهُ۔

قبول کر لی ہے بے شک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو، حضرت کعب نے کہا جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اسلام کی نعمت دی ہے اس وقت لے کر اللہ تعالیٰ نے میرے نزدیک مجھے اس سے بڑی کوئی نعمت نہیں دی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا کیونکہ میں نے آپ سے جھوٹ بولا ہوتا تو میں بھی اسی طرح ہلاک ہو جاتا جس طرح وہ لوگ ہلاک ہو گئے جنھوں نے جھوٹ بولا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی تو جتنی ان جھوٹوں کی مذمت فرمائی ہے کسی کی اتنی مذمت نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تو وہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان (کی بداعمالیوں) سے اپنی توجہ ہٹائے رکھو، تو تم ان کی طرف التفات نہ کرو، بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہ ان کے کاموں کی سزا ہے، وہ تم کو راضی کرنے کے لیے قسمیں کھائیں گے سو اگر تم ان سے راضی ہو (بھی) جاؤ تو بے شک اللہ نافرمانی کرنے والوں سے راضی نہیں ہوگا۔ حضرت کعب نے کہا ہم لوگوں کا معاملہ ان لوگوں سے مؤخر کیا گیا تھا جن لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسمیں کھائی تھیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا تھا، ان سے بیعت کر لی تھی اور ان کے لیے استغفار کیا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معاملہ کو مؤخر کر دیا تھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کا فیصلہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی توبہ بھی قبول فرمائی جن کا معاملہ مؤخر کیا گیا تھا، اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ غزوۂ تبوک میں جو پیچھے رہ گئے تھے اس کا ذکر ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے والوں کی بہ نسبت ہمارے معاملہ کو مؤخر کیا گیا تھا جنھوں نے قسمیں کھائیں اور آپ نے ان کے عذر کو قبول فرما لیا تھا۔

۶۸۸۹ - وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِإِسْنَادِ يُونُسَ عَنِ الزُّهْرِيِّ سَوَاءً.

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی۔

۶۸۹۰ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهِ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِينَ عَمِيَ قَالَ سَمِعْتُ كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ يُحَدِّثُ حَدِيثَهُ حِينَ تَخَلَّفَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَزَادَ فِيهِ عَلَى يُونُسَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَلَّمَا يُرِيدُ غَزْوَةً إِلَّا وَرَّى بِغَيْرِهَا حَتَّى كَانَتْ تِلْكَ الْغَزْوَةُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَخِي الزُّهْرِيِّ أَبَا خَيْثَمَةَ وَلُحُوقَهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عبید اللہ بن کعب بن مالک (آپ حضرت کعب کے نابینا ہونے کے بعد ان کی رہنمائی کرتے تھے) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ سنا جب وہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے اس کے بعد حسب سابق حدیث بیان کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تو اس کا کنایۃً ذکر فرماتے تھے لیکن اس غزوہ کا آپ نے صراحۃً ذکر فرما دیا تھا، اس حدیث میں حضرت ابو خیثمہ اور ان کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لاحق ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

۶۸۹۱ - وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَعْيَنَ حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ (وَهُوَ ابْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ) عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ وَكَانَ قَائِدَ كَعْبٍ حِينَ أُصِيبَ بَصَرُهُ وَكَانَ أَعْلَمَ قَوْمِهِ وَأَوْعَاهُمْ لِأَحَادِيثِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي كَعْبَ بْنَ مَالِكٍ وَهُوَ أَحَدُ الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ تِيبَ عَلَيْهِمْ يُحَدِّثُ أَنَّهُ لَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ غَزَاهَا قَطُّ غَيْرَ غَزْوَتَيْنِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ وَقَالَ فِيهِ وَغَزَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَاسٍ كَثِيرٍ يَزِيدُونَ عَلَى

جب حضرت کعب نابینا ہو گئے تھے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن کعب ان کی رہنمائی کرتے تھے، وہ اپنی قوم میں سب سے بڑے عالم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے سب سے زیادہ حافظ تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ وہ ان تینوں میں سے ایک ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی، اور وہ کہتے تھے کہ دو غزووں کے سوا وہ کسی غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے پھر پوری حدیث بیان کی اور اس میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد کیا تھا جن کی تعداد دس ہزار سے زیادہ تھی اور کسی رجسٹر میں ان کا شمار نہیں تھا۔

عَشَرَةِ اٰلَافٍ وَلَا يَجْمَعُهُمْ دِيْوَانُ حَافِظٍ۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا لفظ "کن" کے ساتھ تصرف

حدیث نمبر ۶۸۸۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفید پوش شخص کو ریگستان سے آتے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو ابوخیثمہ ہو جا" تو وہ ابوخیثمہ انصاری ہو گئے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ "کن" یہاں پر تحقیق اور وجود کے لیے ہے، یعنی اے شخص تو حقیقتاً ابوخیثمہ ہو جا۔ قاضی عیاض نے یہ جو کچھ کہا ہے یہی صحیح ہے، اور صاحب تحریر کی عبارت کا بھی یہی مآل ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا مطلب یہ ہے: اے اللہ اس شخص کو ابوخیثمہ کر دے، ان کا نام عبداللہ بن خیثمہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام مالک بن قیس ہے، بعض حفاظ نے کہا ہے کہ صحابہ میں صرف دو شخصوں کی کنیت ابوخیثمہ ہے، ایک یہ ہیں اور دوسرے عبدالرحمان بن ابی سبرہ جعفی ہیں۔ [1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو لفظ "کن" کے ساتھ تصرف عطا فرماتا ہے، تو آیا وہ اس کلمہ کے ساتھ تصرف کرتے ہیں یا ادباً اس کو ترک کر دیتے ہیں شیخ ابن عربی نے (فتوحات مکیہ کی) فصل نمبر ۲۰۰ میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اہل اللہ کے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو اس دنیا میں لفظ "کن" کے ساتھ تصرف عطا فرماتا ہے تو وہ اس کے ساتھ تصرف نہیں کرتے کیونکہ اس کے تصرف کا محل دار آخرت ہے لیکن یہ "کن" کے ساتھ اللہ کا نام پڑھتے ہیں تاکہ جس طرح باطن میں تکوین اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح ظاہر میں بھی اس کے ساتھ خاص ہو، اگر یہ سوال کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کا ادب کرنے والے ہیں اس کے باوجود آپ نے بعض غزوات میں لفظ کن استعمال کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں صحابہ کرام کے سامنے بیان جواز کے لیے لفظ "کن" کے ساتھ تصرف کیا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزات ظاہر کرنے کا اذن دیا گیا ہے، اور یہ مسئلہ اسی قبیل سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کن اباذر" ابوذر ہو جا، تو وہ ابوذر ہو گئے، اور کھجور کی شاخ کو فرمایا "کن سیفاً" تلوار ہو جا، تو وہ تلوار ہو گئی۔ [2]

آصف بن برخیا نے پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان کے سامنے تخت بلقیس حاضر کر دیا تھا، اس کی تحقیق میں علامہ آلوسی شیخ ابن عربی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حضرت آصف نے بعینہ عرش (تخت) میں تصرف کیا، اور اس کو بلقیس کے ہاں معدوم اور حضرت سلیمان کے سامنے موجود کر دیا، بایں طور کہ اس کو اس کا پتا نہیں چلا، ماسوا اس شخص کے جو ہر آن میں خلق جدید کو پہچانتا ہے، جس زمانہ میں وہ موجود ہوا اس زمانہ میں وہ معدوم ہوا تھا، اور یہ سب ایک آن میں ہو گیا اور حضرت آصف کا قول بعینہ فعل تھا کیونکہ کامل کا قول اللہ تعالیٰ کے بہ منزلہ "کن" ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ ھ، الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۴۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر

کے ہے۔ [1]

یعنی حضرت آصف نے تخت بلقیس سے کہا، بلقیس کے ہاں معدوم اور حضرت سلیمان کے ہاں موجود ہو جا، سو پلک جھپکنے سے پہلے ایسا ہو گیا۔

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

شیخ عبدالغنی نابلسی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ ایک امیر آدمی نے عارف جامی کی دعوت کی اور عمداً مردہ مرغی پکا دی، عارف جامی نے کہا "اللہ کے اذن سے زندہ ہو" وہ مرغی زندہ ہو گئی، اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلی کے وعظ میں ایک چیل نے شور مچا کر خلل ڈالا، آپ نے فرمایا "اللہ تیری گردن کاٹ دے"، وہ اسی وقت مر کر زمین پر گر گئی، وعظ کے بعد آپ نے فرمایا "اللہ کے اذن سے اٹھ جا" وہ اڑ گئی۔ [2]

شیخ بنوری لکھتے ہیں: میں نے شیخ بدر عالم میرٹھی سے سنا ہے کہ ایک طالب علم جو کی روٹی کھا رہا تھا اور شیخ عبدالقادر جیلانی بھنی ہوئی مرغی کھا رہے تھے، طالب علم کی ماں اس سے ملنے آئی تو اس نے کہا آپ مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے! حضرت شیخ نے مرغی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا" وہ زندہ ہو گئی، شیخ نے فرمایا جب تیرا بیٹا اس مقام پر پہنچے گا تو مرغی کھائے گا۔ [3]

فقہاء اسلام کی ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو بہ طور معجزہ اور اولیاء کرام کو بہ طور کرامت "کن" کا تصرف عطا فرماتا ہے اور اولیاء کرام اللہ کے نام کے ساتھ لفظ کن سے تصرف کرتے ہیں۔

حضرت کعب کی حدیث کے مسائل

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہے کیوں کہ حضرت کعب نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کفار کے قافلہ کو لوٹنے کے قصد سے نکلے تھے۔ (لیکن یہ حالت جنگ کا واقعہ ہے کیونکہ اس وقت مسلمان کافروں سے بر سر جنگ تھے، حالت امن میں کسی مسلمان کے لیے کافر کو لوٹنا جائز نہیں ہے، نہ دار الاسلام میں نہ دار الکفر میں، خصوصاً دار الکفر میں مسلمانوں کو اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ کفار اسلام کی اعلیٰ اقدار کے قائل ہوں اور مسلمانوں کی تہذیب اور شرافت سے متاثر ہو کر مائل بہ اسلام ہوں، نہ یہ کہ اسلام کے نام پر کفار سے دھوکے اور فراڈ کے ذریعہ پیسے بٹوریں، ان کے ساتھ سودی کاروبار کریں اور سود کھائیں، اور اسلام کو بدنام کریں، یاد رکھیے کہ تہذیب اور تمدن کی اعلیٰ روایات کا حامل اور علمبردار دنیا میں صرف مذہب اسلام ہے، میرے علم میں یہ بات آئی کہ برطانیہ اور ہالینڈ وغیرہ میں بعض مسلمان ناجائز طریقہ سے بے روزگاری الاؤنس وصول کرتے ہیں اور فراڈ کر کے ان کا پیسہ کھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر حربی کا مال کھانا جائز ہے، یہ بالکل غلط استدلال ہے، حرام مال کھانا بہر حال حرام ہے خواہ کسی کا مال ہو اور

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۹ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[2] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ھ

[3] شیخ محمد یوسف بنوری، حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۶۱، مطبوعہ مجلس علمی ہند، ۱۳۵۷ھ

(۲)۔ جو شخص سفر سے واپس آئے وہ آنے کے بعد سب سے پہلے محلہ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے۔

(۳)۔ اس حدیث میں اہل بدر اور اصحاب عقبہ کی فضیلت کا بیان ہے۔

(۴)۔ لشکر کے امیر کو یہ چاہیے کہ جب وہ کسی مہم پر روانہ ہو تو توریہ کرے کسی اور مہم کا نام لے تاکہ جاسوسوں سے محفوظ رہے البتہ اگر کسی دور دراز سفر پر جانا ہو تو اصل مقام کا نام بتا دے تاکہ مسلمان پوری تیاری کر سکیں۔

(۵)۔ جب انسان سے کوئی نیکی رہ جائے تو اس پر افسوس کرے اور یہ تمنا کرے کہ کاش میں وہ نیکی کر لیتا۔

(۶)۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت کرے تو اس کو رد کرے، کیونکہ حضرت کعب کے متعلق ایک شخص نے کہا کہ ان کو ان کے کپڑوں نے روک لیا تو حضرت معاذ نے فرمایا تم نے بری بات کہی ہے۔

(۷)۔ صدق کی فضیلت اور صدق کو ہمیشہ اختیار کرنے کا بیان خواہ اس میں مشقت ہو کیونکہ اس کے انجام میں خیر ہے، صحیح حدیث میں ہے صدق نیکی کی ہدایت دیتا ہے اور نیکی جنت کی رہنمائی کرتی ہے۔

(۸)۔ جب کوئی بڑا شخص سفر سے لوٹے تو وہ کسی ایسی جگہ پر آ کر بیٹھے جہاں سب لوگ آ کر اس سے مل سکیں۔

(۹)۔ ظاہر امر پر حکم لگانا اور باطن کو اللہ کے سپرد کر دینا جب تک اس سے کوئی فساد نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے عذروں کو قبول کر لیا تھا۔

(۱۰)۔ اہل بدعت اور علی الاعلان گناہ کرنے والوں سے قطع تعلق کرنے کا استحباب اور زجر و توبیخ کے لیے ان سے سلام و کلام کو منقطع کرنا۔

(۱۱)۔ جب انسان سے کوئی گناہ ہو تو اس گناہ پر ندامت سے رونے کا استحباب۔

(۱۲)۔ نماز میں کسی کی طرف نظریں چرا کر دیکھنے اور اس کی طرف التفات کرنے کا جواز۔

(۱۳)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت کعب کی نظریں بچا کر ان کو دیکھتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر شرع کے اعتبار سے آپ نے ان سے قطع تعلق کیا تھا ورنہ آپ کے دل میں ان کی محبت قائم تھی اور ان کی دیگر اسلامی خدمات کی وجہ سے آپ کے دل میں ان کی جگہ تھی۔

(۱۴)۔ سلام اور سلام کے جواب پر بھی کلام کا اطلاق ہوتا ہے اور جو شخص یہ قسم کھائے کہ وہ فلاں شخص سے کلام نہیں کرے گا، پھر اس کو سلام کرے یا سلام کا جواب دے تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔

(۱۵)۔ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی محبت پر ترجیح دینے کے وجوب کا بیان، کیونکہ جب حضرت کعب نے حضرت ابو قتادہ کو سلام کیا تو انہوں نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا اور اپنے تعلق پر حضور کی ممانعت کو مقدم رکھا۔

(۱۶)۔ جس کاغذ پر اللہ کا ذکر لکھا ہو اس کو کسی مصلحت کی وجہ سے جلانے کا جواز، جیسا کہ حضرت عثمان اور دیگر صحابہ نے ان مصاحف کو جلا دیا تھا جن پر تمام صحابہ کا اجماع نہیں تھا، اور حضرت کعب نے اس خط کو جلا دیا جس میں لکھا ہوا تھا

"اللہ تعالیٰ نے تم کو ذلت اور رسوائی کی جگہ میں رہنے کے لیے پیدا نہیں کیا" اس سے معلوم ہوا کہ جن خطوط میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو ان کو کسی وجہ سے جلانا جائز ہے۔

(۱۷)۔ جس چیز کے اظہار سے فتنہ اور فساد کا اندیشہ ہو اس کو چھپانے کا جواز، جس طرح حضرت کعب نے غسان کے حکمران کے خط کے معاملہ کو چھپایا۔

(۱۸)۔ کسی شخص کا اپنی بیوی سے کہنا "تم اپنے میکہ چلی جاؤ" طلاق نہیں ہے تاوقتیکہ وہ طلاق کی نیت نہ کرے۔

(۱۹)۔ بیوی کا اپنے خاوند کی خدمت کرنے کا جواز، جیسا کہ حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان کی خدمت کرنے کی اجازت لی اور آپ نے اجازت دے دی اور یہ بالاجماع جائز ہے، البتہ یہ بیوی پر لازم نہیں ہے۔

(۲۰)۔ بیوی سے استمتاع کے لیے مقاربت وغیرہ کے الفاظ کا کنایتہً استعمال کرنا۔

(۲۱)۔ حضرت کعب چونکہ جوان تھے اس لیے انھوں نے بیوی کی خدمت کی اجازت نہیں لی، کیونکہ ان کی بیوی کے قرب سے مقاربت کا خدشہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کے مواقع میں احتیاط کرنی چاہیے۔

(۲۲)۔ حضرت کعب قبولیت توبہ کی خبر سنتے ہی سجدے میں گر پڑے، اس سے معلوم ہوا کہ کسی نئی اور تازہ نعمت کی خبر ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنا مستحب ہے۔

(۲۳)۔ کسی نعمت اور خوشی کے موقع پر مبارک باد دینے کا جواز۔ [۱]

بَابٌ ۹۹۴ فِي حَدِيثِ الْإِفْكِ وَقُبُولِ تَوْبَةِ الْقَاذِفِ

تہمت کی حدیث اور تہمت لگانے والوں کی توبہ قبول ہونا

۶۸۹۲ - حَدَّثَنَا حِبَّانُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَيْلِيُّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَالسِّيَاقُ حَدِيثُ مَعْمَرٍ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدٍ وَابْنِ رَافِعٍ قَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ وَعَلْقَمَةُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی کرتے اور جس کے نام قرعہ نکل آتا اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سفر میں لے جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں جا رہے تھے، آپ نے ہمارے درمیان قرعہ اندازی کی، اس میں میرے نام قرعہ نکل آیا، میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو گئی، یہ حجاب نازل ہونے کے بعد کا واقعہ تھا، مجھے اپنے محمل میں سوار کیا جاتا اور جہاں ہم

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قَالَ لَهَا اَهْلُ الْاِفْكِ مَا قَالُوْا فَبَرَّاَهَا اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِّنْ حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ كَانَ اَوْعٰى لِحَدِيْثِهَا مِنْ بَعْضٍ وَاَثْبَتَ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا ذَكَرُوْا اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّخْرُجَ سَفَرًا اَقْرَعَ بَيْنَ نِسَآئِهٖ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ قَالَتْ عَائِشَةُ فَاَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزْوَةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ فِيْهَا سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذٰلِكَ بَعْدَ مَا اُنْزِلَ الْحِجَابُ فَاَنَا اُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجِيْ وَاُنْزَلُ فِيْهِ مَسِيْرَنَا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوِهٖ وَقَفَلَ وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ اٰذَنَ لَيْلَةً بِالرَّحِيْلِ فَقُمْتُ حِيْنَ اٰذَنُوْا بِالرَّحِيْلِ فَمَشَيْتُ حَتّٰى جَاوَزْتُ الْجَيْشَ فَلَمَّا قَضَيْتُ مِنْ شَاْنِيْ اَقْبَلْتُ اِلَى الرَّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِيْ فَاِذَا عِقْدِيْ مِنْ جَزْعِ ظَفَارٍ قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِيْ فَحَبَسَنِي ابْتِغَاؤُهٗ وَاَقْبَلَ الرَّهْطُ الَّذِيْنَ كَانُوْا يَرْحَلُوْنَ لِيْ فَحَمَلُوْا هَوْدَجِيْ فَرَحَلُوْهُ عَلٰى بَعِيْرِيَ الَّذِيْ كُنْتُ اَرْكَبُ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنِّيْ فِيْهِ قَالَتْ وَكَانَتِ النِّسَآءُ اِذْ ذَاكَ خِفَافًا لَمْ يُهَبَّلْنَ وَلَمْ يَغْشَهُنَّ اللَّحْمُ اِنَّمَا يَاْكُلْنَ الْعُلْقَةَ

قیام کرتے وہاں مجھے محمل سے اتار لیا جاتا، حتیٰ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جہاد سے فارغ ہوکر واپس ہوئے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچے، آپ نے ایک رات کوچ کا اعلان کرا دیا، جب انھوں نے کوچ کا اعلان کیا تو میں اٹھ کر لشکر سے دور نکل گئی، قضاء حاجت کے بعد میں اپنے کجاوہ کی طرف آئی، میں نے اپنے سینہ کی طرف ہاتھ لگایا تو یمن کی سیپیوں کا جو ہار میں پہنے ہوئے تھی وہ نہیں تھا، میں نے واپس لوٹ کر ہار کو تلاش کیا اور اس کو تلاش کرنے نے مجھ کو روک لیا اور وہ لوگ آئے جو میرا کجاوہ اٹھاتے تھے، انھوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور اس کو اسی اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی، ان کا گمان یہ تھا کہ میں کجاوے میں بیٹھی ہوئی ہوں، اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، گوشت سے بھرپور اور فربہ نہیں ہوتی تھیں، بہت کم کھانا کھاتی تھیں، اس لیے ان لوگوں نے جب کجاوہ اٹھا کر اونٹ پر رکھا تو اس کے وزن کی طرف توجہ نہیں کی، اور میں ویسے بھی کم سن لڑکی تھی، انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور روانہ ہوگئے لشکر روانہ ہونے کے بعد مجھے ہار مل گیا، میں ان کے پڑاؤ پر آئی مگر وہاں پر کوئی پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا، میں نے اپنی اسی جگہ کا قصد کیا جہاں پر میں پہلے تھی، اور میرا گمان یہ تھا کہ لوگ جب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف لوٹ آئیں گے جس وقت میں اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی تو مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں سو گئی، اور حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانی اخیر شب میں لشکر کے پیچھے رہ گئے تھے، وہ صبح منہ اندھیرے میری جگہ کے پاس پہنچے، انھوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا جسم دیکھا، تو وہ میرے پاس آئے انھوں نے دیکھتے ہی مجھے پہچان لیا، کیونکہ حجاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، انھوں نے مجھ کو پہچان کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اس سے میں بیدار ہوگئی، میں نے اپنے چہرے پر اپنی چادر ڈال لی، بخدا انھوں نے مجھ

من الطعام فلم يستنكر القوم ثقل الهودج حين رحلوه ورفعوه وكنت جارية حديثة السن فبعثوا الجمل وساروا ووجدت عقدي بعد ما استمر الجيش فجئت منازلهم وليس بها داع ولا مجيب فتيممت منزلي الذي كنت فيه وظننت ان القوم سيفقدوني فيرجعون الي فبينا انا جالسة في منزلي غلبتني عيني فنمت وكان صفوان بن المعطل السلمي ثم الذكواني قد عرس من وراء الجيش فادلج فاصبح عند منزلي فرای سواد انسان نائم فاتاني فعرفني حين راني وقد كان يراني قبل ان يضرب الحجاب علي فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني فخمرت وجهي بجلبابي ووالله ما يكلمني كلمة ولا سمعت منه كلمة غير استرجاعه حتى اناخ راحلته فوطئ على يدها فركبتها فانطلق يقود بي الراحلة حتى اتينا الجيش بعد ما نزلوا موغرين في نحر الظهيرة فهلك من هلك في شاني وكان الذي تولى كبره عبد الله بن ابي بن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت حين قدمنا المدينة شهرا والناس يفيضون في قول اهل الافك ولا اشعر بشيء من ذلك وهو يريبني في وجعي اني لا اعرف من رسول الله صلى الله عليه وسلم اللطف الذي كنت ارى منه حين اشتكي انما يدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فيسلم ثم يقول كيف تيكم فذاك

سے کوئی بات نہیں کی، اور سوا انا للہ وانا الیہ راجعون کے میں نے ان کے منہ سے کوئی بات نہیں سنی، انھوں نے اونٹنی کو اس کے اگلے پیروں پر بٹھایا، اور میں اس اونٹنی پر سوار ہوگئی، حتیٰ کہ لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کے بعد ہم اس سے آکر مل گئے، لشکر والے ٹھیک دوپہر کے وقت پہنچے تھے، میرے اس واقعہ میں جس شخص نے بھی (بدگمانی سے) ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا، اور جس شخص نے سب سے بڑی تہمت لگائی وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا، ہم مدینہ پہنچ گئے اور میں مدینہ پہنچنے کے بعد ایک ماہ تک بیمار رہی، ادھر لوگوں میں تہمت لگانے والوں کا قول مشہور ہو رہا تھا، اور مجھے ان باتوں میں سے کسی چیز کا علم نہیں تھا، البتہ مجھ کو یہ چیز شک میں ڈالتی تھی اور میرے درد میں اضافہ کرتی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جو لطف و کرم پہلے میری بیماری میں ہوتا تھا اس کو اب میں محسوس نہیں کرتی تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آنے کے بعد صرف سلام کرتے، پھر فرماتے تمہارا کیا حال ہے؟ اس سے مجھے شک پڑتا تھا، مگر مجھے کسی خرابی کا علم نہیں تھا، حتیٰ کہ میں کمزور ہونے کے بعد ایک دن قضاء حاجت کے لیے باہر میدان میں گئی اور ہم قضاء حاجت کے لیے وہیں جاتے تھے، میرے ساتھ حضرت ام مسطح بھی تھیں، ہم لوگ رات کے وقت جاتے تھے، یہ ہمارے گھروں میں بیت الخلاء بننے سے پہلے کا واقعہ ہے، ہمارا حال عرب کے پہلے لوگوں کی طرح تھا، ہمیں گھروں میں بیت الخلاء بنانے سے اذیت ہوتی تھی اور ہم اس سے اجتناب کرتے تھے، میں اور حضرت ام مسطح گئیں، حضرت ام مسطح ابورہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی اور حضرت ابوبکر صدیق کی خالہ تھیں اور ان کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب تھا، سو میں اور ابورہم کی بیٹی (یعنی حضرت ام مسطح) اپنے گھر سے چل

يُرِيبُنِي وَلَا أَشْعُرُ بِالشَّرِّ حَتّٰى خَرَجْتُ بَعْدَ مَا نَقَهْتُ وَخَرَجَتْ مَعِيَ أُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ وَهُوَ مُتَبَرَّزُنَا وَلَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلًا إِلَى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ أَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا وَأَمْرُنَا أَمْرُ الْعَرَبِ الْأُوَلِ فِي التَّنَزُّهِ وَكُنَّا نَتَأَذّٰى بِالْكُنُفِ أَنْ نَتَّخِذَهَا عِنْدَ بُيُوتِنَا فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ وَهِيَ بِنْتُ أَبِي رُهْمِ بْنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ وَأُمُّهَا ابْنَةُ صَخْرِ بْنِ عَامِرٍ خَالَةُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنُهَا مِسْطَحُ بْنُ أُثَاثَةَ بْنِ عَبَّادِ بْنِ الْمُطَّلِبِ فَأَقْبَلْتُ أَنَا وَبِنْتُ أَبِي رُهْمٍ قِبَلَ بَيْتِي حِينَ فَرَغْنَا مِنْ شَأْنِنَا فَعَثَرَتْ أُمُّ مِسْطَحٍ فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ أَتَسُبِّينَ رَجُلًا قَدْ شَهِدَ بَدْرًا قَالَتْ أَيْ هَنْتَاهُ أَوَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالَ قُلْتُ وَمَاذَا قَالَ قَالَتْ فَأَخْبَرَتْنِي بِقَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا إِلٰى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ إِلٰى بَيْتِي فَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ كَيْفَ تِيكُمْ قُلْتُ أَتَأْذَنُ لِي أَنْ آتِيَ أَبَوَيَّ قَالَتْ وَأَنَا حِينَئِذٍ أُرِيدُ أَنْ أَتَيَقَّنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا فَأَذِنَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِأُمِّي يَا أُمَّتَاهُ مَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلَيْكِ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ امْرَأَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا

پڑیں، جب ہم قضاء حاجت سے فارغ ہو گئیں تو حضرت ام مسطح چادر میں الجھ کر گر گئیں، انھوں نے کہا مسطح ہلاک ہو جائے، میں نے کہا تم نے بری بات کہی، تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو بدر میں حاضر ہوا تھا، انھوں نے کہا اے خاتون! کیا تم کو اس کے قول کا علم نہیں ہے؟ میں نے پوچھا اس نے کیا کہا ہے؟ پھر انھوں نے تہمت لگانے والوں کی تہمت سے مجھ کو باخبر کیا، یہ سن کر میری بیماری میں اور اضافہ ہو گیا، جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے سلام کیا اور پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے کہا کیا آپ مجھے یہ اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر جاؤں، میرا یہ ارادہ تھا کہ میں اپنے ماں باپ سے اس خبر کی تحقیق کروں مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، میں اپنے والدین کے پاس گئی، میں نے کہا اے امی جان! یہ لوگ کیسی باتیں بنا رہے ہیں، انھوں نے کہا اے بیٹی! اپنے اعصاب کو پر سکون رکھو، بخدا ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کے نزدیک بہت خوب صورت ہو اور وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں اور وہ اس کے خلاف کوئی بات نہ بنائیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا سبحان اللہ! کیا واقعی لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں! حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں ساری رات روتی رہی، اور صبح کو بھی میرے آنسو نہ رکے، اور نہ میں نے نیند کو سرمہ بنایا، میں صبح کو رو رہی تھی، ادھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کو بلایا، آپ ان سے اپنی اہلیہ کو علیحدہ کرنے کے متعلق مشورہ کرنا چاہتے تھے، اس وقت وحی نازل نہیں ہوئی تھی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وہی مشورہ دیا جس کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ آپ کی اہلیہ اس تہمت سے بری ہیں، کیونکہ اس

ضَرَائِرُ إِلَّا كَثَّرْنَ عَلَيْهَا قَالَتْ قُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا؟ قَالَتْ فَبَكَيْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ أَصْبَحْتُ أَبْكِي وَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِينَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيرُهُمَا فِي فِرَاقِ أَهْلِهِ قَالَتْ فَأَمَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ فَأَشَارَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالَّذِي يَعْلَمُ مِنْ بَرَاءَةِ أَهْلِهِ وَبِالَّذِي يَعْلَمُ فِي نَفْسِهِ لَهُمْ مِنَ الْوُدِّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هُمْ أَهْلُكَ وَلَا نَعْلَمُ إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ لَمْ يُضَيِّقِ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ وَإِنْ تَسْأَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ قَالَتْ فَدَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيرَةَ فَقَالَ أَيْ بَرِيرَةُ هَلْ رَأَيْتِ مِنْ شَيْءٍ يَرِيبُكِ مِنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَهُ بَرِيرَةُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ عَلَيْهَا أَمْرًا قَطُّ أَغْمِصُهُ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنْ عَجِينِ أَهْلِهَا فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهُ قَالَتْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ ابْنِ سَلُولَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ رَجُلٍ قَدْ بَلَغَ أَذَاهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهِ

کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کا علم تھا، اس نے کہا یارسول اللہ! وہ آپ کی اہلیہ ہیں اور ہمیں ان کے متعلق صرف پارسائی کا یقین ہے۔ البتہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے یہ کہا اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی تنگی نہیں کی اور ان کے سوا اور بھی بہت عورتیں ہیں، اور آپ (ان کی) باندی سے سوال کیجئے وہ آپ سے سچی بات کہیں گی، حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ کو بلایا اور فرمایا: کیا تم نے کوئی ایسی چیز دیکھی ہے جس سے تم کو عائشہ کے متعلق کوئی شک ہو، حضرت بریرہ رضی اللہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے، میرے علم کے مطابق اگر کوئی چیز ان میں باعث عیب ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ کم سن لڑکی ہیں اپنے گھر کا آٹا گوندھتے گوندھتے سو جاتی ہیں اور بکری آکر وہ آٹا کھا جاتی ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول سے جواب طلب کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اس شخص کی طرف سے مجھے کون جواب دے گا جس کی طرف سے مجھے اپنے اہل خانہ کے معاملہ میں اذیت پہنچی ہے، بہ خدا مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے اور جس مرد کا انھوں نے ذکر کیا ہے مجھے اس کے متعلق بھی پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں، وہ جب بھی میرے گھر گیا میرے ساتھ گیا، حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں آپ کو اس شخص کی طرف سے جواب دیتا ہوں، اگر وہ شخص قبیلہ اوس میں سے ہو تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائی خزرج میں سے ہو تو آپ اس کے متعلق حکم دیں ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے، حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوگئے وہ خزرج کے سردار تھے اور نیک شخص تھے لیکن قبائلی تعصب نے ان کو بھڑکا دیا، انھوں نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا تم نے جھوٹ بولا، اللہ کی قسم تم اس

إِلَّا خَيْرًا وَمَا كَانَ يَدْخُلُ عَلَى أَهْلِي إِلَّا مَعِي فَقَامَ سَعْدُ بْنُ مُعَاذٍ الْأَنْصَارِيُّ فَقَالَ أَنَا أَعْذِرُكَ مِنْهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْأَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ إِخْوَانِنَا الْخَزْرَجِ أَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا أَمْرَكَ قَالَتْ فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَهُوَ سَيِّدُ الْخَزْرَجِ وَكَانَ رَجُلًا صَالِحًا وَلَكِنِ اجْتَهَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَا تَقْتُلُهُ وَلَا تَقْدِرُ عَلَى قَتْلِهِ فَقَامَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَهُوَ ابْنُ عَمِّ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ لِسَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللَّهِ لَنَقْتُلَنَّهُ فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِينَ فَثَارَ الْحَيَّانِ الْأَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتَّى هَمُّوا أَنْ يَقْتَتِلُوا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ وَبَكَيْتُ يَوْمِي ذَلِكَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ بَكَيْتُ لَيْلَتِيَ الْمُقْبِلَةَ لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ وَأَبَوَايَ يَظُنَّانِ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي فَبَيْنَمَا هُمَا جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي اسْتَأْذَنَتْ عَلَيَّ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي قَالَتْ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ ثُمَّ جَلَسَ قَالَتْ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مُنْذُ قِيلَ لِي مَا قِيلَ وَقَدْ لَبِثَ شَهْرًا لَا يُوحَى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي بِشَيْءٍ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

کو قتل کرو گے نہ کر سکو گے، حضرت سعد بن معاذ کے عم زاد حضرت اُسید بن حضیر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے حضرت سعد بن عبادہ سے کہا تم نے جھوٹ بولا، بہ خدا ہم اس کو ضرور قتل کریں گے، تم خود بھی منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے لڑ رہے ہو، پھر اوس اور خزرج دونوں قبیلے جوش میں آگئے، اور ایک دوسرے سے لڑنے پر تیار ہو گئے، درآں حالیکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کو مسلسل ٹھنڈا کرتے رہے، حتیٰ کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہو گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں سارا دن روتی رہی، میرے آنسو رُکے نہ میں نے نیند کو سرمہ بنایا، اور میرے والدین یہ گمان کر رہے تھے کہ اس قدر رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا، پھر جس وقت میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی، انصار کی ایک خاتون نے آنے کی اجازت مانگی، میں نے اس کو اجازت دے دی وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی، ابھی ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے، اور بیٹھ گئے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب سے میرے متعلق یہ باتیں بنائی گئی تھیں، آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک ماہ سے میرے متعلق آپ کے پاس کوئی وحی نہیں آئی تھی، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا، پھر فرمایا: اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق ایسی ایسی خبر پہنچی ہے، اگر تم (اس تہمت سے) بری ہو تو عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر فرمادے گا، اور اگر (بالفرض) تم اس گناہ میں ملوث ہو گئی ہو، تو اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اعتراف کرکے اور پھر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کرلی تو

جَلَسَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ قَلَصَ دَمْعِي حَتَّى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً فَقُلْتُ لِأَبِي أَجِبْ عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا قَالَ فَقَالَ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِأُمِّي أَجِيبِي عَنِّي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا أَدْرِي مَا أَقُولُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَأَنَا جَارِيَةٌ حَدِيثَةُ السِّنِّ لَا أَقْرَأُ كَثِيرًا مِنَ الْقُرْآنِ إِنِّي وَاللّٰهِ لَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّكُمْ قَدْ سَمِعْتُمْ بِهٰذَا حَتَّى اسْتَقَرَّ فِي نُفُوسِكُمْ وَصَدَّقْتُمْ بِهِ فَإِنْ قُلْتُ لَكُمْ إِنِّي بَرِيئَةٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّي بَرِيئَةٌ لَا تُصَدِّقُونِي بِذٰلِكَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَكُمْ بِأَمْرٍ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ لَتُصَدِّقُونَنِي وَإِنِّي وَاللّٰهِ مَا أَجِدُ لِي وَلَكُمْ مَثَلًا إِلَّا كَمَا قَالَ أَبُو يُوسُفَ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ قَالَتْ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ فَاضْطَجَعْتُ عَلَى فِرَاشِي قَالَتْ وَأَنَا وَاللّٰهِ حِينَئِذٍ أَعْلَمُ أَنِّي بَرِيئَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ مُبَرِّئِي بِبَرَاءَتِي وَلٰكِنْ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنْ يُنْزَلَ فِي شَأْنِي وَحْيٌ

میرے آنسو خشک ہو گئے حتیٰ کہ مجھے ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوا، میں نے اپنے والد سے کہا آپ میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کی باتوں کا جواب دیجئے، انھوں نے کہا بہ خدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے، انھوں نے (بھی) کہا بہ خدا مجھے پتا نہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں، حضرت عائشہ نے کہا کہ میں ایک کم عمر لڑکی ہوں، میں بہت زیادہ قرآن مجید نہیں پڑھتی، بہ خدا مجھے یہ معلوم ہے کہ تم لوگوں نے اس تہمت کو سن لیا ہے اور یہ تم لوگوں کے دلوں میں جم گئی ہے، اور تم نے اس کی تصدیق کر دی ہے، اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہے کہ میں بری ہوں، تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اس گناہ کا اعتراف کر لوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم ہے میں اس گناہ سے بری ہوں، تو تم میری تصدیق کرو گے، اور بے شک بہ خدا میں اپنے اور تمہارے درمیان صرف حضرت یوسف کے والد کی مثال پاتی ہوں، جنھوں نے کہا تھا میں صبر جمیل کرتا ہوں اور تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کے خلاف میں نے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں، میں جا کر لیٹ گئی اور بہ خدا مجھے یہ یقین تھا کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ میری براءت کو ظاہر کر دے گا، اور بہ خدا یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق قرآن مجید میں وحی نازل فرمائیگا اور میں اپنی حیثیت اس سے کم سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے متعلق ایسا کلام نازل فرمائے گا جس کی (قیامت تک) تلاوت کی جائے گی، لیکن مجھے یہ امید تھی کہ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نیند میں کوئی ایسا خواب دکھا دے گا جس میں اللہ تعالیٰ میری براءت ظاہر فرمائے گا، حضرت عائشہ فرماتی

يُتْلَى وَلَشَأْنِي كَانَ أَحْقَرَ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ
يَتَكَلَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيَّ بِأَمْرٍ يُتْلَى وَلَكِنِّي
كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا يُبَرِّئُنِي اللَّهُ بِهَا قَالَتْ
فَوَاللَّهِ مَا رَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ أَحَدٌ
حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ
الْبُرَحَاءِ عِنْدَ الْوَحْيِ حَتَّى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ
مِثْلُ الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي الْيَوْمِ الشَّاتِ مِنْ
ثِقَلِ الْقَوْلِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْهِ قَالَتْ فَلَمَّا
سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا
أَنْ قَالَ أَبْشِرِي يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللَّهُ فَقَدْ
بَرَّأَكِ فَقَالَتْ لِي أُمِّي قُومِي إِلَيْهِ فَقُلْتُ
وَاللَّهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللَّهَ هُوَ
الَّذِي أَنْزَلَ بَرَاءَتِي قَالَتْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ
وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ
مِنْكُمْ عَشْرَ آيَاتٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ بَرَاءَتِي قَالَتْ فَقَالَ
أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى مِسْطَحٍ لِقَرَابَتِهِ
مِنْهُ وَفَقْرِهِ وَاللَّهِ لَا أُنْفِقُ عَلَيْهِ شَيْئًا أَبَدًا
بَعْدَ الَّذِي قَالَ لِعَائِشَةَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ
وَجَلَّ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ
السَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى إِلَى قَوْلِهِ
أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ قَالَ حِبَّانُ
بْنُ مُوسَى قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ
هَذِهِ أَرْجَى آيَةٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَ
أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ

ہیں کہ بہ خدا ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس سے
اٹھے تھے نہ اٹھنے کا قصد کیا تھا اور نہ گھر والوں میں سے
کوئی اور باہر گیا تھا حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
نزول وحی کے وقت جو شدت طاری ہوتی تھی وہ طاری
ہوگئی، حتیٰ کہ اس انتہائی سردی کے دن میں بھی آپ سے پسینہ
کے قطرات موتیوں کی طرح ٹپکنے لگے، جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ ہنس
رہے تھے اور آپ نے جو پہلی بات کی وہ یہ تھی: اے عائشہ
تم کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہاری براءت ظاہر کردی،
میری والدہ نے مجھ سے کہا حضور کے سامنے کھڑی ہو، میں
نے کہا میں صرف اللہ کے سامنے کھڑی ہوں گی، اور میں صرف
اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری براءت نازل فرمائی
اللہ عزوجل نے یہ آیات نازل فرمائی تھیں: "بے شک تم
لوگوں میں سے جس جماعت نے تہمت لگائی ہے" یہ دس
آیات تھیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میری براءت میں نازل فرمایا،
حضرت ابوبکر مسطح سے قرابت اور اس کے فقر کی وجہ سے
اس کو خرچ دیا کرتے تھے (اور حضرت مسطح بھی تہمت لگانے
والوں میں تھے) حضرت ابوبکر نے کہا مسطح نے جو عائشہ
پر تہمت لگائی ہے بہ خدا اس کے بعد میں اس کو کبھی
خرچ نہیں دوں گا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل
فرمائیں: "اور تم میں جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت
ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں، مسکینوں
اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہ دیں گے
اور انہیں چاہیے کہ وہ معاف کردیں اور درگزر کریں،
(اے ایمان والو!) کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں
بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے
والا ہے" عبداللہ بن مبارک نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ
عنہ کے متعلق قرآن مجید میں سب سے زیادہ امید افزا یہ

لِي فَرَجَعَ إِلَى مِسْطَحٍ النَّفَقَةَ الَّتِي كَانَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَقَالَ لَا أَنْزِعُهَا مِنْهُ أَبَدًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَمْرِي مَا عَلِمْتِ أَوْ مَا رَأَيْتِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَحْمِي سَمْعِي وَبَصَرِي وَاللهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا قَالَتْ عَائِشَةُ وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَصَمَهَا اللهُ بِالْوَرَعِ وَطَفِقَتْ أُخْتُهَا حَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ تُحَارِبُ لَهَا فَهَلَكَتْ فِيمَنْ هَلَكَ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَهٰذَا مَا انْتَهَى إِلَيْنَا مِنْ أَمْرِ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ وَقَالَ فِي حَدِيثِ يُونُسَ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ۔

آیت ہے۔ (جب یہ آیت نازل ہوئی تو) حضرت ابوبکر نے کہا بہ خدا میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے، پھر انھوں نے حضرت مسطح کو وہ خرچ دینا شروع کر دیا جو وہ پہلے دیا کرتے تھے، اور کہا میں اس خرچ کو کبھی نہیں روکوں گا، حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے اس معاملے کے متعلق دریافت کیا کہ ان کو کیا علم ہے؟ انھوں نے کیا دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو محفوظ رکھتی ہوں، بہ خدا مجھے ان کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ علم نہیں، حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ حضرت زینب ہی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں میری ہمسر تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے محفوظ رکھا، مگر ان کی بہن حضرت حمنہ بنت جحش ان سے لڑیں اور تہمت کی ہلاکت میں مبتلا ہونے والوں دوسرے لوگوں کے ساتھ مبتلا ہو گئیں، زہری کہتے ہیں کہ یہ وہ حدیث ہے جو اس جماعت کے معاملہ کے متعلق ہم تک پہنچی ہے، اور یونس کی روایت میں ہے کہ حضرت حمنہ کو تعصب نے تہمت لگانے پر ابھارا تھا۔

۶۸۹۳ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الْعَتَكِيُّ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ وَمَعْمَرٍ بِإِسْنَادِهِمَا وَفِي حَدِيثِ فُلَيْحٍ اجْتَهَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ كَمَا قَالَ مَعْمَرٌ وَفِي حَدِيثِ صَالِحٍ احْتَمَلَتْهُ الْحَمِيَّةُ كَقَوْلِ يُونُسَ وَزَادَ فِي حَدِيثِ صَالِحٍ قَالَ عُرْوَةُ كَانَتْ عَائِشَةُ تَكْرَهُ أَنْ تَسُبَّ

امام مسلم نے اس حدیث کو دو مزید سندوں کے ساتھ روایت کیا، فلیح کی روایت میں ہے اس کو تعصب نے جاہل بنا دیا اور صالح کی روایت میں ہے اس کو تعصب نے ابھارا، نیز صالح کی روایت میں یہ اضافہ ہے: حضرت عائشہ حضرت حسان کو برا کہنا ناپسند کرتی تھیں (حضرت حسان بھی تہمت لگانے والوں میں تھے) اور فرماتی تھیں حسان کا یہ شعر ہے: "بے شک میرے باپ، میری ماں اور میری عزت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے ہیں" نیز اس روایت میں یہ اضافہ ہے: بہ خدا ——

عِندَهَا حَسَّانُ وَتَقُولُ فَإِنَّهُ قَالَ ؎
فَإِنَّ أَبِي وَوَالِدَهُ وَعِرْضِي
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِنكُمْ وِقَاءُ
وَزَادَ أَيْضًا قَالَ عُرْوَةُ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاللّٰهِ إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي قِيلَ لَهُ مَا قِيلَ لَيَقُولُ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا كَشَفْتُ عَنْ كَنَفِ أُنْثَى قَطُّ قَالَتْ ثُمَّ قُتِلَ بَعْدَ ذٰلِكَ شَهِيدًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَفِي حَدِيثِ يَعْقُوبَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ مُوعِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مُوغِرِينَ قَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قُلْتُ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ مَا قَوْلُهُ مُوغِرِينَ قَالَ الْوَغْرَةُ شِدَّةُ الْحَرِّ۔

جس آدمی کے ساتھ یہ تہمت لگائی گئی (یعنی حضرت صفوان بن معطل) وہ کہتے تھے سبحان اللہ! بخدا جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں نے کبھی کسی عورت کا پردہ نہیں کھولا، (یعنی وہ نامرد تھے) حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس کے واقعہ کے بعد وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے، یعقوب بن ابراہیم کی روایت میں ہے موعرین فی نحر الظہیرۃ اور عبد الرزاق نے موغرین روایت کیا، عبد بن حمید کہتے ہیں میں نے عبد الرزاق سے پوچھا موغرین کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا وغر کا معنی ہے سخت گرمی۔

٦٨٩٤- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا ذُكِرَ مِنْ شَأْنِي الَّذِي ذُكِرَ وَمَا عَلِمْتُ بِهِ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَتَشَهَّدَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَشِيرُوا عَلَيَّ فِي أُنَاسٍ أَبَنُوا أَهْلِي وَايْمُ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَى أَهْلِي مِنْ سُوءٍ قَطُّ وَلَا دَخَلَ بَيْتِي قَطُّ إِلَّا وَأَنَا حَاضِرٌ وَلَا غِبْتُ فِي سَفَرٍ إِلَّا غَابَ مَعِي وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَفِيهِ وَلَقَدْ دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتِي فَسَأَلَ جَارِيَتِي فَقَالَتْ وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا عَيْبًا إِلَّا أَنَّهَا كَانَتْ تَرْقُدُ حَتَّى تَدْخُلَ الشَّاةُ فَتَأْكُلَ عَجِينَهَا أَوْ قَالَتْ خَمِيرَهَا شَكَّ هِشَامٌ فَانْتَهَرَهَا بَعْضُ أَصْحَابِهِ فَقَالَ اصْدُقِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَسْقَطُوا لَهَا بِهِ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب میرے متعلق ایک ناگفتہ بہ بات کہی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، کلمہ شہادت پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر فرمایا مجھے ان لوگوں کے متعلق مشورہ دو جنھوں نے میری اہلیہ پر تہمت لگائی ہے، بہ خدا میں نے اپنی اہلیہ پر کبھی کوئی برائی نہیں دیکھی اور جس شخص کے ساتھ انھوں نے تہمت لگائی ہے بہ خدا مجھے اس میں بھی کسی برائی کا علم نہیں ہے، وہ جب بھی میرے گھر گیا میرے ساتھ گیا، اور میں جب کبھی گھر سے باہر گیا تو وہ میرے ساتھ باہر گیا، اس کے بعد حسب سابق واقعہ بیان کیا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لے گئے، اور میری باندی (حضرت بریرہ) سے پوچھا، اس نے کہا: بہ خدا مجھے ان کے متعلق اس کے سوا اور کسی عیب کا علم نہیں ہے کہ وہ سو جاتی ہیں اور بکری آ کر ان کا آٹا کھا جاتی ہے، ہشام کو شک ہے کہ عجین کہا یا خمیر آپ کے بعض اصحاب (حضرت علی) نے اس کو ڈانٹا اور کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سچ بولو،

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا اِلَّا مَا يَعْلَمُ الصَّائِغُ عَلٰى تِبْرِ الذَّهَبِ الْاَحْمَرِ وَقَدْ بَلَغَ الْاَمْرُ ذٰلِكَ الرَّجُلَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا كَشَفْتُ عَنْ كَنَفِ اُنْثٰى قَطُّ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقُتِلَ شَهِيْدًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَفِيْهِ اَيْضًا مِنَ الزِّيَادَةِ وَكَانَ الَّذِيْنَ تَكَلَّمُوْا بِهٖ مِسْطَحٌ وَحَمْنَةُ وَحَسَّانُ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ فَهُوَ الَّذِيْ كَانَ يَسْتَوْشِيْهِ وَيَجْمَعُهٗ وَهُوَ الَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ وَحَمْنَةُ۔

حتیٰ کہ انھوں نے اس کو اس قول کی وجہ سے گھما دیا، اس نے کہا سبحان اللہ! بہ خدا میں تو ان کو اس طرح جانتی ہوں جس طرح سنار خالص سونے کی سرخ ڈلی کو جانتا ہے، (یعنی وہ بے عیب ہیں) اور جب اس شخص تک یہ خبر پہنچی جس کے ساتھ تہمت لگائی گئی تھی تو اس نے کہا: بہ خدا! میں نے کبھی کسی عورت کا کپڑا نہیں کھولا، وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تھے۔ اور اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: جن لوگوں نے تہمت لگائی ان میں حضرت مسطح، حضرت حمنہ اور حضرت حسان بھی تھے اور رہا عبداللہ بن ابی منافق تو وہ اس تہمت کو ہوا دیتا تھا اور وہ اور حمنہ ہی اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلانے والے تھے۔

سفر میں بیوی کو ساتھ لے جانے کے لیے قرعہ اندازی میں مذاہب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سفر میں کسی زوجہ کو ساتھ لے جانے کے لیے ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے، علامہ یحیٰی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کی اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بیویوں کو سفر میں لے جانے کے لیے قرعہ اندازی کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مشہورہ موجود ہیں۔ علامہ ابو عبید نے کہا کہ حضرت یونس، حضرت زکریا اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم وسلم، تین نبیوں علیہم السلام نے اس پر عمل کیا ہے، علامہ ابن منذر نے کہا اس کے عمل پر بہ منزلہ اجماع ہے، امام ابو حنیفہ کے مشہور مذہب میں یہ باطل ہے، اور امام ابو حنیفہ سے اس کی اجازت بھی منقول ہے، امام ابو حنیفہ اور بعض دیگر علماء نے یہ کہا ہے کہ شوہر بغیر قرعہ اندازی کے اپنی جس بیوی کو چاہے سفر میں ساتھ لے جا سکتا ہے، کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک اس کے لیے سفر میں زیادہ مفید ہو اور دوسری بیوی گھر کے کام کاج اور گھر کی حفاظت میں زیادہ ماہر ہو، امام مالک سے بھی ایک یہی روایت ہے، علامہ ابن منذر نے کہا کہ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے، لیکن ہم نے احادیث پر عمل کیا ہے۔[1]

مذہب احناف کی وضاحت علامہ عینی کے حوالہ سے آرہی ہے۔

نزول وحی سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ کی برات کے متعلق علم، اور شبہات کے جوابات

اس حدیث میں ایک بحث یہ ہے کہ آیا نزول وحی سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی

---

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

اور برات کا علم تھا یا نہیں، سو اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نزول وحی سے پہلے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یقیناً علم تھا، کیونکہ جب اس مسئلہ پر بحث ہوئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فواللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا۔[1]

بخدا مجھے اپنی اہلیہ میں پاکیزگی کے سوا اور کسی چیز کا علم نہیں ہے، اور انھوں نے جس شخص کے ساتھ تہمت لگائی ہے مجھے اس کے متعلق بھی صرف پاکیزگی کا علم ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

باقی رہا یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت ام المومنین کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ کی طرف توجہ کم کیوں کر دی تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا حضرت ام المومنین کی طرف توجہ کم کرنا لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ اس تہمت کے بعد آپ کی غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت عائشہ کی برات کا اعلان نہ ہو جائے اس وقت تک آپ توجہ کم رکھیں تاکہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی تہمت سے کوئی نفرت نہیں تھی۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر آپ کو حضرت ام المومنین کی برات کا پہلے سے علم تھا تو آپ نے اس مسئلہ میں اصحاب سے استصواب کیوں کیا اور حضرت بریرہ سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب اس لیے کیا تھا کہ کسی دشمن اسلام کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہو کہ دیکھو جب ان کے اپنے اہل پر تہمت لگی تو انھوں نے اس کے متعلق کوئی تحقیق اور تفتیش نہیں کی، آپ نے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کیا، حضرت عائشہ کی سوکن (حضرت زینب بنت جحش) حضرت عائشہ کی خادمہ بریرہ اور دیگر قریبی ذرائع سے حضرت عائشہ کے چال چلن کے متعلق استفسار کیا حتیٰ کہ سب نے حضرت ام المومنین کی برات اور پاکیزگی کا اظہار کیا اور سب نے بہ یک زبان کہا کہ ہم حضرت عائشہ کے متعلق پاکیزگی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکیزگی کا علم تھا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کیوں فرمایا اگر تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی اتمام حجت کے لیے تھا اور اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر بفرض محال تم سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو، قرآن مجید میں اس قسم کی بہ کثرت مثالیں ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک فسئل الذین یقرءون الکتب من قبلک (یونس: ۱۰)

تو اگر آپ کو (بالفرض) اس چیز کے متعلق شک ہو جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ ان لوگوں سے سوال کیجئے جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ انبیاء کرام سے عہد لینے کے بعد فرماتا ہے:

فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون

پھر جو کوئی اس کے بعد (بالفرض) اس عہد سے

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۶۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

(آل عمران: ۸۲) پھر گیا تو وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العبدین (زخرف: ۸۱) آپ فرمایئے! اگر (بہ فرض محال) رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے (اس کی) عبادت کرتا۔

سو اسی اعتبار سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بالفرض تم سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لو! اور یہ تحقیق اور تفتیش کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فرمایا تھا اور اس ارشاد میں امت کے لیے نمونہ رکھنا تھا کہ اپنے اہل کی رعایت سے تحقیق میں کوئی کمی نہ کی جائے اور یہ تعلیم دینی تھی کہ اگر کسی شخص کی بیوی سے یہ غلطی ہو جائے تو وہ اس کو توبہ کی تلقین کرے اور یہ مسئلہ بتلانا تھا کہ جس شخص سے یہ غلطی صادر ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کے جواب میں یہ کہا تھا کہ "تم لوگوں نے یہ بات سنی ہے اور تمہارے دلوں میں یہ بات قرار پکڑ چکی ہے اور تم نے اس کی تصدیق بھی کر دی ہے اگر میں تم سے کہوں کہ میں بے گناہ ہوں تو تم ہرگز میری تصدیق نہ کرو گے" الخ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی پاکدامنی کا علم نہیں تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ اس خطاب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روئے سخن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں تھا، اس قول میں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا لیکن یہ خطاب ان لوگوں کے لیے تھا جو مسلمان ہونے کے باوجود منافقین کے بہکانے سے تہمت لگانے میں مبتلا ہو گئے تھے۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ کی براءت اور پاکیزگی کا علم تھا تو آپ اس قدر پریشان اور غمگین کیوں رہے، اس کا جواب یہ ہے کہ غم اور صدمہ کی وجہ یہی تو تھی کہ بے گناہ پر تہمت لگی ہے، نیز زیادہ غم اور پریشانی کا سبب یہ تھا کہ بعض مسلمان بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہو گئے تھے، ایسے میں اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ازخود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کرتے تو یہ خدشہ تھا کہ وہ مسلمان آپ کے متعلق یہ بدگمانی کرتے کہ آپ اپنے اہل کی رعایت فرما رہے ہیں اور آپ کے متعلق بدگمانی کر کے کافر ہو جاتے۔

کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامنی کا علم تھا اس پر ایک قوی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی[1] تو جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر نبی کی زوجہ کی پاک دامنی کا علم ہے تو اپنی زوجہ مطہرہ کی پاک دامنی کا علم کیسے نہیں ہوگا!

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

قال الضحاک عن ابن عباس ما بغت امراۃ نبی قط[2] ضحاک نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

---

[1] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما متوفی ۶۸ھ، تنویر المقباس ملحق در منثور ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ مطبعہ میمنیہ مصر، ۱۳۱۴ھ

[2] حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۷، ص ۶۳، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اخرج غیر واحد عن ابن عباس ما زنت امراۃ نبی قط، ورفعہ اشرس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

متعدد ائمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی" اشرس نے کہا ہے کہ یہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

واخرج ابن عساکر عن اشرس الخراسانی رضی اللہ عنہ یرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال مابغت امراۃ نبی قط (الی قولہ) واخرج ابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مابغت امراۃ نبی قط۔[2]

امام ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ اشرس خراسانی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی، اور امام ابن منذر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا کی اس روایت کو امام رازی،[3] علامہ قرطبی[4] اور علامہ نووی نے بھی ذکر کیا ہے۔[5]

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابن منذر اور امام ابن عساکر اور دیگر ائمہ نے اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "کسی نبی کی بیوی نے کبھی بدکاری نہیں کی" تو پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ مطہرہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور اس تہمت سے برات کے متعلق کیسے علم نہیں ہوگا!

حضرت عائشہ کی برات پر علماء اہل سنت کے دلائل

امام رازی شافعی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ کا نبی معصوم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونا اس فاحشہ کے ارتکاب سے مانع ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کفار کو دین حق کی طرف دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں اس لیے واجب ہے کہ ان میں کوئی ایسا عیب نہ ہو جو لوگوں کو ان سے متنفر کرے، اور جس شخص کی بیوی بدکار ہو اس سے لوگ بہت نفرت کرتے ہیں، اگر یہ سوال ہو کہ نبی کی بیوی کا کافرہ ہونا کیوں جائز ہے جیسا کہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تھیں اور جب ان کا کافرہ ہونا جائز ہے تو فاجرہ ہونا کیوں جائز نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کے نزدیک کفر موجب نفرت نہیں ہے اور بیوی کا فاجرہ ہونا ان کے نزدیک بھی موجب نفرت ہے۔

---

[1] علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۸ ص ۱۶۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
[2] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، درمنثور ج ۶ ص ۲۴۵، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر، ۱۳۱۴ھ
[3] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[4] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۸ ص ۲۰۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران، ۱۳۸۷ھ
[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے پہلے حضرت عائشہ کا یہ حال معروف تھا کہ وہ فحش کاموں کے اسباب اور محرکات سے بہت دور اور بالکل محفوظ تھیں اور جس شخصیت کا یہ حال معروف ہو اس کے ساتھ حسن ظن کرنا واجب تھا۔
تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فاحشہ کی تہمت لگانے والے منافقین اور ان کے متبعین تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ دروغ گو دشمن کی اڑائی ہوئی بات بے بنیاد ہوتی ہے، ان قرائن سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس تہمت کا جھوٹا ہونا آپ کو نزول وحی سے پہلے ہی معلوم تھا۔
تہمت لگانے والوں میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول، زید بن رفاعہ، حسان بن ثابت، مسطح بن اثاثہ، حمنہ بنت جحش اور ان کے موافقین تھے۔ [۱]

علامہ ابوالبرکات نسفی لکھتے ہیں:
روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے منافقین کے جھوٹ کا یقین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے محفوظ رکھا ہے کہ آپ کے جسم پر مکھی بیٹھے، کیونکہ مکھی نجاست پر بیٹھ کر نجاست سے آلودہ ہوتی ہے، تو جب اللہ تعالیٰ نے اتنی معمولی نجاست والی چیز کے مس سے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو آپ کو اس فاحشہ کے ساتھ متلوث ہونے والی عورت سے کیسے محفوظ نہیں رکھے گا، حضرت عثمان نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے سائے کو زمین پر پڑنے سے محفوظ رکھا ہے تاکہ کسی انسان کا اس سائے پر قدم نہ پڑے تو جب کسی شخص کے لیے آپ کے سائے پر قدم رکھنا ممکن نہیں ہے تو کسی شخص کے لیے آپ کی زوجہ کی عزت کو پامال کرنا کس طرح ممکن ہوگا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بھیج کر آپ کو یہ خبر دی کہ آپ کے نعلین میں گھناؤنی چیز ہے اور آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے پیر سے وہ جوتی اتار دیں تاکہ آپ کے پیر میں وہ گھن والی چیز نہ لگے تو اگر بالفرض آپ کی زوجہ اس فاحشہ سے متلوث ہو گئی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ان سے الگ ہونے کا حکم ضرور دیتا، اور حضرت ابو ایوب انصاری نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم کو اس چیز کی خبر ہے؟ ان کی بیوی نے کہا یہ بتاؤ اگر تم حضرت صفوان بن معطل کی جگہ ہوتے تو کیا تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حرم محترم کے ساتھ کسی فاحشہ کا ارادہ کر سکتے تھے؟ انھوں نے کہا ہرگز نہیں! انھوں نے کہا اور اگر میں حضرت عائشہ کی جگہ ہوتی تو کبھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت کا ارادہ نہ کرتی اور حضرت عائشہ مجھ سے افضل ہیں اور حضرت صفوان تم سے افضل ہیں تو ان کے متعلق اس فاحشہ کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ [۲]

حضرت عائشہ کی برائت پر علماء شیعہ کے دلائل

شیعہ مفسرین میں سے شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی لکھتے ہیں:

فالأية دالة علی کذب من قذف عائشة وافك عليها۔ [۳]

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی وہ جھوٹا ہے۔

[۱] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
[۲] علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل ج ۳ ص ۱۴۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور
[۳] شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، متوفی ۴۶۰ھ، تبیان ج ۳ ص ۴۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۳ھ

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

ایشانند دروغ گویان در ظاہر و باطن چہ اگر گواہ آوردندے در ظاہر در حکم کاذب نبودندے اما در باطن کاذب بودندے زیرا کہ ایں صورت در ازواج انبیاء ممتنع است و چوں گواہ نیاوردند در ظاہر نیز کاذبند۔[1]

یہ تہمت لگانے والے ظاہر اور باطن میں جھوٹے تھے، کیونکہ اگر وہ گواہ پیش کر دیتے تو ظاہر میں تو جھوٹے نہ ہوتے لیکن باطن میں جھوٹے ہوتے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج کے لیے یہ صورت ممتنع ہے اور جب وہ گواہ پیش نہیں کر سکے تو باطن کی طرح ظاہر میں بھی جھوٹے ہوئے۔

نیز شیخ کاشانی لکھتے ہیں:

چہ فجور زوجات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم موجب تنفیر مردمانست از آنحضرت و انبیاء مبعوث شدہ اند بکفار بجہت آنکہ ایشانرا دعوت کنند بدین خدا پس واجب است کہ منتفی باشد از ایشان چیزے کہ موجب تنفیر کفار باشد و کشخیت از اعظم منفر اتست بخلاف کفر کہ نزد ایشان منفر نبود از ایں جہت واجب است کہ ازواج انبیاء از فجور معصون باشند ولازم نیست کہ از کفر بری باشند۔[2]

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے فاحشہ کا صدور لوگوں کی حضور سے نفرت کا موجب ہے، اور انبیاء علیہم السلام کفار کی طرف اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ ان کو اللہ کے دین کی دعوت دیں، اس لیے واجب ہے کہ وہ ان چیزوں سے محفوظ رہیں جو کفار کے تنفر کا موجب ہو، اور بدکاری سب سے زیادہ تنفر کا موجب ہے، اس کے برخلاف کفر ان کے نزدیک تنفر کا موجب نہیں ہے، اس لیے واجب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی ازواج اس فاحشہ سے محفوظ ہوں، اور یہ لازم نہیں ہے کہ وہ کفر سے بری ہوں۔

شیخ طبرسی لکھتے ہیں:

لان اللہ تعالی یبری عائشۃ ویاجرھا بصبرھا واحتسابھا ویلزم اصحاب الافک مااستحقوہ بالاثم الذی ارتکبوھا فی امرھا۔[3]

کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت عائشہ کو بری کر دے گا اور ان کو ان کے صبر کرنے پر اجر عطا فرمائے گا اور تہمت لگانے والوں کو وہ سزا ملے گی جس کے وہ مستحق ہوئے ہیں۔

حضرت عائشہ کی برأت کے متعلق نازل ہونے والی قرآن مجید کی آیات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں میری برأت کے متعلق دس آیات نازل فرمائیں وہ دس آیات یہ ہیں:

---

[1] شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۸۳۔ ۲۸۲، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران

[2] ″ ″ ″ منہج الصادقین ج ۶ ص ۲۸۴،

[3] شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۷ ص ۲۰۶، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران

إن الذين جاءو بالافك عصبة منكم ط لا تحسبوه شرا لكم ط بل هو خير لكم ط لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم ج والذى تولى كبره منهم له عذاب عظيم ٥ لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسهم خيرا وقالوا هٰذا افك مبين ٥ لولا جاءو عليه باربعة شهداء فاذلم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون ٥ ولولا فضل الله عليكم ورحمته فى الدنيا والاخرة لمسكم فى ما افضتم فيه عذاب عظيم ٥ اذ تلقونه بالسنتكم وتقولون بافواهكم ما ليس لكم به علم وتحسبونه هينا و هو عند الله عظيم ٥ ولولا اذ سمعتموه قلتم ما يكون لنا ان نتكلم بهٰذا ق سبحانك هٰذا بهتان عظيم ٥ يعظكم الله ان تعودوا لمثله ابدا ان كنتم مؤمنين ٥ ويبين الله لكم الأيات ط والله عليم حكيم ٥ ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فى الذين امنوا لهم عذاب اليم لا فى الدنيا والاخرة ط و الله يعلم وانتم لا تعلمون ٥ ولولا فضل الله عليكم ورحمته وان الله رءوف رحيم۔

(توبہ : ۲۰-۱۱)

بے شک جن لوگوں نے (حضرت عائشہ پر) کھلا بہتان لگایا وہ تم میں سے ایک گروہ ہے تم اس بہتان کو اپنے لیے شر نہ سمجھو، بلکہ وہ (بالآخر) تمہارے لیے خیر ہے، اس گروہ میں سے ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جس کا اس نے ارتکاب کیا، اور ان میں سے جس نے اس بہتان میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ جب تم نے اس بہتان کو سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہ کر لیا، اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ کھلا بہتان ہے، یہ لوگ اپنے بہتان پر چار گواہ کیوں نہیں لے کر آئے، پس جب وہ گواہ نہ لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں، اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو جس بہتان کو پھیلانے میں تم لگ گئے تھے اس کی وجہ سے تم کو بہت بڑا عذاب پہنچتا، جب تم اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے (سن کر) یہ بات لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، اور جب تم نے اس بہتان کو سنا تو تم نے اسی وقت یہ کیوں نہ کہہ دیا، اس قسم کی بات ہمیں سزاوار نہیں، اے اللہ! تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے، اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت فرماتا ہے، تم پھر ایسی بات کبھی نہ کہنا، اور اللہ تمہارے لیے یہ آیتیں (کھول کر) بیان فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا ہے بڑی حکمت والا ہے، بے شک جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلنے کو پسند کرتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو تم کو بھی عذاب ہوتا) اور بے شک اللہ نہایت رحم فرمانے والا اور بے حد مہربانی کرنے والا ہے۔